



4064  
517





عَشْرًا آمَنَ بِمَا قِيلَ فِيهَا فَبِئْسَ الْكَاذِبُ  
فَبِئْسَ الْكَاذِبُ يَسْمَعُ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوهُ احْسَنُ

هذا الكتاب مستطاب من تصنيف العالم العامل الفاضل الكامل كاشف حقائق العقول والمنقول عاقلها  
الأنس ومع الأصول عمدة الفقهاء زبدة العلماء أصولنا موكمة محمل مشاهير فيصالحا قاضي تليد  
مختار السائل الفقهي بالآيات الصريحة والأحاديث الصحيحة المدقق الفريد مولانا الحاج المولى  
ابي رجا محمد نرمان خانا الشهيد نورا الله مضبوطة

# احسن الذريعة

للسيد

## عن الأقوال المشيعة

قد اهتم لطبعها النفع الانام من الخواص والعوام اضعف العباد محمد عبد الرحمن غفر الله  
ذنبه وستر عيوبه وحشره في زمرة الابرار يوم القيامة في سنة عشرين وثلاث مائة  
من الهجرة النبوية على صاحبها واله واصحابه وازواجه افضل الصلوة والسلام

مطبع قديم ببلدة بئر نين جيلاباوين صاعين القشيش





# فہرست مضامین مقدمہ کتاب احسن الذریعہ للسد عن الاقوال الشنیعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	اور اثبات امام اعظم صاحب کے تابعی ہونے کا اور یہ کہ امام اعظم صاحب بالاتفاق تابعی ہیں اور امام مالک صاحب کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے۔	۲	حدیث و تہذیب تالیف کتاب ہذا۔
۱۶	مؤلف فقہ اکبر کا نقل کرنا بروایت ابو حمزہ کذاب و حاسد امام اعظم صاحب جہمیہ عورت کے مناظرہ کرنے کا قصہ امام اعظم کے ساتھ اور اس سے دیر پر وہ طعن کرنا امام صاحب پر اور ان کی بی بی علی کا کہ ایک عورت کے مقابلہ میں ساکت رہنے اور دوسرے طعن یہ کہ امام اعظم صاحب اور ان کے تلمیذ امام ابو یوسف کے جہمی ہونے میں اختلاف اور تحقیق فرقہ جہمیہ کے موجد کی اور بیان مولف فقہ اکبر کے بہتان کا امام اعظم صاحب پر اثبات جہت کے یا بہن ابو حمزہ کی جھوٹی روایت پر اعتماد کر کے اور امام اعظم صاحب کی عبارت میں تصرف کر کے ان کے مذہب پر ہور سے اور بھیرنا اور مسلمانان میں اپنے موافق بلانا اور امام اعظم صاحب پر عداوت جوٹ بولنا۔	۴	احوال کتاب فقہ اکبر اور اس کے مؤلف کا اور اس کے محدثوں کے چھوٹے رسائل میں اس کا جھگڑا۔
۱۸	مسئلہ خلق قرآن میں امام ابو یوسف کا مناظرہ کرنا امام اعظم صاحب سے ایک سال تک نقل کر کے دیر پر وہاں طعن کرنا مولف فقہ اکبر کا کہ وہ دونوں اول امین خلق قرآن کے مسئلہ میں اختلاف رکھتے تھے اور اثبات اس امر کا کہ مولف فقہ اکبر اپنے دعویٰ میں کا ذبیحے اور جھگڑا امام اعظم کے فضائل کا بیان۔	۶	ائمہ اربعہ کے مناقب میں جو حدیثیں وارد ہیں ان کا مختصر بیان۔
۲۰	تتمہ بیان فضائل امام اعظم صاحب کا اور الزام مولف	۸	امام اعظم صاحب کی شان میں بعض احادیث کا بیان اور مصنف فقہ اکبر کی خام خیالی کا اظہار کہ اس نے اپنے کو حدیث لاتبتو قریش کا مصداق سمجھ لیا ائمہ جہمیہ حدیث باتفاق علما امام شافعی صاحب کی شان میں ہے۔
		۱۰	معذرت مولف کتاب احسن الذریعہ کی اور جوڑ جھوٹ اہل انصاف سے کہ اس کتاب کو بنظر انصاف دیکھیں اور آغاز مقدمہ کتاب ہذا کا۔
		۱۲	مؤلف فقہ اکبر کی غلط فہمی کہ امام اعظم صاحب کو فقہ اکبر متداول کا مصنف سمجھ لیا حالانکہ وہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی تصنیف ہے اور نیز امام اعظم صاحب کو مصنف تبع تابعین میں شمار کیا حالانکہ وہ باتفاق اہل تحقیق تابعی ہیں۔
		۱۴	مؤلف فقہ اکبر کا امام اعظم صاحب کے باب میں بدعنوانی کرنا کہ ان کو اعظم فقہاء اربعہ بلکہ امام اعظم کہنے سے زبان کو روکا اور ابو حمزہ نوح بن مریم کا اقرار جھوٹی حدیث بنانے کا امام اعظم سے حسد رکھنے کی بنا پر



مضمون	صفحہ	مضمون
مرد کو اس کی کتاب رسالہ نزول و فتاویٰ مکتوبہ تشبیہ صفات الہیہ کے باب میں اور دعویٰ کرنا کہ تمام اکابر دین اسی مذہب پر تھے اور کتب الہیہ سابقہ ہی جو اب تک موجود ہیں اسی مذہب سے معروض ہیں اور اس کو ثبوت بسط سے بیان کرنا۔		فقہ اکبر پر اس نے اپنی اس کتاب میں حضرت علیؑ کے مرتدوں کو آگ میں جلانے کا قصہ بطور استدلال نقل کیا ہے حالانکہ حضرت امیرؑ اس فعل سے رجوع ثابت ہے اور اس قصہ کو خارجی بطور نقل کیا گئے ہیں ترمذی کے حدیث سے اثبات حضرت علیؑ کے رجوع فرمانے کا آگ میں جلانے کے فعل سے اور بیان اس امر کا کہ خارجیوں کے مطاعن حضرت امیرؑ پر دو قسم کے ہیں اور بیان مولف فقہ اکبر کی تاثر و داری کا امام جعفرؑ پر یوں کو ثبت جہت قرار دیتے ہیں اور اپنے کلام شریف کو رسالہ تشبیہ سے تصرف کے نقل کرنا مولف فقہ اکبر کے اثبات جہت کے لئے حالانکہ اس کلام سے جہت کی نفی ثابت ہوتی ہے۔
مولف فقہ اکبر کا مذہب متکلمین و مذہب مشبہ میں تلیف کر دینا اور جہور اہل سنت کے برخلاف باقدا سے ابن تیمیہ صفات تشاہدات کا ترجمہ دوسری زبان میں جائز کرنا ابن تیمیہ کے قول پر جو صفات کی تقسیم میں اسے کیا علامہ مفتی محمد سعید کاردار نیز صفات تشاہدات کا ترجمہ غیر عربی میں جائز کرنے کا ابطال۔	۲۲	تہمہ بیان مولف فقہ اکبر کے تصرف کرنے کا امام جعفر صادقؑ کے قول میں اور اثبات اس امر کا کہ وہ قول نفی جہت کے برہن ہیں اور شیعہ ہی نفی جہت کے قائل ہیں پس اس سلسلہ میں مولف فقہ اکبر شیعہ و سنی دونوں سے مخالف ہے اور ائمہ اہل بیت پر بھتان کرتا ہے کہ وہ جہت کے مثبت تھے۔
مولف فقہ اکبر کے صفات تشاہدات کا ترجمہ اردو میں کرنے کا ابطال ابن تیمیہ پر علامہ حلبی کا الزام صفات تشاہدات کے ظاہری معنی ارادہ کرنے پر محقق دوانی کا قول ابن تیمیہ کے اثبات جہت میں مبالغہ و غلو کرنے کے باب میں اور عقیدہ جہت کا ابطال۔	۲۶	مولف فقہ اکبر کا تقسیم کرنا فقہ کو دو قسم پر ایک شیعہ کہ جس کے قائل شیعہ ہیں اور دوسرا فقہ کہ جس کے قائل زعم مولف خواص اہل سنت ہیں اور مراد اس کی خواص اہل سنت سے فرقہ نجدیہ ہے خذلہم اسد۔
بیان اس امر کا کہ فقہ اکبر کے مولف نے اثبات جہت وغیرہ مسئلہ شیعہ و سنی دونوں کے برخلاف اس کتاب میں بہر دئے ہیں پس دونوں گروہ پر لازم ہے کہ اس کتاب سے اعراض کریں اور مولف کو اپنے احوان و انصار میں سے نہ سمجھیں کیونکہ وہ درحقیقت اون اگلے اہل بدعت کا معاون و ناصر ہے کہ جن کے اقوال کو اس کتاب میں درج کیا ہے اور اہل بیت	۲۸	مولف فقہ اکبر کا نقل کرنا ابن تیمیہ کے مذہب



## مضمون

کے احوال کا اجمالی بیان۔  
 فرقہ ہشامیہ و مشبہہ کے بانی ہشام بن حکم اور شاو  
 حقایق سادہ کا بیان اور فرقہ کرامیہ کے بانی محمد  
 بن کرام کے اقوال اور اس کا مختصر احوال میزان  
 الاعتدال کے حوالہ سے مفتی محمد سعید کی عبارت سے  
 اثبات اس امر کا کہ جمہور محدثین و محققین صوفیہ و  
 فقہاء متکلمین حق تعالیٰ کو چہیت سے پاک سمجھتے ہیں  
 صرف فرقہ مشبہہ چہیت فوق کا قائل ہے۔  
 فرقہ مشبہہ کا باہمی اختلاف عرش پر ہونے کے  
 کیفیت میں بعد ازل کے اتفاق کرنے کے  
 چہیت فوق کے اثبات پر بیان اس امر کا کہ آئینہ  
 ہی اثبات چہیت وغیرہ مسائل میں مشبہہ کے  
 موافق ہے اور اہل سنت کا مخالف اور اس کے  
 بعض اقوال کی نقل کہ جن سے حق تعالیٰ کا مکانی  
 ہونا ثابت ہوتا ہے اور صاحب منظر النور کا  
 اول اقوال کو رد کرنا مولف فقہ اکبر کا اثبات  
 چہیت سے اسرئلیات کو چہیت بنانا اور کتب الہیہ  
 سابقہ کو موجود مان کر ان کی عبارت سے مدد لینا۔  
 مولف فقہ اکبر کا انابیل اربعہ موجودہ کو اصل  
 انجیل تسلیم کرنا اور ازل کے منکر پر کہ جمہور اہل قبلہ  
 میں قریب الحفر ہونے کا حکم کرنا قوت القلوب کی  
 عبارت سے مولف فقہ اکبر کے حکم مذکور کو رد کرنا۔  
 اثبات اس امر کا کہ اسناد کا باقی رہنا اسی امت  
 مرحومہ کا خاصہ ہے اٹلی امتوں میں اسناد کا طریقہ

## مضمون

نہ تھا اور اس امر کی بنا پر کتب سابقہ کے موجود ہونے کو  
 تسلیم کرنا اور نیز نجات نصر کے کل کتب سابقہ کو جلائی  
 کا اثبات اور عقائد اسلام کی عبارت سے کتب سابقہ  
 کے معدوم ہو جانے پر تمام علماء اسلام کا اتفاق  
 نقل کرنا اثبات چہیت کی بنا پر مولف فقہ اکبر کا مذہب  
 عینیت کو باطل کہنا اور اکابر اولیا پر جو کہ عینیت  
 وجود کے قائل ہیں اس شد کفر کا حکم دینا۔  
 مولف فقہ اکبر کا اکابر صوفیہ شیخ اکبر وغیرہ کو ازل کے  
 اقوال میں وہی تو چھ کر کے مذہب وعدۃ الوجود سے  
 منکر قرار دینا اور ازل کو مثبت چہیت ثابت کرنا مثلاً  
 وحدت وجود کا اثبات اور مولف فقہ اکبر کے عقدہ  
 چہیت کا ابطال۔  
 بیان اس امر کا کہ صوفیہ مطلقاً وجودیہ ہوں یا شہوت  
 عینیت وجود کے قائل ہیں اور شہودیہ کے مسلک  
 میں فرق اعتباری ہے اور شیخ محی الدین بن العربی  
 کے نام وحدت الوجود ہونے کا اثبات۔  
 نقل و عکس کی مثال سے شیخ ابن عربی کی طرف انکار  
 عینیت و اثبات بینونیت کی نسبت کرنے میں  
 مولف فقہ اکبر کا غلطی کرنا اور شیخ اکبر پر بنیان عظیم  
 کی افتراء کرنا مسئلہ وحدت الوجود کی حقیقت کا جھگڑا  
 طور پر بیان اور شیخ اکبر کے بعض اقوال کی نقل  
 منظر النور سے کہ جس سے عالم کا وجود خیالی اور  
 حق کا وجود واقعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔  
 جواب الحقایق کی عبارت سے مسئلہ عینیت وجود کی



مضمون	مضمون
امامت کی بنیاد ہے باقی بیان۔	تحقیق اور کلی طبیعی کی تشکیل کا بیان اور کلمۃ الحق
۴۰ صحیفہ سہادیہ کی عبارت میں مولف فقہ اکبر کا تصرف کرنا امامیہ کے موافق اور اہل سنت کے مخالف اور قرآن موجودہ کے علاوہ دوسرا قرآن کہ جس کو حضرت علی نے جمع کیا تھا موافق عقیدہ شیعہ کے ثابت کرنا اور اس کا ابطال اہل سنت کے طرف سے۔	کی عبارت سے مسئلہ توحید کی حقیقت کا انکشاف صوفیہ کرام کے مسلک پر اور کلمہ طیبہ کو معنی میں غیر صوفیہ کرام کے غلطی کرنے کا ذکر
۴۱ حضرت عثمان غنی کے قریبی موجودہ کو جمع کرنے کا اور اور اس قرآن کے ماسوائے وہ جہاں تکاسب اور اجلاہ کل صحابہ کا اس پر قرآن منزل ہی قرآن موجود ہے اور اس کے سوا ایک حرف بھی قرآن نہیں ہے اور حضرت علی کا بار بار اپنے خطبوں میں فرمانا کہ اس قرآن موجودہ کے سوا کہ جس کو عثمان نے جمع کیا ہے میرے پاس کوئی قرآن نہیں ہے۔	۵۲ بیان اس امر کا کہ جو معنی کلمہ طیبہ کے غیر صوفیہ نے استنباط کئے ہیں اگر وہی معنی مراد ہوتے تو مسلمانوں اور مشرکوں کے عقیدہ میں کچھ فرق نہ ہوتا پس ضرور ہو کہ ایسے معنی لئے جائیں کہ جن سے دونوں میں فرق ہو جائے اور بیان مصنف کی غلطی کرنے کا معنی کا مسلک سمجھنے میں اور بیان مصنف کی غلطی ذکر کے منشا کا منظر انور کی عبارت کے استنباد سے
۴۲ مان چھو کہ تفسیر قرآن کا علم اس قدر عطا کیا گیا ہے کہ اگر چاہوں ایک سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بوجھ طیار رکھوں اور یہاں تک مقدم احسن الذریعہ کا پہلا جزو تمام ہوتا۔	۵۳ اثبات اس امر کا کہ مصنف فقہ اکبر کا اباب عنیت پر افتخار فتوے دینا اس مقام میں اور تمام مسلمانوں پر جو مصنف کے عقاید باطلہ سے مخالف ہیں حکم کفر کرنا دوسرے مواقع میں اہل سنت کے مذہب سے بڑھتا ہے اور خوارج کی عادت میں داخل ہے اور نیز فرقہ و بابیہ کے مسلک کے موافق ہے اور موافق الکیمیہ کے عبارت سے وہابیہ پر الزام۔
۴۳ مقدمہ فقہ اکبر مولف مولوی حسن الزمان کے رو کا آغاز اور اس کے قول الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ میں درود کو چھوڑنے اور سلام کو معلق پر مقدم کرنے کا الزام اور اظہار اس امر کا کہ اس قوں میں مصنف نے شیعہ کا اسلوب اختیار کیا ہے	۵۴ مولف فقہ اکبر کا مسئلہ امامت میں فرقہ امامیہ کے موافق اور اہل سنت کے مخالف ہونا تحت اثنا عشر کی عبارت میں مرکا ثابت کرنا۔
۴۴ مولف کے اس دعوے کا ابطال کہ علوم اہل بیت کو سفر میں زندہ کیا ہے اور بیان اس امر کا کہ اہل سنت	۵۵ مولف فقہ اکبر کا امامت کو بارہ اماموں میں منحصر سمجھنا اور امامت کے اصول خمسہ کا کہ جن پر مسئلہ







یہ کتاب میں اصل کیا ہے وہ حقیقت کسی شیعہ سے  
انگریز نہیں کیا ہے بلکہ ان کے دیکھوں کو جو خود  
میں صحت سے صحیح کر کے ایک نئی اور اسی شیعہ کی  
اس کتاب میں اس کا بیان ہے کہ یہ کتاب  
سلوٹات عالم کے رواج و بے گناہی طرف سے پیش کیا  
نواں انگریز اص صفت کے قول تذکرہ و سوانح انگریزوں  
تذکرہ اصل صفت کے قول خفا علی من علوم عدم  
مسند از حبیبی سیرۃ علی او۔

تحریر قول نہ کہ مصنف کا تمام صفحہ میں جس کا حاصل فہرست  
اسی کتب کی ہے کہ علوم حضرت علی کو اہل سنت کے جہتیں  
میں کیا ہے اور ان کی تعداد چھتیاں ہیں۔

تقریباً نصف کے قولی مذکور کا نصف صفحہ تک پھر اس کا  
عالم جتنا تھا وہ نہیں پھر اعتراض مع سند عبارت خود کے  
دوسرے اعتراض اور کتابوں پر چکی قہرست مصنف نے  
قولی مذکور میں پیش کی ہے۔

دوسرے اعتراض کی شد میں عبارت بستان المحدثین جوف  
مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی نقل اور ابطال مصنف کے  
اس قول کا جملہ مستند الیہا و معتد علیہا علماء و  
عند جلیہم اور نقل مصنف کے اس مصنف کے اس قول کا

بعد کی نسبت نقل کر کے بیان ملے کہ وہ عادت تو  
 ہنشا میر ہے اور کچھ احوال فرمے ہنشا میر کے ناموں  
 بیان اور کے عقائد باطلہ کا اور اور کے بعض عقائد باطلہ  
 میں صحت تو اگر کے یہ ہیں کا بیان ۔

راجی ہو گا۔ اور جس طرح علیؑ اور حسنؑ اولاد امام حسینؑ  
 کے نام کے لوگوں کے لئے شہداء بن گئے۔ اسی طرح اس شہداء کے  
 کیا حال ہو گا اور علم الہیت کے علماء کی کاہلی ہو  
 گئی۔ احوال اولاد امام حسن مجتبیٰ کا احراز کے بعض  
 مناقب و علوم کا ذکر۔

بیان ایک قصہ کا کہ حسین بن علیؑ کے بھائی حسن بن علیؑ کے بیٹے کا نام  
حسن بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ کے علقہ اپنے کا ذکر  
ایک شخص زبیری سے خلیفہ راشد کے دربار میں ہوا اور  
زبیری کا چھوٹی قسم کھانا پھر ریطح سے حسب عادی  
دکور کے تین دن میں ہلاک ہوا اور ذکر محمد نفس زکیہ کا  
جگا لقب حمدی ہے اور احمادیت میں اول کی  
شہادت کا بیان۔

حوال حضرت ابراہیم قتیل ماجری کا نور و کارون کی  
ور آرمی کا ایک قصہ میں اصرار بیان ہونے کے علم و فضل  
ہدایت کا عمدہ اللطائف کی عبارت سے اصرار بیان  
ن عبد اللہ محض کا مل و کل سے اصرار بیان کے جس علم  
اصوات حق و حق سے



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں

اور حضرت علیؓ کا فضل و شرف کی  
 باتیں بیان کر کے اہل ایمان کو دعا دی کہ  
 میں اے امیر المومنین علیؓ کا کید آیت میرے دل  
 کے لب میں لزل ہوئی ہے اور میرا حضرت علیؓ کی  
 باتیں سماعت شہید کہ علقہ شہید ہر افسانہ کہ یہی سچی  
 بات ہے اس لئے اہل اسلام سیدنا علیؓ کا حضرت علیؓ  
 کی فضیلت میں عثمان بن الذین القوا و آمنوا۔ اور  
 ذکر کرنا مسکروں کو۔

اگر نول حضرت علی کا حضرت عثمان کے پاس میں کہ بعد ازاں  
 ایسا کہیں اور عثمان اب دور عثمانی صلیبیوں میں علی کے  
 بعد ہی ہوئے اور وہ کہیں میں حضرت کے لئے کہ اور  
 کہ حضرت عثمان کی بگڑی سے اور بیان احوال ائمہ  
 اہل بیت کا شیوہ کو ملامت کرنے اور اوکو بدعتی سمجھنے  
 میں اور طاعان و تلافی کو دوست رکھنے میں۔

بیان حضرت علی کے دھیکا شیخین کی یاد میں احیاء  
 کہ اوٹھا پرو ہدایت حراط مستقیم یہ ہے اور عتد مدین  
 مائل ہی اور وہ دو ٹون میرے محبوب اور ہدایت کے کام  
 اللہ تعالیٰ اسلام تھے صواعق محرقہ کی عبارت سے نقل  
 مصنف کے قول فحش فی الزیاد بحق الرحمن علی ابن عبد

حضرت علیؓ کے ہاتھ لکھی ہوئی ہے۔  
 ہدیہ علیہ کو انیس گنا دین میں گنت ہے اور انیس گنا  
 ایک کتاب بھی علوم و حکمت میں اور ان گنا ہدیہ  
 ان کے لئے ہے۔ صرف ان کے لئے ہے۔

[illegible]

مصنف خدا کے رسول اور اس کے پیغمبروں کی ہر بات سے  
محض فرض معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ہر کوئی خود علیٰ فرض  
لیطرف و تقریباً منسوب ہے اور اس کے مطابق ہے کہ ہر بار  
کتابین میں اور کتاب اصول العلم روایت و احادیث دونوں  
میں مدون ہے اور اس قول ملکوت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس  
کتابین میں اور کتاب اصول العلم صرف روایت میں مدون  
اور احادیث میں ایک کتاب علیحدہ ہے اور اس بطرح اور اختلاف  
میں پس عدو کا اصلاح دلیل ہے اس روایات کی کہ یہ قدرت  
محض فرضی ہے کہ اس کی کسی کوئی اصل نہیں ہے اس بطرح  
اور اعراض استوارہ کے باب میں ہے۔

مصنف پر کتابوں کے طول و عرض نام کے ساتھ کتاب کا عنوان  
اور اس کے قول و القصد جیسا کہ ابدال روایت میں ہے  
اس روایت کی شکل اور اس قول میں مصنف کے



اور جو کہ گناہ کر بطور خاص کے آخر کے صوفی تھے۔

۱۱۶ مصنف کے چچے دعویٰ کا ابطال فقہ اکبر کی چار حدیثوں میں  
تناقض و ضعف کے اثبات سے اور اس کے سند میں سید  
محبوب کا قصہ مرجع کی نیکی و بدی سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۸ مسائل کی عبارت کے ایوان الصلت ہروی کے  
احد المتعین ہونیکا اثبات اور جرح تھا کہ مقابلہ میں  
مصنف کے ایوان الصلت ہروی کا تزکیہ کرینیکا ابطال اور  
مصنف پر الزام اس امر کا کہ اس نے محمد بن اسلم طوسی پر  
سخت فرمایا اور مصنف کے تیسرے دعویٰ کا بطلان  
اور بلاذری پر شہر ہونیکا الزام۔

۱۲۰ حدیث بلاذری کی موضوعیت کا بیان علامات وضع  
حدیث کے ذکر سے اور تاریخ الخلفاء کی عبارت سے اثبات  
اس امر کا کہ اجلا محدثین امام علی رضا کے زمانہ سے حسن عسکری  
کے زمانہ تک موجود تھے اور انہوں نے حدیث بلاذری کو ذکر  
نہ کیا اور صرف بلاذری نے روایت کیا۔

۱۲۲ تحقیق معنی ایمان کی شرح عقائد کی عبارت سے اور قلم  
بیان علامات وضع حدیث کا اور مصنف کے قول  
روالی ظاہر ہے الا حدیث والا تار عن اہل البیت اللہ علیہم  
کا ابطال اور مصنف کی احادیث مرویہ کے متن میں  
تناقض کا اثبات اور اس کی جرح و تعدیل کی لغویت  
کا بیان۔

۱۲۴ مقدمہ فقہ اکبر کے آخر قول قال وکذا فی موطا مالک صحیح  
ابن خزیمرہ اہ کی نقل آخر مقدمہ تک کہ حسین مصنف نے

انہی کتاب فقہ اکبر کی احادیث کا مادہ و ماخذ بنایا ہے۔

۱۱۶ جواب کی تہدید بانی طور کہ یہ کتاب عقائد میں ہے پس اثبات  
عقائد میں اخبار متواترہ لانا متعاد کہ اخبار اعداد و احوال میں تھا  
وہ شائع ہوئے راویوں پر اثر حدیث کی جرح و تعدیل میں۔

بیان اس امر کا کہ مولف فقہ اکبر کی قابلیت اور اس کا مبالغہ علم  
بیکو بخوبی معلوم ہے اور اس پر دعویٰ مجدد ہونیکا محض لابی واس  
پر عجب و اعتماد کرنا ہے اس لیے سے جتنے اس کے غلط کام کرنا  
مسلمانوں کی حفاظت کیلئے ضروری تھا اور عجب غیرہ صفات میر  
کا بیان زواج مولف امام بن جریر کی عبارت سے کہ جنہیں اکثر علماء  
متلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ان صفات سے بچنا واجب ہے۔

۱۲۸ بیان اس امر کا کہ علم کی شان سے ہمارے کہ آدمی کے دل میں  
خوف خدا اور تواضع پیدا ہو کر وہ عالم پر اپنے نفس کی دنائیت  
اور پروردگار کی عظمت کھلی جاتی ہے اور اس کے باوجود علم پر عجب  
و تکرر وغیرہ کرے تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس کا علم طلب دنیا  
و حب جاہ کیلئے ہے نہ طلب آخرت کیلئے اور نیز اس کی نیت بھی  
درست نہیں ہے اور اظہار اس امر کا کہ مولف نے اس کتاب  
میں ہر فن کے اکابر سے مقابلہ کیا ہے اور اپنے کو ان کے  
ہم پلہ بلکہ ان سے بڑھ کر سمجھا ہے اور اکابر علماء سے اس کی  
مخالفت کرینیکا بیان۔

۱۳۰ مولف کے اس قول مذکور میں امام سیوطی کی خلاف کرینیکا  
بیان اور جواب اس کے قول کا بانی طور کہ اخبار احاد سے  
استدلال کرنا عقائد دینیہ کے اثبات پر سنی و شیعہ دونوں  
کے برخلاف ہے اور بیان اقسام حدیث اور ان کے حکام  
کا عبارات کتب معتبرہ سنی و شیعہ سے ذکر مصنف کی افترا



۱۳۸ امام سیوطی کے باب میں اور اثبات اونکی برائت کا انکار کر رہے۔

۱۳۹ عبارت بخلف کی نقل اس امر کے ثبوت میں کہ امام سیوطی وغیرہ متاخرین محدثین نے جو کتابیں ہر قسم کی احادیث میں تصنیف کی ہیں ان سے مقصود صرف استفادہ ہے کہ ہر باب کی حدیثیں جمع کر دی جائیں تاکہ محققین اونکی جانچ کر کے صحیح کو قبول کر لیں اور غیر صحیح کو رد کر دیں اور جب تک خود ان کتابوں کے مصنفین نے کسی حدیث کو صحیح نہ کہا ہو اہلسنت کے نزدیک قابل استدلال نہوگی جب تک کہ اور طرق سے اوسکی صحت ثابت نہ ہوگا پس متاخرین نے ان کتب کی حدیثوں کو جانچ کر منہوٹا کر علیحدہ کر دیا اور باقی کا مرتبہ بتا دیا اور متواتر حدیثوں کو علیحدہ جمع کیا پھر مصنف کا امام سیوطی پر مواخذہ کرنا کہ اوسنے تہذیب الآثار ابن جریر کو کتب صحیح میں شمار نہ کیا حالانکہ یہ کتاب صحاح میں داخل ہے اور اس مواخذہ کا جواب باصواب۔

۱۴۰ کتب حدیث کے درجات و طبقات کا بیان اور سند و جامع و مخم و جز و سنن و مستخرج وغیرہ اقسام کا ذکر اور صحاح ستہ کے تفاوت اور صحیحین کے اعلیٰ طبقہ میں ہونیکا بیان اور چوتھے طبقہ کی کتابوں کا ذکر۔

۱۴۱ چوتھے طبقہ کی حدیثوں کا اثبات عقیدہ یا اثبات عمل کیلئے صالح نہوتا اور اہل بدعت وغیرہ نہیں حدیثوں کو ادنیٰ غرض کیلئے حجت بنانا اور تفصیل چوتھے طبقہ کی کتب احادیث کی اور تیسرے طبقہ

۱۳۷ کی کتابوں کا حکم اور اظہار اس امر کا کہ امام سیوطی میں علم حدیث کی بنیاد شیخ ولی اللہ دہلوی اور اونکی اولاد سے قائم ہوئی ہے احمدیہ امر کسی پر قطعی نہیں ہے اور توفیق مجدد کی۔

۱۳۸ معذرت اس امر کی کہ احمدیہ کا طول طویل بیان مصنف کا احوال کہولنے کی غرض سے ہوا ہے بانیطریق کہ اگر مصنف مجدد ہوتا اور تجدید کی مستراطیں جمع ہوتیں تو ہرگز جہور اہلسنت کے اصول سے برخلاف نہوتا اور اقوال اہل بدعت کو حجت نہ بنانا اور اظہار مصنف کے بعض رکھنے کا حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم اور اونکے فرزند عزیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے ادا اسکا اثبات مصنف کی بعض تحریر سے۔

۱۳۹ بیان مصنف کے فدیہ کا کہ روایت ابوالصلت ہر وہی کو اصل قرار دیا اور روایت محمد بن اسلم کو تابع بنایا حالانکہ اس سے ترجیح مرجوح لازم آتی ہے اور دوسرا اعتراض مصنف پر کہ حدیث بلاذری کی روایت پر مسلسل بالائے ہونے کا فخر کیا حالانکہ وہ محدثی کی حجت سے منقطع ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس حدیث کی روایت کا فخر اہلسنت ہی کو حاصل ہے حالانکہ کوئی شخص اہلسنت میں سے اس فخر کا مصداق نہیں ہے۔





فَيُشِيرُ عِبَادُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ

مَنْ أَكْثَرُ مَسْطَابِ خَسَنِ الذِّمَّةِ  
لِلسُّدِّ عَنْ الْأَقْوَالِ لِشَتَبِ عَهْدِهِ مِنْ تَوْفِيقِ

تَلِيدِ مُحَقِّقِ الْمَسَائِلِ الْفَقْهِيَّةِ بِالْآيَاتِ

الْحَصِيكَةِ وَالْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ

لِلدَّقِّ الْفَرِيدِ مَوْلَانَا الْحَاجِ

الْمَوْلِيِّ أَبِي وَجَّاحٍ مُحَمَّدٍ

زَمَانَ خَانَ الشَّيْخِ

مُحَمَّدِ شَاهِ قَصْرِ

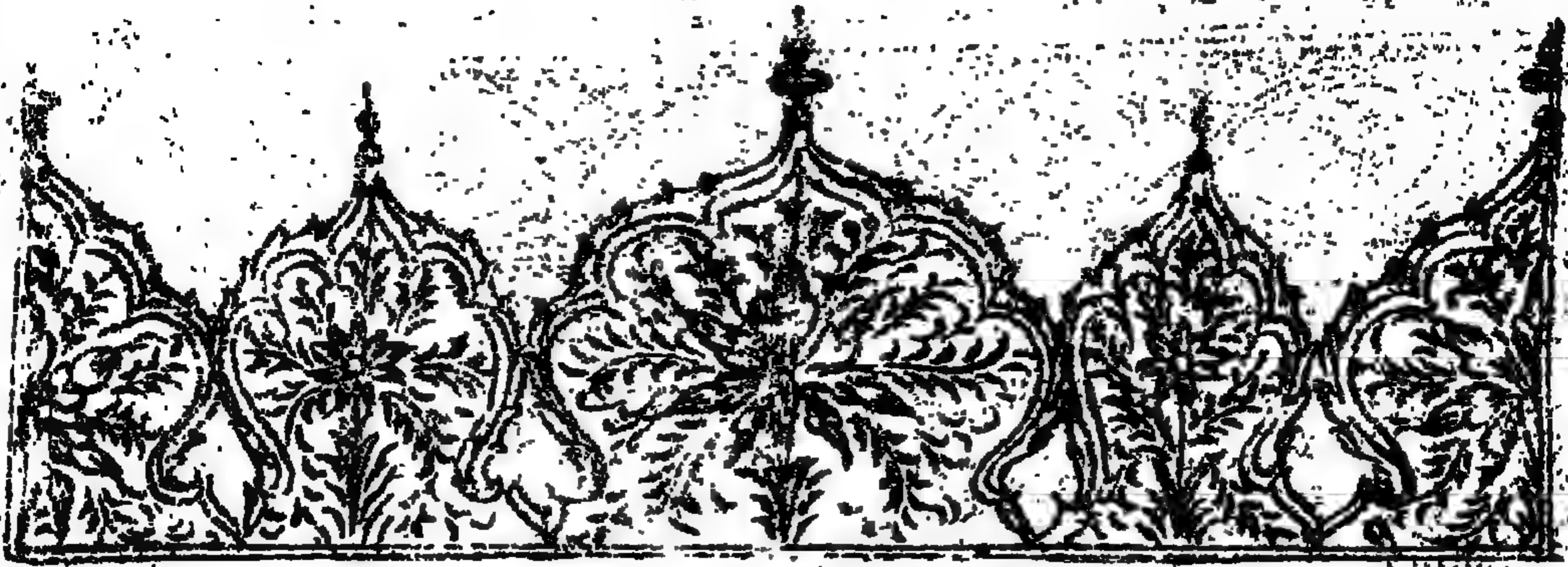
الْقَاصِرِ

كَوْنِ اللَّهِ

لَهُ

مَطْبَعُ بَرَاءَةِ وَاقِعٌ حَيْثُ أَمَرَ أَنْ يَكُنْ  
بِصَايِهِ بَلَدٌ أَبَدٌ صَاعِنٌ

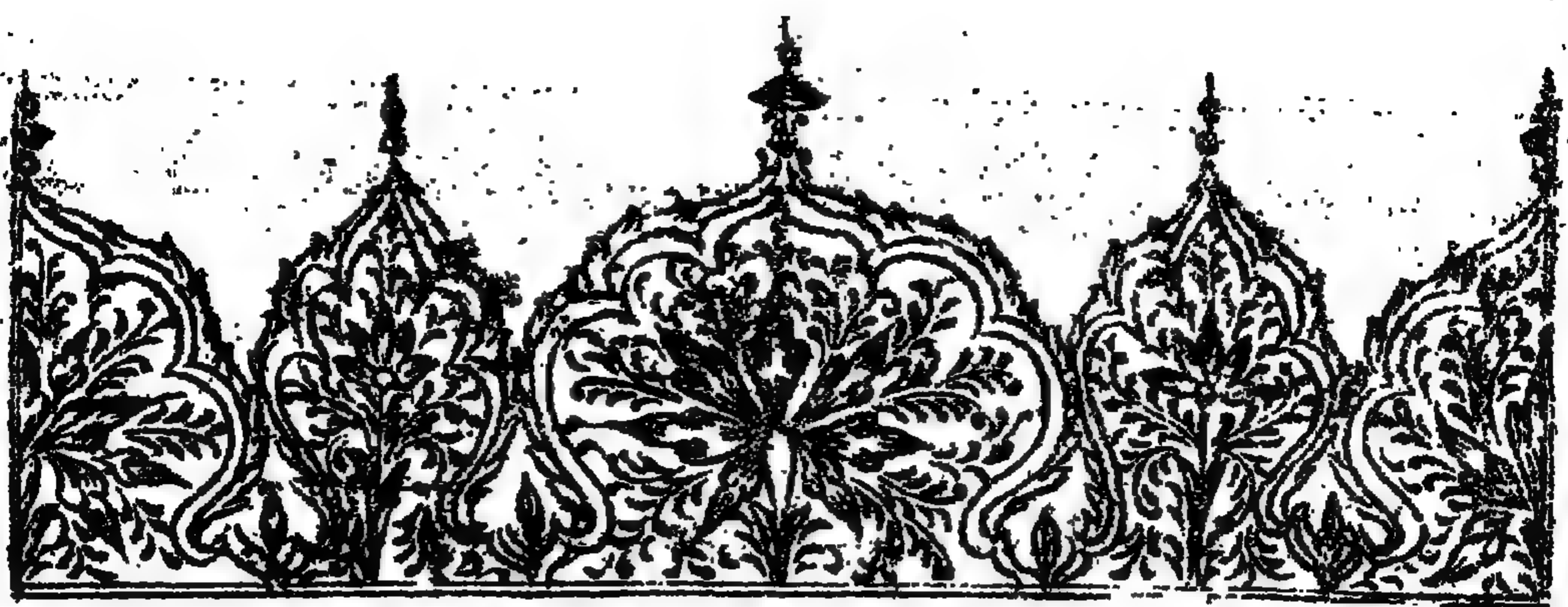




## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله ذي المعارج جاعل دين الاسلام اوضح النامح واصدق النتائج  
والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد الرافق الى اعلى المنازل وارفع الميارج و  
اله واصحابه الذين هم السابقون في المداخل ضد قور في المحارج ولعل فينا  
ايها الاخلاق وجهابذة الاخوان من امة سيد الانس والجان اعلموا انكم الله تعالى  
ووفقكم بالاكساب لما يرضوه الرحمن ولا اجتنبوا عن هوان جس النفس وخطوات  
الشیطن انه قد وقع من سراج هذا الزمان ما انت والطفیان ان بعض العلماء قد اكبلوا  
على انشاء الزور وعلان البهتان واشباعه الاكاذيب وقاويل البطلان ولطفاء انوار  
الحق وكتمان العرفان واظهار فضائلهم وكمالاتهم بافواههم بين  
ابناء الزمان فانتحلوا بالاشراف وانتسبوا بالاسلاف ووزنوا انفسهم  
معهم في الميزان مع انهم ليسوا منهم بالايقان فمنهم الذي





## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سب تعریفیں ثابت ہیں خدا سے تعالیٰ کو کہ مرتبوں والا ہے اور دین اسلام کو تمام ادیان میں زیادہ شرف  
اور صداق تر بیخون کا بنانے والا اور درود و سلام رسولوں کے سرور و ارجمند پر کہ ملت در تہذیبوں  
اور سب سے اونچے درجوں پر چنے والا ہے اور اسکے آل و اصحاب پر کہ سبقت کئے واپس  
میں داخل ہونیکے مقاموں میں اور راست باز رہیں نکلنے کے مواقع میں اور حمد و صلوات کے  
بعد پس اسے دوست و اور دینی بھائیوں کے سرور و ارجمند بنو تم بڑا و بے تم کو نہ اتنے عالی  
اور توفیق دے تم کو اون امور کے حاصل کرنے کے جن سے زمین راضی ہو تا ہے  
اور نفائی خواہشوں اور شیطان کے قدموں پہ چلتے پیچنے کی تحقیق واقع ہوا  
مجدد واقعات اس زمانہ کے کہ شر و طغیانی کا زمانہ ہے یہ کہ بعض جگہ پر سے ہیں بدور  
وہبت ان کے ظاہر کرنے اور جھوٹی باتوں اور باطل قولوں کے شایع کرتے پر  
اور حق کی روشنیوں کے بجھانے اور معرفت کے چھپانے پر اور اپنے فضائل  
اور کمالات اپنے موند سے اجاتے زمان میں بیان کرتے پر پس ان علماء نے  
شریف خاندانوں میں اپنے کو داخل کر دیا ہے اور سلف صالحین کے  
طرف منسوب ہو گئے ہیں اور اپنے کو اون اکابر و ان کے ساتھ ایک تراز میں  
تولا ہے حالانکہ یقیناً یہ لوگ اون میں سے نہیں ہیں۔ پس انہیں علماء میں سے ہے جس نے کہ



الفقه الاكبر فهدى الاوان وطبعه واشاعه في البلدان وادعى فيه بانه عالم  
 قريش وسع طباق الارض علما وصحى لعلوم اهل البيت حتما ومجدا هذه الامة  
 دينها على اهل المائة الثالثة عشر بالحجة والبرهان وسيعلم مما سخره بالتحقيق والبيان انه  
 ليس كذلك بل افتري على نفسه كذبا واحترى في الدين علما ونسبا واختار فيه من هذا  
 المتقين بل سلك مسلك الطاعنين وضع صنيع المتعسفين الذين لهم تعصب وتعنت  
 باعظم الفقهاء والمحدثين وان تبرع منه واعترف بانه من المخلصين وتشبث باقوال غير  
 مرضية صلتهم من لا يعاب بهم ولا يعتمد عليهم في اموال الدين ووثق بما جمعوا ونقلوا  
 كتبهم وان كانوا فيه من الكذابين واعترفوا بكنبهم واتهمهم من المفتريين حسبه الله  
 واعانه للدين وما علموا بان الله مقيم نوره في كل وقت وحين على رغم اتقا المحدين  
 واختار لنفسه الشهرة بين الناس في الفضائل وكلمات الدين مع انها ليست فيه  
 باليقين والذي قاده الى هذا الصنيع الفظيع انه راحى الائمة الاربعة والمشاهير من  
 الامة تنسب اليهم الفضائل وتنزل عليهم الاحاديث والا نادى بالوحدة في تلك  
 الشرائع فاستحسن لنفسه الاشتراك في تلك الاوصاف ونسب بنفسه لنفسه اياها بالادعاء  
 والاعتسا وما دمرى انهم رحمهم الله تعالى ما اختاروها بانفسهم بل العلماء المحققون بعد  
 انقضاء زمانهم وانتشار علومهم في طباق الارض وتلك الامة اقوالهم ومجتهلاتهم بالقبول

کتاب فقہ اکبر عن اہل بیت اطہر کو اس زمانہ میں تصنیف کیا ہے اور اس کو طبع کر اگر شہرہ میں پسلا دیا  
ہے اور اس کتاب میں دعوے کیا ہے کہ میں ایسا قریشی عالم ہوں کہ دوائے زمین میں اس کا علم پھیل  
ہے اور علوم اہل بیت کا زندہ کرنے والا ہوں قطعی طور پر اور اس امت کے دین کا مجدد ہوں تیرہویں صدی  
کے سرپرست اور برہان کے ساتھ اور ہمارے تحقیق اور بیان ثبانی سے قریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ  
شخص ایسا نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے نفس پر جھوٹ بولا ہے اور علم و نسب کے اعتبار سے دین میں جبروت  
کبریٰ ہے اور اس نے اس کتاب میں کالین محققین کا مذہب نہیں اختیار کیا بلکہ طعنہ زنون کی چال چلا ہے  
اور ان بے انصافوں کا کام کیا ہے جنکو اعظم فقہاء و محدثین کے ساتھ تعصب اور بغیر تھا گو اس نے اپنے کو جس  
پر عالم ہر کیا ہے انداز کر کیا ہے کہ میں ان کے مخلصوں میں سے ہوں اور ان ناپسندیدہ اقوال کو پکڑ  
بہ محض غیر معتبر اور امور دین میں بے اعتبار لوگوں سے صادر ہوئے ہیں اور جو کچھ انہوں نے جمع کیا اور اپنی  
کتابوں میں نقل کیا اس کو دستاویز بنالیا اگرچہ انہوں نے جھوٹ کہا ہو اور اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار بھی  
کیا ہو اور بیان کر دیا کہ مجھے یہ افتراء طلب ثواب اور دین کی مدد کیواسطے کیا ہے اور انہوں نے یہ نہجاً کہ  
خدا نے تعالیٰ اپنا نور تمام کر لیا ہے ہر وقت اور ہر زمانہ میں اور اس نے اپنے نفس کے لئے فضائل  
و کمالات میں شہرت کو پسند کیا ہے حالانکہ یقیناً و کمالات اس میں نہیں ہیں اور وہ امر کہ جس نے اس کو  
اور سترگ کام کی طرف بھیجا ہے یہ ہے کہ اس نے چاروں اماموں اور امت محمدیہ کے مشہور فاضلوں کو دیکھا  
کہ ان کے طرف فضائل منسوب کئے جاتے ہیں اور جو حدیثیں و آثار ان فضائل میں وارد ہوئے ہیں  
ان پر چسپان کئے جاتے ہیں پس اپنے نفس کے واسطے ان اوصاف میں شریک ہونا پسند کیا ہو  
خود ہی ان اوصاف کو دعوے اور زبردستی سے اپنی نفس کی طرف منسوب کر لیا اور یہ نہجاً کہ ان بزرگوں نے  
اللہ و پیر رحم کرے ان فضائل کو اپنی طرف نسبت نہیں کیا ہے بلکہ محقق عالموں نے ان کا زبانا گزرنے اور روئے زمین  
میں ان کو معلوم پھیلنے اور ان کے اقوال و اجتہادات کو امت مرحومہ کے قبول کر لینے کے بعد ان فضائل کو



نسبوا اليهم وجعلوهم مصداقها بالظن والتحسين كما قال الامام السبطي في تمام  
الدراية وقد ورد في الحديث البشارة بالشافعي ومالك فروج الطيالسي في مسند  
البيهقي في المعجزة حيث لا نسبوا قريشاً فان عالمها يلازم الارض كما قال الامام احمد  
وغيرة وهذا العالم هو الشافعي لا غيره لا يتشرف طباق الارض من علم عالم قريش من  
الصحابة وغيرهم ما انتشر من علم الشافعي وروى الحاكم في المستدرک وغيره حديث  
يصفون اكباد الابل فيجدون عالماً اعلم من عالم الدنيا قال صفيان هذا العالم  
مالك بن انس انتهى وايضاً قال في تبليغ الصحيفة فمناقب ابي حنيفة وقد بشر  
النبي صلى الله عليه وسلم بالامام ابي حنيفة في الحديث الذي اخرج ابو نعيم في  
الحلية عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان  
العلم معلقاً بالثريا تناوله رجال من ابناء فارس واخرج الشيرازي في الاقباة عن قيس بن  
سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان العلم معلقاً بالثريا لتناوله قوم  
من ابناء فارس حديث ابي هريرة في صحيح البخاري ومسلم يلفظ لو كان الايمان عند  
الثريا لتناوله رجال من فارس وفي لفظ مسلم لو كان الايمان عند الثريا لذهب به  
رجل من ابناء فارس حتى يتناوله وفي مجمع الطبراني الكبير يلفظ لو كان الايمان  
معلقاً بالثريا لتناوله العرب لنا له رجال من فارس وفي الطبراني ايضاً عن موسى

اون اکابر کے طرف سے منسوب کیا ہے اور اپنے گھمان اور تکمیل سے اون کو اون احادیث کا مصداق ٹھہرایا  
چنانچہ امام سیوطیؒ نے تمام الذرائع میں بیان کیا ہے کہ تحقیق حدیث میں امام شافعیؒ و امام مالکؒ  
کی بشارت وارد ہوئی ہے پس یلیا لسی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے معرفت میں حدیث  
روایت کی ہے کہ تم قریش کو گالی مت دو اس لئے کہ اون میں کا عالم روئے زمین کو علم سے  
بہرہ ور ہے گا امام احمد و غیرہ نے کہا ہے کہ وہ عالم امام شافعی ہیں اس لئے کہ روئے زمین میں  
کسی تیسری عالم کا علم خواہ وہ عالم صحابی ہو یا غیر صحابی اس قدر نہیں پھیلا ہے کہ جتنا امام شافعی کا  
علم پھیلا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور اس کے غیر نے حدیث بیان کی ہے کہ  
لوگ اونٹوں کو مسافت دراز میں پیٹ پیٹ کر چلا دینگے پہر بھی کوئی عالم مدینہ کے عالم  
زیادہ نہ پاوین گے سفیان ثوریؒ نے کہا ہے کہ وہ عالم مدینہ امام مالکؒ بن انسؒ ہیں تمام  
ہو اقوال امام سیوطیؒ کا اور نیز امام سیوطیؒ نے تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہؒ میں کہا ہے  
اور تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہؒ کو فی بشارت دی ہے اس حدیث میں  
جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے ابو ہریرہؓ سے کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر علم ثریا در چند ستاروں کا گچھا میں متعلق ہوتا فارس کے چند مرد اون کو  
حاصل کر لیتے اور شیرازی نے القاب میں نقل کیا ہے قیس بن سعدؒ کہا اونہوں نے کہ فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر علم ثریا میں متعلق ہوتا البتہ فارس کے لوگوں کی ایک جماعت  
اوس کو حاصل کر لیتی۔ اور ہریرہؓ کی حدیث صحیحین میں اس طور پر ہے اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا البتہ  
لے لیتے اوس کو چند لوگ فارس کے اور مسلم میں اس طور پر بھی ہے۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا البتہ اوس کو  
فاریون کا یکسر دلجاتا بیان تاکہ اوس کو حاصل کر لیتا اور معجم طبرانی کبیر میں یوں ہے اگر ایمان ثریا میں  
متعلق ہوتا حاصل کرتے اوس کو عرب البتہ اوس کو فارس کے چند لوگ حاصل کر لیتے اور طبرانی میں براویہ میں ہے



قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان الدين معلقاً بالشر والتناوله ناس من أبناء  
 فارس فمن اصل صحيح يعتمد عليه في البشارة والفضيلة انتهى ذكره الطحاوي في  
 شرح الدر المختار وهذه الأحاديث تدل على أن الجعرب اعتباراً بالاتباع والافراد باعتبار  
 الأصل وهو أبو حنيفة فإتيان رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك الطريق إشارة  
 إلى أن اتباع ذلك الرجل كانوا مثله فائقين على غيرهم فيجب لأصحابه بحسب  
 وأصوله فلذا قال الإمام الشافعي من أراد الفقه فليأخذ من أصح أبي حنيفة فإن المعاني  
 قد تيسرت لهم قال العلامة بن حجر الملقب بالخيرات الحشاني تجمعة النعمان وما يصح  
 الاستدلال به على عظم شأن أبي حنيفة مما روى عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال  
 ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة توصف ثم قال ثم لا يبق إلا سنة الكردي أن هذا  
 الحديث يحمل على أبي حنيفة لأنه مما تلك السنة انتهى فحشاش بين هذا المدعى  
 وبين الأكرام أقبل في الفارسية ع چه نسبت شما کرام را به الميراث وقد رايت في  
 كتابه هذا علة استقام رواية ودرأية يجب على أهل السنة والجماعة إذا التمسوا  
 بأدلة العقل والشرع أن لا يفتروا على النبي وأصحابه وأئمة الهدى من بعدهم ولا يفتروا  
 على النبي من العبد والمحدثين ومنهم من افتروا على النبي أن يمان ونصر والحق و  
 بهما إلى المؤمنين المؤمنين من غير أن يفتروا على النبي في غير ما حفظ دينه وعظم

اگر دین ثریا میں لٹکا ہوتا البتہ اس کو فارسیوں کے چند لوگ حاصل کر لیتے پس یہ ایک دلیل صحیح قابل  
 اعتماد ہے بشارت و فضیلت کے باب میں ذکر کیا اس کو لمطاوی نے در مختار کی شرح میں  
 پس یہ چند جذبتین دلالت کرتی ہیں اس پر کہ جمع کا صیغہ اتباع و افراد کے اعتبار سے ہے اور مفرد کا  
 اصل کے اعتبار سے اور وہ اصل امام ابو حنیفہ ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا  
 اس طور پر اشارہ ہے اس طرف کہ پیرو اس مرد کے اس کے مثل ہوں گے کہ اپنے خیر سے  
 فایق ہوں گے صواب کو پانے کی فضیلت میں اس مرد کے قواعد و اصول کی پابندی سے پس  
 اس وجہ سے امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص فقہ کا ارادہ کرے پس اس کو ابو حنیفہ کے  
 اصحاب کی اتباع لازم ہے اس لئے کہ تحقیق معانی اؤن پر آسان ہو گئے ہیں اور علامہ ابن حجر  
 مکیؒ نے خیرات حسان فی ترجمۃ النعمان میں بیان کیا ہے کہ اؤن دلائل میں سے کہ جن کے ساتھ  
 امام ابو حنیفہؒ کی عظمت شان پر استدلال ہو سکتا ہے وہ حدیث ہے کہ جو روایت کی گئی ہے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہے دنیا کی آرائش اوٹھ جائے گی سن ایک سو چاس  
 میں۔ اور یہ بین سے شمس الاممہ کو درمی نے فرمایا ہے کہ تحقیق یہ حدیث امام ابی حنیفہؒ پر  
 معمول ہے اس لئے کہ انہوں نے اسی سال میں وفات پائی ہے تمام ہو کلام ابن حجر مکیؒ کا  
 پس بڑا فرق ہے اس مدعی اور ان اکابر میں جیسا کہ فارسی زبان میں کہا گیا ہے  
 ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک و تحقیق یہ بھی اس کی اس کتاب میں روایت و درایت کے  
 لحاظ سے چند ایسی خوبیاں دیکھی ہیں کہ اہل منت پر اؤن کا رد کرنا اور عقلی و نقلی دلیلوں سے  
 اؤن کا رد کرنا واجب ہے اس لئے کہ حق کو ثابت کرنا اور باطل کو جہلاً ناسلف و خلف کے علماء و مجتہدین  
 کا عمدہ طریقہ ہے اور ہر زمانہ میں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے اور انہوں نے حق کی مدد کی ہے اور وہیں متین کو پختہ  
 ہے ثانیاً میں کے اتباع کو یہود و خیال سے پس پاک ہے وہ کہ جس نے اپنے دین کو محفوظ رکھا اور نگہبانی کی



فيه ونصر حوزته وخزل عدوه وفق المؤمنين لضرب الحاحدين ورد اقول الحاسدين للدين اني  
 وان اعم بانى لم يست من ارباب التدوين والتأليف وليس الفراغ الى من انفسوا لى غيرى التجميع  
 الحق القراح ومحاوية الصدق القشاح ومطالبة بعض الخلان ولا جلة من الاخوان دعاني الى هذا  
 التأليف فالان لا شرع في قول قائله التي وقعت في كتابه شجيت انقل الى من عبارة جملة معنداهما  
 بعنوان نقل واورد جوابه بعد نقله قوله لا بعنوان قوله وما اقدح به عليه بعنوان اقول والمامل  
 من اهل الانصاف ان يتطروا في هذا الكتاب يعين الانصاف لا بالصاد ولا غشاف

## مقدمة الكتاب

وليعلم ان المصنف في كتابه هذا قد خلط الحق والباطل وفتح باب الطعن والبهتان  
 على اهل الفضائل ونسب الاكاذيب اليهم وتوهم المذهب الفاسد وتوهم المنة الكاسدة في  
 مواضع فنه ما قال في صفحة (٢٢) قال اعظم الفقهاء الاربعة بوجيفة في الفقهاء الكبار اختار الفقهاء  
 الاربعة وكف لسانه عن لفظ الائمة الاربعة لما في ضيقه من سوء الاعتقاد معهم ولخصار الاما  
 في الاثنى عشر تقليدا للشيعية واظهر به ان الامام جمع بنفسه الفقهاء الكبار التي نقل منه  
 هذا القول كما نرى من لفظ قال وهذا اغلط منه وبهتان على الامام الاعظم تعمدوا واما وقع في هذه  
 الوجة بتقليد امامه بن قتيبة فانه نقل في فتاوى اقواله الفقهاء الكبار المتداولين ونسبها اليهم  
 العلامة الحلي كما نقله المفق محمد سعيد التنيني وقال فيه في صفحة (٣٣) قلت هذه الرواية  
 لم ينقلها العلامة الحلي عنه ولا تكلم فيها بشيء والمراد بالفقهاء الكبار هذا هو غير المتداول  
 نحو جزء برواية ابي مطيع الحاتم بن عبد الله البلخي عن الامام ابي حنيفة وما نقل بن تيمية من  
 اوله بقوله سئلت ابا حنيفة اني هو عبارة غير المتداول واما المتداول المنسوب الى امام الذ

اپنے بنی کی اور اپنے گروہ کی مدد فرمائی اور اپنے دشمن کو رسوا کیا اور مومنوں کو شکروں کی گردن مارنے اور دین کے حاسدوں کے اقوال کو رد کرنے کی توفیق دی اور دین، اگرچہ جانتا ہوں کہ میں تعریف و تالیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ مجھ کو اپنے نفس کے محاسب سے غیر کی طرف متوجہ ہو نیکی و نفع سے لیکن حق صرف کی راہ اور خالص سچائی کی حمایت اور حضور و مقبول اور جلیل القدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضا نے مجھ کو تالیف کی طرف بلایا میں اس میں مصنف کے اقوال اور شروع کرتا ہوں جو اس کتاب میں واقع ہو گئے ہیں بطرحیہ کہ پہلی اور اکی جہات نقل کروں گا اور دوسری شریعت میں قال لنگا پڑو سکا جواب کہ لنگا اور کڑی کلام کیا یا نقل تو اس کے عین کے ساتھ لکھ دو جو کہ قدح کر دیا تھا اقول کہ عنوان ہے کہ لکھن کا اور مصنف کو گون سے امید ہے کہ اس کتاب میں انصاف کی نگہ سے نظر کریں نہ ضاد اور بے انصافی سے ۱۱

مقدمہ کتاب کا

پہلے بتانا چاہیے کہ مصنف نے اپنی اس کتاب میں حق اور باطل کو مخلوط کر دیا اور دین کے اکابر پر طعن و بیتان کا دروازہ کھول دیا اور ان کی طرف جو سٹے اقوال کو منسوب کیا اپنے غریب مذہب کے رواج و دیو اور کہوٹی پرچی کی بناوٹ کے واسطے چند مقامات میں اس مخلوق منقالت کے وہ ہے کہ جو صفحہ ۲۲ میں کہا ہے کہ ہر فقہاء اربعہ کے بزرگ ابو حنیفہ مصنف فقہ اکبر بن آہ فقہائے امام کو اختیار کیا اور ائمہ اربعہ کے ہر سے زبان کو روکا اسوجہ کہ اس کول میں ان چاروں کے سوا اعتقاد ہی اور نیز جس کے نزدیک کائنات بارہی میں منحصر ہے باتباع شیعہ اور غلام کر کیا اس قول میں یہ کہ فقہ اکبر کو امام ابو حنیفہ نے خروج کیا ہے جس میں مصنف امام کا قول نقل کیا ہے کہ لغت قال ہے چھابا تا ہے اور مصنف کی طوطی ہی اور امام پر دانستہ بیتان ہو مصنف اس بنوین ابنی امام بن تمیم کی پیروی کر رہا ہے اسوجہ کہ ابن تمیم اپنی فتاویٰ و مجموعہ میں چند اقوال اور فقہ اکبر سے نقل کی ہیں جو مولیٰ پاکٹی ہی اور ان اقوال کو امام اعظم کی طرف منسوب کیا اور علامہ حلبی نے ابن تمیم کے اس قول کا رد کیا ہے چنانچہ مفتی محمد سعید صاحب نے تیمیہ میں اوس کے نقل کیا ہے اور تیمیہ کے صفحہ ۳۲۳ میں کہا ہے کہ زمین کہتا ہوں کہ اس روایت کو علامہ حلبی نے اوس سے نقل نہیں کیا اور نہ اوس میں کچھ کلام کیا اور مراد اس فقہ اکبر سے وہ ہے کہ جو غیر مشہور ہے بقدر ایک جز کے بروایت ابو مطیع حکم بن عبداللہ بنی امام اعظم صاحب سے اور جو عبارت ابن تیمیہ نے اوس کی شروع سے نقل کی ہے اپنے قول سالت ابو حنیفہ کے ساتھ وہ عبارت فقہ اکبر غیر مشہور کی ہے اور لیکن مشہور فقہ اکبر جو امام صاحب کی طرف منسوب ہے اور جس کی



وشرح على بن محمد الفارسي من متأخري الحنفية فهو لا لا يحنيفة نعمان بن ثابت الكوفي بل لا يحنيفة  
 محمد بن يوسف البخاري كحاشية العلامة برجمي في فتاواه ونقله العلامة الطحاوي في  
 حاشية الدرر عنه انتهى وقال ايضا بعيد هذا ثم هذه العبارة ما وجدتها في نسخة قديمة عندي  
 من الفقه الاكبر للامام ابي حنيفة بزيادة صاحبها ابي مطيع رواه ابو المعين ميمون بن محمد بن محمد  
 بن محمد الملقب بالنسفي عن الامام ابي عبد الله الحسين بن ابي الحسن الكاشغري الملقب بالفضل  
 عن ابي مالك نصران بن نصر بن الحنظلي عن ابي الحسن علي بن الحسن بن محمد الغزالي عن ابي الحسن  
 علي بن احمد الفارسي عن نصير بن يحيى الفقيه قال سمعت ابا مطيع الحكم بن عبد الله البجلي قال  
 سئلت ابا حنيفة نعمان بن ثابت عن الفقه الاكبر قال قد ذكره وهو قد كتبت سنة  
 تسع وخمسين وستمائة نعم قد رايتهما في نسخة جديدة ذكرها في اولها حدثنا الشيخ ابو الفضل عبد  
 الاكبر الذي هو موجود عندنا كما علمناه ومع ذلك ينقل هذه الرواية من المتناولين فيها  
 الى الامام ان هذا الاحتلاق وخير المتذوق ايضا ليس من قاله الامام بل كتب سنة  
 تسع وخمسين وستمائة برواية تلي هذا الامام ابي مطيع البجلي في مجموعته كما مر وكيف يصح  
 قوله قال اعظم الفقهاء للاربعة في الفقه الاكبر ان هذا الا التعمد بالوضع والبيان الكرامة  
 والطائفة المبسوطة كما قال السيدي السند في حديث الحديث الملبسة في قوله الامام في قوله  
 وقد ذهب الكرامية والطائفة المبسوطة الى جواز وضع الحديث في قوله في قوله في قوله في قوله  
 عن ابي عصمة نوح بن ابي منعم انتهى فظهر من هذا ان المصنفين يعمدون بالاحكام  
 والا باطيل اشقة للباطل واتماها هو النفس العاقل بغوذا الله سبحانه به ومنه ما قال  
 في صفته (١٣٢) قال اعظم انه ما في الاربعة واقدوم متكلي صفاك التبع المنبعة الا

علامہ علی قاری نے لکھی ہے جو پہلے حنفیہ تھے وہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی کی نہیں ہے بلکہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی  
 ہے جیسا کہ علامہ ابن جریر نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے اور علامہ طحاوی نے درمختار کے حاشیہ میں اس کو نقل  
 کیا ہے تمام ہوا کلام مفتی صاحب کا اور اس کلام کے کچھ بعد نیز مفتی صاحب نے کہا ہے دہر اس عبارت کو دینے نہیں پایا  
 فقہ اکبر امام اعظم کے قدیم نسخہ میں جو میرے پاس موجود ہے بروایت ابو مطیع ظہیر نام روایت کیا اس کو ابو الحسن  
 سیون بن محمد بن محمد بن محمد کھولی نسفی نے امام عبد اللہ حسین بن ابی الحکمین کا شغری سے جو ملقب ہیں ساتھ فضل کے انہوں نے  
 روایت کیا ابی مالک نصران بن نصر بن خثلی سے اور انہوں نے ابو الحسن علی بن حسن محمد غزالی سے انہوں نے  
 ابو الحسن علی بن احمد فارسی سے انہوں نے نصیر بن یحییٰ قصبی سے کہا انہوں نے ثنا میں نے ابو مطیع حکم بن عبد اللہ  
 بلخی سے کہا انہوں نے یحییٰ پوچھا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے فقہ اکبر کو کہا پس ذکر کیا امام نے اس کو اور وہ  
 لکھی گئی ہے ۵۹۰ میں کہا ہاں اس عبارت کو میں نے دیکھا ہے جدید نسخہ میں کہ جس کے شروع میں ہے  
 حدیث بیان کی ہم سے شیخ ابو الفضل عبد المؤمن نے آخر تک تمام ہوا کلام مفتی صاحب کا تہنیہ میں ہے  
 تعجب سے مصنف سے اس پر کہ وہ جانتا ہے کہ یہ عبارت فاسد فقہ اکبر غیر مشہور میں نہیں ہے جو اس کے  
 موجود ہے جیسا کہ ہم کو معلوم ہے اور باوجود اس کے اس روایت کو مشہور فقہ اکبر سے نقل کر کے  
 امام اعظم کے طرف منسوب کیا ہے یہ فعل محض بناوٹ ہے اور فقہ اکبر غیر مشہور ہی امام اعظم کی  
 تصنیف نہیں ہے بلکہ وہ ۵۹۰ میں لکھی گئی ہے بروایت حمید امام ابو مطیع بلخی ایک جز کے مقدمہ میں جیسا کہ  
 گذرا ہے مصنف کا یہ قول کہ امام اعظم فقہاء اربعہ نے فقہ اکبر بن کر دیا ہے یہ تو فالتہموت جوڑا ہے اور کراہیہ  
 و گروہ اہل بدعت کی پیروی کرنا ہے جیسا کہ سید سید نے لکھا ہے ۵۹۰ اہل بدعت میں جو ترمذی کی شروع میں لگا ہوا ہے اور کراہیہ  
 اور ایک بدعت اہل بدعت کی گئی ہے طرف جواز وضع حدیث تہنیہ میں اور اسی قبیل کے ہے جو کہ روایت کیا اس کو ابو محمد نوح بن  
 ابی مریم تمام ہوا کلام سید شمس الدین علی بن ابی عمیر نے لکھا ہے کہ مصنف نے حنفیہ میں اس کو نقل کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے  
 بیرونی ابو سلمہ ہم پناہ ماگتر ہیں ساتھ خدا کے ہر فعل سے اور انہیں موقع ہی دیتے ہیں ۵۹۱ میں کہا امام اعظم فقہاء اربعہ واقدم ضابطہ میں



فتأكله لقطا عظم القتها وكف لسانه من لفظ الامام وجعله من صفات التبع مع انه من التابعين فكيف  
 يصح جملته من صفاتهم معاذ الله من هذا الذنب وغض البصر من فضل الامام قال الشيخ السند  
 في اصول الحديث ووجهه الذين في شرح الشرح والشيخ محمد في خاتمة مجمع البحار في عصة  
 نوح بن ابي من عمن ابن ابي عن عكرمة عن بن عباس في فضائل القرآن سورة سورة فقال  
 وليت الناس قد اعرضوا عن القرآن واشتغلوا بفقهاء الحنفية ومعاذى بن السحاق فوضعتها  
 حصة انتمى وابوعصمة نوح من كبار تبع التابعين ومن معاصري الامام مالك كما قال بوجه  
 في التقريب نوح بن ابي من عمن ابوعصمة المزوزي القرشي مشهور بكنيته ويعرف بالجامع  
 لجمعة العلوم لكن كذبوه في الحديث من السابعة مائة سنة ثلاث وسبعين ومائة ومالك بن  
 انس المدني الفقيه امام دار الهجرة من السابعة مائة سنة تسع وسبعين ومائة انه فخر وقال ايضا  
 في صدره السابعة مائة كبراتباع التابعين كمالك وقال الامام محمد في شرح موطا قوله اخبرنا  
 مالك بن انس مشهور انه من تبع التابعين وقيل ادرك بعض الصحابة كابي الطفيل وقيل انه روى  
 عن عائشة بنت ابي وقاص فعلى هذا يكون تابعا كابي حنيفة الا انه تابعي بالاخلاق كما  
 بينته في مسند الامام شرح الامام والثوري انتم في ذلك القول من نوح تصريح بان  
 الناس اهل القرن الثاني والثالث والرابع كانوا مشتغلين بفقهاء الامام ابي حنيفة وانه  
 كان مقبول الناس في زمانه في باب الدين وانه من التابعين لامر صفار تبعهم لما زعمه  
 المصنف لانه لو كان من صفار التابع كيف يشتغل كبارهم بفقهاء وان نوح بن مريم  
 كان ضاع الحديث ومرو حاسدي الامام ابي حنيفة ولما اخذ المصنف بروايته ونكره  
 ثبت حسده ايضا مع الامام وكونه خصيما للخائنين وقد قال الله تعالى ولا تكن  
 للخائنين خصيما وقل في صفح ١٣٦ قصة مناظرة المرأة الجهمية مع الامام



پس اختیار کیا انتظام فقہا کو اور فقط امام کہنے سے اپنی زبان کو روکا اور صغائر تبع تابعین میں امام کو قرار دیا جو دیکھ  
امام اعظم صاحب تابعین میں داخل ہیں پس کیونکر صحیح ہوتا ہے انکو صغائر تبع تابعین میں قرار دینا خدا کی پناہ ایسی جھوٹ سے  
اور امام کی بزرگی سے چشم پوشی کرنے سے سند اصول حدیث میں اور جہد الدین نے شرح الشرح میں اور شیخ محمد بن علی  
کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ ابو جعفر نوح بن ابی مریم سے پوچھا گیا کہ تم کو کہاں سے حاصل ہوئی روایت عکرم کی بن عباس فضائل  
قرآن میں ایک ایک صورت کے باب میں پس ابو جعفر نے کہا کہ میں لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن سے مؤنبہ پیر لیا اور  
ابو حنیفہ کی حقہ اور بن احقاق کی مغازی میں مشغول ہو گئے لہذا میں نے ان روایتوں کو گہر لیا بغرض طلب ثواب تمام ہوا کلام  
اونکا اور ابو جعفر نوح کہار تبع تابعین سے ہے اور امام مالک کے ہم عصرون میں داخل ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب  
میں کہا ہے نوح بن ابی مریم ابو جعفر مرقدی قرشی اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہے اور جامع کر کے مشہور ہے اسوجہ کہ اوس نے علوم  
کو جمع کیا ہے لیکن محدثین نے علم روایت حدیث میں اوس کو جہر کیا ہے وہ ساتویں طبقے سے ہے شکر میں مرا ابو مالک بن نویر فی فقہ الحنفیہ  
امام بھی ساتویں طبقے کے ہیں شکر میں انہوں نے وفات پائی تمام ہوا کلام بن حجر کا اور نیز اوس کتاب کے شروح میں ابن حجر نے کہا ہے ساتویں طبقہ  
کہا رہا تابعین کے ہیں کہ امام مالک اور شرح نظامین کہا ہے اور امام محمد نے نیز امام مالک بن انس کی شرح میں شہرہ کہ امام مالک تبع تابعین ہیں اور کہا گیا  
کہ انہوں نے بعض صحابہ کو پایا ہے جیسے کہ ابو الطفیل صحابی اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے عائشہ بنت ابی وقاص روایت ہی کی تو اس میں بارہ تابعی ہیں  
مثلاً امام ابی حنیفہ کو فرق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ بلا خلاف تابعین ہیں جیسا کہ فیروغیو بیان کیا ہے سند امام میں ابو امام ثوری اتہی پس نوح کا کہ  
تصریح ہے اسباب کی کہ دوسرے اور تیسرے اور چوتھے فرق کے لوگ امام ابو حنیفہ کی فقہ سے مشغول رکھتے تھے اور وہ اپنی وفادہ کے لوگوں میں  
مقبول تھے دین کے معاملہ میں اور وہ تابعین تھے نہ صغائر تبع تابعین جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اس لئے کہ اگر وہ صغائر تبع تابعین میں ہوتے تو  
ان کے کہار امام کی فقہ سے کیونکر مشغول رہتے اور نوح کے کلام سے یہ یہی معلوم ہوا کہ نوح بن مریم حدیث بنیفاً تھا اور امام اعظم کے  
حاضر دین میں تھا اور جبکہ مصنف نے اسکی روایت لکھی اور اس کا سرکہ بیان کیا تو امام اعظم کے ساتھ  
مصنف کا حسد رکھنا اور اہل خیانت کی طرف داری کرنا یہی ثابت ہو گیا حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے  
کہ تو خیانت کرنے والوں کا طرف دار نہ بن اور صفحہ ۱۳۱ میں مصنف نے نقل کیا ہے قضیہ جمیع عورت کے ساتھ کہ کیا امام اعظم

الاعظم بروايته ابي عصمة ورام من نقلها الطعن عليه بانه عجز وسكت في مقابلة امارة و  
 قال في صفحته (١٢٠) فما عن بعضهم في ابي حنيفة وابن الحسن انهما جهميان في غاية البطلان  
 انتفى اراد بهذا القول تزكية الامام وتليد لا من الجهمية ظاهراً  
 واعلان كونهما ممن يختلف في جهميتهم باطناً والجهمية يقال  
 لاصحابهم برصفوان وهو من الجبرية الخالصة ظهرت بدعته بترصده قتله سالم بن  
 احواز المازني عمرو بن احوالك بن امية ووافق المعتزلة في نفى الصفت الاولية وزاد عليهم شيئاً  
 كما في الملل والنحل ومنها ما نقل في صفحة (١٣٨) برواية ابي عصمة يعني قول الامام ابي حنيفة  
 في جواب رجل سأل عن اية **وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَيُّهَا كُنْتُمْ** انه قال هو كما تكتب الى الرجل  
 اتي معك وانت غائب عنه والمعنى بالسما في حديث الجارية السوداء وقول ابي حنيفة  
 الجهمية السامية انتفى في هذه الرواية ايضا بهتان علي الامام واختلافها ابو عصمة  
 حسداً عليه كما اعترف به فيما حكى عنه واثبات الجهمية لله تعالى ليس من مذهب  
 الانام حاشاه عن ذلك بل افتراه المصنف كذباً عليه بغوذاً بالله منه ومنها ما قال  
 في صفحة (١٣٩) وقال في الوصية الايمان اقرار باللسان وتصديق بالجان الى ان نقل  
 وكذلك المعرفة وحدها هي مجرد التصديق لا يكون ايماناً انتفى اراد بنقله من كتاب  
 الوصية ان الامام الاعظم موافق له بزعمه في ان مجرد التصديق ليس بايمان ولهذا  
 فترها به بقوله اي مجرد التصديق فلزم ان التصديق وحده ليس بايمان عند الامام  
 وهذا اعمد ابا الكذب على مذهب الان مجرد التصديق عنده ايمان والاقرار شرطه  
 في احكام الدنيا كما هو مصرح في كتب العقائد وسند كره في محله انشاء الله تعالى  
 ومنها ما نقل في صفحة (١٤١) من مناظرة الامام ابي يوسف مع شيخه الامام ابي حنيفة



کے ساتھ جبر کا راوی ابو جعفر مذکور اور اس قصہ کی نقل سے امام اعظم صاحب پر علم کا قصد کیا ہے۔ بانی طور کہ ایک عورت کو مقابلہ میں  
 عاجز و ساکت ہو گئے اور صفحہ ۱۴۴ میں کہا ہے کہ ابو حنیفہ اور اہل کنگ شاگرد محمد بن حسن کے باب میں جو بعض لوگوں سے منقول ہے کہ وہ دونوں بھی  
 تھے پس وہ بالکل بے اصل ہے اسی اس نقل میں بظاہر تو ان دونوں کا جی ہونی ہے نہ کیا قصد کیا ہے اور حقیقت اس بات کے اعلان کا قصد کیا  
 کہ دونوں ایسے ہیں کہ جن کے جی ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے اور چہ کہ جاتا ہے محمد بن عثمان کے اصحاب کو اور وہ جبر یا عاصی بن محمد بن عثمان  
 ترمذی میں ظاہر ہوئی اور سالم بن ابی حازم مازنی نے اسکو بنی امیہ کی انیر حکومت میں مرو میں قتل کر ڈالا اور محمد بن جعفر کے موافق تھا اسکا  
 ازلیہ کے نفی کریمین اور کچھ معتزلہ کے اقوال پر اور جی اضا و کین جیسا کہ ملائکہ میں ہے اور انہیں منع میں ہے جو صفحہ ۱۴۴ میں بروایت ابو جعفر نقل کیا ہے  
 یعنی امام ابو حنیفہ کا قول ایک مرد کے جواب میں کہ میں نے امام اعظم سے آیت (استہار ساتھ ہی جان کین تم ہو) کا مطلب پوچھا تھا وہ قول ہے  
 کہ اتم جانے کیا کہ یہ ایسا ہے کہ جیسے تو کسی کو لکھے میں تیرے ساتھ ہوں اور تو اس دور ہو اور معنی ہمارے جلیوہ سنو کی حدیث میں اور ابو  
 کے قول میں حجت عالیہ جو تمام ہوا کلام مصنف کا اس روایت میں ہے امام جابر اور اس روایت کو ابو جعفر نے امام جابر حد کر نیکی جہ سے بنایا  
 چنانچہ ابو جعفر اس کے بنائیکا اقرار کیا ہے اس نقل میں جو ابو جعفر نے منقول ہے اور حجت کو اسکا لکھ کے وسطے ثابت کرنا امام جابر کا مذہب میں  
 وہ اس سے پاک ہیں بلکہ مصنف نے امام جابر چوٹ بولنے کے وسطے یہ اقرار پر رازی کی ہی خد کی پناہ اس اقرار سے اور بعض اہل موقع میں  
 سے وہ ہے کہ جو صفحہ ۱۴۴ میں کہا ہے اور کہا امام ابو حنیفہ نے وصیت میں ایمان نام ہے زبان سے اقرار کرنے اور اس سے  
 سچا بننے کا یہاں تک کہ نقل کیا اور اسی طرح سے معرفت تہلیلنے صرف تصدیق ایمان نہیں ہے ابھی اس قول کو کتاب وصیت  
 نقل کرنے سے یہ ارادہ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ مصنف کے موافق ہیں مصنف کے نزدیک اس امر میں کہ صرف تصدیق ایمان نہیں ہے  
 اور اسی وجہ سے معرفت کی تفسیر تصدیق کے ساتھ بیان کی اپنے قول اے محمد تصدیق سے پس لازم آیا کہ تہا تصدیق  
 امام صاحب کے نزدیک ایمان نہیں ہے اور یہ دوسرے چوٹ بولنا ہے امام صاحب کے مذہب پر اس لئے کہ صرف تصدیق  
 امام صاحب کے نزدیک ایمان ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کیلئے شرط ہے دنیاوی احکام میں جیسا کہ  
 یہ امر حقایق کی کتابوں میں بصرحت مذکور ہے اور ہم اس کو اس کے مقام میں مختصر بیان کریں اگر خدینے  
 چاہا اور بعض اہل موقع سے وہ ہے جو صفحہ ۱۴۶ میں نقل کیا ہے یعنی امام ابو یوسف کا اپنی شیخ امام ابو حنیفہ کا ایک تذکرہ

بروايته اليه حتى الى سنة جرداء ثم استقر رايها على عدم خلق القرن وفي هذا النقل ايضا  
 يريد تركيبتها بحسب المظاهر ويظهر كونها من الخلقين في خلقه في يد الامر وهذه  
 الصيغة من المصنف مع انه يدعي نصرة مذهب الامام البيهقي فيكون من اهل السنة والجماعة  
 وكونه راء المذهب الشيعة ومجى العلوم اهل البيت ومجدد اهل هذا العصر من العجائب كيف  
 ولو كان صادقا في هذه الدعاوى لما غرض البصر عن فضائل اكار اهل السنة ولما سرد  
 المصنف مثالب الامام الاعظم التي سرت ابو بتهامنا بجملة وشيخها في مقامها مفصلة وغرض  
 البصر من فضائل جان لنا ان ذلك هو نأيد امنها تنشيطا لمقلديه وتحيصا للحق الصريح على  
 طالبيه سيما اخواننا القادريه لان الامام الاعظم شيخ شيخنا احمد داود الطائي كما قال الاستاذ  
 ابو القاسم القشيري في رسالة مع صلابته في مذهبه وتقدمه في هذه الطريقة من ابي  
 القاسم النصير ابا دى قال انا اخذت هذه من الشبل وهو اخذها من الجنييد وهو  
 اخذها من السر السقطه وهو معروف الكرخي وهو من داود الطائي وهو اخذ العلم والطر  
 من البيهقي وكل اثنى عليه واقر بفضلها انتقم واذا تمهد هذا فاعلموا اخواني ان ابا حنيفة  
 النعمان من اعظم معجزات المصطفى بعد القرن لانه اخبر به قبل وجوده بالاحاديث  
 الواردة التي ذكرنا بعضها منها انفا فانهما حملت عليه قطعا وحسبك من مناقبه اشتها  
 مذهبه في الافاق ما قال قوله الاخذ به امام من الائمة الاعلام وقد جعل الله  
 الحكم لاحبابه واتباعه من رضى الى هذه الايام الى ان يحكم عبد الله بن موسى بن مريم عليه السلام  
 وهذا يدل على امر عظيم اختص به من سائر العلماء العظام كيف لا وهو كالصديق في  
 عند له اجره واجر من دون الفقه وفع احكامه على اصول العظام الى يوم الحشر والقيام  
 وقد تبعه على مذهب كثير من الاولياء الكرام من اتصف بثبات المجاهدة



بروایت بیعتی پر دونوں کی رائے کا قرآن کے مخلوق نہ ہونے کا ثبوت مانا اور اس نقل میں بحوالہ دونوں کی کتاب کا ارادہ کرتا  
 طاہرین اور اعلان کرتا ہے اس کا کہ وہ دونوں ابتدائی امر میں قرآن کے مخلوق ہونے میں اختلاف کریں والوں میں تھے مصنف کی  
 یہ حرکت بآئندہ وہی ہے مذہب امام کی نصرت کا اور اپنے سنی ہونے کا اور مذہب شیوکار و کریولا اور علوم اہل بیت کو فائدہ کریولا اور  
 اس زمانہ کا مجدد ہونیکا اچھا پاسے ہو کیونکہ اگر مصنف ان دونوں میں سے چاہتا تو اکابر اہل سنت کے فضائل سے چشم پوشی نہ کرتا  
 اور جبکہ مصنف نے امام اعظم کے صاحب کو بیان کیا ہے کہ جس کے جوابات مجمل طور پر ہمارے طرف سے دئے گئے اور ہم ان کے مقام میں مفصل  
 طور پر بیان کریں گے اور امام صاحب کے فضائل سے چشم پوشی کی تو ہم کو موقع ملا کہ ہم بیان کریں کہ فضائل امام صاحب کے بیان کر دینے کا امام صاحب  
 متغی خوش ہوں اور حق بات غالب حق پر کھل جائے خاص کر ہمارے قادر یہ بیانیوں پر اس لئے کہ امام اعظم صاحب ہمارے  
 شیخ طریقت حضرت داؤد کا کے شیخ ہیں جبکہ استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنی رسالہ قشیریہ میں بیان کیا ہے حالانکہ ان کو اپنے مذہب میں  
 تشدد رہا ہے اور طریقت میں مبتلا تھے کہ سنائیں استاد ابوعلی وفاق سے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ حاصل کیا حضرت  
 ابوالقاسم نصیر آبادی سے انہوں نے کہا کہ میں اس کو حاصل کیا حضرت شبلی ہی اور شبلی نے حاصل کیا حضرت جنید سے اور حضرت جنید  
 حاصل کیا حضرت سرقسی سے اور انہوں نے حضرت معروف کرمی سے اور انہوں نے حضرت داؤد کا سے اور انہوں نے علم طریقت کو حاصل کیا امام ابوحنیفہ  
 اور ان میں بزرگوں نے امام صاحب کی تعریف بیان کی اور ان کی بزرگی کا اقرار کیا اور جبکہ یہ مقدمہ بیان ہو چکا پس جانو تم  
 میرے بپائیو میک ابوحنیفہ نعمان حضرت بنی مطلقہ اسلام کے بڑے معجزوں میں ہیں بعد قرآن کے اس وجہ سے کہ ان کی خبر دی گئی ہے ان کی پیدائش  
 قبل ان حدیثوں میں جن میں بعض کا ذکر اہی ہم کر چکے پس وہ حدیثیں قطع طور پر امام مبارک پر ہی حمل کی گئی ہیں اور امام مبارک ان حدیثیں بھی بہت کہ  
 جہان میں ہیں ان کے مذہب کی شہرت جو بات انہوں نے کہی ہے کسی نہ کسی امام جلیل القدر نے اس پر حمل نہ کیا لیا ہے بعد قندس ان کی اچھا واپس  
 کا حصہ کر دیا فتوے دینا امام مبارک کے زمانہ سے لیکر اس زمانہ تک یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام امام مبارک ہی کے مذہب پر فتوے دیں گے  
 اور یہ امر دلیل ہے امام مبارک کی بڑی فضیلت پر جس کے ساتھ انہیں کی خصوصیت ہے امام علیہ السلام پر کیونکہ نہ یہ حال ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ السلام ہر  
 حضرت صدیق اکبر کے ہیں مجاہدین اور ان کو اجر ہے ان کے اجر کا اور نیز اجر ہے شخص کا کہ جس نے علم فقہ کو جمع کیا اور فقہ کے مسائل  
 امام صاحب کے بزرگ اصول پر کھائے قیامت تک امام مبارک کی رویت میں پیروی ہے اولیاء کرام کی جو موصوفے مجاہدین اور ثابت قدم رہے



واتباع احكام الاسلام بكمال الاهتمام كما مر ذكرهم في مناقبية الم تكن لك اسوة حسنة  
 في هؤلاء السادات الكرام اما كانوا مهتدين في هذه الاقوال والاقتضار وهم ائمة هذه  
 الطريقة وارباب الشريعة والحقيقة ومن بعدهم في هذه الامور فلم يتبع وكل ما خالف  
 ما اعتقدوه من دود محدثوا ايضا قد اتبعوا على ما ذهب عن تصيف بشاير الجاهل  
 وركض في ميدان المشاكاة ابراهيم بن ادهم وشفيق البلخي ومعروف الكرخي وابو يزيد  
 بسطامي وفضيل بن عياض وذكيع بن الجراح وابو بكر المورق وعبد الله بن المبارك  
 وغيرهم من لا يحصى عددهم وقد قال بعض الاكابر من العلماء قلد صارا العلم من الله  
 عز وجل الى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم صاروا الى الصحابة ثم صاروا الى  
 التابعين ثم صاروا الى المجتعية فمن شاء فليرض ومن شاء فليستط ومنها انه نقل قصة  
 الاحراق بالنار التي هي مما يذكره الخارجيون في مطاعن سيدنا على كرم الله تعالى وجهه  
 التي يتبعونها اهل السنة والشيعة من محمد ذلك الجواب ويدعونها عنه باجوبة نقيية  
 في كتبهم في صفحة ٥٥٨ بعنوان التنبية عن فتح الباري وقال بعد تمامها وقد حدثت  
 في هذا الزمان احداث على اثارهم يهزون وانا لله وانا اليه راجعون يجب اشد  
 الجواب على اول الامر ويحكم اولئك القم على اهل العلم والقدر ان يعتنوا ويهتموا بازالة  
 هذه الامور وعظا وبيا ناولينهم غاية التغدير حبسا وضربا وقتلا اعلا انقي  
 ومقصود من نقلها اعزاء الى الامر على تعذيب اهل الحق الذين قالوا بتنبية الصفا  
 لله عز وجل من صفات الخلق كما يشهد به ايتانه بهذه القصة بعد ما بينهم وما  
 دري ان هذه القصة وان كانت صحيحة من حيث النقل الا انها مردودة مرجوع  
 عنها كالمسوخ وصارت كانهما لم تكن ويتعمد ذلك من حديث عكوة بن علي حرق

اور احکام اسلام کی پیروی کرنے کے ساتھ کمال ہتمام سے جیسا کہ مذکور ہوا تفسیر کی بجا بارت منقولہ میں کیا اور اسادہت کرام کے باب میں تیسرے نے نیک پیروی نہیں ہے کیا یہ اکابر فضل مام اعظم کے اقرار اور اوکے طریقہ عالیہ تھی مگر نہیں ثابت نہ تھے حالانکہ یہی حضرات طریقت کے پیشوا اور شریعت و حقیقت کے تھے اور ان کے بعد اس شریعت میں پیرو میں اور جو فیصلہ ان اکابر کے خلاف سے مردود و جہت ہے لہذا نیز امام اعظم کے مذہب کی پیروی کی ہی لو نہیں سے جو ثبات مجاہدہ اور میدان شاہد میں گہوار اکو ایک کے ساتھ محفوظ تھے حضرت ابراہیم اودہم اور شفیق مکی و معروف کرخی بنیازید سلطامی و فضیل بن عباس و کعب بن جراح و ابو بکر و راق و عبد اللہ بن مبارک نے اور ان کے سوا بہت سے اکابر نے جن کا عدد شمار میں نہیں آسکتا اور بعض کا بیان ہے کہ اس کی آئینہ علم اللہ عزوجل کے پاس سے محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا پھر اوس سے صحابہ میں آیا پھر تابعین میں اگر امام ابو حنیفہ میں جمع ہو گیا اب چچا ان سے اس فضیلت پر خوش ہوا اور جو چاہے ناخوش ہوا اور ان مواضع میں سے یہ ہے کہ مصنف نے اسی میں جملہ نیکافتہ جو ان قبایع میں سے ہے کہ جن کو حاجی حضرت سینا علی کرم الشیخہ کے اور مطاعین میں ذکر کیا کرتے ہیں کہ جن سے سنی و شیعہ تمام انجناب کے محبت رکھنے والے بیزار ہیں اور ان جناب کے طرف سے اپنی کتابوں میں عمدہ جویات دے کر ان کو دفع کرتے ہیں صفحہ ۵۸ میں بعنوان تنبیہ فتح الباری سے نقل کیا ہے اور اس کے خاتمہ پر کہا ہے اور اس زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں اور نہیں سوختگان کے نقش قدم پر چڑھتے ہیں وہ ہم مقدم ہی کہے ہیں اور اللہ ہی کے طرف لوٹنے والے ہیں حکام وقت پر واجب ہے اشد وجوب اور علمائے ذی مرتبہ لوگوں پر لازم ہے اوکد لزوم کر کے یہ کہ اس بدعت کے رد کرنے میں توجہ کریں اور وعظ بیان سے ہتمام کریں اور جس و ضرب و قتل و اعلان کے ساتھ ان بدعتیوں کے حد و وجہ کی تعزیر دیوین اتھی اور اس قصہ کے نقل کرنے سے مصنف کا مقصود حکام کو آمادہ کرنا ہے اور ان اہل حق کو غلاب کرنے پر کہ جو صفات الہی کو صفات مخلوق سے منسوخ کر کے بتائیں ہیں چنانچہ ان لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد اس قصہ کو نقل کرنا ہمارے مدعا پر شاہد ہے اور مصنف نے یہاں کہ یہ قصہ اگر نقل کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن وہ مردود ہے کہ اس کا رجوع ثابت ہے بتدریج منسوخ کے گویا اوس کا وجود ہی نہ تھا اور یہاں حضرت عکرم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت



قوما ارتدوا عن الاسلام فبلغ ذلك بن عباس فقال لو كنت انا لقتلتهم لقول رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه ولم اكن لاحرقهم لان رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم قال لا تعدن بوابعد اب النار فبلغ عليا فقال صدق بن عباس رواه الترمذي  
 وقال هذا احسن كصحيح نقول لا يجترئ على نقلها وحدها الخارجون الذين يستون عليا  
 ويظهرون مثالبه ويعدون بها من المنكرات ومثالبه قسمان الاول ما تفرد به النواصب  
 الطائفتان اللتان هما من محبيه انكرتا وهن القسم مما لا يعبا به لانه من مقتريات  
 النواصب كالشركة في قتل عثمان وفي قذات عائشة وان نزول والذي تولى كبره منهم  
 له عذاب عظيم في حقه نعوذ بالله منه والثاني ما نقل في كتب الطائفتين بطريق صحيحة  
 وقد تصدق الطائفتان لجوابه كما اجاب لشريف مرتضى في تنزيه الانبياء والائمة  
 من علماء الشيعة وابن حزم في التفصيل من علماء اهل السنة ومنه وما قيل انه تصريف في سلاح  
 عثمان وماله بعد قتله وما رده على وقتوان طلبوه منه وما لم المسلم لا يستحل بوجه من  
 الوجوه ومنه الاحراق بالنار كذا في التحفة ومنها انه كذب وافترى على الامام الهادي  
 حسب المزني والنسب على سيد العلماء وارث خير الانبياء جعفر الصادق وجعله  
 من جهة الجهة لله عز وجل وتعالى عنها علوا كبيرا وتصرف في كلامه الشريف لاثبات  
 من امره مع انه برهان جلي على نفيه فضلا من ان يثبت كما قال في صفحته، وقال حافظ  
 البصوفي ابو القاسم عبد الكريم القشيري في الرسالة المشهورة وقال جعفر الصادق من زعم  
 ان الله في شيء او من شيء او على شيء فقد اشرع كما لو كان على شيء لكان محمولا (زاد  
 المصنف فيهما من عندك) اي وليس محمولا بل هو حاصل بقدرته وحافظ برحمته كل حال  
 ومحمول (ولو كان في شيء لكان محمولا) زاد بعده (اي) و ليس محمولا ولا مقصورا



اوس قوم کو جو دین اسلام سے پر گئے تھے پس یہ خبر حضرت عبداللہ بن عباس کو پہنچی انہوں نے کہا کہ اگر میں جوتا تو ان لوگوں کو  
 قتل کرتا بہت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو شخص دین کو بدلتا ہے اور کونہ جلاتا اس سے اللہ کی لعنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے کہ مت عذاب دو تم آگ کا عذاب پس یہ فرمانا حضرت عبداللہ بن عباس کا حضرت علیؓ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا سچ کہا بن  
 عباس اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جس شخص پر اتنی پس تھا اس قدر کو نقل کرنے کی ضرورت خالی ہے کہ تم میں کہ  
 جو حضرت علیؓ کو گالیان دیتے ہیں اور ان کے عیوب بیان کرتے ہیں اور ان کو عیوب کو منکرت سے شمار کرتے ہیں اور عیوب حضرت علیؓ کو  
 جو بیان کئے جاتے ہیں دو طرح کے ہیں پہلی قسم وہ عیوب ہیں جن کے بیان کرنے میں فرقہ ناصبیہ ہی متفرع ہے اور حضرت علیؓ سے محبت  
 نہ کرنے والے دونوں فرقے اور ان عیوب کا انکار کرتے اور مانع ہیں کہ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس وجہ سے کہ یہ حضرت علیؓ کا عیوب نہ کہتے اور بناوٹ  
 جیسا کہ حضرت عثمان سے قبل میں اور حضرت عائشہ صدیقہ پر تهمت لگانے میں شریک ہونا اور یہ کآیت والہ فی تولی کبر منہم لعنہم عذاب  
 عظیم کا قول حضرت علیؓ کے حق میں نعوذ باللہ منہ اور دو قسم وہ عیوب ہیں جو سنی شیعہ دونوں گروہ کی کتاب میں صحیح طریقوں سے نقل  
 میں اور یہ دونوں فرقوں کا جواب دہی کیلئے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ شیعہ ہیں شریف مرتضیٰ نے تفسیر بہ الانبیاء والائمة میں اور علامہ اہل سنت میں  
 بن حزم نے فیصل میں جواب دیا ہے اور اسی قسم ثانی میں جو ہے جو کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے صلح دینے میں اولیٰ قتل ہوئی تھی اور  
 اور نہ یہ خبر صحیحہ ہے بلکہ یہ کہ اس کی خبر نہ ملے یا حالانکہ یہ بیان کا مال کسی محدث سے ہے حالانکہ انہیں سمجھا جاتا ہے اور اسی قسم کے ہیں ان میں جو ایک مقدمہ ہے کہ تھے  
 میں مذکور ہے اور انہیں موضع میں سے ہے کہ مصنف نے امام ہمام صاحب حسب زکی و نسب علیؓ سید علماء وارث خیر الانبیاء حضرت  
 امام جعفر صادقؑ پر دروغ گوئی و افتراء و زانی کی اور ان کو اس جماعت میں داخل کر دیا جو کہ اسد عزوجل کے جہت علویین ہونے کا  
 اثبات کر دینے اور امام موصوف کے کلام میں اپنا دعائیت کرنے کو کئی بیشی کی حالانکہ وہ کلام شریف روشن برہان ہے جہت  
 کی نفی پر جو چاہے چاہے جہت کا ثبوت سمجھا جائے جیسا کہ صفحہ ۲۰ میں کہا ہے اور کہا عاقلہ صوفیہ ابوالقاسم محمد بن ابی بکر قشیری نے اپنے  
 رسالہ مشہورہ میں اور کہا امام جعفر صادقؑ نے جس نے اعتقاد کیا کہ اسد کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر  
 تو وہ بیشک منکر ہو گیا اس نے کہ اسد کسی شے پر ہوتا تو وہ اٹھایا ہوتا (یہاں پر مصنف نے اپنے غلط فہمی کا اعتراف کیا) یعنی اور وہ اٹھایا ہوا نہیں ہے بلکہ وہ تھاغلامِ نبویؐ  
 خدایت اور غلامِ نبویؐ ہے ہر انسان اور ہر شے کا (اور اگر کسی نے جو مانا کہ اسد کسی شے پر ہوتا) اس کو مصنف نے اضافہ کیا دینے اور وہ بگیر ہوا ہے اور نہ روکا ہوا ہے



بل هو حاضر وقاصر لكل محصور ومقصود وإنما نحو قوله تعالى الرحمن على العرش استوى  
 وقوله تعالى آمنتم من في السماء تجل على عظيم وتعالى جلي فخيم من تجلياته و  
 تجلياته من غير أن تكون له حاجة إلى العرش ولا شئ من الفرش وسبيين (ولو كان  
 من شئ لكان محدثاً) زاد بعده أي وهو ممتنع مطلقاً انتهى وأهل الحق الذين يقولون  
 بنفي الجهة لله تعالى يستدلون بهذه الكلام الشريف والبيان المنيب بدون التصرف  
 فيه كما قال المفتي محمد سعيد في التبيين في صفح ٢٧٠ البرهان الأول وهو المقتبس من  
 ذي الحساب الزكي والنسب العلي سيد العلماء وارث الانبياء وجعفر الصادق قال  
 لو كان الله في شئ لكان محصوراً وتقرير هذه الدلالة أنه لو كان في جهة مشار إليها  
 لزم تناهيه وذلك لأنه إذا كان في هذه الجهة دون غيرها فقد حصل فيها دون غيرها  
 ولا معنى لتناهيه إلا ذلك وكل متناه محدث لأن تخصيصه بهذه المقدار دون سائر  
 المقادير لا بد لذلك من مخصص فقد ظهر بهذا البرهان الذي يسهر العقول أن القول  
 بالجهة يوجب كون الخلق مخلوقاً والرب مربوباً وإن ذاته متصرف فيها وقيل الزيادة  
 والنقصان تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً انتهى والشيعة أيضاً على حسب مقتضاه  
 هذا الكلام المنيب قائلون بنفي الجهة لله تعالى كما قال العلامة القوشجي في شرح التمهيد  
 للمحقق الطوسي ويدل على وجوب الوجود على نفي الجهة لأن كل ما هو في جهة فهو جسم أو  
 جسمًا وكل منهما ممكن بل حادث لما بينا من حدوث الأجسام انتهى وقال في نهج المسترشدين  
 في اصول الدين من كتب مذهب الشيعة أنه تعالى ليس في جهة انتهى لذا في التبيين فعلم من هذا  
 التحقيق أن المصنف لا ثبات ما هو بصدده وهو المذهب إليه الوهابي التجزيه  
 يتصرف في كلام الأكاابر من الأئمة ويفتري عليهم ما هم بريون عنه كما شهد



بلکہ وہ گہیر خواہ ہے اور رکھنے والا ہے ہر گہیر ہوئے اور روکے ہوئے کا اور مثل قول خدا تعالیٰ عرش پرستوی ہوا اور قل خدا تعالیٰ  
کیا بے ڈر ہو گئے تم اوس سے جو سمانین ہے بنین ہے مگر ایک عظیم الشان تجلی اور روشن و بزرگ تعالیٰ اوس کی تجلیوں  
و تعلیموں میں سے بغیر جس کے کہ اوس کو جت ہو عرش کی یا کسی فرشتہ کی اور یہ قریب بیان کیا جائے گا  
(اور اگر ہوتا کسی شے سے تو ہوتا نو پیدا) اس کے بعد اضافہ کیا اور یہ مطلقاً محال ہے اور اہل حق جو حق تعالیٰ سے  
جہت کی نفی کے قایل ہیں دلیل لاتے ہیں اس کلام شریف کو بیان معنی سے نفی جہت پر بدون کسی بیشی کے چنانچہ  
مفتی محمد سعید نے کتبہ تنبیہ کے صفحہ ۱۰۷ میں کہا ہے پہلے برہان اور وہ نکالی ہوئی ہے صاحب حسب زکی  
و نسب علی سید علما و ارث انبیا امام جعفر صادق کے کلام سے یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا (اگر ہوتا کسی  
شے میں تو ہوتا گہیرا ہوا) اور بیان اس دلیل کا یہ ہے کہ اگر خدا نے تعالیٰ کسی جہت مشاغل را یہ  
میں ہوتا تو اس کا قضا ہی و محدود ہونا لازم آتا یہ اس وجہ سے کہ وہ جبکہ ہوا اسی جہت میں نہ اس کے  
غیر میں تو اسی میں موجود ہوتا نہ اس کے غیر میں اور اس کے محدود ہونے کے یہی معنی ہیں اور محدود  
نو پیدا ہے اس وجہ سے کہ اس کا خاص ہونا اس مقدار معین کے ساتھ نہ اور مقداروں کا تہ  
بالضرور محتاج ہے خاص کرنے والے کا۔ پس اس برہان سے جو کہ عقول کو دنگ کرنے والی ہے  
ظاہر ہو گیا کہ جہت کا قول واجب کرتا ہے خالق کے مخلوق ہونے اور رب کے مربوب ہونے کو اور  
اور اس کے ذات میں غیر کے متصرف ہونے اور کمی و بیشی کے قایل ہونے کو و تر ہے خدا و ان اوصاف  
جن کو ظلم کیوالی اوسکی طرف منسوب کرتے ہیں بہت برتر ہونا انتہی اور شیوہ بھی اس کلام غنیف کے مطابق خدا تعالیٰ جہت کی نفی کرنا قائل  
ہیں چنانچہ علامہ قوشچی نے محقق طوسی کی تحریکی شرح میں کہا ہے اور وجوب وجود دلالت کرتا جہت کی نفی پر اس لئے کہ جو چیز جہت میں ہے  
جسم ہوتی ہے یا جسمانی اور یہ دونوں ممکن ہیں بلکہ نو پیدا ہیں اس لئے کہ جسم کا نو پیدا ہونا ہم بیان کر چکے ہیں انتہی اور شیوہ شریف فی اصول الہیہ  
میں جو کہ شیون کی کتاب ہی کہا ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں نہیں ہے انتہی جیسا کہ تہذیب میں ہے پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مصنف اپنا مذہب ثابت کرنا  
و اسے جو کہ حقیقت و ہدایت کا نام ہے بڑے بڑے یحییٰ میں کلام میں تصرفات کرتا ہے اور بہرہمت لگاتا ہے اور عقائد کی کہ جنہ بزرگ ہیں چنانچہ انکی بزرگ



به علماء اهل السنة والشيعة كلهم في كتب عقائدهم فالجيب من المصنف انه يدعى  
 حب اهل البيت واحياء علومهم ونصرة اهل السنة في مقابلة الشيعة ويأتي في كتبه  
 بجانب لا يرضى بها احد منهم منها ما قال في حاشية صفح (٢٢) لا يخفى ما في هذا او ما  
 مضمون اخلاص خواص اهل السنة المودة على اختصاص العقيدة من دون تقية  
 شقية في هؤلاء الائمة التقية التقية من انهم اودع في صنعة هذه العبارة والتقية  
 قسما شقية وتقية فالاول من هب الامامية والثاني من هب خواص اهل السنة الذين  
 سلك المصنف مسلكهم وهم النجديّة لأعوامهم اهل سنة من مقلدي الائمة الاربعة  
 ونقول في جواب اهل السنة والامامية كلهم يحرمون التقية في القول والفعل جميعا وهي كلها  
 عندهم شقية وحرام وتقسيمها الي قسميها المذكورين انما هو مختار للمصنف واشته الذين  
 هم النجديّة كما قال صاحب المال والفعل وكان نجدة بن عامر ونافع بن ابراهيم قد اجتمعا  
 مع الخوارج على بن زيد ثم تفرقا عنه فاختلفا في نافع ونجدة فصار نافع البصري ونجدة  
 الى الامام وكان سبب اخلاصهما ان نافعا فان التقية لا تخل والقعود عن القتال الكفر  
 ووجه بقول الله تعالى يَتَّقُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُومَةً لَا تُمْرُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى  
 اِذَا رَأَوْا تَنَجَّسُوا وَالنَّاسُ تَخَشُّونَ اللَّهَ وَخَالَفَ نَجْدَةَ وَقَالَ التَّقِيَّةُ جَائِزَةٌ وَاجِبَةٌ  
 يَقُولُهُ تَعَالَى وَقَالَ جَلَّ جَلَلُهُ مِنَ الزَّالِمِينَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ وَقَالَ الْقُعُودُ جَائِزٌ  
 لِلْجِهَادِ اِذَا امْتَنَعَ فَضْلٌ وَفَضْلُ اللَّهِ لِلْجَاهِدِينَ عَلَى تَقَاعِدِهِمْ اَجْرًا عَظِيمًا قَالَ  
 نَافِعٌ هَذَا فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانُوا سَفَهَاءَ بَنِي وَامَانٍ غَيْرِهِمْ  
 مَعَ الْإِمَامِ كَانَ قَالِقُودَةً كَفَرًا يَقُولُهُ تَعَالَى وَقَعَلْنَا لَئِنْ كَذَّبُوا إِلَهَ وَرَسُولَهُ وَقَالُوا  
 إِيَّاكُمْ مَتِّعْنَا وَلِخَوَارِجِ يَحْكُمُ التَّقِيَّةُ فِي الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَاجْتِهَادِ بَنِي التَّقِيَّةِ كَقَارِئِ



وشیعہ کے علمائے اپنی کتابوں میں شہادت دی ہے پس مصنف سے تعجب ہے کہ وہ جب اہل بیت اور ان کے علوم  
 کے زندہ کرنے اور شیعہ کے مقابلہ میں سنیتوں کی تائید کرنے کا دعوے کرتا ہے اور اپنی کتاب میں ایسے محابہ اور  
 لائے کہ جسے نہ سنی راضی ہیں نہ شیعہ اور نہین مقامات سے وہ ہے کہ جو صفحہ ۱۰۲ کے مآشیہ میں لکھا ہے کہ  
 دوشعیدہ نہیں ہے جو کہ اس مقام میں ہے اور اس کے پچھلے گذشتہ مقام میں یعنی مخلص ہونا اہل سنت و جہت  
 کے خواص کا عقیدہ کی خصوصیت پر بدون قیہ شیعہ کے ابن امامون کے باب میں کہ جو قیہ و نقیہ واسطے ہیں انتہی  
 اس عبارت کی بناوٹ میں یہ بات رکھی ہے کہ قیہ و قسم پر ہے ایک شیعہ دوسرا نقیہ پس قسم اول امامیہ کا مذہب ہے  
 اور قسم ثانی خواص اہل سنت کا مذہب ہے جن کے مذہب پر مصنف چلا ہے اور وہ نجدیہ میں نہ حوام اہل سنت کا جو ائمہ  
 اربعہ کے متقدمین ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اہل سنت و امامیہ تمام قیہ کو چاہے قول میں ہو یا فعل حرام  
 جانتے ہیں اور قیہ سلفاً ان کے نزدیک شیعہ و حرام ہے اور قیہ کی تقسیم کردار و قسموں مذکورہ کی مصنف  
 اور اس کے امامون ہی کے مذہب میں محتار ہے جو نجدیہ میں جیسا کہ صاحب ملل و نحل نے کہا ہے (اور  
 نجد بن عامر اور نافع بن ازرق خارجیوں کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی مخالفت پر جمع ہوئی ہے) ہر متفرق  
 ہو گئے اوس سے اور مختلف مقام میں چلے گئے پس نافع بصرہ میں چلا گیا اور نجد بن عامر میں اور ان کے اختلاف  
 سبب یہ ہوا کہ نافع نے کہا قیہ حلال نہیں ہے اور جنگ سے بیٹھ رہنا کفر ہے اور وہ حجت لایا اللہ تعالیٰ کے  
 اس قول سے (وقال کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ملامت گر کے ملامت سے جاگ نہیں رکھتے اور اس قول سے  
 ناگاہ ایک گروہ ان میں کا ڈرتا ہے تو گون سے خدا سے ڈرنیکی طرح اور مخالف ہوا اس قول کا نجد بن عامر  
 کے کلام سے مجتہد لایا (اور کہا ایک ایمان دار مرد نے ال فرعون میں سے جو کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا) اور کہا لڑائی سے  
 بیٹھ رہنا جائز اور چھپنا جبکہ ہو سکے افضل ہے اور فضیلت دی خدا نے جہاد کرنا لوگوں کو بیٹھ رہنا اور نہایت بڑا اجر اور نافع نے کہا  
 یہ کلام صحابی ہمام کے باب میں جو دوسرے جہاد سے اور لیکن ان کے خبر میں باوجود اسکا کہ جس کے پس بیٹھ رہنا کفر ہے سب قول خدا سے  
 کہ ان میں جو وہ لگے کہ بیٹھ رہنا اور چھپنا اور ان کے کہ کہا کہ قیہ قول و فعل میں حرام ہے اور اس پر حجت کا بائن طور کہ قیہ کلام کو چھپنا



ولطهار خلافة دفعا للضرر وهو تفاق والتفاق حرام فالتقية كذلك وبانها لو جازت  
 لجاز على الانبياء اظهار كلمة الكفر تقية ولو جاز على الانبياء لعدم الدين بالكلمة  
 لاسيما في اوج الاوقات لابتداء الدعوة لكثرة العدو والمنكرين وذلك  
 باطل انتهى وايضا روى محمد بن يعقوب الكليني في الكافي عن عبد الله بن المنذر  
 قال لا ينبغي للمؤمن ان يجلس مجلسا يصحى الله فيه فلا يقدر انتهى فما رآه المصنف  
 في هذا القول من نسبة التقية الشقية الى الامامية على طور التعريض مخالف لمذهبهم  
 وما ارتضا له لخواص اهل السنة من عزاء التقية اليقية اليهم كناية يعرفها العاقلون  
 فان اراد بهم التجديية فهو صحيح لكنهم ليسوا من اهل السنة فضعف ان يكون من خواص  
 واراد بهم اكا برا اهل السنة فهو افتراء عليهم حاشا لهم عن ذلك فافهم ولا تغفل  
 ومنها انه نقل المذهب المردود لشيخه وشيخ التجديية بن تيمية من رسالة التزوي  
 وقاوى الحموية في تشبيه الصفات لله تعالى واثبت الجهة له قال في صفه (١٠٠) بعبارة  
 طويلة مما حاصله انه هو لما نور عن السلف واعتمهم وفي صفه (١٠٠) والاخبار والآثار  
 في الباب اهل البيت النبوة والاصحاب لا تعد ولا تحصى والكتب الالهية السابقة  
 معلومة من اثبات الجهة الفارقة وكذا كلام الانبياء المتقدمين وادعيتهم يوجد بعضها  
 الى الان في التوراة والانجيل وصحائف انبياء بني اسرائيل ويوجد الفاظها متفرقة  
 في مواضع شتى وكثير منها لا يوجد الان في هذه الكتب الموجودة انتهى وهكذا  
 ايد ببيانهم ومشيد اركانهم وبسط كل البسط لسرد الادلة ونقل الاقوال للائمة  
 وقطيق كلام السلف والخلف عليه بالتصرفات الواهية حتى شود شطوط كتب  
 هذه ببيانات فاسدة واستدلالات كاسدة عجز الطبع السليو ويستخفها الفهم



اور اوس کے خلاف کوٹا ہر کر نادفع ضرر کے لئے اور یہہ نفاق ہے اور نفاق حرام ہے پس  
اور باین طور کہ اگر تقیہ جائز ہوتا البتہ انبیاء کو کلمہ کفر کہنا بطور تقیہ کے جائز ہوتا اور انبیاء کو کلمہ کفر  
کہنا اگر جائز ہوتا تو دین بالکل معدوم ہو جاتا خاص کر شروع دعوت اسلام کے ابتدائی اوقات میں  
و دشمنوں اور منکروں کے زیادہ ہونے کے سبب سے اسوقت میں اور یہہ امر باطل ہے انتہی اور  
نیز محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں عبد اللہ بن مسکدر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے  
کہا مومن کو لایق نہیں ہے کہ ایسی مجالس میں بیٹھے کہ جس میں خدا کی نافرمانی کیجاوے  
اور اسکو دفع کی قدیت نہوا انتہی پس مصنف نے اس قول کو جو تقیہ شقیہ کی نسبت بطور  
تعریف کے امامیہ کے طرف سے قصد کی ہے اون کے مذہب کے خلاف ہے اور تقیہ تقیہ کو  
منسوب کرنا خواص اہل سنت کے طرف جو پسند کیا ہی بطور کنایہ کے کہ جس کو عقلاً سمجھتے ہیں  
پس خواص اہل سنت سے نجد یہ کو ارادہ کیا ہے تو یہ نسبت کرنا صحیح ہے لیکن نجد یہ اہل سنت  
نہیں ہیں چہ جائیکہ اہل سنت کے خواص میں سے ہوں اور اکابر اہل سنت کو ارادہ کیا ہے تو یہہ اون پر  
افتر پردازی ہے وہ اس سے بری ہیں ای ناظر کتاب تو اس کو سمجھ لے اور غافل نہوا اور ان مواضع میں  
یہہ ہے کہ مصنف نے اپنی اور نجدیہ کے شیخ ابن نمیر کا مردود مذہب نقل کیا ہے رسالہ نزول و فتاوح جو یہ  
خدا نے تعالیٰ کی صفات میں تشبیہ اور امثال کے اثبات جہت کے باب میں اور صفحہ ۷۰ میں ایک طویل طویل بحثیں  
کیا ہیں جو کلام اصل یہہ ہے کہ یہی مذہب سلف صالحین اور اذکار امانوں کے منقول ہی اور استناد و اخبار انا و اہل بیت نبوت اصحاب بشیار بیہدین  
اور پیغمبرانہ بیعت و فتاویٰ اثبات سے اہل ان بن سید طرح سے ثابت کیا اور قوی دعوت کے بغیر اور غیر مذہب کے اثبات و تحکیم صحابہ انبیاء ہی اور اہل بیت نبوت  
و اذکار انہما من فرقہ و غیر مختلف مقامین پامانوں اور پیغمبرانہ قوت منقول ہوئی ہیں ان تب موجودہ میں انتہی اس طرح پر اوس کے بیان کو قوت دی اور اس  
ارکان کو محکم بنایا او پوچھا کہ اگر اوس کو چیلایا و لایا کہ بیان کرنے اور امانوں اقوال نقل کرنے اور سلف و خلف کا کلام ہی اور بشرط  
کرینک ساتھ وہی تصرفات کر کے یہاں تک کہ ایک بڑا حصہ اپنی اوس کتاب کا سیاہ کر دیا یا سیاہ کر دیا تا فاسدہ اور فاسدہ لاکا سہ کہ جن کو طبع علم بد کرتی ہو اور فہم



المستقيم فنقول بتوفيق الله تعالى وعونه ان المصنف في هذا الباب اقتدى بمذهب بن تيمية  
 وهو مبني على اصلين احدهما تليق بين مذهب المتكلمين ومذهب المشبهية  
 كما هو دأب الوهابية خذ لهم الله تعالى وثانيهما تجوز ترجمة الصفات المشابهة  
 بلغه اخرى وهو ايضا مخالف لقول السلف صريحا ويتضح ذلك من التبيين للعلامه  
 المفتي محمد سعيد وعبارته هذا اقال بن تيمية في الحموية وجماع الامران الاقسام  
 الممكنة في ايات الصفات واحاديثها ستة اقسام كل قسم عليها يفتقر من اهل القبلة  
 قسمان يقولون على ظواهرها ويقولون على ظواهرها وقسمان يسكتون اما الاولون فقسما  
 احدهما من يجرى بها على ظواهرها ويجعل ظاهرها من جنس صفات المخلوقات فهو لاه  
 المشبهية ومن يجرى بها باطل نكرة المتلف واليه توجه الرد بالحق والثاني من يجرى بها على  
 ظواهرها الا ان يجلال الله انتج اقول فاجرئنا على الظاهر ثم انصافه بالاثق بالجلال  
 جمع بين مذهب المجسمة والمتكلمين فان المجسمة حملتها على الظاهر والمتكلمين اعتقدوا  
 لها معنى لا ثقا بجلال الله من غير تعيين وارادة الظاهر تعيين للمعنى المراد ووجهه  
 بالاثق بالجلال غير تعيين له انتج فالذي اختاره بن تيمية لمذهب في الصفات كلام  
 متعارض ومتناقض وتليق وجمع بين المذهبين وفيه ايضا فاقاله بن تيمية في الحموية  
 الاستواء معلوم يعلم معناه وتفسيره ويترجم بلغة آخرين واما كيفينه ذلك الاستواء  
 فهو التاويل الذي لا يعلمه الا الله مخالف لقول السلف صريحا فان الاستواء وان كان  
 معناه معلوما في اللغة لا جمهور لا فانه لفظ مشترك بين معان متعددة لكن معناه المراد  
 منه متوقف ومنفصل عن الله ولهذا لا يجوز تفسيره ولا يترجم انتج فاما ترجمه المصنف  
 من الصفات بالهندية هكذا صفح (۱۲۹) اور اس کا چہرہ یہی ہے ہر شے ہلاک ہو گئی جبرائیل



درست خفیف سمجھتی ہے پس ہم کہتے ہیں اس کی توفیق اور اس کی مدد سے کہ عیناً بتائیں کہ مذہب کی پیروی کی ہے اور نہ ہی بتیج  
 دو اصل پٹنیں ہیں ایک دون میں سے ملا دینا اور جمع کر دینا ہے مذہب متکلمین و مذہب مشبہہ کو جبکہ وہ بیہوش کا خاصہ ہے خدا اور انکو خوار کرے  
 اور دوسری اصل حقائق مشابہہ کا ترجمہ دوسری زبان میں کر نیکو جائز کر دینا ہے اور یہی علمائے سلف کے قول سے صریح مخالف ہے اور یہاں امر مفتی  
 تحریر سے علامہ کی تنبیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی عبارت یہ ہے (ابن تیمیہ نے عمریہ میں کہا ہے اور علامہ اس امر کا یہ ہے کہ آیات  
 احادیث صفات مشابہہ میں جس قدر احتمالات ممکن ہیں چہ قسم پر ہیں اور اول میں سے ہر ایک قسم اہل قبلہ کے گروہ کا مذہب ہے و گروہ  
 اول کے ظاہری معنی کے قابل ہیں اور دوسرے گروہ اول کے خلاف ظاہر کے قائل ہیں اور دوسرے گروہ اول میں سکوت کرتے ہیں لیکن ہر گروہ  
 دو قسم پر ہیں ایک گروہ اول میں کا وہ ہے کہ ظاہری معنی پر اوکو جاری کرتا ہے اور اس ظاہری معنی کو صفات مخلوقات کی جنس سے قرار دیتا ہے  
 پس یہ گروہ تو مشبہہ ہیں اور اول کا مذہب باطل ہے کہ علمائے سلف نے اس کا انکار کیا ہے اور اسی مذہب پر اہل حق کا رد و اہل بوجاہد اور  
 گروہ وہ ہے کہ اوکو ظاہر معنی پر جاری کرتا ہے اور اس ظاہری معنی کو بطلال الہی کے لائق اسدہ کو تا ہی انتہی فائدہ دیتی ہے اخیر گروہ ابن تیمیہ کا  
 ہے جس میں مشبہہ متکلمین کے دونوں مذہبوں کو خلاصہ کر دیا ہے جس کو مفتی صاحب مضر چہرہ کرتے ہیں (ابن تیمیہ) پس اوکو جاری کرنا  
 اول کے ظاہری معنی کو ہر اس کو مفتی و صوف کہ نا لائق جد ال الہی کے ساتھ جمع کر دینا ہے مجاہد متکلمین کے مذہبوں کو اس لئے کہ مجاہد نے  
 اول کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور متکلمین نے اس کے ایسے آراء کے ہیں جو بطلان ال الہی کے لائق ہوں بدون معین کرنے کسی خاص معنی کے  
 اور ظاہر معنی کو ابادہ کرنا معنی مرادی کو معین کر دینا ہے اور اس ظاہر کو لائق بجلال ال الہی کے موصوف کرنا یعنی مراد کو غیر معین کرنا ہے  
 تمام ہوا کلام مفتی صاحب کا) پس جس مذہب کو ابن تیمیہ نے نفی صفات میں اختیار کیا ہے وہ ایک متعارض مقاصد تحمل ہے اور خلاصہ کر دینا ہی  
 وہ مذہب مذکور کو اور نیز مشبہہ میں مذکور ہے پس یہ جو عمریہ میں ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ استواء معلوم ہے اس کی معنی اور اس کی تفسیر جاری جاتی ہیں  
 اور دوسری زبان میں ترجمہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن متوکی کی قیبت پس ہی روس کی تاویل ہے جسکو بجز خدا کوئی نہیں جانتا ہے یہ قول علمائے سلف کے قول  
 سے صریح مخالف ہے اس لئے کہ اسناد کی معنی حوی اگرچہ معلوم ہیں کہ وہ ایک لفظ مشرک ہے چند معانی میں لیکن جو معنی کہ اس سے مراد لگتی ہیں  
 اول میں توفیق کیا گیا ہے اور وہ اللہ کی مشیت میں سوچنے گئے ہیں اور اسی وجہ سے نہ اس کی تفسیر درست ہے اور نہ اس کا ترجمہ  
 کیا جاتا ہے انتہی پس جو صنف نے صفات مشابہہ کا ترجمہ کیا ہے ہندی زبان صفحہ ۴۴ میں مخرج (اور اس کی چہرہ ہی ہے جسکو بجز اس کے



چہرے کے۔ اسے محمد تیسرے رب صاحب کرامت کا چہرہ باقی رہ گیا صفحہ (۱۵۱) اور اندر آسمان دنیا پر اور آسمان  
 اور آسمان کا نہیں ہی اور ابہ کیلئے اوٹھ گئی بھی ہے کوئی دل نہیں گروہ اللہ عز وجل کے انگلیوں میں دو انگلیوں کی  
 اندر ہے۔ بلند ہے اونچا ہے عرش پر اپنی مخلوق سے جدا ہے صفحہ (۱۵۳) ساتویں آسمان پر اپنی عرش کم اور اپنی مخلوق  
 جدا ہے اور اس کا علم قدرت ہر مکان میں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر ہی اور کرسی اور کرسی دونوں پیروں کی جگہ ہی صفحہ ۱۵۵  
 اللہ عز وجل اپنی عرش پر بیٹھا ہے صفحہ (۱۵۶) اور ہم کل مسلمانوں کو دعا کی وقت آسمانی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں اسلئے  
 اللہ عز وجل عرش پر بیٹھا ہی جو آسمان کی اوپر ہی اگر وہ عرش پر نہ ہوتا تو عرش کے طرف مسلمان اپنی ہاتھ نہ اٹھاتے تو علی ہذا القیاس فرض  
 فنقول لہ فی جوابہ ما نقول فیما ورد من ذکر العیون بصیغۃ الجمع و ذکر الجنب و ذکر  
 الساق الواحد و ذکر الایدی فان اخذت بظاہر ہذا ایلزمک اثبات شخص لہ وجہ واحد  
 علیہ عیون کثیرہ ولہ جنب واحد علیہ اید کثیرہ ولہ ساق واحد قاتی شخص یكون فی الدنیا  
 ابشع من ہذا وان تصرف فیہ بجمع وتقریر بالتأویل ففیہ اما اولاً فهو خلاف مذهبک  
 واما ثانیاً فلم یدکرہ اللہ ورسولہ وسلف الامة قال لعلمۃ الحلبي قادیان علی ابن  
 تیمیہ فیما زعم غلیت شعری ہل ہذا فی کلام اللہ تعالیٰ علی ہذا السید من الملق نقول ہا نحن  
 کتاب ربہ وسنت نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہل فی کتب اللہ تعالیٰ کلمۃ مما قالہ  
 حق بقول ان فیہ نصاً والنصر ہوانذی لا یحتمل التأویل البتہ وغیرہ مرادہ فانہ جعلہ غیر  
 النصا من یعطنہ اذ علیہ وای ایۃ فی کتب اللہ تعالیٰ فی خبر نبیہنا الیہ عذاباً انما قال الحق الدواعی  
 فی شرح الصحیدۃ ولابن تیمیہ وای یبیل عظیم الی اثبات الجہنۃ ومبدأ الذنوب فی القدرح  
 فی نفیہا وقد صرح یكون انشورہ جہنم لہ تنای حقیقہ من عید تجوز انتہی وقد اعلم بما سبق  
 ان عقیدۃ بجمۃ باطل و اهل السنۃ والشیعۃ واعیانہم کلہم علی خلافہا وقد قال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فمن شد شد فی النار وانیضاً من



چہرہ کے۔ اسے محمد ترے رب صاحب کرامت کا چہرہ باقی رہیگا صفحہ ۱۵۱) اللہ آسمان نیا پڑا کرتا ہے اور اللہ کا نام نہیں ہے اور اللہ کی کبریٰ بھی  
 بھی ہے۔ کوئی دل نہیں مگر وہ اللہ عزوجل کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے اندر ہے بلذیہ اوچھا ہے عرش پر اپنی مخلوق سے جدا ہے  
 صفحہ ۱۵۳) ساتویں آسمان پر اپنی عرش کے اوپر اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم و قدرت ہر مکان میں ہے اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور  
 کرسی اور اس کے دونوں پیروں کی جگہ ہے صفحہ ۱۵۵) اللہ عزوجل اپنی عرش پر بیٹھا ہے صفحہ ۱۵۶) اور ہم کل مسلمانوں کو دعا کی وقت  
 آسمان کے طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں اس لئے کہ اللہ عزوجل اپنی عرش پر بیٹھا ہے جو آسمان کے اوپر ہے اگر وہ عرش پر نہ ہوتا  
 تو عرش کی طرف مسلمان اپنی ہاتھ نہ اٹھاتے اور اسی طرح سے اور مقامات میں ترجمہ کیا ہے پس ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کیا ہوگا  
 تو ان حدیثوں میں کہ جنہیں چند اکہڑوں کا ذکر ہے جمع کے صفحہ کے ٹکڑا اور ایک پہلو اور ایک پنڈلی اور چند ہاتھوں کا ذکر ہے پس اگر ظاہر  
 معنی پر تو نے عمل کیا تو لازم آئے گا کہ چہرہ ہے اور اس پر بہت اکہڑیں ہیں اور اس کے ایک پہلو پر اور اس کے  
 بہت ہاتھ ہیں اور اس کی ایک پنڈلی ہے پس کون ٹھنوں میں اس زیادہ بد صورت ہوگا اور اگر تو نے جمع و تفریق کے ساتھ تاویل کر کے اس میں  
 تصرف کیا پس اس میں پہلا اعتراض یہ ہے کہ تاویل تیرے مذہب مذکور کے مخالف ہے اور دوسرا اعتراض یہ ہے تیری تاویل کو نہ خدا نے  
 ذکر کیا ہے اور اس کے رسول نے اور نہ اس کے سلف صالحین نے علامہ حلبی نے فرمایا ہے پس کاش میں جانتا کہ تمہارے کلام اللہ میں وارد ہوا  
 جس طرح کہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے سب کی کتاب سے اور اس کے نبی کی حدیث میں ہے اور کیا کلام اللہ میں اس کے قول کا ایک کلمہ وارد ہوا  
 جسکی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ اس میں نص اردی اور نص تو وہی کلام ہے کہ جو قطعاً تاویل کا احتمال نہ رکھے اور یہی ابن تیمیہ کی مراد ہے اس لئے کہ  
 اس نے تاویل کو غیر ظاہر قرار دیا ہے تاویل کا عطف ظاہر پر کر کے اللہ کلام اللہ میں اس لحاظ سے کوئی آیت اس بات میں اور اس کی نفی پر قیام  
 کرنے میں مبالغہ اور عافطہ سے بیان کر دیا ہے خدا تعالیٰ کیلئے حقیقتاً جہت فوق ہونیکو بلا ارادہ مجاز کے انتہائی بڑی رغبت ہے خدا تعالیٰ  
 کے لئے حقیقت کے اثبات میں اور اس کے نفی پر قیام کرنے میں مبالغہ اور اس نے نہایت طور سے بیان کر دیا ہے  
 خدا تعالیٰ کے لئے حقیقتاً جہت فوق ہونے کو بلا ارادہ مجاز کے انتہائی اور بیان سابق سے معلوم ہو چکا کہ  
 عقیدہ اثبات جہت کا باطل ہے اور سنی و شیعہ اور ان کے کل ائمہ اور اس کے خلاف پر میں اور رسول اللہ صلی  
 نے فرمایا ہے کہ تم بڑے گروہ کی اتباع کرو کہ جو ان سے جدا ہو اور زرخ کی آگ میں جا پڑا اور نیز فرمایا ہے جو شخص



فارق الجماعة قاتلوه فيجب على الموجودين في زماننا من الطائفتين ان لا يقبلوا ما اتى  
 به المؤلف في هذا الكتاب اتباعاً لشيخه بن تيمية ونشر المذهب فيه في الامة بل يردوه وينكروا  
 كل الانكار ولا يحسبوه من اخوانهم الاخير واعوانهم والا نصار فانه من انصار اهل البدعة  
 الذين مضوا قبله على هذه العقيدة ولو لم يكن من احيا لهم لما نسج على منوالهم ولما طبق  
 قوله يا قوا لهم وهم المشامية احب اليهم من هشام بن الحكم صاحب المقالة في التشبيه  
 وهشام بن سالم الجرائقي الذي نسج على منواله في التشبيه وكان هشام بن الحكم من مشايخ  
 الشيعة وجرت بينه وبين ابي البذيل مناظرات في علم الكلام منها في التشبيه حكي بن الرازي  
 عن مشايخ الحكم انه قال ان بينه عبود و بين الاجسام تشابها ما بوجه من الوجود ولو  
 لا ذلك لادلت عليه وحده الكعبى عنه انه قال هو جسم ذو بعض له قدر من الاقدار  
 ولكن لا يشبه شيئاً من المخلوقات ولا يشبه شئى ونقل عنه انه قال هو سبعة اشبار  
 بشير نفسه وانه في مكان مخصوص جهة مخصوصة وانه يتحرك وحركته فعله وليست من  
 مكان الى المكان وقال هو متناهي بالذات غير متناهي بالقدر وحده عنه ابو عيسى الوراق  
 انه قال ان الله تعالى مما سر لعرشه لا يفضل منه شئى وقال هشام بن سالم انه تعالى  
 على صورة انسان اعلا من فوق واسفله مصمت وهو نور اسود لكنه ليس بلحم ولا دم و  
 هذا هشام بن الحكم صاحب الغور في الاصول لا يجوز ان يغفل عن الزامته على المعتزلة  
 فان هذا الرجل وراء ما يلزمه على الخصم ودون ما يظهره من التشبيه وذلك  
 انه لزم العلاف فقال انك تقول الباري تعالى عالم بعلم وعلمه ذاته فيشارك المحدثات  
 في انه عالم بعلم ويأنيها في انه علم ذاته فيكون عالماً كالعالمين فلم لا تقول هو  
 لا كالأجسام وصورة لا كالصور وله قدر كما لاقدار الى غير ذلك ومحمد بن نعمان الملقب



جماعت سے پس اس کو قتل کر دیا پس ہمارے زمانہ کے موجودین سنی و شیعہ پر واجب ہے کہ جو کچھ مصنف اس کتاب میں لایا ہے باتباع اپنی شیخ  
 ابن تیمیہ کے اور امت حرمین میں اس کا مذہب پھیلائی کی غرض سے اس کو قبول نہ کریں بلکہ اس کو رد کریں اور پوری طرح سے اس کا انکار  
 کریں اور مصنف کو اپنی نیک بھائیوں میں سے سمجھیں اور نہ اپنے اعوان و انصار میں اس لئے کہ مصنف ان بدعتیوں کے انصار میں جو اس کے  
 پہلے اس عقیدہ پر گزری ہیں اور اگر یہ اس کے قبیلوں میں نہ ہوتا تو اس کے طریقہ پر اپنی کتابت لکھتا اور اپنا قول ان کے قول سے  
 مطابق نہ کرنا اور بدعتی لوگ ہشامیہ میں دو ہشام کی پیروی ایک ہشام بن حکم ہی جس نے تشبیہ میں مقالہ ایک کتابت عنیف کی ہے اور دوسرا  
 ہشام بن سالم جو البقیہ ہی جو پہلے ہشام کے طرز پر چلا ہے تشبیہ کے باب میں اور ہشام بن حکم مسکین شیعہ میں تھا اور ہمیں ابو الہذیل میں  
 متاخر جو کچھ بین علم کلام میں انہیں مناظر و ہمیں ایک مناظرہ تشبیہ میں ہوا ہے ابن راوندی نے ہشام بن حکم سے حکایت کی ہے کہ اس نے بیان  
 بیان کیا ہے کہ اس کے معبود اور اجسام میں ایک قسم کی مشابہت ہے اور اگر وہ مشابہت نہ ہوتی تو اجسام اوپر لالت کرتے اور کعبہ نے اس سے رویت  
 کی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ معبود ایک جسم ہی کہ جس کے بغیر ہیں اور اس کی ایک مقدار ہے مقادیر میں ولیکن وہ مخلوقات میں کسی کے مشابہ نہیں ہے  
 اور نہ کوئی شے اس کے مشابہ ہے اور اس سے مقول ہے کہ اس نے کہا ہے کہ اللہ اپنی نفس کی باشت سے شایستہ کا ہے اور وہ خاص جگہ میں ہے اور خاص  
 جہت میں اور وہ حرکت کرتا ہے اور اس کی حرکت اس کا فعل ہے اور اس کی حرکت ایک جگہ سے دوسری جگہ تک نہیں ہے اور کہا ہے کہ وہ باعتبار اپنی ذات کے  
 محدود ہے اور باعتبار اپنی قدرت کے غیر محدود ہے اور اس کو حق و راق نے اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عرش سے ملا ہوا ہے کو  
 عرش کا اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے اور ہشام بن سالم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کی صورت پر ہے اور پر کا حصہ اس کا خولدار ہے اور نیچے کا حصہ  
 شہوس ہے اور وہ سیاہ نور ہے لیکن وہ گوشت اور خون نہیں ہے اور پہلے ہشام بن حکم کہ جس نے اصول میں غور ایک کتاب لکھا ہے اس نے  
 جو الزامات معترضہ پر وارد کئے ہیں یاد رکھنے کے لائق ہیں اس لئے کہ یہ شخص دشمن کو الزام دینے میں بلند پرواز ہے اور تشبیہ کے  
 پیروں کو ہوا ہے اور اس کا بیان ہے کہ اس نے خلاف کو الزام دیا کہ تو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ عالم ہے ساتھ صفت علم کی اور اس کا علم عین ذات ہے پس تمہیں  
 چیزوں کی تشبیہ ہو گیا اس صفت میں کہ وہ عالم ہے ساتھ صفت علم کے اور ان کے مخالف ہوا اس امر میں کہ اس کا  
 علم اس کی ذات کا عین ہے پس وہ عالم ہو گا نہ مثل اور علم کے پس تو کیوں نہیں کہتا ہے کہ وہ جسم ہے نہ مثل اجسام کے اور وہ  
 ہے نہ مثل اور صورتوں کی اور اس کے واسطے مقدار ہے نہ مثل اور مقادیر کی اسی طرح پر ہیں اور صفات اس کے وہ محمد بن نعمان جس کا لقب



بشيطان الطاق والشبهة تقول هو من الطاق وافق هشام بن الحكم في ان الله تعالى  
 نور على صور انسان ويأبى ان يكون جسما لكنه قال قد ورد في الخبر ان الله خلق ادم  
 على صورته وعلى صورة الرجز فلا بد من تصديق الخبر ويحكي عن مقاتل بن سليمان  
 مثل مقالة في الصورة وكذا شيخنا عز داود الجواب بن نعيم بن حماد المصري وغيرهما  
 من اصحاب الحديث انه تعالى ذو صورة واعضاء ويحكي عن داود الجواب بن نعيم انه قال  
 وعوفي عن الفرج واللمعة واسئلوني عن ما وراء ذلك فان في الاخبار ما يثبت  
 ذلك ويروى في بعض النسخ ان علي بن ابي طالب قال يقطين وعمران المثلثة تحمل العرش والعرش  
 تحمل ارب سبعة اذ قد ورد في الخبر ان المثلثة ياطحيانا من وطأة عظمة الله تعالى  
 على العرش كذا في الملل للنسهر مستان ومنهم من يحكي ان الكرام السجستاني شيخ الكرامية سقط  
 الحديث على يدعة قال بن جرير ان ذلك حتى النقض من المذاهب ارداها ومن الاحاديث  
 اونهاوا ايضا قال جبل محمد بن كرم الايمان قول ابي المعرفته وقال بن كرام الايمان قول  
 ابن الحسن بن علي بن عتبة ان اكثر بقلبه فهو من ومن بدع الكرامية قتلهم في المعبد تعالى  
 في جسم لا في الاجسام وقد سقت احبار بن كرام في تاريخي الكبير وله اتباع ومريدون  
 عدد منهم بنيسابور لجل بسعته ثمانية اعوام ثم اخرج وسار الى بيت المقدس وما  
 بالشام في سنة خمس وخمسين ومائتين وعكف اصحابه على قبره مدة كما في الميزان  
 في تاريخ ابن النديم في كتاب المصنف في التنبه في صفحة (٢٠٠) هذه اقول المحدثين  
 اسبغوا لاه في نظراوي واليهتم من اهل الرواية والذراية والمحققين من الفقهاء  
 في الحديث في مشيئة في الصوفية وغيرهم اول دليل على انه تعالى منزلة عن الجهة بانها  
 من السعة وبخاثة في ذلك الما شبيهة فخصصوه به في الغفران اتفاقا ثم اختلفوا



شیطان طاق ہے اور شیعہ اس کو مومن طاق کہتے ہیں ہشام بن حکم کے موافق ہو گیا ہے اس عقیدہ میں  
 کہ اللہ تعالیٰ نور ہے آذی کی شکل میں اور وہ خدا کے لئے بدن ہونے کا انکار کرتا ہے لیکن اس نے  
 کہا ہے کہ خبر میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور یوں ہی وارد ہوا ہے  
 کہ جن کی شکل پیدا کیا اور ایسا ہی منقول ہے داؤد جوابی ولیم بن حماد مصری اور دوسرے محدثین  
 کہ اللہ تعالیٰ صورت و اعضا رکھتا ہے اور داؤد جوابی بے منقول ہے کہ تم مجھ کو فرج اور ڈاری کے  
 سوال سے معاف رکھو اور اس کے سوا جو چاہے سوال کرو اس لئے احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے  
 اور یونس بن عبد الرحمن قمی نے رجال یقین کا آواز دیا کہ وہ غلام تھا کہا ہے کہ فرشتے عرش کو اٹھائے  
 ہوئے ہیں اور عرش پروردگار کو اٹھائے ہوئے ہیں چنانچہ اس لئے کہ حدیث میں آگیا ہے کہ فرشتے کبھی کبھی لچک  
 جاتے ہیں عرش پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بوجھ پڑنے سے اسی طرح ہے مل و نخل شہرستانی میں وارد  
 اور اوہنیں بدعتوں میں سے ہے محمد بن کرام سجستانی کرامیہ کا شیخ کہ جسکی حدیث متروک ہے بدعتی ہونیکے  
 وجہ سے ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ شخص رسوا ہوا بیان تک کہ مذہبوں میں سے زیادہ روی مذہب کو  
 اسنے اختیار کیا ہے اور حدیثوں میں زیادہ وہی حدیثوں پر عامل ہوا اور نیز کہا ہے کہ ابن کرام نے  
 کہا ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کرنے کا نام ہے اور جو دل میں کفر کا اعتقاد رکھے مومن ہے اور کرامیہ  
 کی بدعتوں میں اسکا یہ قول ہے کہ حق تعالیٰ کا بدن ہے نہ اور بدعتوں کی طرح اور میں نے ابن کرام کی حدیثوں کو  
 اپنی تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے اور اس کے بہت سے پیرو اور مرید ہیں اور نیشاپور میں اپنی بدعت کی وجہ سے  
 آٹھ برس تک وہ قید رہا پھر وہاں سے رہا ہو کر بیت المقدس کی طرف چلا گیا اور شام میں ملک شام میں میر گیا اور اس  
 اصحاب مدت تک اس کی قبر جمع رہے جیسا کہ یہی میزان الامتثال میں مذکور ہے مفتی محمد حیدر صاحب دہلوی کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ محدثین  
 کہ امام لوطاوی بھی کہ اہل نزایت و ریاست ہیں اور محقق فقہاء و تکلمیہ ابو صوفیہ وغیرہم کی یہ افعال مذکورہ بہت بڑی دلیل ہیں اسی اللہ تعالیٰ  
 جہت پاک ہی تمام اہل سنت کے نزدیک اور یہاں میں شہد اہل سنت کا خلاف کیا ہو چیت تو کوساتہ پروردگار کو انہوں نے اتفاق خاص کیا پھر یہی وہ مختلف



فقيما بيناهم عند هب ابو عبيد الله <sup>عليه السلام</sup> بن كرام الى ان كونه في الجهة لكون الاجسام فيها  
 قال وهو مما س للصفحة العليا من العرش ويجوز عليه الحركة والانتقال وتبدل الجهات و  
 عليه اليهود حق قالوا العرش ينطصرت تحت اطيال الرحل الجليبيد وانه يفضل على العرش  
 من كل جهة اربع اصابع ومتر لم من قال هو محاذ للعرش غير مما س له فقبل بمسافة  
 متناهية وقيل غير متناهية ومنهم من قال ليس كونه في الجهة لكون الاجسام في الجهة  
 ببق انه ينفي عنه جميع خواص الاجسام حتى لا يبق الا اسم الجنس كذا في الواقع ومنهم  
 بن تيمية واصحابه من الروهابية حيث حلت عن بن تيمية انه قال في بعض تصانيفه انه  
 لا فرق عند بلاهة العقل بين ان يقال هو معدوم او ان يطلبته في جميع الامكنة فلم  
 يجد فلو لم يكن ذاته تعالى في مكان اصلا يلزم ان يكون معدوما واما ورده صاحب  
 مظهر النور بانه هذا قياس مولف من مقدمه مولف بهما من احكام المحسوسات المادية  
 الجسمانية ثم قاس عليها من هو متركة متعال عن الكل وقد نقل عنه انه يقول بتجدد قعر  
 من افاد العرش على سبيل المتعاقب لان الله تعالى عند مكاني اذ لي فلزوه ان يقول بان  
 العرش لا يتزال اذا اندرس واحده منه يضع اخر لجلوسه تعالى اللهم انما يكون الجكر  
 على العرش الجديد يوم النيرة واما يوم العيد وامثال ذلك كذا في مظهر النور المثلث  
 قر الدين الاورنجي اياي ومنها انه ثبت لاثبات مذهبه من اثبات الجهة والاستقرار  
 على العرش وخصر بالاسرائيليات التي رواها اليهود والنصارى عن التوراة والانجيل  
 من غير ما ادعى انهما موجودا الآن والقران الكريم يصفهما كما قال في صفة وليه ان  
 انما العبادات التي ينقلها رواية الاحاديث من التوراة والانجيل يوجب بعضها ان لا  
 في التوراة والانجيل وصحائف انبياء بني اسرائيل يوجد بعض الفاظها متفرقة في سور



پس ابوجہاؤند محمد بن کرام اس طرف گیا ہے کہ اس کا جیت ملین ہونا مثل اور احسام علویہ کے اور کہا ہے کہ وہ عرش کے فوقانی سطح سے  
 ملا ہوا ہے اور جس کے تحتین حرکت کرنا اور تبدیل مکانی اور جیت کا تبدیل جاتا ہے اور اسی باطل عقیدہ پر یہودیہ میں یہاں تک کہ  
 انہوں نے کہا ہے کہ عرش لچکتا ہے پروردگار کے نیچے جیسا کہ نیا کجاوہ اونٹ پر لچکتا ہے اور یہ کہ خدا عرش کے ہر جانب میں  
 بقدر چار انگشت بڑا ہوا ہے۔ اور انہیں سے بعض نے کہا ہے کہ خدا عرش کے محاذی ہے عرش سے ملا ہوا انہیں سے ہے پر بعض نے  
 عرش سے محدود مسافت کے فاصلہ پر ہے اور بعض نے کہا غیر محدود فاصلہ پر ہے اور بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کا جیت  
 علویہ نہ ہوتا اور احسام علویہ کی طرح سے نہیں ہے یہ قائل حیلہ صفات احسام پروردگار سے نفی کرتا ہے یہاں تک کہ کہیں  
 چوڑا ہے سوائے اسم جنس یعنی لفظ جسم کے ایسا ہی ہے مواقف میں اور شہتہ میں سے ہی ابن تیمیہ اور اس کے  
 صحابہ میں جو دبا ہے کہ جیتے میں اس کے کہ ابن تیمیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ جس کو اس نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا  
 ہے کہ بدایت عقل کے نزدیک کچھ فرق نہیں ہے اس میں کہ کہا جائے کہ خدا معدوم ہے یا اس کو مینے سب جگہ تلاش  
 کر پڑا اس کا پتا ملا پس اگر ذات الہی کسی مکان میں بالکلیہ نہ ہو تو اس کا معدوم ہونا لازم آئے اور اس کو منظر النور کے مصنف نے  
 رد کر دیا ہے کہ بنا طور کہ یہ ایک ایسا قیاس ہے کہ ترکیب دیا گیا ہے اور ان تصانیف و جہیہ سے جس کے ساتھ ابن تیمیہ کو الفت ہے یعنی  
 ہر شے وہ جسمانیہ کے احکام پر اسے قیاس کیا ہے اور اس کا کہ جو منفرہ اور برتر ہے تمام اشیاء سے اور ابن تیمیہ سے یہ  
 ہی منقول ہے کہ عرش کے غروب کے بعد دیکھتے دلتے رہتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نزدیک کلینی الہی ہر پس لو کہو  
 لانہم آیا تاں ہوتا اس مرا کہ ایک عرش جب کہا ہوتا تو دوسرا عرش ہندو گار کی جلوس کے لیا ہوتا دیا جاتا ہے اور خدا عرش چلوں اور یہاں تک کہ دن ہوتا  
 ہوگا اسی قبیل کے اور یہی اقوال ابن تیمیہ نے بکے میں جیسا کہ شہر نور میں مولانا فخر الدین اورنگ آبادی قدس سرہ نے بیان کر دئے ہیں۔  
 اور انہیں مقالات میں سے ہے کہ مصنف نے اثبات جنت و عرش پر بیٹھے وغیرہ عقاید باطلہ کو ثابت کرنے میں دستاویز  
 بنایا ہے اور احادیث و اشیاء کو کہ جو یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل وغیرہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ کتب سابقہ  
 ہنوز موجود ہیں اور قرآن کریم موجودہ کتب سابقہ کی صداقت بیان کرتا ہے جیسا کہ صفحہ (۲۷) میں کہا ہے اور  
 جانب دیگر کہ جن ہمارے لوگوں نے تورات و انجیل و قرآن میں جو کچھ لکھا ہے تو ان کے بعد بھی کتب سابقہ میں ہنوز موجود ہیں اور ان کے بعض اشیاء



شئ وكثير منها لا يوجد الآن في هذه الكتب الموجودة فيمحل ان اليهود والنصارى  
اسقطوها على وفق عادتهم المعروفة انهم اقربها للمفسرون من النصارى ويحتمل ان تكون  
لك العبارات منقولة من كتب احاديث موسى على نبينا وعليه الصلوة والسلام واحاديث انبياء  
بنى اسرائيل انتهى وقال في آخر هذه الصفحة وكذلك النصارى يطلقون انهم لا يجيل على  
الانجيل الاربعة التي جمعها متى ويوحنا ولوقا ومرقس فيها كلام الله انتهى ثم قال في صفحة  
وفرقة اخرته يدعون ان التوراة والزبور والانجيل وغيرها فقدت من الدنيا انتهى ثم انتهى  
على هذه الفرقة في آخر هذه الصفحة بقوله فهو لا يخالفون القواعد الشرعية ويتكلمون  
في شان الكتب المنزلة بكلمات تقشع منها جلود المؤمنين فان احاط في تكفيرهم لا قوام  
باصح هذه الكتب وبعدهم فقد انما فلا شك انهم مبتدعون بدعة عظيمة قاربا بها  
الكفر اعاذنا الله من شره ثم انتهى قد علم من هذه العبارات عدة دعاوى الاول ان الكتب  
التي كانت موجودة الى الان الثاني ان القرآن يصدق هذه الموجودة الثالث ان في اهل  
الكتب مفسرين ومحدثين الرابع ان من ينكر وجود الكتب المنزلة الان فهو مبتدع  
قريب الى الكفر وهذه الدعوى كلها باطلة قال صاحب قوت القلوب في جلد الثاني  
منه في صفحة (١٣٤) ومما فضل الله تعالى به هذه الامة على سائر الامم وخضعتها بنشد اشياء  
بتقية الاسناد فيهم باسبى خلف عمر سلت متصلا الى نبينا صلى الله عليه وسلم ما  
خلامر علمائنا وانما كانوا فيهم ينسخون الصحف كلها اختلفت صحيفة جدت فكان  
ثلاث اشرا العلم فيهم والثانية حفظ كتب الله المنزلة عن ظهر غيب وانما كانوا يقولون كتبهم  
نظر اولم يحفظ جميع كتب منزل الله تعالى قط غير كتابنا الاما الله تعالى العزيز  
من سورة بعد ان نجت نصخر جميعها عند احراق بيت المقدس ولذلك قال



مختلف مقامات میں متفرق ہو گئے ہیں اور بہت سے الفاظ اور عبارات کے ان کتب موجودہ میں اب مفقود ہیں پس احتمال  
ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی تلاوت مشہور کے مطابق اول الفاظ کو نکال ڈالا ہو جیسا کہ نصاریٰ کے مفسرین نے اس کا  
اقرار کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عبارتیں حضرت موسیٰ کی احادیث کی کتابوں سے اور نیز انبیاء بنی اسرائیل کی  
کتابوں سے نقل کی گئی ہوں انتہی پر صفحہ ۲۰۶ میں لکھا کہ (اور دو مسافر فرقہ کہتا ہے کہ تو رات و زبور انجیل وغیرہ دنیا سے  
مفقود ہو گئی ہیں انتہی ف اس فرقہ سے محققین علماء اسلام کی جماعت مراد ہے پہر اس فرقہ پر اسی صفحہ کے آخر میں اس طرح کے  
فتوے دیے ہیں کہ لوگ قواعد شرعیہ کے خلاف کرتے ہیں اور کتب مندرکہ کی شان میں ایسے کلمات بولتے ہیں کہ جن سے مومنوں کے  
رونقے کھڑے ہو جاتے ہیں پس اگر انکی تکفیر میں کوئی شخص امتیاز کرے اسوجہ سے کہ یہ لوگ کتابوں کی اصلیت کا اقرار کرتے ہیں  
اور ان کے گم ہو جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں پس اس میں تو شک نہیں ہے کہ یہ لوگ بہت بڑے بدعت کے مرتکب ہیں جس کی وجہ سے  
کفر کے قریب پہنچ گئے ہیں ہم کو پناہ میں رکھئے خداون کی شرارتوں سے انتہی ان عبارتوں سے مصنف کے چند دعوے معلوم ہوئے  
اول یہ کہ کتب سابقہ بنو موجود ہیں دوم یہ کہ قرآن ان موجودہ کتب کے کونانا ہے سوم یہ کہ اہل کتاب میں مفسرین و محدث  
ہوتے ہیں چہاں ہم یہ کہ جو شخص کتب سابقہ کے موجود ہونیکا انکار کرے وہ بدعتی ہے کہ کافر ہو نیکی قریب ہے اور یہ تلم و دھوے باطل ہیں  
قول "قلوب کے مصنف نے اسکی جلد ثانی کے صفحہ ۱۳۶) میں لکھا ہے (اور ان امور میں سے کہ جلی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس امت کو  
باقی تمام امتوں پر فضیلت بخشی ہے اور اسی امت کو ان کے ساتھ خاص کیا ہے تین چیزیں ہیں ایک اس امت میں اسناد کا باقی رکھنا ہے  
بالکلیہ سلف سے لیکر حلف تک کہ متفق ہے ہمارے نبی مسلم تک ہمارے علماء کے سوا دوسرے میں یہ بات نہیں ہے اگلی امتوں میں صرف  
یہ بات تھی یہ صحفوں کو لکھ رکھتے تھے جب یہ پرانے و بوسیدہ ہو جاتے دوسرے صحیفہ لکھ کر تیار کر لیتے پس یہ طریقہ علم کے نقل کا نہیں  
نہا اور دوسرا امر اس امت میں قرآن شریف کو بر زبان کر لیا ہے وراگلی امتیں اپنی کتابوں کو صرف ناظرہ تلاوت  
کرتی تھیں اور کوئی کتاب سہانی تمامہ کہیں حفظ نہیں کی گئی ہمارے کتاب یعنی قرآن کے سوا اگر  
ہاں جس کو خدا تعالیٰ نے حضرت عزیر پر ابھام کیا تھا یعنی تورات بعد اس کے بخت نصر نے تورات کے کل نسخوں کو  
جلا دیا تھا جبکہ دوسرے بیت المقدس کو جلا دیا تھا اور اسی سبب سے یہود کے ایک گروہ نے کہا ہے



سبط من اليهوداته ابن الله عز وجل ذلك علواً كبيراً المأخذه به وافردة من حفظ جميع التوراة  
 والثالث كل مؤمن من هذه الأئمة يستل عن علم الأيمان ويسمع قوله ويؤخذ من  
 رأيه وعلمه مع حدوث سنه ولم يكونوا فيها مضى يسمعون العلم الأمر الأحبار  
 والقسيسين والرهبان لا غير من الناس انهم فعلوا منه ان بتقية الاسناد خصيصاً لنا  
 لا غيرنا فلما لم يكن ذريعة بقاء العلم التي هي رواية الاسناد موجودة في غيرنا فكيف يدعون  
 ببقاء العلم المنزلة فيهم وايضاً وقت فيهم حوادث عظيمة فيهم من نجت نصرهم من  
 فيها اغنا قهرهم وحرقت كتبهم واول قهرهم حتى طرت كتابها لم تبق من كتابها من كور فكيف  
 يستيقن ان هذه الموجودة في ايدي النصارى واليهود التي اثبت عليها المصنف وبين ايدينا  
 كذا او كذا هي المنزلة من الله ويؤيده ما نقل صاحب عقائد الاسلام من علماء الاعلام  
 وقد صرح به الامام القرطبي في الاعلام والامام الرازي وغيره جميع علماء الاسلام  
 حوشت هذه المسئلة مما اتفقت عليه الامة لسيد الاش والجن وسيأتي بيانها  
 في مقامها ان شاء الله تعالى فعلم ان حيل الابتداء والتفسيق على منكري الكتب الموجودة  
 منه ليس بصحيح ومنها ان المصنف لما راي بين عقيدة الجهمية والاستقرار على العرش  
 ان الله صريحه لعقيدة العينية والوحدانية مذهب الى ابطال العينية وشمرديله لتكفير  
 ارباب وحدة الوجود واقتضى على شيخ المعرفة واصحابه بانهم موافقون له في اثبات  
 الجهمية ويدينونه وجود الخلق عن الخلق حيث قال في صفه (٢٢) واملوا الملاحدة  
 اثمة الامانة فانكار وجود الحق سبحانه تعالى على الخلق لانهم يقولون العالم كله  
 هو الله وليس غير شئ معه موجود في الخارج كالكل الطبع وجريانه ليس غيرها  
 موجود ولا شك ان قلة العينية بهذه المعنى كفر يخرج بل شدة كفره ليس كل من لا مشركاً



حضرت انس کے بیٹے ہیں اور انہوں نے اس قول کی بہت پاک ہے یہ زعم یہود کو اس وجہ سے ہوا کہ حفظ تورات کے ساتھ ہند  
 حضرت علیہ السلام ہی کو خاص و متفرد کیا اور تیسرا امر یہ ہے اس امت کے ہر مسلمان سے مسئلہ ایمان میں سوال کیا جاتا ہے اور  
 اس کا قول سنا جاتا ہے اور اس کی رائے عمل کیا جاتا ہے اگرچہ وہ کم سن ہو اور اگلی امت میں صرف احبار و قہمیں  
 وہ بہانوں سے علم کو دریافت کرتے تھے نہ دوسرے لوگوں سے انتہی پس اس نقل سے معلوم ہوا کہ اسناد باقی رہ گئی  
 ہمارا ہی خاصہ ہے نہ ہمارے غیر کا پہلا کتاب میں علم کے باقی رہی کا اعتقاد کیونکر کیا جائے اور نہ نجات نصر کے  
 نہ نہ میں اور ہر بڑے بڑے حادثے پر پائے ہیں کہ جن میں اون کی گردنیں ماری گئی اور اون کی کتابیں اور اور  
 جلانے گئے یہاں تک کہ گویا اون کتابوں کا وجود ہی نہ تھا پہر کیونکر یقین کر لیا جائے کہ یہ کتابیں جو یہود و نصاریٰ  
 کے ہاتھوں میں موجود ہیں اور جن کی مصنفین تعریف کی ہے اور چنان و چین اون کے اوصاف بیان کئے ہیں  
 وہی کتابیں ہیں جو خدا کے پاس سے نازل کی گئی تھیں اور اسی کی تائید کرتا ہے وہ کلام جس کو عقاید اسلام کے مصنفین  
 نقل کیا ہے زبردست علماء اور امام قرطبی نے اعلام میں اور امام رازی و غیرہ تمام علماء اسلام نے اسکی صراحت  
 کر دی ہے یہاں تک کہ یہ مسئلہ حضرت سیدنا انس و جان صلعم کی امت میں متفق علیہا ہو گیا ہے اور اس کا بیان مختصراً  
 اس کے مقام میں آئیگا پس معلوم ہوا کہ کتب موجودہ کے انکار کرنے والوں پر بدعتی و فاسق ہونے کا فتوے دینا  
 صحیح نہیں ہے اور ان مواقع میں سے یہ ہے کہ مصنفین جبکہ جہت و عرش پر ہونے میں اور عینہ وحدت  
 صریح ثابت و پہچانی ہو باطنیت کے باطن کرنا غرور و تدبیر با اور وحدت وجود کے تائید کو کفر کہنے پر آمادہ ہو  
 اور حضرت شیخ زحیم "ابن العربی" کے جواب پر اس مسئلہ پر رازی کہ یہ لوگ اجماع جہت اور وجود حق  
 کے مخلوق سے بالاتر ہیں مصنف کے موقوف تھے چنانچہ صفحہ ۶۸ میں کہتا ہے اور ابن طہطاوی کہ یہ قول کہ  
 نہیں ہے غرور و تدبیر رہا ہے پس یہ انکار ہے حق تعالیٰ کے علاوہ موجود نہ ہو سوسے سیکہ یہ لوگ کہتے ہیں  
 کہ عالم ہمارا ایسی اور اس کا غیر کو ہائے شے اس کے ساتھ خارج میں موجود نہیں جس طرح کا طبیعی اور اسکی خبریات ہیں غرور و تدبیر  
 موجود نہیں ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ عینیت کا توکل نہ ہو مگر یہ کہ یہ کفر ہے بلکہ بدعت ہے کفر ہے اسلئے کہ کوئی کفر



بتکر وجود الحق علامه عز و تنالی عما یقول الظالمون علواً لیبرالته وقال فی صفحہ (۶۲) وقد  
 اکثر الشیخ وغیره من اهل المعرفة انسابه والخلفه فتصانیفهم من ذکر مثال ظل  
 الانسان وعکسه فی المرأة فتقولهم موافق لقول علماء السلف ان الله علی عرشه  
 بائن من خلقه فان الانسان بائن من ظله وعکسه انتہ فتقول بتوفیق الله وعونه ان  
 اهل الاسلام فی مسئلہ وجود الحق تعالیٰ علی ثلثۃ انحاء اجمادیه وشہودیہ ووجود  
 فالاولون ذهبوا الی غیریہ وجود الحق تعالیٰ عن وجود الخلق والنسبۃ بینہما عندہم  
 کالکلال والکونۃ والشہودیہ وہم صاحب الظل والعکس قالون بان وجود الحق  
 اصل وجود الخلق ظله وعکسه وعلی قول هذه الطائفة لا یتاتی الحمل بالمواطاة  
 بل یقال ہما اوست بل یقال ہما ازوست والوجودیۃ ارباب لعینیۃ والوحدة یقولون  
 ان الوجود هو الله ولا وجود غیر الله فالوجود هو الله والله هو الموجود وعندہم  
 یصح الحمل بالمواطاة ویقال ہما اوست کما قال عارف بالله المرزا مظہر خاں خانقاہ  
 فی المکتوبات الثالث من مکتوباتہ بالفارسیۃ بد انکہ نسبت در لغت عرب عبارتست  
 از علاقہ بین الطرفين ودر اصطلاح صوفیہ مراد از علاقہ ایست کہ خالق جن تجدد وخلق واقع است بمشکلیں تعبیر  
 از ان نسبت بصانعیۃ ومنتوعیۃ میکند چون نسبت کلال با کوزہ از کتاب وسنت ہمین معلوم می شود و  
 صوفیہ اگر وجودیہ اند تعبیر از ان نسبت بظہور وحدت و کثرت میکند مثل ظہور آب در صور موج و حباب  
 و میگویند کہ این کثرت اعتباری مزاحم وحدت حقیقی ماہ مطلق نیست و حاصل این تعبیر اثبات عینیت  
 خلق است با حق و این معنی را بتاویلات و تمثیلات مشروع و محقول می سازند و اگر شہودیہ اند نسبت  
 ظل با اصل چون نسبت اضواء منبسطہ شمس یا شمس میفرماید و ظل اینجا بمعنی تجلی است یعنی ظہور شمس  
 در مرتبہ ثانیہ و این کثرت ظلی نیز محمل وحدت حقیقی شمس نمی تواند شد این قدر فرستادیم تا ان تعبیر



اللہ تعالیٰ علحدہ وجود کا منکر نہیں ہے برتر ہے خدا ان ظالموں کے قول سے بہت برتر ہونا انتہی اور صفحہ ۲۳  
 میں لکھا ہے (مور تحقیق شیخ محی الدین عربی اور دوسرے پچھلے عارفوں نے اپنی کتابوں میں انسان کے سائے  
 اور آئینہ میں اوس کے عکس کی مثال کو اکثر بیان کیا ہے پس ان بزرگوں کا قول صلائے سلف کے قول سے  
 موافق ہے کہ اللہ اپنے عرش پر ہے اپنی مخلوق سے جدا ہی اس لئے کہ انسان اپنے سائے اور عکس سے جدا  
 انتہی اب ہم اس کی توفیق احمد اوسکی مدد سے کہتے ہیں کہ تمام مسلمان وجود حق کے مسئلہ میں تین قسم پر ہے ایک  
 و شہودیہ و وجودیہ۔ پس ایجاد یہ قائل ہیں کہ وجود حق خیر ہے وجود خلق کا اور نسبت ان دونوں وجود میں اوس کے  
 نزدیک کوزہ گر اور کوزہ کی ہے اور شہودیہ اویسی لوگ مل و عکس کی مثال دینے والے ہیں قائل ہیں کہ وجود حق اصل  
 ہے اور وجود خلق اوس کا ظل و عکس ہے اور اس گروہ کے قول پر حمل بالمواظاة درست نہیں ہی پس نہ کہا جائیگا کہ  
 سب ہی ہے بلکہ کہا جائیگا کہ سب اوس میں اور وجودیہ کی عینیت اور وحدت وجود کا قول کرتے ہیں اور ان کا قول  
 یہ ہے کہ وجود اللہ ہی ہے اور کوئی وجود اللہ کا غیر نہیں ہے پس موجود اللہ ہی ہے اور اللہ ہی موجود ہے اور ان کے  
 مذہب پر حمل بالمواظاة درست ہے اور کہا جاتا ہے کہ سب اللہ ہی جیسا کہ عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں  
 نے اپنی مکتوبات کے تیسرے مکتوب میں فارسی عبارت میں فرمایا ہے (جانتا چاہئے کہ نسبت عربی زبان میں  
 دو چیزوں میں علاقہ سے عبارت ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں عبارت سے اوس علاقہ سے کہ خالق جل مجدہ اور  
 اوس کی مخلوق کے درمیان واقع ہے اور علم کلام والے اوس نسبت کی تعبیر صانعیت و مصنوعیت کیا  
 کرتے ہیں جیسے کوزہ گر کو کوزہ سے نسبت ہے اور کتاب و سنت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور صوفیہ  
 اگر وجودیہ ہیں اوس نسبت کی تعبیر کثرت میں و درت کے خلاف ہے نیز یہ کہتے ہیں جس طرح کہ فی موج و جزا کی صورتوں میں  
 اور کہتے ہیں کہ یہ اعتباری کثرت مطلق یا کئی وحدت حقیقی کو یہ نہیں کہتے اور نہ ہی بیحد و حد مطلق کو یہ نہیں کہتے کہ ہر حق کے ساتھ  
 اور اس معنی کو تاویلون اور مثالوں سے شروع و معقول کرتے ہیں اور اگر شہودیہ میں اصل کثرت کی نسبت تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ آفتاب کی پہلی جگہ  
 کہہ کر آفتاب نسبت اذہل کی معنی یہاں پہنچائی کہ میں بغیر شکر کا ظہر ہونا و سرسبز ہیں۔ یہ کثرت مطلق یا کئی وحدت حقیقی میں خلافت انہی میں



اهل وثاقی که چنانچه نظر را حقیقت دیگر غیر از اصل و نسبت همان اصل در مرتبه ثانی ظهور کرده خود را اطل و انموده است  
 اما حمل و اطاعت یکدیگر بر دیگر از اینجاست نیست و در صورت امواج و دریا صحیح است پس شهودینا زین تعبیر منزه  
 اثبات غیرت میکنند بطوریکه در توحید وجود حقیقی خلل نکند و این معنی را از کتاب و سنت با سانی توان استنباط  
 کرد و انتهی فعلم ان الصوفیة وجودیه کانت او شهودیه کلام متفقون فمسئله الوجد  
 غیر قائلین بالمبائنة كما فهمه المصنف من مثال الظل والعس غایة ما فی الباب ان الشهودیه  
 منهم قایلون بالمغايرة الاعتبارية من وجه بحيث لا یخیل بالوحدة الحقیقة اصلاً  
 و این المغايرة الاعتبارية من المبائنة الحقیقة و نسبت المبائنة الحقیقة الیهم سیمای  
 شیخ المعرفة و هو امام الوجودیه عجیب جدا و لما تمهد هذا فقول ان الشيخ محی الدین  
 بن عربی قدس الله سره العزیز من الوجودیه بل هو امامهم فی هذا الباب کما قال  
 صاحب جواهر الحقائق فی صفحه (۸۷)، شیخ محی الدین بن عربی بنجر حقایق است کمالات و  
 از مصنفاتش خصوصاً فصوص و فتوحاتش هویدا است متقدمان و سبب هر چند در غلبات سکر سحران  
 توحید و اتحاد با اشارات و رموز اناتجی بجائی گفته اند اما هیچ یک ازین طائفه پیش از شیخ بتفصیل ان پرداخته  
 و وجه اتحاد را باین هیچ بیان نکرده و باین علوم و اسرار زبان نگشاده است او است که سخن معرفت و  
 عرفان بنیاد نهاده است و شرح و بسط داده است که از توحید و اتحاد و تفصیل آن سخن گفته و منشأ تعدد و  
 تکثر را بیان فرموده است و او است که بیرون خانه علم ظهوری اثبات نکرده و در امور اجمالی و مظاهر  
 شهود و مشاهد و رویت تجویز ننموده است و او است که وجود را بالکان بحق سبحانه داده و عالم موهوم  
 و تمحیل ساخته است و او است که عالم را عین حق دانسته است و متاخرین و از برکات و انتفاضه نموده و  
 از معارف و خط و افکر گرفته اند و حکم عیال و دارند پس شیخ برهان متقدمان و محبت متاخران است  
 جزا الله سبحانه عما جزا النحر و قدوة قائلان وحدت وجود است بسیار از فقهاء و علما ظاهر در و طعن کرده اند



پہلی اور دوسری تعبیر میں اسی قدر فرق ہے کہ اگرچہ سایہ کی کوئی حقیقت اپنی اصل کے سوا نہیں ہے اور اسی اصل نے دوسرے  
 مرتبہ میں ظاہر ہو کر اپنے سائے کو ظاہر کیا ہے لیکن حمل مواعظ الیگندوسرے پر اس فعل پر صحیح نہیں ہے اور موج و  
 دریا کی صورتیں صحیح ہے پس شہود یہ اس تعبیر سے ایک طرح کی غیریت ثابت کرتے ہیں ایسی طور پر کہ وجود حقیقی کی توحید میں  
 خلل انداز نہ ہو اور اسمعی کو کتاب سنت سے باسانی ثابت کرنا ممکن ہے انتہی پس اس نقل سے معلوم ہوا کہ تمام صوفیہ وجودیہ ہوں  
 یا شہود یہ وحدت وجود کے مسئلہ میں متفق ہیں اور مبائن ہونیکے قائل نہیں ہیں جیسا کہ مصنف نے ظن و عکس کی  
 مثال سے سمجھ لیا ہے غایت یہ ہے کہ شہود یہ ایک قسم کی مغائرت اعتباری کے قائل ہیں اس طرح کہ وحدت حقیقتہ  
 میں اصلاً خلل انداز نہیں ہے اور اعتباری مغائرت کو حقیقی بنائنت سے کیا نسبت سے پس مبائنت حقیقی کی نسبت  
 کرنا صوفیہ کے طرف خصوصاً معرفت کے شیخ (محی الدین بن العربی) کے طرف وہ وجودیہ کے امام ہیں قطعاً عجیب ہے  
 اور جبکہ یہ مقدمہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ شیخ محی الدین بن العربی قدس سرہ الغریب وجودیہ میں ہیں  
 بلکہ وہ اسباب میں وجودیہ کے امام ہیں چنانچہ جواہر الحقائق کے مصنف نے صفحہ (۸۷) میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین  
 بن عربی حقائق کو دریا میں اون کے کمالات اون کی کتابوں سے خاص کر اون کی فصوص اور فتوحات کے روش  
 میں اون کے پہلوں نے اگرچہ سکر کے غلبہ میں توحید و اتحاد کی باتیں اناحق و سبحانی کے رموز و اشارات میں  
 کہے ہیں لیکن کوئی شخص اس گروہ میں سے شیخ سے پیشتر اس کی تفصیل میں مشغول نہیں ہوا اور اتحاد  
 جب کہ شیخ کے مانند بیان نہیں کیا اور ان علوم و اسرار میں زبان نہیں کہوتی اسی نے معرفت و عرفان کے مسئلہ کی  
 بنیاد قائم کی اور اوسکو اچھی طرح بیان بسط کے تمہید بیان کیا اوس نے توحید و اتحاد اور اوسکی تفصیل میں کلام کیا اور تعدد و تکرار کا منشا بنایا  
 اور اسنو خانہ غلم کی باہر کسی طور کا اثبات جائز نہیں کیا اور مجالی و ظاہر کے مساویں شہود و مشاہدہ و رویت کو ناجائز کیا اور اسی نے  
 وجود کو بالکل حق سبحانی میں منحصر کر دیا اور عالم کو محض مہیوم و خیالی قرار دیا اور اسی عالم کو عین حق جانا اور اوس کے پہلوں نے اوسکی  
 برکات و فیض پائے اور اوسکو معارف کمال حاصل کیا اور اوسکی خیالیں ممکنات داخل ہو پس شیخ پہلوں کے برہان اور پہلوں کی محبت ہی اسد پاک  
 اوسکو ہر طرف اچھا بلا دے وحدت وجود کے قائلین کا وہ پیشوا ہے پرست سے ملاؤن اور ظاہر کے علم اوس پر ظن کیا ہے



فعلم من ههنا التحقيق ان ما نسب المصنف الى الشيخ من مثال الظل والعكس ليس  
على التحقيق لانه تصوير للمذهب الشهودية والشيخ من الوجودية فكيف ينج هذا  
المثال على منواله وايضا نسبة البينونة والاستقلال الى افتراء عظيم عليه حاشا عن  
ذات اما بيان مسألة العينية على وجه الاجمال بحيث يتكشف حقيقة الحال فوق  
بتوفيق الله تعالى وعونه ارجو حقيقة الحق سبحانه عند الوجودية هو الوجود المطلق فليست  
شيئا سواه والوجود هو تلك الحقيقة فليس هو شيئا غيرها وتلك الحقيقة هو الوجود  
فليست هي غير وجود اصلا والموجود هو تلك الحقيقة فلا موجود ما عداها كذا في  
مظهر النور ان حقيقة كل شيء عندهم هي الحقيقة الحق مع اعتبارها من الاعتبار  
اللانزهة لها المقتضية للآثار والاحكام قيل من سراية الحقيقة فالحقائق كلها  
وهي يستلزم تحقيق جميع الالزامات بان في كل حقيقة حقيقة لكونها الانزهة لها وهو قريب  
الآثار في كل منها لاجل كونها مقتضيات الاعتبارات ولهذا الزعمهم القول  
بأنه راجع كل شئ وقرب آثار جميع الاشياء على كل شئ الا ان اصحاب اللون  
والبر ونحو الاندماج بالاجسام والصوفية عموما في جميع الحقائق كلها وكثرة  
الحقائق حقيقة عند اصحاب اللون اعتبارية عند الصوفية كذا في مظهر النور وقال  
الشيخ قد سوسق ان النظام اصاب في قوله بان العالم لعراض مجتمعه ولخطا انه لم يقل  
بقيا م تلك الاعراض بذات واحدة فيومتها لم يثبت حقيقة غير حقيقة الحق سبحانه  
على نحو الاستقلال قالت الصوفية حقائق الامانة كلها اعراض مجتمعة بعضها الى بعض  
وقياه جملة تلك الاعراض بالذات القائمة بالذات القيومية فانك لو فصلت حقيقة  
الانسان وحلتهما لم تجد فيها الا اعراضا متعلقة بالنطق والحس والحركة



پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مصنف نے ظن و فکر کی مثال لایا کی نسبت جو شیخ کی طرف کی ہے خلاف تحقیق ہے اس لئے کہ یہ  
 شہود کے مذہب کی تصویر ہے اور شیخ محی الدین بن عربی وجود بین سے ہیں پس یہ مثال اہل ان کے مذہب پر کیونکر درست  
 ہوگی اور نیز باین ہو اور عرش پر بیٹھنے کا عقیدہ شیخ کی طرف منسوب کرنا شیخ پر بہت بڑی تہمت ہے شیخ اس سے بڑی پھر شیخ اس سے بڑی  
 لیکن عینیت کے مسئلہ کا بیان باجمالی طور پر جس سے حقیقت حال کے لہجہ ای نہیں ہم بیان کرتے ہیں خدا کی توفیق و مدد سے کہ جن جہاں  
 کی حقیقت وجود یہ کے مذہب میں صرف وجود مطلق ہے اس حقیقت بجز وجود مطلق اور کچھ نہیں ہے اور وجود مطلق میں  
 حقیقت حق ہے پس اس حقیقت حق وجود مطلق اور کچھ نہیں ہے اور وہی حقیقت موجود ہے پس وہ ہرگز  
 غیر موجود نہیں اور موجود وہی حقیقت ہے پس غیر حقیقت موجود نہیں ہے اسے طرح لکھا ہے منظر نور میں اور  
 ہر شے کی حقیقت وجود کے نزدیک وہی حقیقت حق ہے سو ایک اعتبار کے اس کے اعتبار سے جو کہ اس کو  
 لازم ہیں اور آثار اور احکام خارجیہ کے مقتضی ہیں پس اس قول پر حقیقت حق کا سرایت کرنا تمام حقایق میں لازم  
 ہے اور وہ حقیقت ہر حقیقت میں پائے جانے کی واسطے اپنے جدا اعتبارات کے پائے جا سیکو معلوم ہے کیونکہ وہ  
 اعتبارات حقیقت حق کو لازم ہیں اور وہ مرتب ہوتا ہے آئنا کا ہر حقیقت میں کیونکہ وہ حقایق اعتبارات کے حقیقت  
 میں اسی وجہ سے ان پر لازم ہو گیا ہے قول کرنا اندراج کل کا کل میں اور وہ مرتب ہونے آثار تمام اشیاء کا سرایت  
 پر مگر اصحاب کون دروز نے اندراج کو اجسام ہی کیساتھ خاص کیا ہے اور صوفیہ نے جملہ اشیاء میں اندراج  
 عام لکھا ہے ایسا ہی لکھا ہے منظر نور میں اور شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ نظام انہی اس  
 قول میں کہ عالم نام ہے اعراض مجتمہ کا مصیبت ہے لیکن وہ چوک گیا ہے اس میں کہ وہ ان اعراض کے قائم ہونے کا ایک  
 ذات میں کہ ان کی قائم رہنے والی ہی قائل نہیں ہو اب جس جگہ کوئی حقیقت مستقل طور پر حقیقت حق کے سوا ثابت نہ ہوئی صوفیہ  
 قائل ہو گئے کہ عالم کی حقایق سب کی سب اعراض مجتمہ میں بعض اہل ان کے بعض کے ساتھ اور ان سب کا قیام ذات حق کے ساتھ  
 کہ جو بالذات قائم ہے اور دوسرے حقایق کو قائم رکھنے والی ہے اس لئے کہ تو اگر انسان کی حقیقت کی تفصیل کرے  
 اور اس کو کہوں کہ وہ اپنے او میں اعراض متحدہ کے سوا کچھ نہ پائے گا کہ وہ نطق و حس و حرکت ہے اس لئے



قال صاحب جواهر الحقائق بآيد انست که نزد ارباب و عدة الوجود وجود خارجی عين وجود حق سبحانه تعالى  
 است بدليل آيتي وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى وكرمه هو الاول والاخر والظاهر  
 والباطن وحديث لوحى اوحى الى الارض السابعة لهبط على الله وحديث واذا امرت  
 فلم تعدنى الا وغيرهما من الايت والاحاديث والاقاويل والدلائل الدالة على العينية  
 جنانچه موج عين و سيف عين جسم است بچنان وجود خارجی عين وجود عام بود چه نزد وجوديه موجوديكه در خارج  
 بود و آثار خارجی بروى مرتب شود و وجود محتاج بغيره ضميمه است يانه اول ممكن بود و ثانى واجب اين ضميمه  
 ديود بنسب بر مياكل موجودانست و قايم بذاته و مقوم لغيره است و بالذات متعين نبود و بنوعى از آثار  
 عند الناس معلوم اند مختص نباشد در قديم قديم و در حادث حادث و او را وجود و صادر اول نزول  
 اما صدور او مقارن حق از ليست (د قال في هامشه) صفحه ۲۲، چه وجود بمنزله كلى طبعى است وجود  
 يك فرد موجود ميشود و چون وجود حقيقى فردى از افراد است پس بتحقيق وجود حق در انزل اين  
 وجود بنسب نیز نازل متحقق نخواهد شد و زمانى نسبت انتفى بقدر الحاجة و من شاء التفصيل  
 فليوجه اليه وقال مولانا عبد الرحمن الصوفي في كلمة الحق ان التوحيد اقدم من  
 اركان الايمان وكلمة التوحيد لا اله الا الله اول المحكمات الخمس التى بنى عليها الاسلام  
 والتبديد بقية مجمعة مضمونها واجبة على كل مسلم ومسلمة والامة المرجومة كلها الا واحد  
 من الصوفية الصافية قدست اسرارهم زعموا ان لامد لول لكلمة الطيبة الا انه سبحانه  
 واحد و مستحق للعبادة وليس الا مركزا للكلان مشركى العرب ايضا كانوا مصدقين بوحدة  
 سبحانه و مقربين بان الله مستحق للعبادة ولم يقل احد للصنم انه الله وب العالمين  
 يقولهم ما نعبد هم الا ليقربونا الى الله زلفا وهو لا يشفعا عرنا  
 عند الله فلو كان مدلول الكلمة الطيبة هو



جو اہل الحقائق کے مصنف نے کہا ہے دجائنا چاہے کہ وجودیکے نزدیک وجود خارجی وجود حق سجا رہا ہیں  
تسے بدلیل آیت (اور نہیں پھینکا تو نے جبکہ پھینکا تو نے لیکن اللہ نے پھینکا) اور بدلیل آیت (وہی اقل اور بزرگ  
اور ظاہر اور باطن ہے) و بدلیل حدیث (اگر پھینکا جائے ایک تم میں کا ساتویں زمین کے طرف اسد ہی پوجا کر  
متنبی ہوگا) و بدلیل حدیث (اور جبکہ میں بیمار ہوا پس تو نے میری عیادت نہ کی) اور اس کے سوا اور بہت سی آیتیں  
و حدیثیں و اقوال و دلائل ہیں کہ وجود کے عین ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ موج عین دریا ہے اور تلوار عین جسم  
اسی طرح وجود خارجی عین وجود عام ہے اس لئے کہ وجودیکے نزدیک جو موجود کہ خارج میں ہے اور آثار خارجیوں کے  
مترتب ہوتے ہیں وجود میں ضمیمہ لانے کا محتاج ہے یا نہیں ہے اول ممکن ہے اور دوسرا واجب اور یہ ضمیمہ ایک وجود ہے  
کہ تمام موجودات کے ہیکلون پر پھیلا ہوا ہے اور اپنی ذات سے قایم اور اپنے غیر کا قایم کرنے والا ہے اور بذات خود غیر  
ہے اور خاص قسم کے آثار سے کہ جو لوگوں کو معلوم میں مخصوص نہیں ہے قدیم میں قدیم اور حادث میں حادث ہی  
اور اومی کو وجود عام اور صادر اول ہی کہتے ہیں لیکن اس کا صدور حق انہی کے مقارن ہے اور اس کے شاہد  
میں کہا ہے) اس لئے کہ وجود بمنزکہ کلی طبعی کے ہی ایک فرد کے وجود سے موجود ہو جاتا ہے اور جبکہ جو حقیقی اور وجود عام کا  
ایک فرد ہے پس جو حق کے انہی میں ہو فیسیہ یہ وجود منبسط ہی انہی میں پایا جائیگا اور زمانہ کی ساتھ متعین نہیں ہے  
تمام ہوا کلام صاحب جو اہل الحقائق کا بقدر حاجت اور جو شخص تفصیل کو چاہے اس کتاب کے طرف رجوع کرے اور اللہ  
عبدالرحمن صوفی نے کلمہ الحق میں لکھا ہے تحقیق کہ توحید ارکان ایمان کا پہلا رکن ہے اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ اولیٰ  
پانچ محکمات کا ہے کہ جن پر اسلام بنا کیا گیا ہے اور اس کلمہ کے مضمون کی تصدیق واجب ہے ہر مسلم و مسلمہ پر اور کل امت  
موجودہ سوائے صوفیہ کرام کے اعتقاد کر لیا ہے کہ کلمہ طیبہ کے معنی ہیں کہ اسد پاک یکتا ہے اور عبادت کا مستحق ہے حالانکہ  
کلمہ کا مضمون ایسا نہیں ہے اس لئے عرب کے مشرک ہی مذہبے پاک کے یکتائی کے قائل تھے اور اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ  
ہی عبادت کا مستحق ہے اور کسی مشرک نہیں کہا کرتے تھے کہ بت خدائیں پروردگار سا جہان کا اذن کا قول تو یہ ہے کہ ہم بتوں کو صرف خدا کی  
یہاں نزدیک حاصل ہوئی کیونکہ اسے مانتے ہیں اور بت ہماری سفارش کیونکہ الہی بن خدا کی درگاہ میں پس اگر کلمہ طیبہ کا مضمون ہی



المعنى المذكور فقط لم يكن بين المشركين والمسلمين فرق ولا سبب انما نزلت لودنر عمر  
 المشركين وجميع الانبياء عليهم الصلوة والسلام امروا بالقائها الى امرهم مطلقا وقال نبينا و  
 شفيعا محمد رسول الله صلعم اموت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فعلم  
 ان مدلول الكلمة الطيبة امر قدام انكره المشركون انكارا شديدا ووزعوا الغيرة بينه  
 سبحانه وبين الالهة وسائر الاشياء فنزل في ردهم لا اله الا الله يعني كل  
 توهماتهم غير الله ليس بغير الله بل عينه وسيظهر صحة هذا المعنى بما لا مزيد عليه  
 انشاء الله تعالى انتم فقد ظهر من هذه النقول ان المصنف غلط في فهم مذهب  
 الصوفية ومنشأه انه لما كان منهم كاهن مستغرقا في لبح العقائد الباطلة من اثبات  
 الجهة والاستقرار على العرش والبيوتة وغيرها لله تعالى وكان مصداقا  
 للكبرية والذين في قلوبهم زيغ فتبعون ما تشاء بها منه ابتغاء الفتنة  
 وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله ونظر وقاس كلام العرفاء على ما ارتكز في  
 زعمه واشرب في قلبه وشغفه حبه فوقع فيما وقع لا محالة والعجب منه انه يدعي الصوفية  
 ويصف نفسه بهذا الوصف ولا يعلم ما التصوف وما التوحيد عند ارباب هذا العلم  
 ولو كان من مسترشدى هذه الطائفة العالية وطالبيهم ومريديهم ومصلحيهم  
 لبلغ مبلغهم ودرج مسلكهم ومشرقيهم كما قال صاحب مظهر النور بنان معتقد  
 الصوفية في هذه المسئلة بل في جميع المسائل ليس على الاقضية والدلائل بل على  
 العيان الصريح والكشف الصحيح وما يحصل به الكشف والعيان نور يودعه الله تعالى  
 في عين القلب يرى به الاشياء على ما هي عليه ويدرك به ما لا سبيل للعقل اليه وملاك  
 ظهور هذا النور ان كان على عناية الله تعالى التي يجتبي بها من يشاء من عباده لكنه قد يبطئه الله تعالى







بالتوجه التام إلى القبلة الأحديده على طريقة التسيب الله بحجة اليه من يشاء ويهدي  
 اليه من ينيب انتهى وقال أيضاً وللتوجه طرق شتى يهدي السالكون ويرشدون إليها  
 على حسب مراتبهم ومناجاتهم لها وشرائط كثيرة أعظمها تفرغ القلب وتطهيرها بقلع  
 الأثام والتقى قدس بها وهي علوم وأدراكات القاهها اليه الأجاء وإملاها المعلمون المحبون  
 في أول الأمر وبدا الفطرة كما علوا وعلموا من آباءهم ومعلميهم حين كانت نفوسهم هيولانية  
 حتى صارت عندها كانهما صوريات اوليات او فطريات وعلوم استخرجها من الحجج التي  
 مبادى بها تلك العلوم الماخوذة الكاذبة الموهومة بالصدور والبداهت حتى سرت كذبها فيها  
 أنتجت وبلدت انتهى هذا وأما تكفير الأرياب العينية في هذا المقام والمسلمين الخالفين له في  
 عقائده الباطلة فهو موضع آخر فليس من صنيع الصحابة ولا تابعيهم ولا من سنة أهل  
 السنة وأئمتهم ومقلديهم بل هو من خصائص الخوارج وشنايع أهل البدعة كما قال  
 صاحب الأصول في الأهمية في الرد على الوهابية للطبعة في نسخة الأخبار في المصنف في صفحة  
 ثمان الخوارج اعتزلوا وابتدعوا المسلمين الإمام ومن معه بالقتال فسار عليهم على رضى الله  
 عنه وجرى المسلمين منهم أمور هائلة يطول وصفها ومع هذا كله لم يكفرهم الصحابة  
 والتابعون ولا أئمة الاسلام ولا قال لهم على ولا غيرهم الصحابة قامت عليكم  
 الحجة وبيننا حتى فانظر رحمك الله إلى طريقة أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 في الإجماع عن تكفير من يدعي الاسلام انتهى وايضاً قال في صفحته (٢٧) اليوم رايت  
 للناس من ينسب إلى الكذب والسنة ويستنبط من علومها ولا يبالى من خالفه وإذا  
 علمت منه ان يعرض كلامه على أهل العلم لم يفعل بل يوجب على الناس الأخذ بقوله  
 وبغفره ووسر خالفه فهو عندك كافر هذا وهو لم يكن فيه خصمه ولحد من خصال



پوری توجہ کر کے ساتھ بطور عالم اسباب کا اللہ اپنا مقبول کر لیتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت کرنا ہے اپنی طرف اور سکھو جو اسکی طرف پوری توجہ کر  
 اتے ہیں۔ یہ نیز تو ہر مقام میں کہا کہ اور توجہ کر کے مختلف طریقوں میں کہ جنکی طرف سالکوں کی رہنمائی کی جاتی ہے اس کے مراتب اور مناسبات کے فرق  
 اور توجہ کی بہت سی شرطیں ہیں بڑی شرط: نہیں سے دکنو فارغ اور پاک کرنا ہے اور انار کے دھڑکنے سے جنک ساتھ اول لودہ ہو گیا  
 اور وہ آنا عبارت اور علوم واد کا ہے جس کو مان باپنے سالک کے دل میں اسکا کیا تھا اور بے بصیرت ہر اون نے اول امر  
 و بد فطرت میں سکھایا تھا جس طرح کہ خود انہوں نے اپنے باب اور اپنے استادوں سے سکھایا تھا جبکہ ان کے نفوس عقل  
 بیولائی کے مرتبہ میں تھے یا تاک کہ وہ علوم اور ان کے نفوس کے نزدیک بدیہی اولی و فطریات کے درجہ میں ہو گئے  
 اور نیز جب سے ان علوم سے جن کو طالب نے بطور خود ثابت کیا ایسی دسیوں سے کہ جن کے مقدمات وہی علوم سکھ  
 سوئے کا وہ صدق کی ہر نگ تھے کہ جن کو اس بدیہی سمجھ لیا تھا یا تاک کہ ان کا کذب۔ کے دلائل کے نتائج میں سرایت کر گئے  
 اتنی سکویا اور کہا جاتے ز اور لیکن یہ جو مصنف نے کفر کا فتوے دیا ہے وحدت وجود کے قانون پر اس مقام میں اور اول مسلمانوں  
 جو مصنف کے عقاید بطلہ میں مصنف مخالفین و دس مقامات میں پس یہ نہ صحابہ کا فعل تھا اور نہ تابعین اور نہ اہل سنت کا فعل  
 اور نہ ان کے ائمہ و متقدمین کا بلکہ یہ غیور کی خالص ہے اور اہل بدعت کے قبایح سے جیسا کہ صاحب مواحق البیہ فی رد علی الوہابیہ  
 اس کتاب میں طبع شدت اخبار فی البصر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے یہ تحقیق کفار علیہ السلام اور مسلمانوں اور ان کے امام کے ساتھ ٹرنا شروع  
 کیا پس علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صحابہ کی اور مسلمانوں کے خلاف جو احادیث کا قصد دراز ہے اور باوجود ان کی نام نہاد  
 کے نہ ان کو صحابہ کا ذکر کیا اور نہ تابعین نے اور نہ اسلام کے پیشواؤں نے در صحابہ میں نہ حضرت علیؓ نہ ان کا ذکر کیا اور نہ غیر نے کہ تم پر حجت قائم ہو گئی اور تمہارا سامنے  
 ہم نے حق کو بیان کر دیا پس تو دیکھو یہ تجھ پر خدا رحم کرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کو نہ کہ ان لوگوں کی تکفیر سے کہ جو اسلام کے  
 مدعی تھے انتہی اور نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں کہا ہے اگر دن لوگ جملہ یونین ایس شخص کے ہاتھوں جو کتاب سنت پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے اور کتاب سنت  
 علوم کا اثبات کرتا ہے اور کتاب و سنت سے کاباک نہیں رکھتا اور جب اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تو اپنے کلام کو  
 عاموں کے سامنے پیش کر تو نہیں مانتا ہے بلکہ اپنے قول پر عمل کرنا لوگوں پر واجب کرتا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف کا  
 قائل ہے وہ اس کے نزدیک کافر ہے اس کو یاد رکھ کہ اور وہ ایسا شخص ہے کہ اس میں مجتہدین کی صفات ہیں ایک صفت یہی



هل الاجتهاد ولا والله عشر واحدة ومع هذا فراجح كلامه على كثير من الجاهل فان الله  
 وانا اليه راجعون انتم ومنها انه شيد اركان الامامة كالامامية على نهج يوافق  
 الامامية ويخالف اهل السنة والحجاجة وتفصيله ان اصول الامامة التي هي مدار الاختلاف  
 بين الفرقتين خمسة عند الشيعة كما نضع عليه عمدة المسفرين وزبدة المحدثين مولانا شاه  
 عبد العزيز في النخبة حيث قال في صفحته (٣٩) بايد دانست كه مدار مخالفت ورميان شيعه واهل سنت  
 مسئلا امامت است ومسئلا امامت بر پنج اصل موقوفست وهر يك از اين پنج اصل ثابت بشود بليكن  
 قابل شنيدن باشد اصل اول آنكه حضرت امير امام بود بلا فصل اصل دوم آنكه امامت منحصر بفرقه و  
 لا يريدهن عليه ولا ينقصون عنه اصل سوم طول عمر امام بنحو اختصار او بارجعت او بعد الموت  
 على اختلاف فرقه هم في ذلك اين سه امر از كتب اهل اخبار متواتره هرگز يثبوت نرسيده است  
 وخواهد رسيد اصل چهارم را تعداد كوفه صحابه و كتمان حق اظهار باطل و اجتماع همه ايشان بر امر شيعه يا معتز  
 آنكه آيات مبينات و اصححة الدلائل بر حق اهل ايشان صريح بالحق اصل پنجم اعتقاد تقيّه در جناب ائمه  
 كه بر آئينه چيز با ظاهر ميفرودند كه از ديگران مخفي و مستور ميداشتند حال آنكه آن ديكر آن نيز شاگردان و  
 ملائكه آنحضرت بودند و اخذ علم و طريقه از ايشان كرده اند و بلا وجه و بدون باعث دروغ گفتن حضرت  
 ائمه را چه ضرور بود انچه بقدر الحاجة و اذا تمرد هذا فنقول بتوفيق الله تعالى وعوده ان المصنف  
 قد اورد و هذه الاصل الخمسة التي عند الشيعة ونباب الامامة بمنزلة الاركان الخمسة  
 للاسلام في هذا الكتاب وغيره مصنفاته متفرقة لتلايف المومنون انه من  
 مقلدي الشيعة في هذا الباب و ما دري ان المومنين بفراصة الايمان ونيظر بنور الله  
 المنان فالاصل الاول و هو اليه بحديث خم غدير الذي اورد في هذا الكتاب غير مرة  
 كما ان الشيعة ايضا ياتون به لاثبات الاصل الاول و اهل السنة يجيبون بعد قول



نہیں ہی بخدا بلکہ ایک صفت کا دسواں حصہ ہی اس میں نہیں اور اس علم و دانش پر وہ اپنا کلام بہت جاہلون میں پہنچاتا  
 ہے پس ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے طرف گھومتے دلتے ہیں اتنی ہی اور منجملہ اون مقامات کے یہ ہر کہ مصنف نے امامت کے  
 ارکان کو بلند کیا ہی امام کے طور پر اس طرح سے کہ امام کے موافق ہو اور اہل سنت کے مخالف ہے تفصیل اس کی یہ ہر کہ امام کے  
 اصول کہ جن پر شیعوہ اہل سنت کی مخالفت کا مدّٰ ثبوت نزدیک پانچ ہیں جیسا کہ عمدۃ المفیرین و زبدۃ المحدثین مولانا شاہ  
 عبدالعزیز نے تحت اثنا عشر میں اس کی تصریح کی ہے چنانچہ تحت کے صفحہ ۳۷ میں فرمایا ہے (جانتا چاہئے کہ شیعہ و اہل سنت  
 میں مخالفت کا مدار امامت کا مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ پانچ اصول پر موقوف ہے اور ان پانچ اصول میں ہر ایک ثابت ہوتی  
 ہے ایسی دلیل سے کہ سننے کے قابل ہے پہلی اصل یہ ہر کہ حضرت امیر مولا فاضلہ امام تھے دوسری اصل یہ ہے کہ امام کے  
 کل امام ایک خاص عدد میں منحصر ہیں نہ اس سے زیادہ ہیں نہ کم ہیں تیسری اصل یہ ہے کہ پچھلا امام دراز  
 عمر سے اور مخفی ہے یا یہ کہ مر گیا ہے ہر نوٹے گا یہ مبنی اون کے باخود اختلاف پر یہ تینوں اصول قرآن  
 و حدیث متواتر سے ہرگز ثابت نہ ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے چوتھی اصل صحابہ کا مرتد و کافر ہونا اور حق کو چھپانا  
 اور باطل کو ظاہر کرنا اور اون سب کا امور شیعہ پر اتفاق کرنا یا آنکہ کہلی کہلی آیتیں اون کے حال و حال کی  
 خوبی پر صریح ناطق ہیں پانچویں اصل جناب ائمہ میں تقیہ کا اعتقاد کرنا کہ شیعوں کے لئے ایسی باتیں ظاہر کرتے تھے کہ وہ خود  
 اون کو مخفی رکھتے تھے حالانکہ وہ دوسری ہی اون حضرات کے شاگرد و شیعہ تھے اور علم طریقت کو اماموں ہی انہوں نے لیا ہو اور یہ جو سبب  
 حضرات ائمہ کو جھوٹ بولنا کیا ضرورت تھی بقدر حاجت اور جبکہ یہ تمہید ہو چکی تو ہم خلافت کی توفیق اور اس کی مدد کہتے ہیں کہ مصنف  
 ان پانچوں اصول کو جو شیعہ نزدیک امامت کے باب میں ارکان خمسہ اسلام کے درجہ میں ہیں اس کتاب میں اور اپنی دوسری  
 تصانیف میں متفرق طور پر لایا ہے تاکہ مسلمانوں کو جو فراست ایمانی رکھتے ہیں معلوم ہو جا کہ مصنف اسباب میں شیعوہ کا نقل  
 اور مصنف نے یہ بھاننا کہ مومن سمجھ لیتا ایمانی فراست سے اور دیکھ لیتا ہے خدائے منان کی نور سے پس  
 پہلی اصل کے طرف اشارہ کیا ہے حدیث غم غدیہ سے جس کو مصنف اس کتاب میں کئی مرتبہ لایا ہے جیسا کہ شیعہ یہی  
 اس حدیث کو اصل کے اثبات میں نقل کرتے ہیں اور اہل سنت اس حدیث کو مان کر ایسے عمدہ جواب دیتے ہیں



هذا الحديث بالجوهرية انيقه لا يثبت بها من لهم ولا يقيم كلامهم كما هو مبسوط  
 اكتب اهل السنة والاصل الثاني لمع اليه ما قاله في اثناء السند الخبر المسلسل بالاثمة  
 العشرة الكل فان العشرة تثبت من هذا القول والاثنان يتثبتان باضافة السيد  
 المحبوب الذي اثبت غيبة في صفحة ٣٩٥، والامام الحسن الذي هو مقبول الطرفين  
 فينتج العدد ويكمل في اثنا عشر الذي هو عند الشيعة مقبول ولا يزيد عليه ولا ينقص  
 منه والاصل الثالث اثبته بعبارة الحاشية في صفحة ٣٩٥، هكذا (يعني امام محمد  
 بن حسن بن كسره) محبوب هو من كان واقعه مشهور به بكتبه اب بعمومها لكي موضع (سمن راس) من  
 ايك ثمانه كذا في تفسير فرما هو في اورغائبه كذا في انتم في ذكر هذه القصة ولما اعلوا  
 الشهرة وقبل مضمونها بانه سكت بعد نقلها وما رد عليها وانكر علم انها مقبولة  
 عنده ومذعنة بها لان السكوت في معرض البيان بيان فلا اصل الرابع اشار اليه  
 تحريف عبارة الدعاء المنقولة من الصحيفة السجادية بالزيادة والنقصان حيث قال  
 في صفحة ١٧٠، واتباع الرسل عامة، واتباع جديك محمد خاصة الذين احسن الصحابة  
 ما فتح فانه يوجب زيادة لفظة عامة وخاصة وتغيير احسن الصيغة الذي كان في  
 الاصل بصيغة الماضي من الاحسان وبصيغة المصدر المفعول به للماضي لانه كونه واداء  
 لفظة خاصة قبله وكان يفيد الدعاء للخير لجميع الصحابة الى احسن الصحابة بصيغة  
 افضل التفضيل من احسن وضاقت كما يوجب الى ان بعض الصحابة ليسوا كذلك بل هم  
 جاثرون نازون عن الحق وان هو الاما عليه الشيعة من الاصل الرابع واهل السنة يقولون  
 الصحابة كلهم جاثرون ثقة ثقة حجة دلائل الرشد ونجوم الاهتداء كحديث اصحابي  
 كالنجوم بآياتهم اقتديتم اهتديتم وغيره مما ورد في هذا الباب هذه التي نضرت



کہ جن سے شیون کا کلمہ ثابت نہیں ہوتا اور ان کا کلام نام تمام رہا ہے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں مفصل طور پر مذکور ہے  
اور دوسری اصل کے طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے اثنائے سند میں بانی طور کہ کہا (المتبع للسلطان الاثمة العشر الاکل)  
اس لئے کہ میں اماموں کا ثبوت تو اس قول سے کیا اور دو امام ثابت ہوئے ہیں سید محبوب کے ماننے سے جن کے غائب ہونے کو  
ثابت کیا ہے صفحہ ۲۹ میں اور امام حسن کے ماننے سے جو طرفین میں مقبول مسلم ہیں پس اماموں کا عدد پہنچا تا ہے اور کامل  
ہو جاتا ہے بارہ تک کہ جو شیوعہ کے نزدیک مقبول معتبر ہے اور اس سے عدد ائمہ نہ زائد ہے نہ کم ہے اور قیسی، سہل کو حاشیہ  
صفحہ ۳۹ کی عبارتیں اس طرح ثابت کیا (یعنی امام محمد حسن جبکہ محبوب ہو گیا واقعہ یہ ہے کہ اب بجز خبیثا لگی موضع سیرین رائے میں  
ایک غار کے اندر تشریف فرما ہوئے اور غائب ہو گئے تھے) پس جبکہ اس قصہ کو ذکر کیا اور شہرت پر حوالہ کیا اور اس کے مضمون کو  
قبول کر لیا یا نبوجہ کہ اس کے نقل کر فیکے بعد سکوت کیا اور اس کا رد اور انکار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ قصہ مصنف کے  
ترویج مقبول ہے اور عقیدہ کے موافق ہے اس لئے کہ بیان کے موقع پر سکوت کرنا بمنزلہ بیان ہے اور  
چوتھی اصل کے طرف اشارہ کیا ہے اس دعا کی عبارت میں تحریف کے کہ جس کو کسی پیشی کے ساتھ صحیفہ سجادہ پر  
نقل کیا ہے چنانچہ صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے (اور رسولین کے عامۃ اتباع پر اور اپنے حبیب محمد کی خاص اتباع پر  
جو صحابہ میں بہتر تھے انتہی اس لئے کہ اس کلام میں لفظ عامہ و خاصہ کا اضافہ ہے اور احسنوا الصلۃ کو جو اصل  
دعا میں تھا ماضی کے صیغہ پر باب افعال سے اور مصدر کا صیغہ مفعول بہ تھا ماضی مذکور کا اور لفظ خاصہ  
اس کے قبل نہ تھا اور تمام صحابہ کے واسطے دعا خیر کا مقید تھا مصنف نے بدل دیا ہے احسنوا الصلۃ کے  
ساتھ کہ جس میں احسنوا کا لفظ اسم تفضیل ہے حسن سے اور اس کی اصناف صحابہ کے طرف اشارہ کرتی  
ہے اس امر کا کہ بعض صحابہ ایسے نہ تھے بلکہ دوسرے صاحب جو رستے حق سے دور تھے اور یہ  
مضمون وہی شیوعہ کی چوتھی اصل ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ تمام صحابہ متقی ہیں ثقہ ہیں قابل وثوق ہیں محبت میں  
راستی کی دلیل ہیں راہ پابنے کے سارے ہیں اس حدیث سے میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں  
تم نے جس کی پیروی اور میں سے کی راہ حق پالیا اور اس کے سوا دوسری حدیثوں میں جو اس میں وارد ہیں



فيها المصنف ينقل من قبل اهل السنة في مقابلة الشيعة في ان الائمة كانوا راضين  
 من الصحابة كلهم وداعين لهم بالخير والرضا من الله عز وجل فلما حرقها المصنف  
 الى ما حرق قومه منه من عموم الشيعة وضعف وبطل تشبث اهل السنة بها والال  
 الخمس اثبه بالعبارة المصنوعة للندرجة في حاشية صفحة (٢٢٢) لا يخفى ما في هذا  
 وقما مضى من اخلاص خواص اهل السنة المودة على اختصاص العقيدة من دون  
 تقية شقية في هؤلاء الائمة النقية التقية منه ووجه الاثبات قد مضى منا في  
 بيان هذه العبارة في نفيها وليرجع اليه ومنها انه سلك مسلك الشيعة في  
 اخر هذا الكتاب ايضا سلكه في اولها في ان القرآن الموجود في ايدي الامة  
 ناقص والتكميل ثمانية في بضم القرآن الذي كان لعلي اليه وهو الان مفقود منا و  
 مدفون في موضع سر من رأي ومتى يظهر الامام الاخير يكمل به هذا الموجود في  
 ايدينا حيث قال في صفحة (٢٥٢) وهي الصفحة الاخيرة لهذا الكتاب وقد علم انه  
 كرّم الله وجهه جمع القرآن قد يما الى ان قال ثم جمعه بعد وفاته صلى الله عليه وسلم  
 كما تقر في العروة الاخيرة الى ان قال فكان كانه العلم كله قال ابن حجر مكي في المنع  
 الملكية واختلاف المرتضى بعد موته صلى الله عليه وسلم فكتب كتابا فيه العلو  
 البجة حتى قال ابن سيرين لو اصبحت ذلك الكتب لظفرت بالعلم كله انتم وقد  
 تمت مضامين هذا الكتب الى هذه العبارة فعلم منه ان القرآن الكريم لم يكمل بعد  
 ما لم يضم اليه ذلك الكتب الذي تمتنى ابن سيرين باصابه والذي عليه اهل السنة  
 لاسيما على كرم الله وجهه ان هذا القرآن الموجود جامع لجميع العلوم وشامل  
 لحملته ما التي به نبي صلى الله عليه وسلم بطريق الوحي المتلو وما بقي دونه حرف وتحقيقه ان اول



اور یہ عبارت جس کو مصنف نے تصرف کے نقل کیا ہے اسکو اہل سنت شیعہ کے مقابلہ میں لائے ہیں اس امر کے اثبات میں کہ ائمہ اہل بیت تمام معابد سے راضی تھے اور ان کے لئے دعا و خیر کیا کرتے تھے اور ہذا کی خستہ دی چاہتے تھے پس جبکہ مصنف اس عبارت کو بدل دیا اسطرح پر کہ جس سے شیعہ کا عقیدہ قوی ہو گیا اہل سنت اس عبارت سے دلیل لانا ضعیف و باطل ہو گیا اور پانچویں اصل کو ثابت کیا ہے اس عبارت سے جس کو مصنف نے آٹھ کر صفحہ ۴۲ کے حاشیہ میں درج کیا ہے پوشیدہ نہیں ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اور گذشتہ مضمون میں ہے یعنی اخلاص خواص اہل سنت مودت کا عقیدہ کے خاص کرنے پر بدون تقیۃ شیعہ کے ان اماموں کے باہین جو تقیۃ نقیہ والے ہیں) اور اس عبارت سے پانچویں اصل کے اثبات کی وجہ مذکور ہو چکی ہے اس عبارت کے بیان لہذا یہاں ہم اس کا اعادہ نہیں کرتے جسکو دیکھنا ہو وہ ان دو کتب کے اور منجملہ ان مقامات کے یہ ہے کہ اس کتاب کے آخرین ہی مصنف شیعہ کے جال چلا ہے جیسا کہ اس کے اول میں چلا تھا اس امر کے بیان میں کہ جو قرآن کریم کے ہاتھ نہیں ہو جو دوسرا قفس ہے اور اس کی تکمیل جب ہوگی کہ حضرت علی کا قرآن اس میں شامل کیا جائے گا اور وہ قرآن اس وقت منقود ہے اور موقع سرین راہ میں مدفون ہے اور جب امام آخر اس کو لیکر ظاہر ہوں گے تب یہ قفس ان کمل ہو گا چنانچہ صفحہ ۲۵۱ میں کہ جو اس کتاب مبلوغہ کا آخر صفحہ ہے بیان کیا ہے (پس تحقیق معلوم ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے ایک قرآن جمع کیا تھا) یہاں تک لکھا ہوا ہے جمع کیا نبی مسلم کی وفات کو جیسا کہ ثابت ہوا (آخر حدیث) یہاں تک کہ لکھا دس گواہ کہ تمام علم وہی قرآن تھا بن جبر کی زمرہ میں لکھا ہے (تہنائی کی) جو حضرت تھوڑے ہی مسلم کی وفات کو بعد پانچ ایک کتاب بھی کہ ہمیں تمام علوم تھیں یا تک کہ امام ابن سیرین نے کہا ہے کہ اگر میں اس کتاب کو پاتا سا علوم پر آگاہ ہوتا اس کتاب کے مضامین اس عبارت مذکورہ تک تمام ہو چکے پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر سب علوم نہیں ہیں جبکہ اس کتاب اس کے ساتھ ملائی جائے کہ جس کے پانچویں تہا امام ابن سیرین کو تھی اور جس عقیدہ پر اہل سنت ہیں خاصہ حضرت علی کا وہی عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ یہی موجودہ قرآن جامع ہے تمام علوم کا اور شامل ہے تمام احوال امور کو کہ جنکو نبی معلم وحی متلو کے طریق سے لائے ہیں اور اس کے سوا ایک حرف باقی نہیں رہا اور تحقیق اس عقیدہ کی یہ ہے کہ اول



من جمع القرآن أبو بكر الصديق فإنه جمع أوله وخس صحايف أرسلها إلى الأطراف مسك  
 واحدة عندة ثم لما استشهد بالقراء في آخر زمن عمر الفاروق واختلف الصحابة في  
 القراءة وقفهم ابن مسعود أن المعوذتين ليستا من القرآن بل هما من الأدعية وزاد  
 بعضنا في تفسيره سمع من النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ يقين أنه من القرآن حتى  
 أتى زمن عثمان وقال له حذيفة بن اليمان أدركت هذه الأمة قبل أن يختلفوا في  
 الكتب اختلاف اليهود والنصارى يجمع عثمان جملة الصحف التي كانت متفرقة  
 عندهم حتى أن ابن مسعود لما توقف في إعطاء المصحف الذي كان عندة تشدد عليه  
 وأخذ منه جبراً وجمع الموجود بين الدفتين وحرق ما دونه صونا له وما بقي شيء عند  
 أحد سواها هذا القرآن حتى ليجتمع الصحابة كلهم على أنه هو القرآن وما عداه  
 ليس بقرآن وكان علي يقول في خطباته غير مرة إن ما سوى هذا الذي جمعه  
 عثمان ليس عندي لكنتى رجل أوتي فهما لو شئت لأوتيت سبعين بعير من تقسيم  
 سورة القاتحة انتهى وما ثبت به من رواية ابن سيرين في هذا الباب فحوايه أنه ضعيف  
 كما صرح به الملا على القارى في المرات وقد ثبت بسند جيد على رضى الله عنه أنه  
 قال أعظم الناس في الصحابة أبو بكر رحمة الله على أبي بكر هو أول من جمع كتب الله تعالى ولا  
 يعارضه رواية محمد بن سيرين لأنه ضعيف كما مر والشرط للتعارض أن يكون المتعارضان  
 متساويين في القوة والضعف وفيه أيضاً وعلى تقدير الصحة فالمراد بالجمع الحفظ من راسه  
 أو الجمع متفرداً وأما جمع أبي بكر فهو إجماعي لا يحتمل الزيادة والنقصان من المتعديين ولهذا  
 استحس على جمع أبي بكر وعاله بالأجر والرحمة والله أعلم بالصواب وعندة أم الكتب  
 تمت المقدمة ههنا بفضل الله تعالى وعونه



جس نے قرآن کو جمع کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں اس لئے کہ انہوں نے پہلے بائیس حصے جمع کئے جبکہ اطراف ملک میں بھیجا اور ایک حصہ  
 اپنی پاس رکھ لیا پھر حضرت عمر فاروقؓ کے آخر زمانہ میں قاری شہید ہو گئے اور صحابہ قرأت میں اختلاف کیا حضرت ابن مسعودؓ سمجھ لیا کہ منور  
 قرآن میں نہیں ہیں بلکہ وہ بخیر و عافیت میں اور بعض صحابہ جو تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی قرآن میں بڑا دی اور یہ یقین کر لیا کہ یہ قرآن کا  
 جز ہی نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت آیا اور خذیفہ بن یمان نے عرض کیا کہ اس امت کو سنہا لو قبل اس کے اختلاف کرے  
 قرآن میں یہود و نصاریٰ کی طرح سے اپنی کتابوں میں پس حضرت عثمانؓ نے ان تمام مصاحف کو جمع کیا جو اس وقت لوگوں کے  
 پاس پھیلے ہوئے تھے یہاں تک کہ بن مسعودؓ جب اس مصحف کو دینی میں توقف کیا جو ان کے پاس تھا وہ پیر سختی کی اور جبراً ان سے  
 لے لیا اور جو کچھ کہیں و فتنیں میں اس وقت موجود تھیں اس کو جمع کیا اور اس کی حفاظت کی واسطے اس کے پاس کو جلا دیا اور کوئی جز  
 قرآن کا اس موجود کے سوا کسی کے پاس نہ رہا یہاں تک تمام صحابہ نے اتفاق کر لیا اس پر کہ یہی موجود قرآن ہے اور اس کے سوا قرآن  
 نہیں ہے اور حضرت علیؓ اپنی خطبوں میں بار بار فرماتے تھے کہ سوا اس قرآن کے جسکو عثمانؓ نے جمع کیا میری پاس نہیں ہے لیکن میں ایک  
 مرد ہوں کہ جسکو فہم دی گئی ہے اگر وہ ہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کر لا دوں انتہی اور وہ جو روایت ابن مسیر  
 سے مصنف نے اس باب میں استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ تاج علی قاری نے مرقات میں اسکی  
 تصریح کی ہے اور بسند صحیح حضرت علیؓ سے ثابت ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا قرآن جمع کرنا یوں میں زیادہ اجر ابو بکر کو ہی خدا کی رحمت  
 ہو ابو بکر پر ہے پہلے انہوں نے قرآن کو جمع کیا انتہی اور اس روایت کا معارفہ محمد بن سیرین کی روایت سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ  
 ضعیف ہے جیسا کہ لفظ چکا اور تعارض میں شرط ہے کہ دونوں دلیلین قوت و ضعف میں برابر ہوں اور نیز مرقات میں ہے کہ بر تقدیر  
 صحت پس مراد جمع سے پورا قرآن کو یاد کرنا ہے یا نہ جامع کرنا ہے اور ابو بکر صدیق کا جمع کرنا اجماع سے ہوا ہے کہ جس میں ظنیکی  
 طرف سے کمی و بیشی کا احتمال نہیں ہے اور اسی وجہ سے حضرت امیر نے ابو بکر صدیق کے جمع کو پسند فرمایا اور ان کو عام  
 خیر دی اور اسد زیاد جاتا ہے امر حق کو اور اسی کو اصل کتاب کا نظم ہے یہاں تک خدا کی توفیق و مدد سے  
 مقدمہ کتاب کا تمام ہوا فقط







[illegible]



حتى يمدوا أهل بيته قوله الحمد لله الذي أحببنا من شأبه من عباده علوم أهل البيت لسيده عبادة  
 إلى آخره نقل في الصدر القول ومن الله سبحانه التوفيق كله ادعاء باطل واستدعاء عاطل لا ينبغي  
 لأهل الفضل أن يتكلموا به لأنفسهم ويفتخروا عليه بأنفسهم وأيضاً ليس هو من داب أهل السنة بل هو  
 من عادات الشيعة فإن أهل السنة لما رأوا أن مقصود الدين وهو التقرب إلى الله تعالى إنما يحصل بالاتباع لمسا  
 جاء به النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم من الآيات والأحاديث وحاملوه هم الصحابة وأهل البيت رضوان  
 الله عليهم أجمعين وكلهم عند علم عدول في باب الدين جمعوا ونشروا ما وجدوا منه بالطرق الصحيحة والألسنة  
 المعتبرة من دون فوق بين طائفة أو شخص منهم والثبوت لما اعتقدوا أن الأئمة المخصوصين هم المعصومون من  
 بين الأمة والصحابة أكثرهم مناقتون عند علم نعوذ بالله تعالى منه اعتمدوا التحصيل في الرواية بالأئمة المخصوصين  
 وتركوا ما دونها فلم يبق من هذا البيان أن المصنف في هذا التصنيع من مقلدي مذهب الشيعة وإن ادعى أنه  
 من أهل السنة أكثرهم لله تعالى وأما بطلان ما ادعاه من أنه أحببنا وجمع ونشر علوم أهل البيت بعد ما صدق  
 عند رسة سنن في زبر أهل السنة فلان أهل السنة جمعوا ونشروا جملة العلوم لجملة أهل البيت وهو مدق  
 مبسوط في كتبهم كل البسط وتفصيله أن علوم أهل البيت على ثلاثة أقسام الأول ما زووه عن النبي صلى الله  
 عليه وعلى آله وسلم بدون الوساطة والثاني ما نقلوه عنه بواسطة غيرهم والثالث ما افادوه من عند أنفسهم  
 ويقال لها علوم لائقة كما روى في التفسير النيسابوري عن علي كرم الله وجهه أنه قال إن رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم أدخل لسانه في فمي فأنفخ في قلبي ألف باب من العلم وقال لو شئت لأوقرت سبعين بعيراً من  
 تفسير سورة الفاتحة وقال لو بنيت لي وسادة فجلست عليها فحلت لأهل التوراة بتوراتهم ولأهل الإنجيل  
 بأنجيلهم ولأهل الزبور بزبورهم ولأهل الفرقان بفرقانهم لتضع وهذا القسم الأخير أصل علم الطريقة  
 الذي وصل إلينا من أولاد سيد الأولياء على كرم الله تعالى وجهه بواسطة المعروف كرخي وبايزيد بسطامي  
 رضي الله تعالى عنهما ويعمل به في جميع السلاسل للأولياء الكرام ما أهل البيت عند أهل السنة فهم الأنبياء  
 والمطهرات ويتوفاطأ الدين يقال لهم آل العباد وبنو عباس الذين يقال لهم آل ملائكة وبنو هاشم ومولاهم  
 كثيرة لا يحصى عددها كما وقع في تدوين القديس وغيره من أن مرويّا المرتضى على خمسة مائة وست وثلاثون  
 ومرويات طائفة الزهراء ثمان مائة وعشرون ومرويات عائشة ألفان ومائتان وعشرون ومرويات حفصة بنت عمر ستون  
 ومرويات رملة بنت أبي سفيان خمس وستون ومن زينب بنت جحش كثيرة ومن سوداء بنت زمعة كثيرة  
 ومن صفية بنت يحيى بن الخطيب كثيرة ومن الإمام الحسن ثلاث مائة وعشرون ومن الإمام الحسين ثمان مائة وعشرون  
 ومن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما ست مائة وثلاثون ومن عقیل بن ابیطالب كثيرة ومن



جب تک کہ محمدؐ اور اہل بیت محمدؐ پروردگار ہوا جائے اور مصنف کا یہ قول کہ رب فیفسرین اوس خدا کو جس نے اپنے جس بندے سے چاہا سید عباد  
یعنی رسول اللہ کے اہل بیت کے علوم کو زندہ کر دیا تو ان کو احمد کے آخر تک میں کہتا ہوں اور توفیق خدا کے پاک ہی کے طرف سے ہے یہ تمام چھوٹا دعویٰ  
ہے اور یہود و خویش سے ان فضل کو نہ پہنچا ہوا ہے اپنے نفس کے واسطے اس کو بیان کریں اور خود ہی اس دعویٰ پر اٹھا کریں اور نیز  
اہل سنت کا یہ طریق بنیں ہے بلکہ یہ شیعہ کی عادت ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اہل سنت نے جبکہ کتبہ دین کا مقصد اور وہ خدا سے قربت حاصل کرنا ہے  
آیات و احادیث کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے اور ان کے پچانوے صحابہ و اہل بیت ہیں خدا ان سب سے راضی ہوا اور دوسرے تمام دین کے باب میں اہل سنت کے  
تزوید شدہ اور سچے ہیں پس جو کہ اہل سنت نے روایات صحیحہ و مستندہ و معتبرہ صحابہ و اہل بیت سے پایا اور اس کو جمع کر لیا اور تمام امت میں اس کو شایع کر دیا اور  
استبانت انہوں نے صحابہ و اہل بیت میں سے کسی خاص جماعت یا خاص شخص کو جہذا نہیں کیا اور شیعوں نے جبکہ اپنا عقیدہ تیسرا یہ کہ خاص مذہبیت ہی تمام امت پر معلوم ہیں  
اور صحابہ کثر ساقی تھے دھرم پناہ مانگتے ہیں خدا سے ایسے عقیدہ ہے) لہذا روایت حدیث میں شیعہ نے انہیں اہل بیت کی تفصیل کو مستحکم کیا اور ان کے  
غیر کی روایات کو چھوڑ دیا ہمارے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ مصنف اپنی اس صنعت میں شیعہ کے مذہب کا مستند ہے گو وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اہل سنت  
ہوں اور یہ جو مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے علوم اہل بیت کو زندہ کیا اور ایک جہاں فرام کر کے شایع کیا بعد اس کے نہ وہ علوم اہل سنت کی کتابوں میں  
کا عدم اور تفرق ہو گئے تھے یہ دعویٰ باطل ہے اس وجہ سے کہ اہل سنت نے تمام اہل بیت کے علوم کو جمع کر کے شایع کیا ہے جیسا کہ اوں کی کتابوں میں  
بسط کے ساتھ وہ علوم مدون ہو چکے ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ علوم اہل بیت میں طرح کے ہیں ایک وہ علوم ہیں جن کو اہل بیت نے بلا واسطہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے دوسرے وہ علوم ہیں جن کو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ اپنے غیر کے نقل کیا ہے تیسری قسم وہ علوم ہیں جن  
کو انہوں نے اپنی طرف سے افادہ فرمایا ہے اور اس قسم کو علوم بدلہ لکھا جاتا ہے جیسا کہ تفسیر نمشا پورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے  
مردی ہے کہ انہوں نے تفسیر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو میرے ہونہ میں داخل فرمایا پس میرے قلب میں علم کے ہزار  
باب مفتوح ہو گئے اور نیز فرمایا اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر ستر اونٹ کا بوجہ دیتا کروں اور تفسیر فرمایا کہ اگر میرے لئے ایک خرمن چھایا جا  
تو میں اس پر بیٹھ کر اہل قلوب کے لئے ان کی تورات کے مطابق فیصلہ کروں اور اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل کے مطابق اور اہل زبور کے لئے ان کی  
زبور کے مطابق اور اہل قرآن کے لئے ان کے قرآن کے مطابق اتنی اور یہی پہلی قسم علم طریقت کی اصل ہے جو ہم کو سپرد اولیاء حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے حضرت موسیٰ کرمی اور حضرت یزید بسطامی کے واسطے سے پہنچا ہے اور تمام اولیائے کرام کے سلسلہ میں  
اوس پر عمل کیا جاتا ہے اور لیکن حضرات اہل بیت کے مذہب میں پس وہ ازواج مطہرات اور بنی فاطمہ جن کو الٰہی جہاں کہا جاتا  
اور بنی عقیل جن کو الٰہی طائے کہا جاتا ہے اور کل بنی ہاشم میں اور ان تمام کی احادیث اس قدر ہیں کہ جن کا شمار کرنا شور و رہے چاہئے  
نقطہ کتاب تہذیب التہذیب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثیں <sup>۵۵۶</sup> چھ سو چھیانوے اور حضرت فاطمہ زہرا کی <sup>۵۵۷</sup> تین سو تیس اور حضرت عائشہ صدیقہ  
کی دو ہزار <sup>۵۵۸</sup> چھ سو تیس ہیں اور حضرت حفصہ بنت عمر کی <sup>۵۵۹</sup> ساٹھ ہیں اور رعد بنت ابی سفیان کی <sup>۵۶۰</sup> پینسٹھ ہیں اور زینب بنت جحش  
کی <sup>۵۶۱</sup> متعدد ہیں اور سواد بنت زمعہ کی <sup>۵۶۲</sup> متعدد ہیں اور صفیہ بنت حمی بن اخطب کی <sup>۵۶۳</sup> متعدد ہیں اور حضرت امام حسن کی <sup>۵۶۴</sup> تیرہ ہیں اور حضرت  
امام حسین کی <sup>۵۶۵</sup> آٹھ ہیں اور حضرت عباس بن عبد المطلب کی <sup>۵۶۶</sup> پینسٹھ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی <sup>۵۶۷</sup> چھ سو تیس ہیں اور حضرت عقیل بن ابی طالب کی <sup>۵۶۸</sup> متعدد ہیں



حمزة بن عبد المطلب كثيرة ومن جعفر بن أبي طالب الهاشمي وداود الجناحين بن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 كثيرة روى عنه جماعة من أصحابه والتابعين ومن زبير بن العوام كثيرة وأحمد صفية بنت عبد المطلب و  
 أسماء بنت أبي بكر زوجة تالير كثيرة وعن أنس بن عتبة ابن عبد المطلب كثيرة وعن سلمان الفارسي  
 وأسامة بن زيد علي رسول الله صلى الله عليه وسلم بن سودة وبلال بن رباح الموزن وثوبان الهاشمي مولى النبي  
 صلى الله عليه وسلم كثيرة وهم من أهل البيت محمد بن علي القمي وغيرهم ومن الأئمة من زين العابدين بن ربيعة الزهري التي  
 هي جريدة الأسانيد في المؤلفات الكثيرة من أولاده الإمام محمد باقر والإمام عبد الله الطاهر والإمام  
 زبد بن الشهيد والإمام محمد بن الفضل والإمام حسين الأصغر كثيرة ومن أولاده كثيرة ومن الأئمة  
 جعفر الصادق وأولاده كثيرة ومن الأئمة موسى الكاظم وأولاده كثيرة ومن الأئمة علي الرضا و  
 أولاده كثيرة ومن الأئمة محمد الباقر والنفق وأولاده كثيرة ومن الأئمة حسن العسكري  
 وأخيه الإمام جعفر وهو يكنى بأبي بكر بن كثير فهو من أولاده وهو الذين يقال لهم روضيون ومنهم  
 العلماء العظام الذين تصانفهم في كتب التتاي كثيرة من أولاده الإمام الحسن الإمام  
 زيد بن الحسن الجعفي وأولاده الإمام محمد بن المثنى وأولاده الإمام عبد الله المحض وأولاده  
 إبراهيم النعمان الإمام الحسن المثلث الذي يكنى بأبي علي والأئمة داود والأئمة جعفر بن محمد  
 وأولاده من بعدهم من الذين منهم من ثار أجله والأئمة محمد بن الحسن الزكيته والأئمة  
 إبراهيم القليل الباسم والأئمة موسى الجون والأئمة يحيى الديلمي والأئمة سليمان والأئمة  
 إدريس كثيرة وبعض من باقهم المذكور في الصواعق المحرقة في فضائل الشخص ومن أولاده  
 الإمام الحسن المثلث الإمام أبي محمد علي بن عبد الله وأولاده كثيرة وفي تراجم هؤلاء الأكابر و  
 فضائلهم دون كتاب المطالب في أبي طالب بالأحاديث تفروية عن جميعهم تبلغ عدد الأئمة  
 يحصى وكتب أهل السنة مملوءة منها والمصنف معروفا بالأحاديث والجمع لهذا العلم ما أتى في  
 كتاب بحلة من ريات شخص منهم فظلموا أن يحيى وجميع جمعها والبعض منها الذي أتى به روى  
 من طرق موجهة مخرجة في كتابها على أسسهم إلهية فمنهم من يثبت ما يثبت مما يوجب  
 به ويعقد عليه وسياق بيان ضعفها في موضعها انشاء الله تعالى وأما هؤلاء الذين تروى  
 فلأنه تركاني من جهة الأئمة لا قرشي كما اعترف في لوح هذا الكتب حيث قال بأنه  
 حسن الزمان محمد بن قاسم بن علي بن ذوالفقار علي بن إمام علي بن أبي طالب والتركياني  
 الأصغر يابا الانشعاب الأبوي انتهى والعبر في الانشعاب للأئمة وأما الانشعاب إلى



اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی متعدد بیویاں اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی زونہا جن بن عسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بیویاں ان سے سوا ہیں  
 و اماہن کی بڑی جامعیت روایت کی ہے اور حضرت زبیر بن العوام کی متعدد بیویاں اور ان کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلب کی اور اسامہ  
 بنت ابی بکر زویہ حضرت زبیر کی متعدد بیویاں اور فضل بن عباس بن عبد المطلب کی متعدد بیویاں اور حضرت سلمان فارسی و اصحابہ بن زید کی کہ  
 خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن خادم آپ کے تھے اور ہلال بن سواح موفون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ثوبان ہاشمی خادم حضرت  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بیویاں اور جبہ حضرت ابی اہل بیت میں داخل تھے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے (قوم کا غلام ہی قوم میں داخل ہے)  
 اور احادیث حضرت امام زین العابدین کی زہری کی روایت سے جو مؤطایں اعلیٰ درجہ کی سند سے متعدد بیویاں اور انکی اولاد امام محمد باقر و امام  
 عبد اللہ و امام زید و امام محمد باقر و امام جعفر کی حدیثیں ہیں اور انکی اولاد کی اولاد سے مشاعرہ حدیثیں مروی ہیں اور  
 امام جعفر صادق اور ان کی اولاد سے متعدد بیویاں اور امام کاظم اور ان کی اولاد سے متعدد بیویاں اور امام رضا اور ان کی  
 اولاد سے بیعت ہیں اور امام محمد تقی سے اور امام علی نقی سے اولاد کی اولاد سے بیعت ہیں اور امام حسن عسکری اور ان کے بیٹے امام جعفر  
 سے جن کی کنیت ابو کثرین تھی بیعت ہیں اور ان کی اولاد سے کہ جس کو رضویہ کہتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے علماء ہوئے ہیں کہ جنکی  
 تصدیق انساب کی کتابوں میں مذکور ہیں بیعت حدیثیں مروی ہیں اور امام حسن کی اولاد سے امام زید بن حسن عسکری اور انکی  
 اولاد امام حسن ثقفی اور ان کی اولاد امام عبد اللہ محض و امام ابراہیم قمر و امام حسن ثلث جن کی کنیت ابو علی ہے  
 اور امام داؤد و امام جعفر سے بیعت ہیں اور امام عبد اللہ محض کی اولاد کہ جن میں بعض جلیل القدر محدث تھے ہیں یعنی  
 امام محمد صاحب نفس زکیہ و امام ابراہیم قتیبہ و امام موسیٰ بن جعفر و امام سلیمان و امام اور بیعت  
 ہیں کہ بعض انہیں کی مصداق محرفہ میں فضائل شریف کے باب میں مذکور ہیں اور امام حسن ثلث کی اولاد سے  
 امام ابو الحسن علی عابد اور ان کی اولاد سے بیعت ہیں اور انہیں سادات کے احوال و فضائل میں کتاب عمدة الطالب  
 فی آل ابی طالب مدون ہوئی ہے پس ان تمام مذکورین سے جس قدر حدیثیں مروی ہیں ان کا شمار  
 کرنا دشوار ہے اور اہل سنت کی کتابیں ان سے اہل مال ہیں اور مصنف نے با آنکہ ان تمام علوم کو جمع خندہ کرنے کا  
 سعی کیا مگر اپنی کتاب میں اہل بیت مذکورین میں سے ایک شخص کل حدیثوں کو پی بیان نہیں کیا سب کی کل حدیثوں کا تذکرہ  
 جمع کرنا تو کجا اور بعض حدیثیں جو بیان کی ہیں سوائے مجرر و مجرور طریقوں سے کہ جن کو علماء اہل سنت  
 نے درست چھوڑ دیا ہے ناقابل و غیر مستبرہ سمجھا اور ان کے بایں معتقرب اپنے مقام میں آئے گا اگر خدا نے  
 چاہا اور لیکن قریشی ہونے کا دعوے جو مصنف نے کیا ہے اسوجہ سے باطل ہے کہ مصنف باپ و داد کی  
 طرف سے قریشی نہیں ہے بلکہ ترکمانی ہے چنانچہ اپنی کتاب میں خود اس نے اقرار کیا ہے جہاں پر یہ لکھا ہے کہ مولف کتاب  
 حسن الزمان محمد بن قاسم علی بن ذوالفقار علی بن امام قاسم ترکمانی ارجلی ہر باپ کی طرف سے انتہی اور نسب میں اعتبار باپ و داد کا ہونا چاہیے



غيرهم فقد ورد منه القدر العظيمة في الشرح فكيف ينسب الى غيرهم ويقتصر به اما التخصيص فقد  
 روي في صحيح البخاري عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من انتسب الى غير  
 ابيه او تولى الى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين والاحاديث في هذا الباب  
 كثيرة مشهورة فلا تطيل الكذب بذكرها فلما منع من الانتساب الى نسب غير الاب مطلقا فكيف ان  
 اشرف الانتساب الذي هو نسب سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم اعادنا الله من الكذب عليه  
 ابناء الله واوليائه من عقوقهم في مرة اهل البيت النبوي للعظم المكرماتنا من محبيهم وخطاة  
 جنابهم ونسبهم قومنا رجاء ان يكون معهم بنص الحديث الصحيح وقد قال بن حجر الهيتمي في الصواعق  
 المحرقة في نسب صلى الله عليه وسلم ينبغي لكل احد ان يكون له غير على هذا النسب الشريف وضبط  
 حتى لا ينتسب اليه صلى الله عليه وسلم احد الا بحق ولم ينزل انتساب اهل البيت النبوي مضبوطة على  
 قضاة الايام وحسابهم التي بها يقينون مضبوطة عن ان يدهيها الجهال والشارق الهمة الله من يقوم  
 بتحصيها في كل زمان ومن يعتني بحفظ تفاصيلها في كل اوان خصوصا انتساب الطالبين والمطلوبين ومن  
 ثم وقع الاصطلاح على اختصاص الندية الطاهرة بنى فاطمة من بين ذوى الشرف كالعباسيين والجعفرية  
 بلبس الأخضر ظهرا والمزبد شرفهم واما فضل القرشي على غيرهم فقد اخرج البخاري في الادب والحاكم  
 والبيهقي عن امره ان النبي صلى الله عليه وسلم قال فضل الله قريشا سبع خصال لم يعطها احد  
 قبلهم ولا يعطاها احد بعدهم فضل الله قريشا في منامهم النبوة فيهم وان الحجابة فيهم وان السقاية  
 فيهم ونصرهم على الفيل وعبدوا الله عشرين سنين لا يعبد غيرهم وانزل الله فيهم سورة من القرآن لم يذكر  
 فيها احد غيرهم لا يلاف قرشي انتخب واما بطلان كونه من النجد دين الدين فلانه لا يوجد فيه شرط  
 من شروط التجديد فضلا من ان يتصف بجميع الشروط التي يصح بها كونه مجددا قال جاب التفتيها  
 واقرب الناس الى المجد حية المحدثون القدماء كالحقوي ومسلم واحمد بن حنبل قال احمد بن المناذري  
 سال رجل احمد بن حنبل اذا حفظ الرجل مائة الف حديث هل يكون فقيها قال لا قال فمائة الف  
 حديث قال لا قال فثلث الف مائة حديث قال لا قال فاربعمائة الف حديث قال نعم قال ابو الحسين فبالت  
 جدي كم كان يحفظ احمد قال اجاب عن ستمائة الف حديث قال ابو يحيى لما جالست في جمع المنصور  
 للفتيا ذكرت هذه المسئلة فقال لي رجل فانت تحفظ هذا المقدار حتى تفق الناس قلت لا اما اني  
 بتول من يحفظ هذا المقدار اني تعلمه وقال صاحب الصواعق الالهية في الرد على الوهابية في صفحة ١٣٠  
 منه وقال الامام ابو بكر الهروي اجمعت العلماء طائفة على انه لا يجوز لاحد ان يكون اما في الدين والدين



غیر کی طرف نسبت بیان کرنا ہے بڑی مانت شرعی اور دین پر کیوں کر صفت اپنی کو قریب کی طرف نسبت کرنا اختیار کرنا اور مانت شرعی کی دلیل حدیث  
 ہے جو بخاری میں روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہ اپنے باپ کے غیر کے طرف نسبت  
 لگادے یا اپنے آقاؤں کے غیر سے اپنی غلامی بنا دے تو اس پر خدا اور ملائکہ اتمام لوگوں کی ہشکار ہے اور حدیث میں اس باب میں کثیر و شایع ہیں  
 لہذا ان کے ذکر سے اس کتاب کو ہم دراز نہیں کرنے میں پس جبکہ اپنے غیر کے نسبت لگانا مطلق منع ہوا ہے کہ نہ منع ہوگا نسبت لگانا جس غیر کی  
 طرف کہ جو اشرف و بہترین انصاف ہے یعنی نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم کو چاہے حضرت پر اور آپ کے اولاد و اہل بیت پر جو ہر شخص جوڑنے سے اور اہل بیت نبوی  
 کے زمرہ میں جو عظمت و کرامت والا ہے ہم کو اور ہمارے اس لئے کہ ہم ان کو دوست رکھتے ہیں اور یاد ان کی دعا و تقدس کے خادم ہیں اور جو شخص دوست رکھتا ہے  
 کسی قوم کو اس کی تباہی ہوتی ہے کیا ان کے ساتھ ہر وہ جیسا کہ حدیث صحیح کی نفس ہے ثابت ہی اور ابن جریر بتی سے صحاح و معجم میں بنی مسلم کے نسب  
 شریف کے ثابت کہا ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اس نسب شریف کے منسلک ہو کہ تاکہ جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں خلاف حق ناظر لگا دے  
 اور اہل بیت نبوی کے انساب ہمیشہ سے مضبوط رہے ہیں اور ان کے حالات خاص محفوظ رکھے گئے ہیں اس امر سے کہ چال ذالائق ان کا دعویٰ کو یقین ہر زمانہ  
 میں حق تعالیٰ اہام فرماتا رہا ہے برگزیدہ انخاص کو اور انکی صحت تایم رکھنے کا اور انکی حفظ تفصیل کا ہر وقت میں اہتمام رکھنے کا خاص کوئی طالب نبی مطلب کے انساب  
 کیلئے اور یہیں سے اصطلاح واقع ہوئی ہے نسبت ظاہر و بنی فاطمہ کو خاص بنسب اس کیساتھ کہتے ہیں دوسرے ذی شرف انساب عباسیہ جو جعفر و غیرہ ہمارے  
 اور ان کی سیادت و زیارت شرف کے ظاہر کر کے واسطے۔ ہا قریش کا فضل ان کے غیر پر اس کے ثبوت میں بخاری نے اور اب میں اور حاکم و بیہقی نے ام ہانی  
 روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قریش کو ساتھ فضائل میں فضیلت بخشی ہے کہ ان سے پہلے کسی کو دی گئی تھیں اور ان کے  
 بعد ان کو دی جائیں گی ایک فضیلت قریش کو یہ ہے کہ میں ان میں سے ہوں دوسری فضیلت یہ ہے کہ نبوت ان میں سے تیسری یہ ہے کہ کعبہ  
 شریف کی مدد بانی ان میں سے جو تہی یہ کہ بانی پانا حلاج و زوار کعبہ کو ان میں سے پانچویں یہ کہ خدا نے اصحاب خیل پر ان کو حضرت دمی اچھی یہ کہ  
 دس برس تک انہوں نے خدا کی عبادت کی اس پر کہ ان کو سوا اس وقت کوئی مودت نہ تھا ساتویں یہ کہ قرآن میں خدا نے ایک سورت خاص قریش کے  
 باب میں نازل فرمائی ہے اس میں ان کے غیر کا ذکر نہ کیا وہ سورہ لا یلعنف ہے انتہی اور لیکن باطل ہونا مصنف کے مجدد ہونا کیا وہ اس وجہ سے  
 ہے کہ مصنف میں تجدیدی غلو میں سے ایک شرطی موجود نہیں ہے کہ جہاں تک تمام شرطیں تجدیدی کہ جن پر ان کا مجدد ہونا موقوف ہے اور میں پائی تھیں  
 صاحب نقیہ نے کہا ہے کہ مجدد ہونے کے قریب تو لوگوں میں لگے محدثین میں جیسے امام بخاری و مسلم و امام احمد بن حنبل احمد بن مسعودی نے  
 کہا ہے کہ ایک شخص نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ جب کسی شخص کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں کیا وہ فقہیہ یعنی مجتہد ہو جاتا ہے فرمایا نہیں کہا اگر دو لاکھ  
 حدیثیں یاد ہوں فرمایا نہیں کہا اگر تین لاکھ یاد ہوں فرمایا نہیں کہا اگر چار لاکھ یاد ہوں تب کہا ہاں لیکن ہو سکتا ہے ابو احمیس نے کہا ہے کہ میں نے اپنے  
 دادا سے پوچھا کہ امام احمد بن حنبل کو کتنے حدیثیں یاد تھیں کہا کہ چوبیس لاکھ حدیثیں یاد تھیں لیکن میں جامع منصور میں قوتے دیکھ کر یہ بات تو میرا مسئلہ کا  
 ذکر کیا پس مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تم کو پتہ ہے کہ حدیثیں یاد ہیں جسکی بنا پر تم لوگوں کو قوتے دیتے ہو غیہ کہا نہیں میں تو صرف قوتے اس شخص کے قول  
 پر دیتا ہوں جسکو یہ مقتدر یاد ہوا فقہ اور صاحب صحاح و ابیہ نے اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ میں کہا ہے کہ ابو بکر ہر دی کا قول ہے  
 کہ تمام مسلمانے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ کسی شخص کی حدیث میں اس م ہونا صاحب یزید نہیں ہے۔



المستفيدة من كونها جامعا لهذه الخصائص الخمس: ان يكون حافظا للغات العرب واختلافها وما في اشعارها  
 واصنافها واختلاف العلماء والفقهاء ويكون عالما بآدابها وحافظا للاعراب وانواعها واختلاف عالمات  
 بكتب الله حافظا لاختلاف قرائتها واختلاف القراء فيها عالما بتفسيرها وحكمها ومتشابهة وناسخه  
 ومنسوخه وقصره عالما باحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم وميزا بين صحيحها وسقيمها ومتصاها ومنقطعها  
 ومن اميالها وسانيدها ومشاهيرها واحاديث الصحابة موقوفها ومسندها ثم يكون ورعا قتيلا صائما لنفسه  
 صدوقا ثقة بدينه ودينه على كتب الله وسنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا جمع هذه الخصائص  
 يجوز ان يكون اماما واجازا ان يقلد ويحتج به في دينه وقاومه واذا لم يكن جامعاً لهذه الخصائص او اخل  
 بواحدة منها كان ناقصا ولم يحزن ان يكون اماما وان يقلده الناس الى ان قال وليذهبنا عنكم على الاجماع  
 لطل في هذه الكفاية المسترشدة وانما ذكرت هذه المقدمة لتكون قاعدة يرجع اليها فيما تذكره فان  
 اليوم مبتلى الناس بمن ينسب الى الكتب والسنة ويستنبط من علومها ولا يبالى من خالفه واذا طلبت  
 من ان يعرف كلامه على اهل العلم لم يفعل بل يجب على الناس الاخذ بقوله وبمفهومه ومن خالفه  
 فهو كافر عنه هذا وهو لم يكن فيه خصلة واحدة من خصال اهل الاجتهاد ولا والله عشرة واحدة مع  
 هذه افراج كلامه على كثير من الجهال فاننا لله واننا اليه راجعون انني بقدر الحاجة واما بطلان كونه  
 عالما قريش يسبح طباق الارض علما تقدمت في الخطبة باحسن الوجوه فلا تغيد ما قال يا شهد ان لا اله  
 الا الله ربارؤ قائل كبير اصدا اسبحا قد وساد حن الدنيا والاخرة ورجيهما واحد الا شريك له  
 واشهد ان محمدا عبده ورسوله وورده ومقبوله ورضيه وخليده وجيبه فاراد الاشبيه له امنا  
 بالله كما هو في ذاقه الاحدية وصفاته الواحدية وملئكته وكتبه ورسله وانبيائه وما  
 ورد من الامور في اليوم الآخر والقدر من الله القدير القادر اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما  
 صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد لما باركت  
 على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم جعل صلواتك وبركاتك على محمد النبي وآله  
 امهات المؤمنين وذريته واهل بيته كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم وعلى حملة  
 عرشك الذين لا يفترقون من تسبيحك ولا يمشون من تقديبك والملئكة الذين اختصهم لنفسك  
 اللهم وصل على رسولك وانبيائك من آدم الى الخاتم اللهم واتبع الرسل عامة اللهم واصحاب  
 جيبك مولانا محمد خاصة الذين احسنوا الصحابة وابلوا بالبلاء الحسن في نصره وكافوا به وامسوا  
 الى وفادته وسابقوا الى دعوة اللهم والتابعين لهم باحسان الذين يقولون ربنا اغفر لنا ولآخائنا



[illegible]



الَّذِينَ يَنْتَفِعُونَ بِالْإِيمَانِ وَلَا يَجْعَلُونَ فِي قُلُوبِهِمْ غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ  
 إمامنا المومنين وذريته وأهل بيته أقول ومن الله التوفيق في أفراد الأزواج من أهل البيت مع مقتضى  
 طهر والعقل بالذرية بينهما إيماء إلى أنها خارجة عنهم وفي الأتيان بهم بعد الذرية تليج إلى كونهم  
 من الذرية كما من الأزواج فحصل بهذا أن الكلامين قياس على الترتيب الشكل الثاني أن أهل البيت هم  
 الذرية والأزواج ليست بذرية فأهل البيت ليسوا بالأزواج ويتعكس إلى أن الأزواج ليست بأهل البيت  
 ويؤيد ما قال صاحبه في ادالة الحق في حقه (١١) حضرت عائشة أم المؤمنين محبة أهل بيت محمد بن عبد الله  
 يعني أنها من محبة آلهم ويؤيد ما أيضا أنه لم يرد في هذا الكتاب عنهم حديثا ولا شرا استقلا ولا  
 مع أن موضوع مباحث هذا الكتاب علوم أهل البيت لا غيرهم وهذا القياس فاسد لأن صفرا لا يمتنع  
 مخالفة لمذهب أهل السنة لأن الأزواج المطهرات عندهم من أهل بيت نبي صلى الله عليه وسلم أصالة  
 والذرية داخلية فيهم تبعاً كما نص عليه في التفتيح قال في حقه منها البني ومحققين برأيه كبر  
 آيت در مقامه أزواج راقست بالمحكم العبارة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب جميع البيت ودين بشارت وأهل البيت  
 بنو محمد بن عبد الله حق چار کس موصوف فرمود نظر بخصوص سبب بود و نیز قراین خصوصیت با ذوات سابق و لاحق کلامی یا تنزیه  
 که مهمل خاص با زوج باشد و لهذا در روایتی میگوید مثل این ما را که حضرت عباس و پسران او نیز ثابت است مدعای آن  
 حضرت مسلم بن بکر که جمیع اقارب خود را در نقطه اهل بیت که خطاب الهی وارد شده داخل سازند مانند آنکه بادشاه کریم  
 که از صاحبان خود بفرماید که اهل خانه خود را حاضر کن تا خلعت بدهم و نوازش فرمایم این صاحب عالی همت همه متوسلان خود  
 را گوید که اینها اینها منم تا در خلعت و نوازش بادشاهی بر همه انبیه باشد اتنی بقدر حاجت قوله علی حمله الثانی  
 الذین لا یفترون من تسبیحات ولا یسمون من تقدیسك اقول خیه براعة ظاهرة لما بسطه فی هذا  
 الکتاب من عقاید و الجسمة المشبهة ان الله تعالى جالس علی عرشه فوق سبع سمواته بائن من  
 خلقه و جلالة علی کرمیه ليس با عور و یضوئ و یزول الی سماء الدنیا علی حقيقة و غنق تبلیج لهذا  
 العقائد الفاسدة فی حاشیة صفحه ١٣ بروایة محمد بن اسحق الذی هو من المدلسین عند المحققین  
 كما سیأتی فی تلك الصفحة من لم یقر ان الله تعالى علی عرشه قد استوی فوق سبع سمواته فهو کافر  
 بریه یسجن اب فان تاب و الا ضربت عنقه و التی علی بعض المزا من حیث لا یتأذى للمسلمون او لا  
 للعاهدون بنق ریح و کان ملله فیما لا یرثه احد من المسلمین او المسلم الا یوث الکفر كما  
 قال صلعم انق و هذا من العقيدة المردودة من عومات أهل البعثة و دها علماء اصل السنة سلفا



جہاں میں ہم سے پہلے گذر گئے ہیں بخش دے اور ہمارے ولوں میں مومنوں کے طرف سے کدورت نہ کہے ہمارے پروردگار بیشک تو مہربان  
اور رحیم ہے تقیہ جو مصنف کا قول ہے اولادوں کی بیسیوں پر مومنین کے مائین ہیں اولادوں کی اولاد اور اہل بیت پر عین کہتا ہوں در  
خدا ہی کے طرف سے توفیق ہے اندراج کو اہل بیت سے جدا لانے میں اولاد کو اہل بیت پر مقدم کرنے کے ساتھ اولاد و اہل بیت سے اولادوں میں فرق کرنے  
میں اشارہ ہے اس طرف کہ اندراج اہل بیت سے خارج ہیں اور اہل بیت ذریت کے بعد لانے میں اشارہ ہے اس طرف کہ اہل بیت ذریت ہیں  
میں نہ اندراج میں سے پس ان میں کلام کے ملنے سے شکل ثانی کی ترتیب پر یوں قیاس مرتب ہوگا کہ اہل بیت ذریت میں سے ہیں اور اولاد  
ذریت میں سے نہیں پس اہل بیت اندراج نہیں اور اس کا عکس یوں ہوگا کہ اندراج اہل بیت نہیں ہیں اور اسی کو مؤید ہے جو مصنف کے  
شاگرد نے ازالۃ الخفا کے صفحہ (۱۱) میں کہا ہے (حضرت عائشہ ام المومنین صاحبہ اہل بیت تھیں) انھیں مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ اہل بیت کو  
دوست کہہ سکتی تھیں نہ یہ کہ اہل بیت سے تھیں اور نیز اس کا مؤید ہے یہ کہ مصنف نے اس کتاب میں اندراج مطہرہ سے مستقل طور پر  
نہ کوئی حدیث روایت کی نہ کوئی اثر لاکر اس کے مباحث کا موضوع اہل بیت کے علوم ہیں اور ان کا غیر اور یہ قیاس خاصہ ہے اس لئے کہ  
اس کا معنی منہج پر اور مذہب اہل سنت کے مخالف ہے کیونکہ اندراج مطہرات اور ان کے نزدیک اساتذہ اہل بیت بنی علیہ السلام ہیں، حضرت کی  
اولاد اور ان میں داخل ہیں تبعا جیسا کہ تفسیر میں اس کی تصریح کی ہے جہاں پر کہ صفحہ (۱۱) میں لکھا ہے (اور محققین اہل سنت اس میں کچھ حرج  
یہ بیت اندراج کے مخاطب میں واقع ہے لیکن چونکہ عموم لفظ کا اعتبار بعض خصوص سے کمال اہل بیت اس بشارت میں داخل ہیں  
اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دعا چار اشخاص موصوف کے حق میں فرمائی بلحاظ خصوص سبب کے تھی اور نیز اندراج اشخاص کی تھی  
کلام الہی کے سابق و لاحق میں پاکر حضرت کو خیال پیدا ہوا کہ مبادیہ بشارت اندراج ہی کیلئے خاص ہو سیدہ سے یہ حق کی صحیح روایت  
میں اس معاملہ کے مثل حضرت عباس اولاد کے حق میں ہی ثابت ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا دعویٰ تھا کہ اپنی تمام آقا رب کو اہل بیت کے  
نقطہ میں جو کہ خدا کے کلام میں وارد ہوئے داخل کریں جس طرح کہ بادشاہ کریم اپنے کسی صاحب کو حکم کرے کہ اپنے تمام اہل خانہ کو حاضر کرنا میں  
اون پر خلعت و غمرہ سے نوازش کر دوں یہ صاحب عالی ہمت اپنی کل علاقہ و مملکت کو فراہم لاکر کھدیوے کہ یہ سب میرے گھر کے  
لوگ ہیں تاکہ بادشاہی خلعت و غمرہ میں سب حصہ دار ہو جاویں تو کہہ ادا اپنے عرش کے آجائو اور ان پر جو کہ تیرا بیج ہے سنی نہیں  
کرتے انھیں میں کہتا ہوں کہ اس قول میں صنعت براءت استبدال ہے اور عقاید کے لئے جو مصنف نے اس کتاب میں بسط کے ساتھ  
لکھی ہے یعنی مجسمہ و مشبہ کے عقاید کا استغناء اپنی عرش پر بیٹھا ہے اپنے سات آسمانوں سے اوپر ہے اپنی مخلوق سے جدا ہے اس کے  
دونوں پیراؤں کے کرسی پر ہیں کا نا نہیں ہے قائد یعنی دونوں انگلیں دیکھی صیغہ میں ہنستا ہے اور نیچے کے آسمان کی طرف حقیقتاً اترتا ہے  
اور ان عقائد فاسدہ کی تبلیغ کو صفحہ ۳۴ کے حاشیہ میں صفحہ ۷۰ محمد بن اسحاق کی روایت جو کہ محققین کے پاس سے تھا جیسا کہ او میں  
ایک اسطر حیر لکھا ہے (جو شخص کا قرآن کرے اسکا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بیٹھا ہے سات آسمانوں کے اوپر وہ اپنے رب سے منکوحہ اس کے قریب  
کرتی جا اگر توبہ کرے تو فیہا مردہ اسکی گردن ماریجا اور گنہگار پر پیکہ یا جانا کہ مسلمان اور ذمی کفار اسکی بددعا یا دنیا دین اور اسکا مال غنیمت کا کام لیتا  
نہایت ہوگا اور اسکا کوئی مسلمان اسکی جگہ نہ لے سکتا کہ اسکا حق نہیں پہنچتا جیسا کہ حضرت صل نے فرمایا انتہی حد مردود عقیدہ اہل بیت کے عقائد و عقائد اہل سنت و ملت



وخلفا كما مر من قبله في المقدمة وسيأتي بقرينة مقامه ان شاء الله تعالى قوله اللهم واتباع الويل  
 حامة واحط بجهنم مولانا محمد با علة الذين احسنوا الصحابة وابلوا البلاد الحسن انما أقول  
 من الله التوفيق اورد هذه العادة مقتبساً من الصحيفة السجادية التي هي كالصحيحة الالهية ومنزلة  
 عند الشيعة في الدرجة والفضيلة فتشيطا قلوب الامامية وتغيطا لما زعمه اهل السنة والجماعة وايقاد  
 النار المنازعة التي في قلوب الطائفتين كامنة ولذا تصرّف فيها بالتقص والزيادة حتى يدفع ما اراد  
 بها اهل السنة ويثبت ما رآه الامامية وتفسيره ان اهل السنة قائلون بان الصحابة كلهم عدول ومن  
 ابغض واحد منهم او تكلم فيه بشئ فهو مبتدع ضال زنديق داخل في زمرة اهل الشيعة وخارج عن  
 دائرة اهل السنة والجماعة كما قال ابن حجر في الصواعق المحرقة اعلم ان الذي اجمع عليه اهل السنة والخ  
 انه يجب على كل مسلم تركية جميع الصحابة باثبات العدالة لهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم  
 فقد اتفق الله سبحانه عليهم في آيت من كتاب منها قوله تعالى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فَاثْبِتْ  
 الله لهم الخيرية على سائر الامم ولا شئ يعادل شهادة الله لهم بذلك لانه تعالى اعلم بعباده وما  
 انظروا عليه من الخيرات وغيرها بل لا يعلم ذلك غير تعالى فاذا شهد تعالى فيهم بانهم خير الامم  
 على احداً اعتقاد ذلك والايمان به والاكان مكنزاً بالاباء والخيار ولا شك ان من ارتاب في حقيقة  
 شئ مما اخبر الله او رسوله به كان كافراً باجماع المسلمين انتم بقوله والحاجة وقال امام عصره ابو ذرعة  
 الرازي من اجل شيخه المسلم اذا رايت الرجل ينقص احد من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فاعلم انك زنديق وذلك ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق وانما ادعى اليك اكله الصحابة فمن حرام  
 انما اراد ابطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به الصق والحكم عليه بالزندقة والظلال والكذب والفساد  
 هو الاقوال الاق وقال ابن حزم الصحابة كلهم من اهل الجنة قطعاً وانما لا يدخل احد منهم النار لانهم  
 الخارجون بالآية انتم لانا في الصواعق ونذهب جميع هؤلاء العلماء ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنه عثمان  
 وعلي وكذا بعد ما كان في شرح فقه الاكبر وقال ابن دقيق العيد في عقيدته وما نقل فيما شرح به  
 واختلفوا فيه انه باطل وكذب فلا يلتفت اليه وما كان صحيحاً اقوالنا بتاويلات حسنة لان الشك  
 عليهم من الله شاق وما نقل من الكلام الاق محتمل التأويل والشكوك والموهوم لا يبطل المحقق  
 والمعلوم هذا وقال الشافعي تلك حماء اظهر الله ايدينا عنها فلا تلوث الستين بها انتم كذا في  
 شرح فقه الاكبر والشيعة يعتقدون ان بعض الصحابة بل اكثرهم سفقون قد ارتدوا في الدين  
 وغضبوا لخلانهم مستحقينها وجاروا على الامام الحق وافسدوا بين الخلق نعوذ بالله من هذا



نصف تک اس کا رد کرتے آئے یہ سچ ہے اس کا کچھ بیان مقدمہ میں گذر چکا ہے اور باقی اپنے مقام میں اگر خدا نے چاہا مذکور رہے مصنف کا  
 قول اسے خدا اور رسولوں کے مروت پر عموماً اور اپنے عیب و عیوب کے یرون پر غم میں کہیںوں نے صحبت کو بھی طرح سے کیا  
 اور بلین میں اچھی طرح بتلائے گئے انتظام میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کو مصنف نے صحیفہ مجاہدہ سے اخذ کیا ہے جو کہ صحیفہ آہیہ اور قرآن کے مثل  
 شیعوں کے مذہب میں سچا جاتا ہے وہ بہرہ فقہ کے اعتبار سے امامیہ کے عقوبت خوش کرنے اور اہل سنت کا رد کرنے اور ہرگز سے کی  
 لگا ہنگو فریقین کے دونوں میں دی ہوئی ہے اور اس وجہ سے کسی بشری کے اصل عبارت میں تصریح کے نقل کیا ہے تاہم چونکہ  
 استدلال سے عبارت کے حریف ہو جائے اور امامیہ کا مطلب ثابت ہو جاوے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعوں کے مذہب میں یہ ہے  
 سب کو معتدین در جس نے ایک صحابی سے بعض روایات کہ اس میں الزام لگایا تو وہ شخص بدعتی گمراہ بدین ہے بدعتیوں کی جماعت میں داخل  
 اور اہل سنت کے حلقے سے اہر ہے چنانچہ بن جبر نے صریحاً مقرر فرمایا کہ اس میں کوئی تحقیق نہیں ہے اس پر کہ ہر مسلمان پر واجب  
 ہے کہ کل صحابی کی صفائی اور پاکی کا اثبات کرے بذریعہ اثبات انصاف و سچائی کے اور اوپر طعن کرنے سے بڑھ کر اس کی توثیق نہ کرنا اس لئے  
 کہ حق سچانے کے کلام مجید کی سب سے آیتوں میں ان کی مدح فرمائی ہے مجاہدوں کے قول خدا سے پاک کا ہے تم بہتر جماعت ہو کہ جو انہوں کی اصلاح  
 کے واسطے بھی گئی ہے پس اس لئے صحابہ کیسے تمام امتوں سے بہتر ہو ثابت فرمایا اور اس معاملہ میں اللہ کی شہادت ہے کہ ہرگز کوئی دین نہیں  
 ہو سکتی ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کا حال اور جو کچھ خیر و شر اور کیا خیال ہے بخوبی جانتا ہے بلکہ حق تعالیٰ کے سوا دوسرے کو ہر  
 علم ہی نہیں ہے ہر جہ کہ خدا نے صحابہ کی تمام امتوں سے افضلیت بیان فرمائی ہے ہر شخص پر اس کا اعتقاد ایمان لازم ہو گیا ورنہ اس نے حق  
 حق تعالیٰ کو چیلنا لازم آئے گا اور سینہ شک نہیں کہ جو شخص اسناد اور اس کے رسول کے اخبار کے حق پر نیکی و شہادہت ہے تو وہ تمام امتوں  
 اسلام کے اجماع سے کافر ہو جائے گا تمام ہوا یہ کلام بقدر مرام اور امام وقت اور وہ مذہبی نے جو کہ مسلم کے اجماع شیوخ میں سے ہے نہایت  
 ہے جبکہ تو کسی کو دیکھئے کہ کسی صحابی کی توثیق کرتا ہے تو تو یقین کر لینا کہ یہ شخص بدین ہے اور اس پر اس وجہ سے کہ رسول سچا ہے اور قرآن سچا  
 ہے اور قرآن کا انبیاء و پیغمبروں میں سچا ہے اور تمام قرآن ہم کو صحابہ نے پہنچایا ہے پس جو کہ صحابہ میں حرج کرتا ہے اور کفار و کافرات  
 کتاب و سنت میں حرج کرتا ہے تو ایسی حرج اسی شخص خارج کے لئے زیادہ چہاں ہے اسی طرح مذکور ہے موافق میں اور فقہاء کی شرح  
 میں لکھا ہے کہ جو کہ مذہب سے کہ تمام صحابہ سچے ہیں حضرت عثمان غنی و سیدنا علی کے فضل سے قبل اور اسی طرح اوان کے فضل سے بعد  
 اور ابن دقیق العید نے اپنے عقیدہ میں لکھا ہے اور جو کہ صحابہ کے باخود و خصوصاً میں منقول ہوا ہے اور پس معاملہ میں صحابہ کا اختلاف و امت  
 ہوا ہے اس کی یہ آیات ہیں بعض تو ان میں سے صحیح ہے اصل و بعض تو حدیث میں اور ان کی طرف اسلاف توجہ کی جائے اور جس قدر دونوں میں  
 صحیح میں براون کی تاہیلات حسنہ بیان کریں گے کیونکہ صحابہ کی متاحق تعانی کے طرف سے پہلے ہو چکی ہے اور جو کہ ان کے خلاف شان منقول ہوئے  
 بعد ہے اور تاویلا کا احتمال کہتا ہے اور واحد ہے کہ مشکوٰۃ و موم کی وجہ سے قطعاً یقینی باطل ہیں ہر کتاب اس کو خوب بچیلے اور امام شافعی کا  
 قول ہے کہ صحابہ صحیحہ اس کے خوب اس لئے ہمارے ان کو پاک کہا ہے ہم کو چاہی کہ ہم نہ بنائے ان کو اور کہیں تمام ہوا یہ قول حق ہے چنانچہ اگر کسی میں  
 اور شیعوں کا اعتقاد یہ ہے کہ بعض ہر ایک کے مذاہب میں ہرگز اختلاف نہ ہو سکتا ہے بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ ہر مذہب میں سچا ہے کیا پناہ



الإلهامات الإلهامات الباطنية فعلماء أهل السنة ناظرين في هذه المسئلة وردوا عليهم في الكتب ودفعوا  
 هذه المطعن بطرق معتبرة في البحث والمنظرة فيها أنهم ردوا على الإمامية زائدين هذه العبارة من  
 الصحيفة السجادية قائلين بأن الأئمة كانوا يجنون العصبة عليهم ويدعون لهم به غير وأنتم ياء عشر الأئمة  
 تدعون حب الأئمة وتحالفون سيئتم في انما لهم وسريتم في اقوالهم فقلت اغتير المصنف هذه العبارة حيث  
 زاد في صدرها اللهم واتبع الرسل عامة وتقتصر كثير من آخرها الزم منه ان هموم الدعاء وادفع حق احصاء  
 الانبياء السابقين وخمسة واربعة عشر اصحاب نبينا صلوات الله عليهم وسلم الذين اتبعوا بالوصاف المذكورة  
 واما غير الموصوفين بها كعمامة وغيره فخرجون منه وان هو لا ياراه الشيعة زناهم اهل السنة تقوى  
 ما زعمه الامامية على انهم اهل السنة وضعف ما استدلل به اهل السنة على خلاف الامامية فاشتعل  
 نار المنازعة بعد ما كانت كامنة في قلوب الجماعة وقد قال الله تعالى ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها  
 وقال تعالى ان الله لا يحب المفسدين احاذنا الله تعالى من افساد الفسدين رايقادهم نار الفعنة  
 بعد حمودها بين المسلمين قلل اما بعد فلقد امتد ما انقضى الى مر احوال الفرق المتشعبة ان اهل السنة  
 وجماعة المولى اعلى الله رضى وشيعته وخاصة على الحقيقة وان لم يستموا بذلك اتقاء موضع التهمة خلافا  
 للمشيعه حيث تستموا بالشيعة والخاصة وستموا اهل السنة بالعامه انهم سلفا وخلفا قد تركوا مذهب  
 الاثمة من اهل البيت النبوة بما سلكوا من مذهب الصحابة والتبعة في اصول الدين واصول الرواية و  
 اصول التداية وجل الفروع الفقهية على غاية الكثرة وتركوا سائر ما عنهم من انواع العمل وكما قالوا مع  
 ان جل علموا اهل القوم امام الاثمة على الرقعة انما هو عند اهل السنة انهم يقول بتوفيق الله تعالى وحموه  
 ان هذا الكلام لا يخلو عن الاستقام ومع ذلك لا يدل على انه لغاية الا بهما اما اول فلان من قوله من  
 اقوال الفرق المتشعبة اما بتعريضه او بيانية على الاول ببق لفظ ما في قوله ما انقضى التي بغير بيان فلا يدل  
 على المراد لكمال الالهام وعلى الثاني لا يطابق قوله من اقوال الفرق المتشعبة لما بعد لان ما بعد قوله  
 واحده اقوال واما ثانيا فلان لفظ انهم في قوله انهم سلفا وخلفا مقسم لان اهل السنة اسم ان وقوله  
 قد تركوا الى اخره خبر فما لا تمد في زيادة انهم واما التاكيد الكثير بيته وبين التوكيد منه يوهن  
 دعونه واما ثالثا فلان قوله وهم جماعة المولى اعلى الخ اما من مقوله الشيعة فهو يقطع هذا الاعتراض  
 من اصله وايضا يخالفهم في الواقع واما من مقوله المصنف كما هو الظاهر فيقتضي الشافض  
 كما سياتي واما من مقوله الغير في الشقاق والسباق ابيان عند كل الالباب لا بد له من البيان وبدونه  
 غير ما الكلام من ادنى مراتب الباطنة ويشمل على خشية حائل تحته واما رابعا فلان هذا الاعتراض



شیعوں کی ان دو ہی بتائی باتوں سے پس طائے اہل سنت نے اس سجدہ میں اون سے مناظرہ کیا اور اپنی کتاب میں شیعوں کا رد لکھا اور شیعوں کے  
 طاعن کو من مناظرہ کے مقصد پر سے منع کیا پس ابن طریق میں سے بعض یہ ہے کہ اہل سنت نے شیعوں کو الزام دیا جو حدیث کی حیات مذکورہ ہو  
 نقل کر کے بنا طور کہ ائمہ اہل بیت تمام صحابہ کو دوست رکھتے تھے اور ان کو دعا خیر دیتے تھے اور تم لوگ اسے امامیہ کی جماعت ائمہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو  
 اور ان کی سیرت افعال مسرورت اقوال کے خلاف کرتے ہو ہر جگہ مصنف نے اس حیات کو متغیر کر دیا اس طرح سے کہ اس کے اول میں حیات کا قصہ بتلایا  
 و اس کے آخر سے بہت کچھ کم کر دیا تو اس منہج کے لازمہ آگیا کہ حدود دعا کا انبیاء سابقین کے اصحاب کے حق میں وارد ہے اور حدود دعا کا وارو سے  
 بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو کہ اوامان مذکورہ فی اللہ کے ساتھ موصوفے اور جو کہ اون اور اہل سنت کے ساتھ موصوفے جیسے معاویہ وغیرہ  
 وہ اس واسطے خارج ہیں وہی تو شیعوں کا مطالبہ اور شیعوں کے منافی ہے پس اس آئینہ مصنف کے امامیہ کا مطلب قوی ہو گیا بزخوات منشا ائمہ کے  
 اور اہل سنت کا استدلال شیعوں کے خلاف میں اس عبارت سے ضعیف ہو گیا پس ہرگز کسی آگ پرک از حق جہاد میں کے کہ لوگوں کے دلوں میں نبی  
 ہوئی تھی اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اور مستعدا و پرپا کرو زمین میں اور مکی دستہ کے بعد اور نیز فرمایا یا رب شک احمد فساد یوں کو دوست  
 نہیں رکھتا ہے ہند پناہ میں کہے مفسدون کے فساد پر اگر نیسے اور فتنہ کی آگ کو مسلمانوں میں پھیلنے کے بعد ننگانہ سے کہا مصنف نے لیکن  
 حدود مرفوعہ کے بعد پیش ہو گیا یہ اعتراض جسے کہ پہنچا کہ شیعوں نے جو کہ در حقیقت مولیٰ علی مرتضیٰ کے شیعہ اور خاصہ میں اگرچہ وہ اپنے کو موصوفے سمجھتے  
 ہیں کہ شیعہ کہلاویں بخلاف شیعوں کے کہ یہ نہ پناہ نام شیعہ و خاصہ رکھتے ہیں اور اہل سنت کو عامہ کہتے ہیں مفسر نے لکھا خلف تک  
 ائمہ اہل بیت کے مذہب کو چھوڑ کر مذہب صحابہ و تابعین کو اختیار کر لیا ہے فلم عقاید و علم روایت و اصول و روایت و جملہ مسائل فقہیہ میں  
 باوجود ان کی کثرت کے اور نیز کمال انواع علوم کو جو اہل بیت سے منقول ہیں جیسے بیضاوی جس طرح سے شیعہ اس اعتراض کی تقریر  
 کرتے ہیں حالانکہ اہل فہم امام ائمہ علی مرتضیٰ کے علوم کا بڑا ذخیرہ اہل سنت ہی کے یہاں ہے تمام ہوا کلام مصنف کا اب خدا کی شوق  
 و مدد سے میں کہتا ہوں کہ مصنف کا یہ کلام چند استقام سے خالی نہیں ہے اور با اہل بیتہ غایت اہام و پیچیدگی کی وجہ سے اصل مندرجہ  
 ولات نہیں کرتا ہے پہلا سقم یہ ہے کہ مصنف کے قول (من اقوال الفرق المنشیعة) میں لفظ من یا بلفظ من کیلئے ہے یا بیان سے شق  
 اقول پر اس کے قول (و اما نقلی) میں لفظ بلا بیان پہنچا تا ہے پس اہام کے سبب سے مقصود پر ولات نہیں کرتا اور شق ثانی پر مصنف کا  
 قول (من اقوال الفرق المنشیعة) اپنے جہد کے جملہ سے مطابق نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد میں ایک قول ہے کہ اقوال وہ سر  
 سقم یہ ہے کہ مصنف کے قول (انہم سلفا خلفا) لفظ انہم کی ہر تہی ہے اس لئے کہ اہل السنۃ ان کا اسم ہے اور مصنف کا قول قدر کو  
 آخر تک ان کی خبر ہے پس لفظ انہم کے نہ ہونے میں کیا فائدہ ہے اگر تاکید کا دعویٰ ہو تو تاکید اور مذکورہ میں ہر فاصلہ لازم آتا  
 ہے جو مصنف کے دعویٰ تاکید کو رد کرتا ہے تیسرا سقم یہ ہے کہ مصنف کا قول وہم جماعۃ المولیٰ علی آخر تک یا تو شیعہ کا تہذیب و  
 توبہ قول اعتراض مذکور کو جڑ سے اوکھاڑ دیتا ہے و واقعی میں ہی شیعہ اس کے قابل نہیں دریا مصنف کا قول قرار دیا جائے نہ پہنچا  
 ظاہر ہے تو اس تقدیر پر تناقض لازم آتا ہے جیسا کہ آگے اس کا ذکر ہو گا اور کسی غیر شخص کا قول ہے پس اس احوال سے کلام سابق ملاحظہ بالکل  
 اچھا لگتا ہے پس اس کے لئے کوئی غیر ضروری ہے و نہ یہ کلام حق نہ تھا فتنہ کچھا تھا و بلکہ حق میں کسی نہ تھا و نہ تھا ستویہ کہ کیرا و نہ



اما دعوى فلا تكمن ان ليل وبدونه لا يسمع واما قل فلا بد له من التصحيح بان ينسب الى الكتب  
 مع كتب قائلين وثقة من ثقاتهم وكلها منقودة ان فكيف يصحح اليد بالرد او التسليم واما  
 شماسا فلان قوله اتقاء موضع التهمة ليس له محله لان اهل السنة يفتخرون بكونهم من شعبة  
 المرتضى على كثر الله وجهه ويباهون ويحكيون به كما صرح به في التحفة في صفح ٣٢٦ اذ لم يذكروا  
 بشيء من كتب جماعة ازهرين وانصارنا بعين ايشان باحسان ان ذكره شايست ومتابعه صفح ٣٢٦ فهو في ذلك  
 جناب ايشان خليفة شرع ولازم تحت ايشان اختيار كذا ويحاربون ايشان جناسه فوزا ومطوع او امر ونواهي ايشان  
 ما ذكره ايشان را شيعي معين كونه وابتداءه اين لقب ورسن سي ورفعت بودا وبحث باز بداند ورويه سال شيعه تفضيل ظاهر  
 شمس الى ان قال بعد ان ان ظاهر شيعه شيعه انما اعظم صحابه واهل بيته النبي صلى الله عليه وآله وسلم واهل بيته  
 كثير وجميعهم كذا شمس واهل بيته رتبهم بآل البيت واهل بيته رتبهم بآل البيت واهل بيته رتبهم بآل البيت  
 انما بقدر الحاجة وكيف يتقون رتباين لاهل بيتهم ان هو الا كذا ببحث افتراء محض منه  
 عليهم وانما لا يشتغل به نيران الخلاف والشقاق بين الطائفتين احاذنا الله منه والعجب منه  
 يدعي ان اثمة بفخره ايضا كما قال وجم جماعة المولى على المرتضى وشيعته وخاصة على الحقيقة مع  
 دعواه بكونه من اهل السنة ان هو الا تناقض صريح كما وعدناه سابقا واما سادسا فلان  
 قوله قد تدارم مذهب الائمة من اهل بيت النبوة بما سلكوا مذهب الصحابة والديانة باطل لان  
 المذهب سيرة يتفق على بعض العلماء من الائمة في فهم الشريعة فيضع ذلك العالم قواعد بعقله  
 وعقله فانه فيهم يستنبطون المسائل الشرعية من مبادئها ولهذا المحقق الخطا في القواب فثبتت  
 الى الصحابة واهل بيت النبوة ليس معقول كما وقع من المصنف وتقررا اعتراض ولهذا  
 ينسب الى الله ورسوله والملائكة واهل السنة ايضا لا ينسبون الى فقهاء الصحابة مع كونهم افضل من  
 الائمة الاربعة بيقين عندهم ولا مائة نائب الرسول معصومين من الخطاء عنه الائمة فكيف يصح  
 نسبة من ينسب للمذهب اليد بل نسبة الى الائمة اهل البيت او الصحابة غير خالصة عن سوء الادب  
 فيما اقوان الائمة والصحابة مواخذ المذهب لانفسهم كذا في التحفة واما سائرا فاولا في اصول  
 الائمة واهل البيت والذرية واصول الذرية وجل لفرع الفقهي على غاية الاشدة ايضا لا يخفى  
 في نسخة لان هذه الفنون اعماد ونبات بعد ثرون الثلاثة المشهود على بالخير وما كان  
 في زمن النبي صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه من العلم في علم الايمان وعلم القرآن وعلم الروايات  
 وعلم الائمة كذا في قوة الغلب والحق ايضا اذ ان باصرا المرتضى كثر الله وجهه ومنه فكيف







يصح قوله بما سلكوا من مذاهب الصحابة والتبعة في اصول الدين ان هذا الاختلاف وانما  
تأما فلا بد ان ترك مذهب الاثنية من اهل السنة في هذه الفنون ايضا غير صحيح لان اهل السنة  
كلهم متفقون في عقائدهم غير مختلفين فيها ولا شعري منها كما قال الحافظ بن عسك  
في تبين كذب المقتري لسائر الاثنية الاربعة في اصول الدين مختلفين انتم وقال الشيخ  
تابع الدين السبكي في مفيد التعم ومبد النعم وهذه المذاهب الاربعة وفيه الحمد في العقائد  
واحكام الامن الحق منها باهل الاعتزال والتفسير والافقه ورعا على الحق يقرون عقيدة ابي جعفر  
الطحاوي التي تلقاها العلماء سلفا وخلفا بالقبول ويدينون الله برأي شيخ السنة ابي الحسن الاقصي  
الذي لم يعارضه الا مبتدع انتم واسمها العقائد قد اخذوها من ائمة اهل بيت النبوة كما قال  
في النسخة صفح ٢٣٣ (٢٣٣) ان زكريا بن قهار اهل سنت ابو ميفه مرويت كلفت قلت لابي عبد الله جعفر بن محمد  
الصادق يا ابن رسول الله هل فوض الله الامر الى العباد فقال الله اجل من ان يفوض الربوبية  
الى العباد فقلت هل جبرهم على ذلك فقال الله اعدل من ان يجبرهم على ذلك فقلت وكيف فقال بين بين  
لا جبر ولا تفويض ولا كسر ولا تشليب انتهى ابراهيم بن روايت اهل سنت بناس في مذهب خود نهاده اند و در نفی خلق  
ابن عباد و اثبات كسب رتب ايشان مطابق ارشاد حضرت صادق اعقابا و از دعا الامين روايت را يمين از كتب شيعة  
واثناء شريفي زيارت شيعه تاسدق وكذب اهل سنت ظاهر و دروي محمد بن يعقوب الكليني عن ابي عبد الله  
قال لا جبر ولا تفويض ولكن امر بين امرين وروي الكليني ايضا عن ابراهيم عن ابي عبد الله مثل ذلك  
وروي الكليني ايضا عن ابي الحسن محمد بن رضا نحو انتم فاعلم من هذه الروايات المتفقة عليها  
بين الطائفتين ان عقيدة الاثنية من اهل البيت لا جبر ولا قدر وكثير من بين وان هو لا يعتقد  
اهل السنة والشيعة على خلافة يقولون بخلق العباد للافعال وياولون قول الاسامير اما ويلات كيك  
سخرية لا يقبلها السلام ان رضيت بها السقيم فلزم عليهم ما الزموا على اهل السنة من ترك مذهب  
الاثنية والمصنف ما رضيت عن هذا الجواب وان كان قويا مسكنا للخصم سر حابه لكسب لانه  
ليس في الحقيقة من منتصري اهل السنة بل هو من مقلدي مذهب المجتمة والمشبهة والوفاة  
الذين هم اصحاب الجهة والنزول والاستقرار وغيرها من العقائد الباطلة كما هي مبسطة في كتبهم  
هذا او كان مراده من تصنيف هذه الكتب ترويج هذه العقائد الواهية وفي مردودة غير  
مقبولة كلها عند الطائفتين من الشني والشيعة كما سنين انشاء الله تعالى في هذا الكتاب كيف  
يمكن ترويجها بينهما فاخرج من عند نفسه دسيسة عجيبة مختلفة من الداسيسين من



صحیح ہو سکتا ہے مصنف کا یہ قول (بما یبطلوا من هذا المذهب الصواب والقبول فی اصول الائمة) یہ تو محض بناوٹ ہے اہل سنیوں کے  
ائمہ اہل بیت نبوت کے مذہب کو ان فتوئیں ترک کرنا ہی غیر صحیح ہے اس لئے کہ تمام اہل سنت عقاید میں متفق ہیں اسلاف اختلاف نہیں رکھتے اور امام  
اشعری اور اسکے طریقہ پر ہیں جیسا کہ حاکم بن عساکر نے کتاب تیسرے کذب المنقری میں کہا ہے کہ ہم ائمہ اربعہ کو عقاید میں مختلف نہیں دیکھتے ہیں  
اتمسوا شیخناج الذین یسکون فی کتاب مفید النعم وید النعم میں کہا ہے سارے چاروں مذہب خدا کا شکر ہے کہ عقاید میں ایک ہیں مگر  
ان میں سے مستثنیٰ اور مجسم ہو گیا اور نہ جمہور مذہب اربعہ کے حق پر اور ابو جعفر امام طحاوی کا عقیدہ جس کو لکھے پچھلے تمام نے مقبول کر لیا ہے  
تسلیم کرتے ہیں اور خدا کی عبادت کرتے ہیں مطابق رائے شیخ سنت امام ابو الحسن اشعری کے جن کا مخالف نہیں ہے مگر بدعتی افق  
اور اصل الاصول عقاید کو علمائے مذہب اربعہ نے ائمہ اہل بیت ہی سے اخذ کیا ہے جیسا کہ تحفہ السنہ ۱۲۳۳ میں کہا ہے فقہاء اہل سنت  
کے سردار امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہا انہوں نے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ اے ابن رسول! اسکیا خدا نے اپنا کلام تو  
سیر کر دیا ہے فرمایا کہ خدا بزرگ تر ہے اس سے کہ رب ہونے کو بندوں کے حوالہ کر دیوے پس میں نے پوچھا کیا انکو اسپر چور و روباہ  
فرمایا کہ السعدا دل تر ہے اس سے کہ بندوں کو اس امر پر مجبور کر دیوے پھر میں نے عرض کیا کہ کیوں کر ہے یہ معاملہ فرمایا کہ میں نے میں سے نہ  
بالکل جبر ہے نہ بالکل اختیار ہے نہ محض اکراہ ہے نہ ہمہ تن تسلط ہے فقہ اسی روایت پر اہل سنت نے اپنا مذہب کو منی کیا ہے اور  
بندوں سے پیدا کرنے کی نفی اور اون کے لئے کسب کے اثبات میں امام جعفر صادق کے ارشاد کے مطابق عقیدہ رکھتے  
ہیں اب یمنہا اسی روایت کو حضرات شیعہ و اثنا عشریہ کے کتابوں سے بھی مستنا پائے تھے تا اہل سنت کا جوتھ صحیح ظاہر  
ہو جائے محمد بن یعقوب کلینی نے ابو عبد اللہ علیہ السلام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ فرمایا انہوں نے زہر ہے بغویض  
لیکن ایک شے ہے ان دونوں کے درمیان اور نیز کلینی نے ابو عبد اللہ ابراہیم ہی امام جعفر صادق سے کلام مذکور روایت کیا ہے  
اور نیز کلینی نے امام ابو الحسن محمد بن علی رضا سے ایسا ہی روایت کیا ہے فقہ اہل سنت ان روایتوں سے کہ جن پر سنیہ  
و سنی دونوں متفق ہیں معلوم ہو گیا کہ ائمہ اہل بیت کا عقیدہ نہ جبر کا ہے نہ قدرت کا بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے  
اور یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا اور شیعہ اس کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور امام جعفر صادق کے  
قول مذکور کی طرح طسج پر رکبک و تخیف تاویلین کرتے ہیں کہ جرج صحیح المزاج آدمی تسبوا نہیں کرتا اگرچہ بامزاج آدمی  
اون سے خوش ہو جائے پس جو کہ شیعہ نے اہل سنت پر اہل بیت کے مذہب کو چوڑ دینے کا الزام لگایا تھا وہ حضرات  
شیعہ پر آٹھ پڑا اور مصنف نے اس جواب کو پسند کیا حالانکہ یہ جواب قوی ہے اور وہ خصم کامکت ہی اور کتب بہت میں بہرحت مذکور ہو سکتی  
ہے یہ کہ حقیقت مصنف اہل سنت کو طغداروں میں نہیں بلکہ عقائد و عقیدہ و مذہب کا جن کے عقائد باطلہ سے اثبات جہت و نزول  
و استقرار وغیرہ جیسا کہ یہ عقاید مصنف نے اپنی کتاب میں بطریقہ تصدیق کی ہیں اور اس کتاب کی حقیقت مصنف کی اہل غرض ہی اور عقیدہ و اہلہ کو دینا تھا  
حالانکہ یہ تمام عقیدہ شیعہ و سنی دونوں کے مذہب میں نامقبول و ممنوع ہیں چنانچہ ہم اوس کو اگر خدا نے چاہا اس کے بدل لگایا نہ کریں گے اپنی اس کتاب میں  
پس اس کیفیت کیا تھا ان عقاید باطلہ کو نہی و شیعہ میں رواج دینا مصنف کیونکر ہو سکتا ہے پس اپنے جی سے ایک عجیب و غریب کی بات بنا کر جو کہ



دسائس الشيعة المذكورتين في الحفزة هكذا اكيد شمس وبقية من كند بر ايسنت كه ايشاد وروايت واما  
 تميز نميكنند ورماتين وخالصين زير كه بعد از وفات آنحضرت مسلم مناقق از خالصين متميز نمي شد با تعلق وحي و ايشان  
 از هر محايه روايت دارند بخلاف شيعة كه ايشا از غير اهل بيت روايت كند و پاكي و طهارت اهل بيت و ذراب رجب و  
 ايشان قطعي است انهي كيد بر شهاد و پيغم كند طعن كند بر اهل سنت و جماعت كه ايشان مذهب ابو حنيفة و شافعي و مالك و احمد و  
 حنبل و مذهب ائمه را اختيار نمي كند حالانكه ائمه اجماع اند با تباع انق و حسب تلك الذسيعة بعنوان الاعتراض  
 الى الشيعة و وضع هذا الكتاب موضع جواب من جانب اهل السنة و نسب جملة ما املا هافيه  
 الى ائمة اهل البيت و اكابرهم و طبق اقوال اكابر علماء هم عليها و جاء ان يقبلها العوام من الطائفتين الحسن  
 ظنهم بالاكابر الذين نسب المصنف الاقوال في الموضوعات في هذا الكتاب اليهم و ما دعي ان الناقد بصين  
 و الكيس خير و اما قاسعا فلان قوله و تركوا سائر ما عنهم من انواع العلم و كما قالوا في غاية البطلان و  
 نهاية البهتان على الطائفتين لان مروجوم الشيعة ان اهل السنة لا يختاطون في اخذ الروايات و المذاهب  
 لانهم لا يقتصرون فيه على ائمة المعصومين بل ياخذون ما عنهم و عن غيرهم من الصحابة و التابعين و فناء  
 مروجومهم ان مذهب اهل السنة صار مستبهما مختلطا بالحق و الباطل بخلاف مذهب الشيعة فانه  
 مأخوذ من المعصومين فالمن ابق على المرافقة الحق و محو ضمة الصدق و ما نسب المصنف اليهم في  
 هذا القول مخاشاهم عنه و ان ادعى به فعليه النقل عن ثقة او كذب معتبر عندهم و كيف يقولون به  
 و انهم يتلون كذب قال الله تعالى قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ قَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ  
 الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَ هُمْ يَتْلُونَ الْكُذْبَ و قال الشاعر اقل اللوم عا ذل و العتاب و قول ان احبت لقد  
 و اما حاشرا فلان قوله مع ان جل علمه اجل القوم امام الائمة على الان يخفى انما هو عند اهل السنة  
 ايضا لا يخلو عن خدشة لان علومه المعتبرة عندهم قسما من معارف و غيرها و الاول ممول به في طرق  
 الصوفية و الصفاة و الثاني ما هو مذكور في الصحاح منقح عدد كخمسة و ستة و ثمانون فان لواد  
 بها فلك فلا غبار عليه و ان اراد بها غير ما فهم بريون عنه و ايسوا بر اضيق من هذه الجملة قال فما  
 علمت من علومه عندهم مسند له و يسمي سيرة علي خوجه حافظ اليمن و زهدان الجوال الرجال بو  
 اسحق ابراهيم بن الحسين بن ديزيل الكسائي المتوفى في آخر شعبان سنة احدى و ثمانين و مائة و  
 كانه منقذ بعد مائة و خمسين سنة و مسند له خوجه حافظ بغداد احمد بن ابراهيم الذكوري في كتاب  
 النصايف المتوفى سنة مائتين و ست اربعين عن شان و سبعين و مسند له خوجه حافظ جرجان  
 الحفظ الكبير ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن سنجر صاحب المسند المتوفى في ربيع الاول سنة مائتين و ثمان



شیعوں کے دو کیدون سے تخلص ادا کر کے جو تفسیر میں مذکور ہیں اس طرح سے سرسختیوں ان کبیرہ ہے کہ سنیوں پر طعن کرنے کا یہ بیہوشانہ  
 روایت میں منافقوں اور مصلحتوں میں تیسرے نہیں کہ سنیوں کا سوجہ سے حضرت علیؑ کے ذہانت کے بعد مخلص سے منافق کی نیز ہونا ہی  
 بسبب منقطع وحی کے اور سنی صحابی سے روایت کرتے ہیں بخلاف شیعہ کے کہ یہ لوگ اہل بیت کے فیض سے روایت نہیں لیتے اور اہل بیت کا  
 پاک و صفائی اخلاقی کا اونسے دور ہونا قطعی امر ہے انھیں شیعوں کا کید یہ ہے کہ سنیوں پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ ابو حنیفہ و شافعی  
 و مالک و احمد کا مذہب اختیار کرتے ہیں اور ائمہ اہل بیت کا مذہب اختیار نہیں کرتے حالانکہ ائمہ اہل بیت کے زیادہ حق دار ہیں انھیں  
 اور مصنف نے اس غیر مبکی بات کو شیعوں کا اعتراض قرار دے کر منقطع تصنیف کتاب کی تہذیب میں ذکر کیا اور اپنی اس کتاب کو  
 سنیوں کے طرف سے اعتراض مذکور کا جواب قرار دیا اور جو کچھ اس کتاب میں لکھا اس کو ائمہ و اکابر اہل بیت کا مذہب قرار دیا  
 اور اہل سنت کے اکابر علماء کے اقوال میں پر مطلق کئے اس میں یہ کہ وہ دونوں گروہ کے عوام الناس خوش عقیدہ ہونے کی وجہ سے  
 مسکومان ہیں کہ جن کی طرف مصنف نے اس کتاب کے اقوال و عبارات کو منسوب کیا ہے اور یہ نہ سمجھا کہ پر کھنے والا تیز  
 قلم ہے اور ہوشیار باخبر ہے انھیں یہ کہ مصنف کا قول (وَمَا كُنَّا نَعْلَمُ مِنْ أَنْوَاعِ الْعِلْمِ وَصَحَابَةِ الْأَوَّلِينَ) اعتبار دیکھا باطل  
 اور پرے سرے کا جہان ہے دو گروہ جو ہر اس لئے کہ شیعہ کا قول یہ ہے کہ اہل سنت روایت مذہب کے اختیار کرنے میں احتیاط نہیں کرتے  
 اسوجہ سے کہ وہ ائمہ معصومین پر نہیں کرتے بلکہ ان سے اور ان کے غیر صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں پس حاصل قول  
 شیعہ کا یہ ہے کہ اہل سنت کا مذہب مشتبہ اور حق و اطلاق سے متعلق ہو گیا ہے اور شیعہ کا مذہب ایسا نہیں ہے کہ خاص ائمہ معصومین  
 لیا گیا ہے اسوجہ سے حق صرف اور صدق محض پر ہونا باقی ہے اور مصنف نے اس قول میں جو کچھ شیعہ کے طرف منسوب کیا ہے وہ اس  
 بری میں اور مصنف کو دعویٰ ہو تو شیعہ کے کسی ثقہ کے قول یا روایت کی کتاب معتبر ہے اسکو ثابت کئے اور شیعہ کی نکر ایسا کہہ سکتے ہیں وہ بھی تو  
 آخر کتاب الہی کی تلاوت کرتے ہیں فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ یہ وہی ہیں کہ انہیں میں نصاریٰ نے کہا کہ نہیں میں یہود کسی شے پر  
 حالانکہ یہ سب کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک شاعر نے کہا ہے - ایما ذلہ طاعت و کتاب کو کم کر اور میں اگر حق بات کہوں اس کو نسبت نہ دے  
 کہ حق بات کہا و شواہد انھیں یہ کہ مصنف کا یہ قول (وَمَا كُنَّا نَعْلَمُ مِنْ أَنْوَاعِ الْعِلْمِ وَصَحَابَةِ الْأَوَّلِينَ) ہی خدا سے  
 خالی نہیں ہے اس لئے کہ حضرت امیر کے علوم جو اہل سنت کی بیان معتبرین و درجہ اولین معارف و غیر مشارف پہلی قسم بر تمام علوم و ہنر و فنون و معارف و علم و ادب  
 اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو کتب احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور اس حدیث و تفسیر میں علوم غریبیہ و علوم غیبیہ اور وہ کچھ ہیں تو ہر کچھ اعتبار نہیں  
 اور اگر انکا فائدہ کیا ہے تو اہل سنت اس میں اور اس کے مجموعہ رافضی نہیں ہیں کہ مصنف نے یہ حق علوم صرف غریبیہ علی کے اہل سنت سے پاس مجھ کو معلوم ہیں  
 مجددان کے ایک سند ہے اور میر علی و کائنات کا نام ہے کہ مصنف عارفین و بزرگانش کو زیوارت سفر فرما دیا، واضحاً ابیہم بن حسین بن  
 دیر کیانی ہے جس کی وفات آخر شعبان ۱۱۷۰ھ میں ہوئی تھی اور شاید کہ اس نے مسند کو شیعہ کے بعد تصنیف کیا، اور وہ مسند علی  
 صاحب مصنف حافظ بغداد احمد بن ابیہم دوقی صاحب تصانیف کثیرہ کی وفات ۱۱۷۰ھ میں ہوئی اور وہ ۱۱۷۰ھ میں پانی تیسرے سنہ  
 جس کا مصنف حافظ بغداد احمد بن ابیہم دوقی صاحب تصانیف کثیرہ کی وفات ۱۱۷۰ھ میں ہوئی اور وہ ۱۱۷۰ھ میں پانی تیسرے سنہ



وخمس مائة قال الحافظ قطب الدين عبد الكريم الحلبي ثم المصري الخ في تاريخ مصر وعند محمد بن مسند علي بن  
 خزيمة بن يعقوب بن عبيد بن يزيد بن هارون وابن نمير وخلافة في ذلك ذكره الحافظ للحافظ الذي هو القافى  
 ومسنده ونسبته يسمى اخبار علي وسير علي ايضا تصنفه في اخر حياته في سنة اربع مائة نزيل بغداد الحافظ الشهير  
 يعقوب بن شيبه السدي صاحب المسند الكبير الذي تصنف مسند احسن منه وكثيره له احمد  
 بن ابي داود بن مسند علي له خمس مجلدات ومات في ربيع الاول سنة مائتين واثنين وسبعين  
 ومسنده خرج حقه الحافظ العراقي قاضيا كبيرا اسمعيل بن اسحق المتوفى سنة مائتين واثنين وثمانين  
 ومسنده خرج حقه الحافظ المصري والقاضي ابو بكر احمد بن حنبل حبا كتب العلم وكتب حقه المتوفى سنة  
 مائتين وتسعين واثنين ومسنده خرج حقه الحافظ حنبل بن ابي جعفر محمد بن عبد الله بن عوف بن طين  
 في سنة مائتين وسبع وتسعين وهو في سنة عشرة مائة ومسنده خرج حقه الحافظ احمد بن شعيب  
 بن ابي عمير الحديث الستة المتوفى سنة ثلث وثلثمائة ومسنده خرج حقه الحافظ ابو محمد عبد الرحمن بن عثمان  
 بن ابي ذر المتوفى سنة وجملة صالحه من اخباره واثاره في كتاب خلافة اهل العراق عليا وعبد الله بن  
 ائمة المذاهب الاربعة التي هي في كتب الامم له وفي كتب اخرى سونهما له ايضا وفي كتب خليفته اهل  
 العراق عليا وعبد الله بن محمد بن نصر المروزي وكتب اخباره واثاره في كتاب خلافة اهل العراق عليا وعبد الله بن  
 العلوية في كتب الحافظ الايقاظ المتقدمة الامم من اهل السنة كتاب السنن والاثار لابن شهاب  
 الزهري المديني التابعي مر خاصة الامام زين العابدين وهو اقل كتب في الباب والسيرة والسنن اصله  
 ابو ابيسان المديني مصنف مشاهير حبان البصري والسنن لابن جريح المكي والجامع لمعمر بن  
 ابي شيبة البصري توفى له من والسنن لسعيد بن عوف البصري ومصنف الربيع بن جريح البصري اول من  
 تصنف الكتب بالبرقة والجامع والفرايض سفيان الثوري الكوفي والخراج لابي يوسف الكوفي  
 ومسنده شيوخ ابي عوانة الحراني له ونصايف نيمان بن عبد السلام الاصبهاني وتصايف محمد  
 بن سليمان الاغطل المروزي توفى الكوفة ومحمد بن الحسن الشيباني الكوفي والوليد بن مسلم المديني  
 وكيع بن الحجاج الكوفي وجامع عبد الله بن وهب المصروصوطاء وجمع سفيان بن عيينة الكوفي  
 ثم المكي وسنة وتفسيره وكتب يحيى بن ادم الكوفي ومسنده ابي داود وسليمان بن داود والطالبي  
 البصري والتفسير والعلم لادم بن ابي اياس العسقلاني وفي كتب ابي عبيد القاسم بن سلام البغدادي  
 واصبع بن الفرج المصري والسنن لسعيد بن منصور الخراساني توفى للملكه وكتب نعيم بن حماد  
 بن زهير المصري ومسنده بن مسهر البصري واسحق بن راهوي المروزي وابيع الامم المذاهب











چو سے امام احمد بن محمد بن حنبل مروزی مقيم بخدا و احمد بن محمد بن ابی عمر مدنی مقيم مکه اور احمد بن محمد بن یحییٰ بغوی دارو بخدا و احمد بن حمید  
نشی اور یعقوب بن ابراهیم دور قی اور اون کے پہائی احمد اور صالح ستہ کے مصنفین اور دوسرے بیت سے امامون کی کہ  
جبکا شمار کرنا دشوار ہے اور مسند علی امام جلال الدین سیوطی کی کہ حذف مسند کیسا تہہ ایک مجلد ہے اور اس کے سوا امام سیوطی کی اور  
کتا بون میں خصوصاً اونکی در مشورہ میں حضرت امیر کی روایات کا ایک بڑا مجموعہ ہے اور شیوع کے پاس اس تمام مذکورہ میں سے  
کچھ ہی نہیں ہے اور نہ اون کے یہاں حضرت امیر کا کوئی چھوٹا سا مسند ہے بڑا مسند تو کجا اور تمام جہاں کی سر اور حضرت فاطمہ زہرا  
کا ایک مسند ہے کہ جس کو حافظہ ارق ابو حفص عمر بن شامین بخدا و می نے تصنیف کیا ہے اور حفاظ ابقا کی بہت سے مسندون میں  
حضرت فاطمہ زہرا کی روایات کا ایک اچھا ذخیرہ ہے اور اسید طرح کتب حدیث کی اصناف میں اور حافظہ خیفہ ابی بشر محمد بن احمد جلالی  
کہ جو تہذیب میں سے ہیں کتابا بلذیہ الطہوین اور حافظہ خلیلہ عبدالغفر بن المغیر جاذبی بخدا و می کی کہ جو متاخرین میں سے ہیں کتاب  
معلم القترۃ النبویہ ہے اور دوسری معارف اہل بیت العالمیہ ہے اور ان دونوں میں اہل بیت اطہار کے مسانید بہت کچھ ہیں اور  
اپنے وقت کے مفید بخدا و محدث مکسر مسند ابی خیفہ کے مؤلف ابو عبد اللہ حسین بن محمد خسر و بلخی حنفی نے مناقب اہل بیت و کلام ائمہ  
کو جمع کیا ہے اور اسی طرح اہل سنت کے دوسرے حفاظ حدیث کے پاس جیسے کہ حافظہ صفار و یمن عبد الرزاق و حافظہ کوفہ و عراق  
بن ابی شیبہ و حافظہ اندلس و مغرب یحییٰ بن مخلد ان ائمہ کی تفسیرون اور تفسیرون میں اور سی طرح ان کے علاوہ ایک جماعت علما  
کے یاں مولیٰ علی اور ذریعہ علیہ کرمہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم تک کے علوم اہل بیت کا بڑا مجموعہ ہے کہ وہ تمام اونکی طرف منسوب  
ہے اور ہم و عمل کے باب میں تمام علماء کے نزدیک اس پر اعتماد ہے تاہم ہوا کلام مصنف کا۔ میں کہتا ہوں خدا سے تعالیٰ کی توفیق  
و دوسرے کہ مصنف علماء عجابت میں اعتراض مذکور کا جواب دیا ہے یا منظور کہ اہل سنت نے علوم اہل بیت نبوۃ کو ترک نہیں کیا ہے  
بلکہ اہل بیت کے تمام علوم اہل سنت کے ہر بیان موجود ہیں اور اس دعوے کے بیان میں چند کتابیں بتائیں کہ جن کے بعض کا نام  
مذکور کیا اور بعض کو ہم کہا اور اون تمام کتابوں کا عدد چاس تک نہیں پہنچتا ہے اور اسی قدر پر مصنف نے فخر کیا ہے کہا ہے کہ شیوع  
پاس اس مذکورہ میں سے کچھ نہیں ہے اور نہ اون کے پاس کوئی چھوٹا سا مسند علی ہے بڑا تو کجا اور مصنف نے یہ خیال نہوا کہ یہ جواب  
شیعوں کے لئے مسکت نہیں ہے اور نہ اہل سنت کو مقبول ہے اسراول کا بیان یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کے علوم کی کتابیں  
شیوع کے یہاں چار سو ہیں جبکہ چار سو عالمیوں نے تصنیف کیا ہے جیسا کہ تحفۃ اثنا عشریہ کے صفحہ (۲۳۳) میں کہا ہے کہ کتب  
انہما یعنی اہل بیت پیغمبر و ائمہ کے متعلق شیوع کا قول ہے اور ذمہ اس قول کی روایت کا اوہنیں پر ہے کہ چار سو نسخے تھے چار سو  
مصنف کی تصنیف سے کہ اون کتب کو اصول کہتے تھے رفتہ رفتہ تمام کتابیں ضایع ہو گئیں اور ایک گروہ علمائے اون کل کتابوں سے  
چکر کتابیں بتائی ہیں اتنے ہیں مصنف کا بتایا ہوا عدد و قلیا اس عدد کثیر کے ہموزن کیوں کر ہو سکتا ہے اور اس پر کیوں کر فخر کیا جائی بلکہ  
ختم کے ہنسنے اور شہنواں کے طعنہ بازی کا ہر شے اور ضعیفہ نکی بات ہے نہاد ورون کو کمزور بنایا اور دوسرے امر کا بیان یہ ہے کہ مصنف نے  
جس قدر مسانید سنن و جامع و دیگر کتب اخبار و تواریخ کو ذکر کیا ہے ان کا حال اہل سنت کی یہ ہے کہ ہرگز قابل اقباع نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ ان کے مصنفین ائمہ کو تواریخ



و در میان من زینهنی تا اولی طالعها بامعان النظر و تحقق الفکر کرات و مراتب و لم یعطوها کما قال سید القاضی  
 فی بیان المحدثین فی صفحه (۳۰) بر هر عاقل پوشیده نیست که مرویات شخص از هر طب و یابس پس مجبور و مخلوط  
 می باشد تا وقتی که خود آن شخص که اعتقاد بزرگی و فضیلت او داریم آن مخلوط را تمیز نکند و بارها بنظر اسکان و تحقق مطالعه  
 نماید و شاگردان خود را تعلیم کند محل اعتقاد چه قسم تواند بود و تفصیل این اجمال آنکه مسند امام اعظم که بالفعل مشهور است تالیف  
 قاضی القضاة ابوالمود محمد بن محمود بن محمد انخو از می است که در سن شصت و هفتاد و چهار آن را رایج ساخته سنانید امام اعظم  
 را که علمای سابق پرداخته بودند درین مسند جمع کرده بر عزم خود هیچ چیز را از مرویات امام اعظم ترک نکرده و قبل از وی هر چند  
 مسانید بسیار بر هر روایات امام اعظم ساخته بودند چنانچه خودش در خطبه این مسند نام آنها و مصنفین آنها و مسند خود بان  
 مصنفین بیان نموده اما بیشتر رایج و مشهور و مسند بود و تا حال موجود و مسند اول است اول مسند حافظ الحدیث محمد بن یعقوب  
 بن الحارثی دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسر و رحمة الله علیه چنانچه در جازت این هر مسند بر اقم الحروف نیز از شیوخ  
 رسیده پس این مسند النیت بحضرت امام کردن از ان باب است که مسند ابی بکر راشدا از مسند امام احمد نسبت بحضرت ابی بکر  
 صدیق تایم و از تصانیف ایشان انکاریم و آن مخلوط پیش نیست انتہی و ایضا قال فی صفحه باید دانست که قاعده عقده اهل  
 سنت است که همیشه را که بعضی ائمه فن حدیث و کتابی روایت کنند و صحت مافی الکتاب را التسمی نکرده باشند مثل  
 بخاری و مسلم و بقیه اصحاب صحاح و بیعت آن حدیث با مخصوص صاحب آن کتاب یا غیر او از محدثین ثقات تصریح نکرده  
 باشند تا بل امتحان نیست زیرا که جماعه از محدثین اهل سنت که در طبقه متاخرین پیدا شدند مثل قلی و خطیب بن عساکر چون  
 دیدند که احادیث صحیح و حسن را را متقدمین مضبوط کرده رفته و جائی سعی آنها نمانده مائل شدند بحج احادیث ضعیف و  
 موضوعه و مقلوبه الاسانید المتون تا بطریق بیاض یکجا فراهم آورده نظر ثانی نمایند و موضوعات را از حسان لغیر نام  
 ممتاز سازند بسبب قلت فرصت و کوتاهی عمر خود آنها را این هم سرانجام شد اما متاخرین که از ایشان بعد تر پیدا شدند تقریباً  
 کردند این بجزوی موضوعات را جدا ساخت و متحاذی حسان بغیر کار او در مقاصد علوه نوشته و شیوطی و تفسیر و منشور  
 پرداخت و خود آن جمع کنندگان در مقدمات کتب خود این غرض را در سگافت گفته اند با وجود علم بحال آن کتب  
 بتصریح مصنفین آنها و دریافتیم احتیاج بان حدیث چگونه روا باشد و لهذا صاحب جامع الاصول نقل کرده که  
 خایب از انبیا تفسیر برادر رضی تعالی عنہ روایت کرده است بهین غرض که بعد از جمع و تالیف در آنها نظر  
 کنند و بحث نمایند که از انبیا تفسیر برادر رضی تعالی عنہ فی انوار المصنف فی اخو هذا القول من ان جلها مستند الیهما و معتقد  
 علیهما و اما عند جلهم فی خایة الخافه و هما لا ینبغی ان یصفی الیه ما دام لم ینبت هذا الکلام  
 بتصحيح النقل عن کتاب معتبر و ثقة معتمد و اما قول و کذا عند جمع سواهم عن المرئی علی  
 بن النضر بن العلیة المذمومة لای اجماع جعفر صادق رضی الله عنهم علوم حجة انتی فقیه السوال عن ثلاث



اور برسے و پٹ کو جدا نہ کرو یا پھر نظر گر کر تصحیح کے ساتھ بار بار ان کا مطالعہ کیا ہو بعد طالب العلم کو چند مرتبہ تعلیم نہ کیا ہو  
جیسا کہ سند متاخرین نے بستان الحدیث کے صفحہ (۳۰) میں فرمایا ہے (میرزا قاضی پر حق نہیں ہے کہ مرویات انسان کی ہر  
ویا بس سے مجموع و مخلوط ہوتی ہیں جب تک کہ وہ خود انسان کہ ہم اوسکی برتری و تفصیل کا اعتقاد کرتے ہیں اوس مخلوط کو  
الگ نہ کر دیں اور بار بار اسیان و تحقق کے ساتھ اویں مطالعہ کرے اور اپنے شاگردوں کو اویں کی تعلیم نہ کر چکے  
محل اعتقاد کیونکہ ہر سکتی ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سند حضرت امام اعظم کی کہ کج کل مشہور ہے قاضی القضاۃ  
ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد بن خوارزمی کی تالیف کے کہ ۳۲۰ھ میں اویں کو رواج دیا ہے جتنی مسانید امام اعظم کے علمائے  
سابق نے بنائی تھیں اس سند میں جمع کر کے اپنے گمان میں امام اعظم کے مرویات سے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا اور اویں سے  
پہلے اگرچہ بہت سے سند امام اعظم کی مرویات سے علمائے تہذیب نے بنائے تھے چنانچہ مصنف نے اس سند کے خطبہوں  
مسانید اور اویں کے مسنین کے نام اور اپنی سند کو اویں مصنفین کے طرف بیان کیا ہے لیکن زیادہ تر راجح و  
مشہور وہی سند تھے اور سنوڑ یہ بھی موجود نہ تھیں میں یہاں سند کا قطعاً حدیث محمد بن یعقوب بن حارثی کا دوسرا  
سند حافظ وقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا چنانچہ ان تینوں سندوں کی اجازت راقم الحروف  
بھی اپنے اساتذہ سے پوچھی ہے پس اس سند کو حضرت امام کے طرف منسوب کیا ان تفصیل سے ہے کہ  
مثلاً سند ابو بکر کو جو امام احمد نے بنایا ہے حضرت مدیق کے طرف منسوب کریں اور انہیں کی تصنیف کریں  
کرین اور یہ محض غلطی ہے افق اور نیز تحفہ میں فرمایا ہے دجائنا چاہئے کہ اہل سنت کا ایک قاعدہ سند ہے  
کہ جس حدیث کو بعض ائمہ فنی حدیث کے کسی کتاب میں روایت کریں اور مافی الکتاب کی صحت کا انتظام انہوں نے  
نہ کیا ہو جیسا کہ امام بخاری و مسلم و باقی اصحاب صحاح نے کیا تھا اور اس حدیث کی صحت خاص طور پر اوس  
کتاب کے مصنف یا دوسرے ثقہ محدثین نے بطرح بیان کی ہو یا صحاح کی نہیں ہے اس لئے کہ ایک جماعت محدثین اس  
کی کچھ طبعین گذری ہے جیسے کہ ویلی و خطیب و ابن عساکر و خوب دیگر احادیث صحاح و حسان کو پہلے محدثین بالکل ضبط کر چکے ہیں اور  
انہیں بھی کونسی جگہ باقی نہیں ہے احادیث ضعیفہ و منوعہ و مقلوبہ الا سائیدہ کی جمع کر نیکی طرف توجہ ہو گونا گہ باضابطہ طور پر کیا کر کے نظر ثانی کریں اور  
موضوع حدیث کو حسن لغیر سے علحدہ کر دیوں لیکن فراموشی اور غفلت کی کوتاہی کو سب سے اون سے اس علم کا سر انجام نہ ہوا چلے محدثین نے جو کہ اویں کے بعد پیدا ہوئے  
علحدہ کر دیا چنانچہ ابن جوزی نے موضوع حدیث کو علحدہ کر کے ان کے مقابل میں حسان لغیرہ کو قاصد حسنا ہی کتاب بن علحدہ کیا اور یہی نے تفسیر و تشریح کیا اور  
ان کے کر نیوالوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس غرض کو سامنا کیا ہے کہ ہم کو اویں کتابوں کا حال امن کے مصنفوں کی تصریحات معلوم ہو جو اویں حدیث سے  
دلیل لائے ہو یا نہ ہوں اور اسوجہ جامع الاصول کے مصنف نے نقل کیا کہ خطیب نے شریف ترقی رنی کے ہائی سے شیعہ کی حدیث روایت کی ہے صرف اس غرض سے کہ جمع کر نیکی حدیث  
نظر کر بحث کرے کہ کیا انکی کوئی اصل گاہیں انتہا ہیں جو کہ مصنف نے نقل کی کہ آخرین کہیدہ کہ کل حدیث قابل استناد و اعتماد ہیں علماء اسلام کے نزدیک یہ نقل تھا خیف و تردید قابل غمان  
جب کہ مصنف اس کلام کو کہیں کسی شخص سے نقل کر کے نقل کر دیا ہو یا نہ ہو مصنف نے کہا کہ اس طرح اس کلام کا ایک عالم اس کلام کو کہیں کسی شخص سے



الجماعة على المصنف بأنه لم يصرح بأساسه اشتقاقها ولو كشف عن أساسهم لبحثنا عن احوالهم  
والبعث على عدم التصريح بها انهم جماعة من الامامية يقال لها حلية مشتمية ومذهبيهم  
مذهب المجتعة فلما كان المصنف موافقا لهم في مذهبهم سلك معهم سلك الخليل الشاطرو  
اخفى اسمهم ورايهم من عينه القريب النظر وما درى الناقد بصير فحن غبر الشطرين عن حالهم  
ومقالهم حتى يتضح عليهم ما ستره المصنف من بالهم قال صاحب التحفة في صفحة ٣٣٥ واما الامامية  
پس مدار مذهب ایشان و قد رسد مشترک در عقاید جمیع فرق ایشان آنست که زنا بائنه تکلیف خالی نمی باشد از امام فاطمی و  
جمیع اینها سی و نه فقره اندلی ان قان سیوم حکیه نزد ایشان را هشامیه نیز گویند و صاحب هشام بن حکم گویند که بعد از امام حسن  
امامت تعلق با امام حسین و اولاد ایشان گرفت و تا امام جعفر صادق بتدریج مقتداست اندکی در حق باری تعالی قائل  
تجسم صحیح میشوند گویند و ایشان بعد از تسمی است طریق عریض و عمیق و ابعاد زیاد او با هم متساوی اند و صورتی  
بر صورت متغایر و اجسام ندارد و این قنهم هشام بن حکم و هشام بن محمد بن نعمان ابو جعفر الاحول الملقب  
بشیطن الطارق و الشيعة تقول هو موصى الطارق و يونس بن عبد الرحمن القمي موثق ال يقطن و غيرهم من الشيعة و  
كذلك يحيى عن مقاتل بن سليمان داود الجواربي و نعيم بن حماد المصري و غيرهم من اصحاب الحديث و من عقائدهم  
انه تعالى ذو صورة و اعضاء و انه على صورة انسان و يحيى عن داود انه قال اعفوني عن الفرج و النجبة و اسئلوني  
عن ما وراء ذلك فان في الاخبار ما يثبت ذلك ومنها ان الملكة تحمل العرش و العرش يحمل الرب تعالى اذ قد  
ورد في الخبر ان الملكة تاط احبانا من وطئة عظمة الله تعالى على العرش كذلك في الملل و النحل و منها ما ذكره  
في المقدمة و من متابعة المصنف لهذه الفرقة انه ملاهذه العقائد في هذا الكتاب حيثما وجدها مناسبة  
في مواقع شتى و منها انه استعمل فيه الفاظاً مصطلحة لهم كلفظة العامة و الخاصة كما قال في صفحته  
و هو فقه العلم و ايمان العامة يستوي فيه الخاصة و العامة انتهى و هو موافق لما روي ان ابن نعمان الملقب  
بشيطن الطارق قد صنف كتاباً جمة للشيعة منها افعال لم فعلت و منها افعال لا تفعل و ذكر فيها ران  
كبار الفرو و ربيعة القدرية و الخوارج و العامة و الشيعة ثم من الشيعة بالخاصة في الاخرة من هذه  
الفرقة في الملل و عني بالعامة اهل السنة و الجماعة الذين لا يدخلون الجنة في زعمه فهوذا بالله منه  
و من ستاد هذه الفرقة انه ترك ذكر علوم الامام الحسن المجتبي و اولاده الاحقاد و بعض اولاد الامام  
الحسن الذين ليسوا بائمة عند هذه الفرقة في هذا الكتاب مع التزامه لاحياء العلوم اهل البيت و ايضاً  
ذكرهم في سلسلة الاجمة و هذا لان هذه الفرقة تعتقدون ان الامامة مخصصة في سلسلة اولاد الامام  
عبيد بن و منقطعة عن اولاد الامام الحسن المجتبي و هذا يقضي الى سوء الادب معهم و ترك لبعض ما وجب



[illegible]



[illegible]



ترک اللہ ما تا ہے پس ہم کو ضرور پوچھا کہ اولاد حسن مجتبیٰ اور بعض اولاد امام حسین کہ جن کے علوم کو مصنف بنین ذکر کیا ہے ان کے کچھ نقل  
 اور کچھ علوم بیان بیان کر دیوں تاکہ مصنف نے جو کچھ اس باب میں لکھی ہے اس کا جویر اور تکمیل ہو جاوے حالانکہ اس کتاب میں مصنف کا جو  
 ہے اہل علم اہل بیت کا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور دشواریوں کا آسان کرنا ہے پس خدا کی توفیق و امداد سے ہم کہتے ہیں کہ امام  
 حسن مجتبیٰ سبط بنی مصطفیٰ صلعم کے تیرے فرزند اور چہد فترتے پر ان کے بعد ان کی اولاد میں سے چار شخص باقی رہے زید و حسن شہداء و حسین  
 اثرم و عمر مگر وہ بچھلے طوطے گز گئے اور اولاد امام حسن مجتبیٰ صرف دو مردوں زید و حسن شہداء سے جاری رہے پس ہمارے سردار امام  
 ابو اکثم زید سو سال تک زندہ رہے ان کی والدہ فاطمہ ابوسعود انصاری کی بیٹی تھیں اور اوہ بنین کی مٹی نفیسہ ہیں کہ جن کی قبر مصر میں ہے  
 کہ مسلمان اس کی تعظیم و زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت لیتے ہیں اور اوہ بنین کی اولاد میں سے میں امام حسن بن زید کہ جن کے  
 سائبینے ہوئے کہ جن میں سے قاسم - علی - زید - ابراہیم - عبد اللہ - اسحق ہیں ان میں سے امام قاسم کی اولاد سے عبد اللہ بن شہداء و حمزہ و محمد بطحانی  
 بن محمد بطحانی کی اولاد کثیر ہے کہ جن کا سکن طبرستان و سی و قم و غیرہ صغیر ہے اور ان کی تفصیل کتاب حجتہ الطالب فی آل  
 ابی طالب میں مذکور ہے اور امام حسن شہداء بن امام حسن مجتبیٰ نے اپنے چچا امام حسین سے ان کی ایک مائیدادی کے لئے جنت کی درخواست  
 کی تھی پس امام حسین نے فاطمہ و سکینہ کو ان کے سامنے کر کے فرمایا کہ اے میرے بیٹے ان میں سے جس کو چاہیے پسند کرے پس امام کر  
 شہداء کو خاموش رہ گئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے فاطمہ کا عقد کر دیا اس لئے کہ یہ لڑکی میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کے  
 سابقہ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور بخاری نے مذہبیت کی ہے کہ امام حسن نے آپ ہی اپنے چچا کی دختر فاطمہ کو پسند کر لیا تھا اور آپ ہی حضرت علی کہ  
 وجہ سے فاطمہ سے متعلق تھے پس امام زین العابدین حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما - ممدقات کی تولیت میں کیے نزار کی تہ آپ نے  
 اپنے چچا سے فاطمہ کو آؤں کے حوالہ کر دی اور جبکہ حجاج کا زمانہ آیا تو آپ کے چچا عمر بن علی کو مراد وجہ سے اپنے لئے شرکت ممدقات کا اور جو  
 آپ نے نامزد کیا تو عمر بن علی سے اس باب میں حجاج سے سفارش چاہی پس ایک دن امام حسن حجاج کے ہر شرف لہواتے تھے - ہنچ ڈا آپ سے کیا ہے ابو محمد  
 عمر بن علی تمہارا چچا ہے اور تمہارے والد کی اولاد کا بقیہ ہے پس اس کو ہی اپنی سائبہ اس کے باپ کے ممدقات میں شریک کر لو - امام حسن نے فرمایا کہ بعد ان  
 حضرت علی کی شرط کو نہ بدلوں گا اور ممدقات میں جسکو ہوں وہاں بنیں و یا میں نہ داخل کروں گا اور حضرت علی نے شرط سانی تھی کہ یہ ممدقات  
 کی تولیت والا فاطمہ - ہر کے لئے منحوس ہے پس حجاج نے کہا اب میں اسکو تمہارے ساتھ داخل کروں گا پس حضرت حسن نے ان کو نام نہ کر - جب کالیہ  
 اور جو - ملک شام کے طرف نہ ہو گئی - عبد اللہ کے آنکھ کے دھلے شام ہو گیا حکم دیا کہ چرب آپ داخل ہوئے تو بہت کچھ آپس میں غم و غم بکھاتا رہا پس نہ  
 تحت پر پہنچا پہنچا گیا ابو محمد سے شریف ناما برآپ نے اپنے چچا کو مراد کا قصہ اوس بیان کر دیا تو عبد اللہ نے حجاج کے نام ایک خط لکھا کہ حسن بن حسین  
 دیکھو ان کے ممدقات میں اقرض نہ کرو اور نہ اسکی مائیدادی میں کو شریک کیا جاوے اور خط نام کر کے آپ کو دیا اور ایک بڑے جائزہ کا آپ کی خدمت میں پیش کرتے  
 حکم دیا اور بہت تعلیم سے آلودہ اس کیا پر آپ نے یہ نہ پوچھا کہ یہ کیسی وفات پائی تو آپ کی عمر اوس وقت پینتیس برس کی تھی اور اب حضرت مسلم نے مائیدادیت نیا و شہداء  
 و سائبے پانچ بیٹے چھوڑے عبد اللہ محض - ابراہیم - قمر - حسن - مثلث - دو اور شہداء میں عبد اللہ محض کی والدہ فاطمہ بنت امام حسین ہیں اور آپ کا لقب ابو جبریل ہے کہ  
 کہ والدین کے مائیدادیت میں جو قمر ہے اس کے کہ آپ کے والد حسن بن مجتبیٰ ہیں اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت حسین ہیں اور آپ رسول اللہ صلعم کے مشابہتے



١٠ بن شيخ بن هاشم في زمانه وقيل له بما صرتم افضل الناس قال لان الناس كلهم يمتنون ان يكونوا منكم  
 ولا يمتنعون ان يكونوا من احد وكان قوي النفس شجاعا ورعا قال من الشعر ولما قدم ابو العباس السفاح واهله ابو مسلم  
 الخلال كوفقوا صرهم وعزموا ان يجعلها شورى بين اولاد علي والعباس حتى يختاروا من ارادهم ثم ثبوت الخاف  
 بن لا يتفقوا بغيره علي ان يعدل بالامر الى ولد علي من الحسن والحسين فكتب الى ثلثه نذرهم ثم جعفر بن محمد بن  
 علي بن الحسين وعمر بن علي بن الحسين وعبد الله بن الحسن بن الحسن وجهه بالكذب مع رجل من مواليهم من  
 ساكني كوفة فداه بجعفر بن محمد فلقية ليلا واعلم انه رسول ابي مسلم ان معاينة كتابه فقام وما انا و  
 ابو مسلم هو شيعة لغيري فقال الرسول فقرأ الكذب وتجبب عليه بما رثت فقال جعفر لخدمته قله حتى السراج  
 فقيه فوضع عليه كسب ابي مسلم فاحرقه فقال لا تجيبه فقال قد رايت الجواب فخرج من عنده واتي عبد الله  
 بن الحسن بن الحسن فقبل كتابه وركب الى جعفر بن محمد فقال لصغيري ابي امرئيا يا بني يا ابا محمد يا ابا علي  
 لحيته فقال عوامي كل عمر الوصف قال وما هو يا ابا محمد فقال هذا كسب ابي مسلم بن سوي الى مروير في حق  
 الناس بصوت فجاءت شيعة من خراسان فقال له جعفر الصادق عليه السلام يا رسول الله ما هذا كسب ابي مسلم  
 انت وجهت يا ابا مسلم الى خراسان وامرته بلبس السواد هل تعرف منهم احد يا ابا محمد ولبس كسب يكونون  
 من شيعة من اهل البيت ولا يعرفونك فقال عبد الله ان كان هذا الكذب منك لتسبني فقال جعفر قد  
 علم الله تعالى اني اوجب على نفسي ان اصبر لكل مسلم فكيه اخذوه عنك فلا شذية لك فتدرك اولادك هذه  
 الدولة سنة احوال القوم ولا تله لاحد من الازياء بل رقباء جاء في مثل ما جاءك فانصرت غير راء  
 بما قاله واسمى بن علي بن الحسين فردا كسب وذا ما عرف كاتبه زابيه ومما انت عبد الله الشخص في مجلس  
 ابي جعفر الدوانيقي ففواوت في عبد الله وهو ابن خمس سبعين ووديعا في توقي حداثات لمير المؤمنين  
 علي بن عبد الله بن عبد الله الحسين المثنى والحسن المثلث ويكنى ابا علي عدا اولادهم ابا الحسن بن علي العابد  
 ذواتا ستقطع ابوه عن مروان فكان لا ياكل منها غرضا وكان محبته في الامة وجسه لا يوايد في مع  
 اهله فمات في الحبس وهو ساجد فخر كوة فاذا حوسيت ومن اولاد الامام عبد الله المحض محمد بن زيد بن الحسن الزكية  
 وابراهيم القليل الباقى حمزي وموسى نقل في الصلح في صفته في فضايلهم اخيه يحيى صاحب المذنب مدبر  
 قسنة الامة جعفر الصادق انه سمى به (اي جعفر الصادق) عند المنصور لما حج فلما حضر المشي بدو شهد  
 قال له اتخلف قال نعم فحلف بالله العظيم الى اخره فقال احلف يا امير المؤمنين بما اراد فقال له حلفه فقال له  
 قل برئت من جلاله وقوته والنجاة في حولي وقوتي فداه جعفر كذا وكذا وتال كذا وكذا انا سمع من رجل  
 ثم حلف فمات حتى مات فقال امير المؤمنين جعفر كذا وكذا فمات المبرر الساحة المنصور الذي انشد



[illegible]



الصوف محلقه أربع بجاثرة حسنة وتسوة سنية والحكاية قامة ووقع تطير هذه الحكاية يحيى بن عبد الله بن موسى  
 بن الحسن الملقب بن الحسن السبطان شخصاً ويزيد سعى به الرشيد فطلب تخليفه فتلعم فزجره الرشيد فقولاً يحيى  
 تخليفه بذلك فاما انتم يمينه حتى اضطرب واستطبل جنبه فاحذوا برجله وذاك فقال الرشيد يحيى عن ستر ذلك فقال  
 يحيى انتم في ايمان يمنع اما جلة في العقوبة وذكر المسعودي ان هذه القصة كانت مع يحيى يحيى هذا المطبق بموسى  
 الجون وان الزبير سعى به للرشيد فطالب الكا اذ بينهما ثم طاب موسى تخليفه فخلقه بمخوماً ثم فطما حذوا قال موسى  
 الله اكبر حدثني ابي عن جده عن ابيه عن جده علي بن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما حاتف احد هذه اليمين  
 اي دعي تغلث في الحول والقوة وودن حول الله وقوته الى حولى وقوتى ما فعلت كذ وهو كاذب الاجمل الله له العقوبة  
 قبل ثلاث والله ما كذبت ولا كذبت فوكل على يا امير المؤمنين فان مضت ثلثت ولم يحدث بالزبير ما حدث فذبحني  
 حلال فوكل به فلم يمض عصر ذلك اليوم حتى اصاب الزبير جذاً مرفوراً حتى صار كالزق فها مضى الاقليل وقد  
 توفى ولما اتى في قبره انحف قبره وخرجت رايحة مفترطة النتن فطرحته في احوال الشوك فاحسف ثانياً فاخبر  
 الرشيد بذلك فرد البجبة ثم امر لموسى بالف دينار وساله عن تلك اليمين فروى عنه حديثاً عن جده علي بن  
 ابي طالب عن النبي صلى الله عليه وسلم ما من احد يخلف يمين محمد الله فيها الا استحي من عقوبته وما من احد خلف  
 يمين كاذبة نازع الله فيها حوله وقوته الا جعل الله له العقوبة قبل ثلث انتهي الجون ويحيى صاحب الآب وساعن  
 وادبر واتق من محمد النفس الزكية ويكفى ابا عبد الله وقيل ابا القاسم ويلقب المهدي وهو المقتول باحجار الزيت  
 قال وانما لقب المهدي بالحديث المشهور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم المهدي من ولدي اسمه اسمي اسم  
 ابيه ابي نطعت نفوس بني هاشم وعظمت ركان جمر الفضائل كثير المناقب وحكى ان الشيخ ابو الفرج الاصفهاني  
 احد بركابه ذات يوم حتى ركب فقيس له في ذلك فقال ويحك هذا مهدينا اهل البيت وكان بلغصور قد بايع له و  
 لاخته ابراهيم مع جماعة من بني هاشم فلما بويع لبني العباس اخفى محمد و ابراهيم مدة خلافة السفاح فلما مات المنصور  
 وعلم انها على عزم الخروج جد في طلبهما وقبض على ابيهما وجماعة من اهلها فلما بلغ ابا جعفر المنصور خروج  
 محمد بن عبد الله المحض خلا بعض اصحابه فقال له ويحك هذا ظهر محمد قال واين ظهوره بالمدينة فقال غلب عليه  
 ووب الكعبة قال وكيف قال لانه خرج بحيث لا مال ولا رجال فعاجله بالحرب فارسل اليه عيسى بن موسى بن  
 عبد الله العباس بجيش كسيف فخابهم محمد خارج المدينة وتفرق اصحابه عنه حتى بقي وحده فلما احس الخدي  
 كان دخل دار وامر بالنور ففجر ففجر ثم عهد الى الدفر الذي اثبت فيه اسماء الذين بايعوه فالتفت في النور فاحرق ثم خرج فقال  
 حق قول باحجار الزيت كان ذلك مصادق تلقبه النفس الزكية لانه روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال يقتل باحجار  
 الزبير ومن واهبه انت الزكية وكان مالك بن انس الفقيه عابداً في اناس بالخوارج مع محمد وبايعه ولذلك تغير المنصور عليه



پہر آپ وہاں سے چلے آئے تو بیچ آچکے پاس نشست غلطی و غفلت فافرو میرے لڑنے لیا اور اس کا قہقہہ مچا اور جیسا کہ اس شخص کی بی بی جہاں  
 بن حسن بن قحطی بن بن بطل کے باب میں ہی واقع ہوا ہے اس طرح کہ ایک زبیری نے عقیذہ رشید کے ربا میں آپ کی جعلی کہانی میں رشید شمس سے  
 حلف طلب کیا تو وہ حلف کھا گیا پس رشید نے اس کو جھڑکا پھر کچھ موس سے حلف بطور مذکور لینے کے واسطے متولی موس نے پس ہنوز قسم پوری نہ کرتے پایا  
 تھا کہ تڑپ کر گر پڑا لوگوں نے اس کو پیرسہال لیا اور اسی حال میں ہلاک ہو گیا پس رشید نے اس بید کو کچھ پیسے پوچھ کر اپنے نر یا ایک قسم میں خدا کی تعظیم دینا  
 کے عذاب کو روک دیتی ہے اور مسعود نے ذکر کیا ہے کہ یہ قصہ حضرت یحییٰ کے برادر موسیٰ جون کے باب میں واقع ہوا ہے وہ زبیری نے موسیٰ جون کی جعلی رشید کے  
 ربا میں کہانی تھی پس دونوں میں دیر تک گفتگو ہوئی رہی پس موسیٰ جون نے زبیری سے حلف طلب پس زبیری نے بطریق مذکور جب حلف کھا لیا تو موسیٰ جون  
 نے فرمایا کہ اے اکبر حدیث بیان مجھ سے میرے والد نے اون سے میرے دادا نے اون کے پاپے اون سے اون کے دادا اعلیٰ نے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میں نے  
 کہانی کسی نے اس کے ساتھ کہ راقیہ کی میں نے حوالہ قوت سولے حوالہ قوت خدا کے اپنی حوالہ قوت کو کہیے یہاں میں کہا) درود میں جان سے چھوٹا ہو  
 تو جلدی چھوٹا ہے اس پر خدا عذاب کو تین دن پہلے سے بند کرنے جو تین کہانی ہے پس چھ پر اعتقاد کر اسے میرے مومنین اگر تین دن زبیری کو غیر کسی حادثہ کے گذرینے  
 میرا خون چھوٹا ہے پھر میرے اس امر پر اعتقاد کر لیا پس وہی دن صلوٰۃ عصر کا وقت بن گیا زبیری کو جہاد کا طارضا رض ہوا اور بدن چوں کہ شک کی طرح  
 آگیا پس کچھ دیر ہوئی تھی کہ مرگ پر حاکم قبر میں رکھا گیا تو قبر میں گئی اور سخت بدبو اس سے نکلی پھر دس مین بسکے بوجھ کا ٹون کے پیرے گئے پھر وہاں  
 دس گئی جب رشید کو اس کی اطلاع دی گئی تو اوپر چلا دس کو تعجب ہوا اور حضرت موسیٰ جون کے منہ ہزار اشرفی عطیہ کا حکم دیا اور اس کا عید و خوش سے دریافت کیا  
 پس انہوں نے رشید سے ایک حدیث بیان کی بدایت اپنا حضرت علی کی رسول صلعم سے کہ زمین کوئی شخص کہانی قسم میں خدا کی عظمت کا بیان کرے یا کرے کہ اس کو خدا بکری سے  
 شرماتا ہے اور زمین کوئی شخص کہانی قسم کہائے اس طرح کہ خدا کے حوالہ قوت کو عطیہ کرے اور خدا بھیجے اس پر عذاب تین دن سے پہلے اپنے پر حضرت محمد صلعم کے فرزند محمد بن  
 زکریا سے اولاد جاری ہوئی آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور بعض نے ابو نعام کہ ہے اور آپ بقیہ محمدی تو یہی ذریت میں آپ ہی مقول ہوئے ہی اور محمدی آپ کا لقب ایک حدیث  
 مشہور ہے کہ جو سے ہوا تھا کہ جو حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہی اولاد ہے ہو گا نام میں کا میرا نام اور اس کے پاپ کا نام ہو گا بنی ہاشم کے نفوس کو بخش دے اور  
 میں اس کو آپ بٹھایاں صاف لے لے کر دی ہے مروی ہے کہ شیخ انور نے ایک دفعہ آپ کی رباب کو پڑھ دیکھا ہاشم کا کتب ہو رہی ہو تو اس کا سبب یہ تھا تو وہوں نے سنا کہ اس کا  
 تیری خرابی ہو یہ شخص ہاڑھدی الہییت رسول سے اور علیہ منصور ہے اس کے پاپی ابوسمیر سے ایک صاحب بنی ہاشم کے ہمارے حدیث ہوا تھا چوب او لاہ اس سے گونہ ہو گئے اور  
 منہ کی حدیث میں یہ دونوں سنا پڑھ گئے پھر حاکم منصور بادشاہ ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ یہ منہ خروج کر گیا غم کہتے ہیں اعدا ان دونوں کی طلب میں سامی ہوا اور ان دونوں کے پاپ  
 اور ان کی گریہ پڑا پھر حاکم منصور کو محمد بن عبد اللہ منہ خروج کر گیا تو اس کی توبہ ہوئی تو اس نے بعض اس کو توبہ میں کہ تیری خرابی ہو پھر ظہور پکڑ لیا ہے اس کے کہا کہ اس کا  
 کہانہ میں جہاد لگا تھا تو اس پر غالب ہو گیا قسم ایک عیسیٰ علیہ السلام کہ اس کو اس کے اور اس کے جہاد میں خروج کیا ہو کہ جہاد میں خروج کر اس کے زبیری میں اس کے حوالہ  
 منہ خروج بن مومنین جہاد جہاد اس کو شکر کے ہمراہ دعا کیا اس شخص تمام محمد بن عبد اللہ باہر کو زبیری سے جنگ کیا اور آپ کے ہمراہی بہت تفرق ہو گئے تھا کہ آپ تنہا رہ گئے پھر  
 پھر نے جب دعائی کا مشاہدہ کیا تو کہیں ہاڑھدی تو کہیں کرنا حکم دیا پس کتاب کا قصہ کیا کہ جس میں یہ حدیث کہی ہوئی نام مرج ہے پھر اس کو جلد نور میں ڈال کر جلا دیا پھر  
 باہر تشریف لاکر لڑنا شروع کیا بیان تک اچھا زبیری رشید ہو گئے اور آپ کا لقب نفس زلیہ موجب ہے ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے  
 فرمایا اے اچھا زبیری میں نے اس کو نفس زلیہ کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ تیری دنیا ہند کر دیا ہے کہ ہمارے حریق کے ساتھ اور اس کے عید ہی ہو گئی تھی یہی ہے منہ خروج کا قصہ



أما إبراهيم خليل باحسنى بن عبد الله المحض ويكنى أبا الحسن وكان شديداً لا يدى فيمكن أن كان واقعاً مع أخيه محمد  
 ربه وأبى له من قتلهم وفيها ناقة شروء لأمك فاقبلت مع الأبل ترد فقال محمد لا إبراهيم وهو ملتفت في شمله أن رد دتمها  
 فلك أن أوكذ أوشب إبراهيم فقبض على ذيتهم فشرحت وتبعها إبراهيم مسكاً بذنهما حتى غاب عن أعينهم فقال عبد الله المحض  
 بابنه بشس ما صنعت عرضت أخاك للتلغ فلما كان بعد ساعة أقبل إبراهيم ملتفاً بشملة فقال له محمد المراق لك أنك  
 لا تقدر على رد هاقحرج ذنب الناقة فالتقه وقال ما تقدر من جاء هذا أو كان إبراهيم من كبار العلماء في فزون  
 كثيرة فقال أنه كان أيام اختفائه بالبصرة وقد اختفى عند المفضل بن محمد الضبي فطلب منه دواوين العرب  
 بطالهما فأنه بما قدر عليه فاعلم إبراهيم على ثمانين فصيدة فلما قتل إبراهيم استخرجها المفضل وسماها بالمفضلة  
 وقوت بعد على الأصمى فزاد فيها وظهر إبراهيم ليلة الاثنين غرة رمضان سنة ثمان وأربعين ومائتين بالبحر  
 وبايعه وجوه الناس منهم بشر الرجال والأعمش وسليمان بن مهران وعباد بن منصور القاضي صاحب مسجد  
 عباد بالبصرة والمفضل بن محمد في نظرائهم وقال إن أبا حنيفة النقيب بايعه أيضاً وكان قد أنشئ الناس  
 معه فيمكن أن امرأة أمته فقالت المثلث أفبست ابني بالخروج مع إبراهيم فخرج فقتل فقال بها في كشمته  
 ابنك كذا في عهد المطالب وأما دريس بن عبد الله المحض فخرج بالمغرب في أيام أبي جعفر ثم رآه وهو آنذاك يمشي  
 والنمل وهذا أبداً من فضائلهم ولما شئ من عمرهم فقد خرج الدار قطي عن عبد الله المحض أنه سئل أن مسح محمد  
 الحسين فقال مسح فقتله خرج من قال له السائل يا أبا عبد الله أنت تمسح قال ذلك أعجز لك أن يقول من مروى  
 رأى نهم ربه رسالة الأرض فقتل له هذا القبة فقال نحن بين القبر والمنبر اللهم هذا قبري في السنة العاشرية فاد  
 تسع قولاً بعدى كذا في الأصواع المحرقة وهذا الكلام الشريف منه يدل دلالة نيرة كالشمس برفعة  
 على أن القيمة ليس من سنن السادات الكرام بل هي من خصائص أهل البدع واليام وأيديها وأخرج عنه أنه من  
 من هذا الذي يزعم أن علياً كان مفعولاً أو أن النبي صلى الله عليه وآله وأما قوله في فضل علي فإنه من  
 وأخرج عن أبي بصير عن ولده الملقب بالنفس الزكية أنه لما شل من الشخين لما عذبه في الفصل من علي أنه أيضاً أخرج  
 عن محمد بن أبي حمزة قال أجمع بنو فاطمة رضي الله عنهم على أن يقولوا في التبيين أحسن ما يلين من القول ونسج أيضاً  
 من جسر الصادق عن أبيه محمد بن أبيه بن العباد بن علي بن الحسين رضي الله تعالى عنهم قال أخرج  
 عن أبي بكر عن الصادق قال تكلمك أمك قد سماه صديقاً رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم والمهاجرين وال  
 ومن لم يسمع صدقاً فلا صدق الله عز وجل قوله في الدنيا والآخرة أذهب فاجب أبا بكر وعمر رضي الله عنهم ما ولى  
 أفضأ عن عروة عن عبد الله سأل أبا جعفر النوبة وعن حليبة السيف قال لا بأس به قد حلى أبو بكر نصاً في سيد  
 أقام قلته في الصدوق قال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فلاح صدوق الله في الدنيا



اور لیکن اگر یہ تھیں باجمری بن عبد اللہ محض آپ کی کینت ابو الحسن ہی اور آپ کے دست باندیت قوی تھے چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن آپ اپنے ساتھی محمد باب کیساتھ  
 طرے تھے اور ان کے اونٹ دوڑتے تھے اور میں ایک ست اونٹنی تھی کہ جبیر قبضہ کرنا دشوار تھا پس وہ اونٹوں کے ہمراہ پانی بے کوئی پس محمد نے ابراہیم سے کہا اور وہ اونٹ  
 چادریں لٹے ہوئے تھے کہ وہ رتم نے اس اونٹنی کو کھینچ لیا تو تم کو اتنا مال ہو گا پس ابراہیم نے کوکر اونٹنی کی دم پکڑ لی تو وہ بھاگی اور ابراہیم سبکی دم پکڑے سو  
 اس کے پیچھے مولے جانتا کہ دونوں کو کوئی نظر نہ آئے گا پس حضرت عبد اللہ محض نے اپنے فرزند محمد سے کہا تم بہت بڑا کیا اپنے ساتھی کو بلائیں  
 والدیا پھر جبکہ ایک ساعت گزری ابراہیم چادر اوڑھے ہوئے سامنے آئے محمد نے اونے کہا کیا میں تم سے کہتا تھا کہ تم اونے واپس لاسے پر قادر نہیں ہو  
 پس ابراہیم نے اونٹنی کی دم نکال کر سامنے ڈال دیا اور کہا کیا تم معذور نہیں رکھتے اوکو کہ جو اس کی دم کو لے آئے اور ابراہیم بہت فنون میں حکما کہا میں  
 تھے چنانچہ صریح ہے کہ جب آپ بصرہ میں محفل بن محمد صبیح کے گھر میں تھے تو اپنے دو اور عرب ملاوہ کیلئے منگائے پس چند دن ہوئے اس نے فراموش کر دئے  
 پس آپ نے اسی قصیدہ و نثر نشان کر دیا تھا پھر جبکہ آپ مقتول ہو گئے تو بفضل نے اون قصاید کو نکالا اور ان کا نام فضیلتا رکھا یعنی عمدہ منتخب قصیدہ اور بفضل  
 بعد وہ قصاید امام احمدی کے درج میں داخل رہی اور احمدی نے اون قصائد میں کچھ اور قصائد بھی اضافہ کئے اور ابراہیم کا ٹھہرنا شب و شب یکم رمضان ۱۱۸۱ ہجری  
 بصرہ میں ہوا ہے اور جلیل القدر اشخاص نے آپ سے بیعت کی یہی وہ ہیں جن میں بشر حال عمر بن سلیمان بن جہان و عباد بن منصور قاضی کے جنھوں نے بصرہ میں  
 مسجد عباد بنی کی تھی وغیرہ بن و بفضل بن محمد ان کے امثال ہیں تھے اور مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ فقیہ بھی اوتسے بیعت ہوئی تھی اور لوگوں کو ان کے ہمراہ جا کر جہاد کرنے کا  
 فتویٰ ہوا و نہون نے دیا تھا پس منقول ہے کہ ایک عورت نے آکر کہا تو نے ہی حکم دیا تھا میرے لیے کو ابراہیم کیساتھ خروج کر نیکاپس اس نے خروج کیا اور مارا گیا پس امام  
 ابو حنیفہ نے انھیں اسی کا شہین تیرے کے قائم مقام ہوتا ایسا ہی مذکور عمدہ المطالبین اور لیکن ابراہیم بن عبد اللہ محض میں انھوں نے ملک فریب میں پھر منصور کو زانیہ خروج کیا  
 جس کے مل جل میں مذکور ہے اور یہ بیان تھا اوکو کی قدر فضائل کا کہ بیان اون کے علوم کا پس واقطنی نے عبد اللہ محض سے روایت کی ہے کہ اون سے پوچھا گیا کہ کیا آپ  
 موزونہ سرسج کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے کتا ہوں اس کو کہ عمر نے مسج کیا ہے پس ہاں نے کہا کہ میں تو آپ کے مسج کو پوچھتا ہوں فرمایا کہ میرا جواب تیر حق میں زیادہ سکت  
 میں تھو کہ جو عمر کا حال کہہ رہا ہوں اور تو میری را کو دیکھ کر تا ہے پس عمر مجھ سے زیادہ ہے اور میرا بر زمین کی پری سی پھر کہا گیا آپ کیا یہ تفتیہ ہے تو کہا کہ  
 ہم قبر و قبر شریف کو دیکھنا پس اخذ یہ کلام ہے چھپے اور کھلو پس تمیر سے بعد کسی کی بات نہ سن ایسا ہی مذکور ہے مولوی محرقہ میں اور آپ کا یہ کلام شریف  
 اقتاب نصف النہار کی طرح صاف و روشن ولالت کرتا ہے اس پر کتفتیہ سادہ کر ام کے خصال سے نہیں ہے بلکہ یہ اہل بدعت و اہل لون کی خصائص سے ہے  
 اور نیز واقطنی نے عبد اللہ محض سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے کتا ہوا کہ حضرت علی مجبور اور یہ کہ بنی مسلم نے اون کو ایک کلام کیلئے حکم دیا تھا پر انھوں نے اس کو ناکہ نکالا  
 اون کو سقست و عیب لگانا یہی کلام ہے کہ انہی اور نیز واقطنی نے اون کے فرزند لقب نفس کی روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جبکہ اون کے شخص کا مرتبہ دریا گیا گیا کہ  
 میرے نزدیک وہ (دونوں) افضل ہیں علی سے اتنی اور نیز واقطنی نے محمد باقر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بنی فاطمہ کا اتفاق ہے اس پر کہ  
 شخص کے باب میں اعلیٰ درجہ کا کلام کہیں اور نیز محمد صادق سے اونھوں نے اپنی باپ محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک مرد میرے باپ زین العابدین علی بن حسین  
 باپ لکر کہا کہ مجھ کو ابو بکر کا حال کچھ سنائو پس کہا انھوں نے کہ صدیق کا حال سناؤں پھر مرد نے کہا آپ کا نام صدیق رکھتے ہیں پس فرمایا تیری ماں شجرہ کو اون کا نام صدیق  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہوا اور ہاجرین و انصار نے او کو صدیق کہا تو صدیق نے او کو صدیق کہا تو صدیق نے او کو صدیق کہا تو صدیق نے او کو صدیق کہا تو صدیق نے او کو صدیق  
 کہ یہ جو شخص کا باقر سے توار کر کو کا سید پوچھا تو جواب دیا کہ جانی کہ ہو کہ صدیق نبی پر تواریز پوچھا تو انھوں نے کہا کہ آپ محمد کے پیغمبر ہیں تو ان کا صدیق مان صدیق مان صدیق مان صدیق



والأخيرة وأخرجها من الجوزي في صفوة الصفوة وزاد فوثب وثبة واستقبل القبلة فقال نعم الصديق نعم الصديق  
نعم الصديق الخبر طخرج أيضا عن جعفر الصادق أنه قال ما أخرجوا من شعبة على شيئا إلا وأنا أخرج من شعبة أبي بكر مثله  
ولقد ولدني مرتين وأخرج أيضا عن زيد الشهيد بن علي أنه قال لمن تبرعوا منهم لعلم الله أن البراءة من  
الشيخين البراءة من علي فقد ماتوا وأخروا زيد هذا كان أبا ماجل لا استشهد في صفوة سنة إحدى وعشرين و  
مائة ولما صلب عمر يا نا جالت العنكبوت ونجت علي عن ته حقه حفظت من روية الناس فإنه يتوصل  
مدة طويلة وكان قد خرج وبايعه خلق من الكوفة وحضر إليه كثير من الشيعة فقالوا له أبراء عن الشيخين ونحن  
نبايعك فإني فقالوا أنا نرفضك فقال ادعونا فانتم أترافضة فمن جئتكم معوا أوافقوه وصيت الشيعة بالزيد  
وأخرج الحافظ عمر بن شبة أن زيدا هذا الإمام الجليل قيل له إن أبا بكر انتزع من فاطمة فدفع فقال أنه كان  
رجيما وكان يكره أن يغير شيئا تركه رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنته فاطمة رضي الله عنها قالت له إن  
رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني ذلك فقال هل لك ببنته فشره لها على وأمر أيمن فقال لها فبجل ورسول  
يستحقها ثم قال زيد والله لو رجع الأمر فيها إلى لقضيت قضاء أبي بكر رضي الله عنه وأخرج عنه أيضا  
أظلمت الخوارج فبريتهم دون أبي بكر وعمر لم يستطيعوا أن يقولوا فيها ما شيئا وانطلقتم انتم فطفرتم أي وشتم  
فوق ذلك فبريتهم منهم ما فن بقضوا لله ما بقى لحد الأب برتهم منه وأخرج أيضا وابن عساكر عن سالم بن أبي الجعد  
محمد بن الحنفية هل كان أبو بكر الذي القوم أم أنا الذي قلت فها أنا أبو بكر وسبني حتى لا يذكروا أحد غير أبي بكر قال لا  
أفصله إلا أنا حين سبني حتى لم يدر به وأخرج أيضا عن سالم بن أبي جعفر وهو شيعي لكنه نقه قال سألت أبا جعفر  
بن علي وسبني بن عمر عن اثنين فقال ذه العزول هما أبو بكر وعمر فأنتم كما به استند به خبيث به أبيهما قال دخلت غورا  
أبي جعفر في رواية علي جعفر بن محمد فقال وارة قال ذلك من أجل الله من أجل أبي بكر وعمر وأجها الله  
أن كان في نبي خير فها أنا التي شفعة محمد صلى الله عليه وسلم القية وأخرج عنه أيضا قال جعفر يا سالم  
أي سب الرجل جده أبو بكر جدي لأننا التي شفعة محمد صلى الله عليه وسلم إن لم أن اتوا بما أبو بكر وعمر وهما  
وأخرج عن جعفر أيضا أنه قيل إن فلانا يبرهن أنك شريك من أبي بكر وعمر فقال برحى الله من خلان أن لا يبرهن يفتون  
الله بقرابتي من أبي بكر ولقد مرضت فاصببت إلى خالي عبد الرحمن بن النعمان بن أبي بكر رضي الله عنهم و  
أخرج أيضا والحافظ عمر بن شبة عن كثير قلت لأبي جعفر محمد بن علي أخبرني الظاهر أبو بكر وعمر من تعلم شيئا  
ومنزل الفرقان على عبد كذا ليكون للعالمين زديرا ما ظلمنا أنه سحقت لما بين حبه خردل قال قلت فأنتم لها  
جعلني الله فداك قال نعم يا كثير تولمنا في الدنيا والآخرة قال وجعل يصيبك عن نفسه ويقول ما أصابنا وبغضه  
فما أثمر قال برحى الله وسوله من الميرة بن سعيد وبيان فأنها كذبنا علينا أهل البيت وأخرج أيضا عن



کہے تو خدا اوسکی بات کو دنیا و آخرت میں سچی ٹکری اور ثابت کو ان جوڑی نے صفوۃ الصفوۃ میں نقل کیا ہے اور اس میں اس قدر نور و برکت ہے کہ اس کی  
 رو بقبیلہ ہو کر فرمانے لگے ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق آخر تک اوزیر حضرت صادق رضایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس امر میں شفاعت علی کی امید تھا اب اس کا  
 یہی میں امیدوار ہوں مثل علی کے اور مجھ کو دوسرے کو تو لہ حال ہی اوزیر زید شہید بن علی روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اوش شخص کہ جو شخص سے بیزار تھا جانتا تھا  
 بخیر شیخین بنی زری ہ علی سے پس لگے پڑا استبا میں یا چو پڑا اور زید پیٹ امام تھے ماہ صفر ۲۱ میں شہید ہوا اور جبکہ ان کو ہر پہر کوسولی پڑا یا تو  
 مری ڈال کر پی شہر گاہ پر جاتا تھا یا ہر اتنا کہ لوگوں کی غلوں پر پایا اس لئے کہ وہ شہر دراتک مولیٰ پرکین اور انہوں نے خروج کیا تھا اور کوفی ہیت میں غلو کا کلی و  
 بیعت ہوئی تھی اور بیعت کے وقت پاسبان حاضر ہو کر کہا کہ آپ شیخین سے کبر کریں تو ہم آپ سے بیعت نہیں کرتے جب آپ تیرا سو انکار کیا تو شیعوں نے کہا کہ آپ کو چھوڑ دیں پس  
 آپ نے فرمایا کہ جاؤ تم سب افضی ہو پس بیعت ہو گئی اور شیعوں کا نام افضی ہو گیا اور آپ کی جماعت کا نام زیدہ رکھا گیا اور حاکم بن شیبہ نے روایت کی ہے کہ اس نیکو نام  
 جلیل القدر تھا کہا کہ ابو بکر نے فاطمہ سے فدک کو غصب کر لیا پس زید جواب دیا کہ ابو بکر رحمتی اور مکر وہ جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرنا تو غیر کرنا پس افضی اللہ  
 عنہا اگر افسوس کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک مجھ کو دیا تھا آپی کہا کہ آپ کے پاس گواہ ہیں پھر فدک کے دو چور گواہی دے علی امام امین پس ابو بکر نے فاطمہ سے کہا کہ  
 صرف ایک اور ایک عورت کی شہادت پر تم فدک کو لینا چاہتی ہو پھر اس مقام پر زید فرمایا کہ بخیر اگر فدک کا مقد اگر میرے پاس یہ عورتا تو میں ابو بکر کے باج پر فیصلہ  
 اوزیر اوش روایت کی ہے کہ فرمایا انہوں نے کہ خلیفوں ایک حال علی ہی ہیں یا سو اشخین سے بیزار ہو گئے مگر وہ شیخین کے باب میں بلایا کا موقع مل سکا اور انہوں نے ایک  
 راہ اختیار کی پس کو پیترم اوس اور کو کہ شیخین سے بیزار ہو گئے پس اب کوئی ہی تمہاری بیزار سی گھوڑ اور زید دارقطنی و ابن عساکر نے سالم بن احمّد  
 روایت کی ہے کہ میں نے محمد بن الحنفیہ سے پوچھا کہ آیا ابو بکر اسلام سے پہلے تھے کہا میں نے کہا ہر کسوجہ وہ بلند و سار ہو گیا تھا کہ کہ غیر ابو بکر کا مذکور  
 نہیں ہوتا تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ ابو بکر کا اسلام سے افضل تھا جبکہ وہ اسلام کا پہلا نبی اپنے رب سے جاملے اور دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ  
 روایت کی ہے اور سالم شیعہ تھا بلکہ تھا ایک روایت میں کہا سالم نے کہ میں نے حضرت علی و جعفر بن محمد بن حنفیہ کا تہذیب کیا تو دونوں نے فرمایا کہ ی  
 سالم تو اون دونوں کو دوست رکھو ورنہ میں سے بیزار ہی را اسلئے کہ شیخین نے ہمارا نام تھے اوزیر سالم سے روایت کی ہے کہا اوس نے کہ میں ابو جعفر کے پاس  
 گیا اور ایک عات میں جعفر بن محمد کے پاس گیا انہوں نے اور میرے گھمان میں لگے کہ میں نے کہا تھا کہ خدا میں دوست رکھتا ہوں ابو بکر اور عمر کو اور میرے ہاتھ  
 ہوں ان کو انچرا اگر میرے ولیم اس کا غیر ہو تو مجھ کو قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اوزیر سالم سے روایت کی ہے کہا مجھ سے جعفر صادق نے  
 امی سالم اپنا کوئی شخص آدا کو گالی دینا ابو بکر میرا دوست ہے میں مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اوزیر میں اوس دونوں کو دوست رکھوں اور اوس  
 دشمن سے بیزار ہوں اوزیر دارقطنی نے جعفر صادق روایت کی ہے کہ اوس نے کہا گیا کہ فلان شخص کہتا ہے کہ ابو بکر عمر سے زبردست ہیں پس فرمایا کہ خدا اوش شخص  
 میں تو اوس کا امیدوار کہ مجھ کو نفع دے وہ ابو بکر کی قرابت سے مجھ کو سال و اور میں ہمارا ہوتا ہوں میں نے اپنے ماموں عبد اللہ بن قاسم بن محمد بن ابو بکر و  
 اوس کی وصیت کی تھی اوزیر دارقطنی نے صاحب شیبہ نے کثیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے کہا کہ مجھ کو خبر دو کیا ابو بکر و عمر نے ابن بیت  
 حق میں کچھ ظلم کیا تھا پس جواب دیا کہ آپ نے قرآن اوتا ہیولے کی قسم حرا کہ وہ بندہ سا جہان کو خدا جملے سے ڈراوے کہ اوس دونوں نے  
 ہمارا حق میں رائی کے دانہ برابر کچھ ظلم نہیں کیا کہا کہ پھر میں نے پوچھا کیا اب میں ان کو دوست رکھوں کہ خدا آپ پر قربان کرے ہاں اسی کثیر تو اوند کو دوست رکھتا ہوں اور میں نے  
 کہا اور اپنی گردن کو پیش کر فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے آپ سے سنا ہے وہ سب سچ ہے پھر فرمایا کہ خدا اوس کو خبر دو کہ میں نے اپنے ماموں عبد اللہ بن قاسم بن محمد بن ابو بکر و



لبسام الصيرفي قلت لابي جعفر ما تقول في ابني بكر وعمر فقال والله ساني لا توليها واستغفر لها وما اموت احد من  
 اهل بيتي الا وهو يتولى لها واخرج ايضا عن الشافعي رضي الله عنه عن جعفر بن ابي طالب قال ولينا ابو بكر خير خليفة  
 واجله لنا واخله علينا وفي رواية فاولينا احد من الناس مثله وفي اخرى ما رأينا قط كان خيرا منه واخرج  
 ايضا عن ابي جعفر البقراني قيل له ان فلانا قد ثنى ان عليا بن الحسين قال ان هذه الآية وتزعنا ما في  
 صدورهم من غل نزلت في ابني بكر وعمر وعلى قال والله انهما لفيهم انزلت ففي من انزلت الا فيهم قيل فاي  
 غل هو قال غل الجاهلية ان بني يثلم وعدي وبني هاشم كان بينهم شئ في الجاهلية فلما اسلم هؤلاء القوم  
 تحابوا فاخذ ابا بكر الخاضرة فجعل على ان يرضى يده ويكذب بما خاضرة ابني بكر فنزلت هذه الآية فيهم وفي  
 رواية له عنه ايضا قلت لابي جعفر وسالت عن ابني بكر وعمر فقال من شك فيهما فقد شك في السنة ثم ذكر  
 ان كان بين تلك القبائل شحنة فلما اسلموا تحابوا ونزع الله ذلك من قلوبهم حتى ان ابا بكر لما اشتكى خاضر  
 سخن على يده وضد له بما نزلت فيهم الآية واخرج ايضا عن علي ان هذه الآية نزلت في هذه البطون  
 الثلاثة يثلم وعدي وبني هاشم وقال منهم انا وابو بكر وعمر واخرج ايضا عن ابي جعفر البقراني قيل له هل كان  
 احد من اهل البيت يسب ابا بكر وعمر قال معاذ الله بل يتولونهما ويستغفرون لهما ويتزعمون عليهما واخرج  
 عن ابي جعفر ايضا عن ابي عبد الله بن الحسين رضي الله عنهما انه قال لجماعة خاضوا في ابني بكر وعمر ثم عثمان الا تجوزوني  
 انتم المهاجرون الاولون الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله  
 ورسوله اولئك هم الصادقون قالوا لا قال فانتم الذين تبوءوا الدار والايمان من قبلهم من هاجر اليهم ولا  
 يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك  
 هم المفلحون قالوا لا قال ما انتم فقد برعتم ان تكونوا في احد هذين الفريقين وانا اشهد انكم لستم من الذين  
 قال الله عز وجل فيهم والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل  
 في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم واخرج ايضا عن فضيل بن مرزوق سمعت ابراهيم بن الحسن  
 بن الحسن اخا عبد الله بن الحسن يقول والله قد مرقت علينا الرافضة كما مرقت الحواري على علي رضي الله عنه  
 واخرج عنه ايضا سمعت حسن بن حسن يقول لرجل من الرافضة والله لان امكننا الله منك لنقطعن ايديكم و  
 ارجلكم من خلاف ولا نقبل منكم توبة واخرج ايضا عن محمد بن حاطت قال ذكر عثمان عند الحسن والحسين  
 رضي الله عنهم فقالا هذا امير المؤمنين ابي علي ايتكم الان يخبركم عنه اذ جاء علي قال الراوي ما ادرى سمعهم  
 يذكر عثمان او ما لولا عنه فقال عثمان من الذين اتقوا آمنوا ثم من الذين اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين  
 واخرج عنه ايضا من طرق قال دخلت على علي فقلت يا امير المؤمنين اني اردت الحجاز وان الناس يسئلون



اور نیز بسام میر فی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر سے کہا کہ ابو بکر و عمر کے پاس میں تم کیا کہتے ہو گناہ خدا میں اول دن دو دن کو  
دوست سے ملتا ہوں اور اس کے لئے طلب حضرت کرنا ہوں اور جو کمالیت میں سے پایا؟ انکو دوست بنی رہتے ہوئے پایا اور نیز نام تھا  
سے اونہوں نے حضرت ابی طالب سے روایت کی ہے کہ کہا اونہوں نے کہ حاکم ہوے چہرہ بکر پتر خلق خدا کے اور مدح و دل زیادہ اور جہان  
زیادہ تمام لوگوں سے چہرہ ایک روایت میں ہے اس لئے کہ لوگوں میں کوئی چہرہ حاکم نہیں ہوا اور ایک روایت میں ہے جس چیز کی اولیٰ ہو چکی ہو  
تو میں پایا اور نیز حضرت ابی طالب نے روایت کی ہے کہ دن کی گلیاں کھانے میں جو بیان کیا کہ علی بن حسین نے کہا کہ آیت (وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ يَتُوبُوا إِلَىٰ اللَّهِ) اور نیز  
ابو بکر و عمر و علی کی بات میں نازل ہوئی جو کہا اونہوں نے خدا کی آیت نہیں کہ اب میں نازل ہوئی اور ذکر اب میں نہیں تو پھر بکر و اب میں پھر چلیا کہ آیت مذکور میں نازل  
کیا مراد کہ نازل ہو گیا ہے چنانچہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ ختم میں ایم جاوید بن کچھ بخش تھی پھر چکر جہان میں سلطان ہو گئی تو پھر وہ دست ہو گیا  
ابو بکر و عمر میں در پیدا ہوا تو علی اپنا ہاتھ گرم کر کے ابو بکر کے ہاتھ کو دے دیا تو اس نے کہا کہ اب میں نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے جعفر سے  
ابو بکر و عمر کا حال دریافت کیا پس فرمایا کہ جس شخص کا ان دونوں میں تو اس آیت میں شک کیا اس کی سزا فرمایا کہ قاتل مذکورہ میں بخش و عداوت تھی جب وہ ملان  
ہو گا آپس میں دوست بن کر اور خدا نے انکو دونوں میں عداوت کو کھالیا یا شک کیا کہ ابو بکر و عمر میں در پیدا ہو گیا تھا تو علی نے اپنا ہاتھ گرم کر کے ابو بکر کے  
سکھاپس آیت ذکر اب میں نازل ہوئی اور نیز حضرت علی نے روایت کی ہے کہ اس آیت کا نزول میں قیلولہ یعنی تیم و مدی یعنی شام کی اب میں ہوا پس ابو بکر و  
کامین قابلین میں میں ابوبکر و عمر میں اور نیز حضرت ابی طالب نے روایت کی ہے کہ ان میں کوئی چلیا کہ آیا اہمیت میں کوئی ابو بکر و عمر کو کہتا تھا فرمایا کہ  
خدا کی پناہ بلکہ اہمیت انکو دوست نہ ہو تو اور انکو حسین و ماؤ و حضرت کریم اور ان پر ہر بانی رکھو اور نیز ابو جعفر سے روایت کی ہے اور انہوں نے ابو  
باب علی بن حسین کو کہ فرمایا اونہوں نے چند لوگوں کو کہ جو ابو بکر و عمر کی بات میں کلام کر رہے تھے ان پر پھر جرح کر دی تھی (تم مجھے بتاؤ کیا تم میں سے کون  
اولین ہو جو کہ پڑھو ان و اموال کی گاری گوارہ خدا فی فضل و خوشنودی کے مالیت اور خدا و رسول کی مدد کر رہے ہو چلیا کہ لوگوں نے کہا ان لوگوں نے کہ میں  
پھر چلیا کہ کیا پر تم انصار ہو کہ جنہوں نے حاضرین کو آؤ مقل و اہل الجہت و ایمان کو مدد کر کے کھاتا اور جو ان کو پاس سے جھرت کر کے آتا و سکو بھیجے  
ہے اور انہوں نے اموال میں اپنی دولتیں خزانہ میں پائی تو اور دوسروں کو اپنی حقوق برتے دینے شروع کر دیں وہ خود بھی صاحب ہونے لگے اور جو لوگ عرض نفسانی  
مخوط ہوں وہی مراد کو پہنچے میں کہا ان لوگوں نے کہ میں نے پھر فرمایا کہ ان دونوں ہا قون سے تو تم طوطہ ہو گوارہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ اس  
گروہ میں ہیں جو جو حق بن اسد عزوجل نے فرمایا کہ (اور جو لوگ کہ انکو بعد از یہ کہتے ہو کہ اسی ہمارے پروردگار بخشدے ہو اور ہمارے ہائیوں کو جو ایمان  
پھر باقی ہو چکی ہیں اور ہمارے دونوں کو مونو کی عداوت سے پاک رکھنا ہی چاہیے پروردگار تو ہی ہر بان رحم کرے واللہ ہے اور نیز فضیل بن عرزق نے  
روایت کی ہے کہ سنائی ابی ہر بن حسن بن حسن کی کہ جو عبد اللہ بن حسن کی بیٹی ہو کہ کہتی تھی کہ اسطون کر دیا ہو اور افسیوں نے جیسا کہ اسطون کر دیا علی نے  
قوم عربیہ نے اور نیز فضیل نے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو کہتے ہو کہ سنائی ایک افسی کی کہ خدا اگر چہ خدا نے تمہارے قوم تمہاری باتیں پاؤں  
نہاں لے کے کاٹ لے لگے اور تمہاری توبہ قبول کرے لگے اور نیز حضرت ابی طالب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہ حسین کو سانہ عثمان جی کا ذکر ہوا  
راخی ہو خدا ان ہوں کر پس حسین نے کہا کہ ایہ المثنیٰ بنی تمہاری باپ علی اس وقت تمہارے کا مال بیان فرمائیے کہ اس کے ساتھ ہی علی آگے  
وی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہوا یا حضرت علی نے عثمان کا ذکر کرتے ہوئے خود سن لیا یا حسین نے ان کی روپاقت کیا پس فرمایا کہ عثمان اور بن



إنما تقول في مثل عثمان وكان متكئا فجلس وقال يا ابن حاطب والله لاني لا يكون آكون أنا وهو كحما قال الله تعالى رزقنا ما في صُدُوقِ  
 قَتْلِ قَتْلِ الأية واخرج ايضا عن سالم بن أبي الجعد قال كنت بالساجد محمد بن الحنفية فذكروا عثمان فقاما فحمدوا وقال كفوا عنه  
 فخذوا يروا ما آخر قلنا منه أكثر ما كان قبل قال المرء إنما كرم عن هذا الرجل قال وابن عباس جالساً عندنا فقال يا ابن عباس  
 أتذكر عشية الجمل وأنت عن يمين علي وفي الزاية وأنت عن يساره إذ سمع هذه في المريد فادس رسولاً فجاء الرسول فقال هذه  
 عائشة تلعن قتل عثمان فرفع علي يديه حتى بلغ بهما وجهه مرتين أو ثلاثاً وقال وأنا العن قتل عثمان لعنهم الله في الجمل  
 والجبل قال فعنده ابن عباس ثم قبل علينا فقال في وفي هذا الأمر شاهد أعدل واخرج ايضا عن الحسين بن محمد بن الحنفية  
 أنه قال يا أهل الكوفة اتقوا الله عز وجل ولا تقولوا لأبي بكر وعمر ما يسال به أهل إن أبا بكر الصديق رضي الله عنه  
 كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الغار ثانی اثنين وأصاعم لعن الله به الدين واخرج ايضا عن  
 جندب الأسدي أن محمد بن عبد الله بن الحسن أتاه قوم من أهل الكوفة والجريزة قالوا فالتفت إلى  
 فقال انظر إلى أهل الكوفة يستلون عن أبي بكر وعمر ما عندی افضل من علي واخرج ايضا عن عبد الله بن الحسن  
 أنه قال والله لا يقبل الله عز وجل توبة عبد تبرأ من أبي بكر وعمر وإنما لي عرضان علي قلبي وأدعو الله عز  
 وجل لهما اقترب بهما إلى الله عز وجل واخرج ايضا عن فضيل بن مزهر قال أنه قال قلت لعمر بن علي بن  
 الحسين رضي الله عنهما فيكم ما تفترض طاعته تعرفون ذلك له من لم يعرف ذلك فمات مبيعة  
 جاهلية فقال لا والله ما ذلك فينا من قال هذا فهو كاذب فقلت انهم يقولون ان هذا المنزلة  
 كانت لعلي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم أوصى اليه ثم كانت للحسن ان علياً أوصى اليه ثم كانت للحسين بن علي  
 ان الحسن أوصى اليه ثم كانت لعلي بن الحسين ان الحسين أوصى اليه ثم كانت لمحمد بن علي الباقر لشيء عمر  
 المذكور ان علي بن الحسين أوصى اليه فقال عمر بن علي بن الحسين فوالله ما أوصى أبي بكر في اثنين فقاتل  
 هم الله لو ان رجلاً في ماله وولده لا وما يترك بعده ويألفهم أخذ من الدين والله ما هتولوا إلا مثلاً  
 بنا واخرج ايضا عنه أنه سمع علياً عنهما فقال أبوهم من ذكرهما إلا بخير فقبل له بعلاك تقول ذلك تتيقظاً  
 أنا ذا من الشركين ولأننا لتفي شفاعته محمد صلى الله عليه وسلم واخرج عنه ايضا أنه قال ان الحشاء  
 من أهل العراق يزعمون أنا تقع في أبي بكر وعمر وهما والدای ای لان امه أم فروة بنت القاسم  
 النخعي بن محمد بن أبي بكر وأما أسماء بنت عبد الرحمن بن أبي بكر ومن ثم سبق قوله بالذي أبو بكر مرتين  
 واخرج ايضا عنه بي جعفر الباقر قال من لم يعرف فضل أبي بكر وعمر فقد جهل السنة قال بعض  
 أئمة أهل البيت صدق والله أنما فشتا من الشيعة والرافضة وغيرهما فشتا من البدع والهجالات  
 من جهلهم بالسنة وفي الطيور يات بسند لا أبي جعفر بن محمد عن أبيه قال قال رجل لعلي بن







ابي طالب سمعتك تقول في الخطبة اللهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين منهم فاعز ورتقت  
 عيتا لا فقال هم جيبا حيا وبكر وعمر اماما الهدى وشيخا الاسلام ورجلا قرئش المقتدى بهما بعد رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم من اقتدى بهما عصم ومن تبع اثارهما هدى الى الصراط المستقيم ومن تمسك  
 بهما فهو من حزب الله انتم فلهذا اقاويل المعتبرين من اهل البيت رواها عنهم الائمة الحفاظ عليهم في  
 معرفة الاحاديث والآثار وتميز صحيحها من سقيمها باسانيدهم المتصلة كذا في اصولنا وعقولهم ينقلها المولف  
 مع دعونه الاجياد علوم اهل البيت لما موفقت كرقال محشني الغيرة بحق الحق على ان عمدت وعلى فضل الله  
 اعلمت الى ان ادون علوم المولى المرتضى والذرية العلوية رضى الله عنهم في تسعة عشر كتابا تكون لما  
 بلغني من علومهم نصا بالكتب الاول كتب فقه الايمان المستحق كتب الفقه الاكبر عن اهل البيت كالمظهر  
 الكتب الثاني كتب العلم للترجم بكتب اصول رواية العلم عن اهل البيت مدينة العلم - الكتب الثالث  
 كتب اصول الدراية عن اهل بيت الهداية - الكتب الرابع كتب اصول السائل عن اهل بيت الفضائل  
 الكتب الخامس كتب فقه الاسلام عن اهل بيت النبوة الاعلام - الكتب السادس كتب قواعد  
 القرآن عن اهل بيت الذكر والاقتان الكتب السابع كتب علوم القرآن عن اهل بيت النبوة والعرفان - الكتب  
 الثامن كتب انباء العالم عن ال النبي المكرم صلى الله تعالى عليه واله وسلم الكتب التاسع كتب الحكمة و  
 الموعظة عن اهل البيت الفطنة والمعرفة - الكتب العاشر كتاب الادب عن اهل بيت النبي لودب عليه  
 وعلمهم صلوة الرب الكتب الحادي عشر كتب الطب عن اهل البيت الحبيب صلى الله عليه واله وسلم كالمؤرخي  
 ويحب الكتب الثاني عشر كتب الادعية والاذكار عن اهل البيت الاطهار الملقب بالصفيحة الزاهرة  
 الكتب الثالث عشر كتب فقه الاحسان عن اهل بيت الحكمة والعرفان الكتب الرابع عشر كتب آيت النبوة  
 عن آيات الفتوة الكتب الخامس عشر كتب جوامع الاجزاء والآثار عن اهل البيت الاخيار الكتب السادس عشر  
 كتب الصحف المطهرة لعلومه للوقرة العلوية الكتب السابع عشر كتب اصول العربية المحصول من الحضرة  
 العلوية اذكر فيه الاصول النحوية والقواعد الصرفية والمأخذ الاشتقاقية وتخلص الى نوادر اللغات  
 العربية والعجبة المروية عن اهل بيت النبوة واللطائف البديعية والبيان والظريف للعنوية  
 والاشعار الاهلية الماثورة عن اهل بيت النبوة الكتب الثامن عشر كتب الخطب عن اهل  
 بيت علو الرتب الملقب بمناج البلاغة الكتب التاسع عشر كتاب معرفة الرجال الرواية عن اهل  
 بيت الكمال هذا مع ان قلته بضاعتى وما كانت توفى ان ذالمحقوق من اضاعتى حتى شئ بعد  
 استخارة الله واستشارة اهل الله ما صحت به في الامر تصميما مستعينا بالله ولى اهل بيته اتمتع



عالم میں فاش ہو گیا۔ اس لیے اسے خواستے ہوئے اور طریقہ یافتہ ہیں بسند و دقتی حضرت محمد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ میں  
آپ سے خطبہ میں یہ دعا سنو میں کہ اے خدا ہو درست بناؤ ان افعال کو سائیکہ میں وقتے خلق کو راشد بن عہد بن کورہ ست بنایا پس یہ خلفا کون گئے میں نے  
حضرت علی کی اس تکبیر سے سنو میرا لی اور فرمایا کہ یہ خلق میری عیب بانو کر و عین کہ ہایت کے دو امام صاحب اسلام کے دو رنگ اور قریش کے دو مرد ہے جسکی اقتدا  
لگنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کہ انکی ابتداء کی خود را اور خود را کو نقش قدم پر چلا ہایت کیا گیا یہ عہد رات کے طرف خدا و جس زبان و نمک کیا وہ خدا کے گرد  
درخل ہو گیا، اتنی پس یہ امام دینے احوال اہلسنت کے معتبر شخص و مروی ہیں بروایت ابو حنظلہ حضرت کہ کہ حضرت حدیث کا جو قول پروردگار مہربان اور حدیث  
صحیح و غیر صحیح میں امتیاز نہ ذکر کیا نہ متعلق پر موقوف ہے جیسا صواعق عروہ میں علامہ بن جریر بیان کیا ہے مولف ان حدیثوں کو نقل کیا یا انکو علوم اہلسنت کے  
زندہ نہ کیا مگر ہی وادی بوجہ عروج و مرجع و بیان کردی تو یاد کر لی کہ کیا منفعت ہے ہیں جہاں حق کی غیرت ہے اس پر مادہ کر دیا کہ میں نے عقد کیا اور خدا کے  
فضل پر امتداد کیا اس امر میں کہ مثنوی علی اور ذریعہ طبعی اللہ عنہم کہ علوم کو کون کونسی کتابوں میں جمع کر دے کہ وہ کتاب میں میری تمام معلومات کا جو علوم اہلسنت کے متعلق ہو  
وہ ان میں خدا بوجہ وین پڑی کہ بقیہ الایمان ہے حکانام و فقہا کبر از اہلسنت نظر دوسری کتاب کتاب العلم ہے جہاں نام و کتاب اصول روایت علم از اہلسنت میں علم  
دوسری کتاب اصول روایت زابل بیت برات (چوتھی) کتاب اصول مسائل از اہلسنت فضائل (پانچویں) کتاب فقہ الاسلام از اہلسنت نبوت (اعلام چوتھی)  
کتاب قرآن از اہلسنت ذکر و اثبات دساتون کتاب علوم قرآن از اہلسنت نبوت و عرفان (آٹھویں) کتاب انباء عالم رزال بنی اکرم صلعم (نویں) کتاب  
تکلیف و عرفان از اہلسنت فطرت و معرفت (دسویں) کتاب ادب از اہلسنت نبی مودب بروی و برایشان بوجہ احوال رب دیکھار ہون کتاب طب  
از اہلسنت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برمی و کتب (یار ہون) کتاب ادب و عہد و کار از اہلسنت اطباء کتب حقیقہ فاضلہ ہے (تیرہویں) کتاب فقہ اسلام  
از اہلسنت قیمت و عرفان (چودہویں) کتاب آیات نبوت از آیات قوت (پندرہویں) کتاب جوامع اخبار و آثار از اہلسنت (خیر (سولہویں) کتاب  
صحف و ہرہ طویہ برای بارگاہ باوقار طویہ (ستر دین) کتاب مولع بہت حصول از درگاہ طوہست حسین اصول توحید و قواعد صریح و ماننا  
استقامتی و میں ذکر کرد و نگاہ و ثبات عربی و عجمی کے نادرات کو جو اہلسنت نبوت سے مروی ہیں اور فن بیع و بیان کے لطائف و معنوی ظہر  
و ایمانی اشعار کو جو اہلسنت نبوت سے منقول ہیں شخص کرد و نگاہ (اٹھارہویں) کتاب کتب و خطب انار اہلسنت طوہرت جہاں کتب  
نبا و ابد و عہد ہے (انیسویں) کتاب معرفت رجال روایت کنندگان از اہلسنت کمال) یہ قصد تو ہو اگر میری بے نصیحتی ہے اور  
وہم دلاتی ہے کہ اس کام میں میری بیعت اوقات ہوگی بالآخر اتنا ہوا اور اہل اللہ کے اشارہ سے جس کام کا میں نے پختہ عزم کر لیا ہے  
جس پر ظاہر ہو گیا و انما لیک من طالب مدد خدا سے کہ ہایت کا الگ ہے انتہی میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے  
یہ تمام مصنف کی تقریر بال ہے نہ اسکا کچھ حال ہے اور اسکے معنی میں کچھ فائدہ ہے لیکن بطلان اسکے اس کلام کا۔ (فختی الثیر  
بحق الحق علی ان عہدت علی فضل اللہ لعمدت الی ان ادون علوم المولی الموقضی والذ ذیہ العلیہ  
فی تسعة عشر کتابا تکون لما بلغنی من علوم انصاف الحق اسوجہ سے ہے کہ اب تک مصنف نے مولیٰ علی و ذریعہ طبعی  
کے علوم و ایک پوری کتاب میں ہی تصنیف نہیں کیا ہے جانیکہ و کتاب میں تصنیف کی ہوں اور انکو علوم مذکورہ کا انصاف بنا یا ہوا اور  
جس قدر تصنیف کیا ہے وہ صرف کتاب فقہا کبر کا ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ (کتاب فقہا کبر کا پہلا حصہ ہے



أقول ومن الله التوفيق هذه الكلمة باطل فليس له حاصل ولا تحته طائل ما بطلان قوله فحشنى الفرض بحق  
 الحق تعالى ان عمدت وعلى فضل الله اعتقدت الى راق ادون العلوم للمولى المرتضى والذرية العلية في تسعة عشر  
 كتابا تكون لما بلغنى من علومه فخرنا نتجى فلابد ما دون علوم المولى المرتضى والذرية العلية الى الان في كتب  
 تام فضلا ان دونها في تسعة عشر كتابا وسماها لها نصبا با وما دونه انما هو جزء من هذا الكتاب كما قال في آخر  
 كل الجزء الاول من كتب الفقه الاكبر ويتلوه الجزء الثاني من الايمان بالنبياء الله ورسوله تعالى ولودفعا  
 كما ذكر في هذا وفيما يغيب من مواضع آخر لطبعها في الزبر قبل ان يناله الكبر ويرد الى ابدل العرف ففعله  
 في هذا الباب بعد قوله ويجوز عن الاتيان بواحد منها يوم من ما ادعى به طول مع انه جاوز ثمانين سنة  
 واخذ الغلة من الكبر والسنة فان لم يصب ما وعد له في هذا الزمان فحق ياتي بها وادعاه بالتشهير و  
 الاعلان في حقه الوعيد بهذا الخطاب الجيد يا ايها الذين امنوا لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله  
 ان تقولوا ما لا تفعلون فعليه ان يتوب الى ذى العزة والجبروت من هذه الدعوى التي قاتت منه او  
 تقوت قبل ان يجرى الموت واما الاسماء التي اخترعها للكتب من نفسه فليس لها من سلطان ولا  
 على مصاديقها ومسمياتها من موهان واما هي دسيسة عظيمة منه راموها شهرته في الاصطلاح  
 جامعة الفضائل العلمية والآثار ليقصص بها الجود والنجار والجاه والاعتبار ويحجب القنطار من يدي  
 الامراء والاخيار ومع هذا يرجو عليها الثواب من الكريم الوهاب حيث قال في صفحته (١٦) وثمرو من  
 فضل ربى دى للناس ان يمن على لسوء حقيقته الى جهة وارفته بحسن اتمامها ويزين قولها وبيان لا يحجبها  
 عملا ينقطع عقب وفات كاسبه بل يجعلها علما ينتفع به بعد ممات صاحبها انتظر وما دسرخا انه سيستل  
 في القبر والمشرى بين يدي خالق العقوى والقدر عما اودعه في هذه الاوراق من العقائد الفاسدة  
 المشهورة في الافاق بالبطلان والاختلاق وبانها منسوبة الى اهل التفلق والشقاق غير معزية الى ارباب  
 المعارف والاذواق واصحاب الفضائل ومكارم الاخلاق فلما غرماها الى الامة المذاق ليس له عليها في  
 الاخوة من خلاق وان وصلت سمها ادعته الى السبع الطباق وقد قال الله تعالى ليس للانسان الا  
 ما سقى وان سعيه سوف يرى والى الله المشتكى واليه المال والرجى وما سمع انه قد قيس طولى لمن  
 مات فماتت ذنوبه معه ولم يوحى بها بعد وقال بعض العلماء لا تدب فان كان لا بد فلا تحل غيرك  
 على الذنب فتكتب ذنوبين وقد يعيش العبد اربعين سنة ثم يموت فبقى ذنوبه بعد مائة سنة يواب  
 عليها في قبره اذ كان قد من سنة سيئة وابتغى عليها الى ان تندرس او يموت من كان يعمل بها ثم تسقط  
 عنه ويستريح منها واما عد دخل في الاسماء المخترعة فهو ايضا غير مضبوط بعد فقد علم من التقريب



ہو گیا اور اس کے بعد سرور احمد کا آغا زیاں بانیہ و رسل سے ہو گا اور اگر اون اوٹیل کتابوں کو تصنیف کر چکا ہو تا جیسا کہ مصنف  
 اس کتاب میں اور اشتہار و فہرست مطبع میں اور سکودر کیا ہے تو ضرور ان کو مطلع کرا دیتا ہوں اس کے کہ پڑھا پائے اور انہوں میں  
 طرف مصنف کو در کیا جائے پس اس بارہ میں مصنف کاٹل اور اسکے قول کو رد کر رہا ہے اور ایک کتاب پوری کر نیے یا خیر پڑا  
 دو بج کو سنت کرتا ہے حالانکہ اس کی عمر اسی برس سے تجاوز کر گئی اور کلان سالی کی وجہ سے غفلت اور اونگہ نے مصنف کو یاد دینا  
 اگر ہنوز مصنف نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا تو بہر کب کہ کیا ہو گا وہ کتاب میں بخشی اور سکوپوس ہے اور شہیر و اعلان کے ساتھ اون کی  
 تصنیف کا دعویٰ کر رہا ہے مصنف پر کلام محید کی یہ وجہ چھپان ہو رہی ہے کہ لای اعلان والو کیوں کہتے ہو جو کام تم نہیں کرتے  
 اس کے نزدیک بنایت ناپسند ہے کہ تمہارا قول جاری عمل کے برخلاف ہے پس مصنف پر وجہ ہے کہ رب العزت کی حضور میں توبہ کر  
 لیے و ماویٰ سے جو مصنف سے ہونے کے یا ہو سکتے ہیں فرقت ہونے یا مرنے سے پہلے اور لیکن نام اعلان کتاب ہونے کے کہ جو مصنف نے  
 اپنے پی سے بنایا ہے پس اون کیلئے کہی کوئی کج نہ نہیں ہے اور نہ اس کے مصداق کسی پر کوئی قطعی دلیل ہے بلکہ صرف یہ مصنف کا ایک  
 بہت بڑا منصوبہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے شہر و زمین اپنی شہرت مصنف کو معلوم ہے یا نہ ہو کہ مصنف معلوم و انما کے فضائل کا جامع ہے تاکہ  
 مجد و قمار و جاہ و اختیار کو شکار کرے اور امر اور اختیار سے دولت کا ذخیرہ مانتے اور اس پر نے پر خدا کے کریم و مہربان  
 ثواب کا بھی امیدوار ہے جیسا کہ صفحہ ۱۴ میں کہا ہے و ارجو من فضل ربی الذی ان یمن علی احوج خلقہ الخ و جتہ  
 و راقہ بحسن اتمام ہا و زین قبول ہا و بان لا یجمل ہا عملاً لا یقطع عقب و فوات کا سبب بل یجمل ہا عمل  
 ینتفع یہ بعد فوات صاحبہ افسوس اور یہ نہیں بھلا کہ قبر و عشرین جائق قوی قدر کے سامنے سوال کیا گیا  
 اون عقائد فاسدہ کا کہ جن کو ان اور اقرابین مصنف نے دیکھا ہے اور چال میں اون کا بطلان و فساد مشہور ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ عقائد متفقین ہو  
 جی نہیں اسلام کو صرف منسوب ہیں نہ کہ اولیاء و علماء و ملحا کی طرف سے مصنف نے جبکہ انہ کا ملین کی طرف سے اون عقائد فاسدہ کو منسوب کیا  
 تو احرار میں اس حرکت پر کوئی حسمہ نہ لگا اگر یہ مصنف دعاؤں کو تیر دن کو ساتون آسمان تک پہنچا کر اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ (انفلک  
 کھنڈ ثواب نہ لگا اگر انہی کا اہد قریب ہی ہے اور سکود معلوم ہو جائیگی) اور خدا ہی کے سامنے ہمارا شکوہ ہے اور اس کی طرف مال و ہرج و مرج اور  
 مصنف بعض علماء کا قول نہیں سنا ہے کہ مشرہ ہو و سکود کہ اس کی حوس کے ساتھ ہے اور گناہ ہے امر جائن اور اس کی بعد اوپر عمل نہ کیا جائے اور بعض علماء  
 سے کہا ہے کہ گناہ مت کر س اگر فرود ہی کرے تو چاہے گناہ پر و سکود کو مادہ مت کر اس صورت میں دو گناہ تیر روزہ کے جائزے اور  
 بعض اوقات بندہ گناہ چالیس برس کی ہونی ہے ہر مرتبہ اور اس کے گناہ اس کے بعد سو برس تک باقی رہتے ہیں اور قہر  
 اون کا مذا بے و سکود دیا جاتا ہے جبکہ اس کے کوئی بڑا طریقہ جاری کیا تھا اور اس کی اتباع لوگوں نے کی تھی ہاں تک کہ وہ بڑا طریقہ  
 متجاسے یا اوپر عمل کرنے والے مرتبین تب اس بندے سے وہ گناہ ساقط ہوتا ہے اور اس کو اس کے گناہ سے  
 فرغت ملتی ہے اور لیکن شمار ان بے بنیاد ناموں کی سو وہ بھی ہنوز غیب منضبط ہے اس لئے کہ جو تقریباً اس کتاب  
 کے شروع میں مولوی حیدر علی مرحوم کی طرف منسوب لگتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب میں نامہ میں



المنزلة الأولى جيد والرواية العشر عشرة كتب أصول العلم مدونة في الرواية والدراسة وعلم من قولها  
 تسعة عشر كتب أصول العلم مدونة في الرواية مقصود ما دون الدراية فهو كتب على حدة وايضا علم من التقرير والمنطق  
 كنهه الاسلام للتحريم بالبيت بنفقه من البيت كتاب خراسان في فقه من كتب هذا الكتاب لا اشرف من  
 عشرين لا تسعة عشر كما اشتهر عليهم على فقه من هذا الكتاب انها ستة الفقه الاكبر وكتب اصول الرواية  
 العلم وكتب علم القرآن وكتب اصول الدراية عن اهل بيت الهداية وكتب اصول السائل وكتب فقه  
 الاحسان فلهذا الاضطراب والاختلاف في عدد يدل دلالة واضحة على انها فرضيات محتملة  
 ومختلعة صرفة ليست بواقعة على اصل يستند ولا على مبنى يعتمد ومع ذلك تشتهر في الاشهر  
 انها المتجدد ولها من الايت ولو لايتها من الكرامات وعلى اختصاصه من بين سائر الامم من البنا  
 نعوذ بالله من هذه الخرافات والكلمات الواهيات والدعاوى المهلكات التي لم يدعها من الفتن  
 وعلى صاحبها من القاصحات واما قوله هذا مع ان قلت بضاعتى بما كانت توهمنى ان ذنب  
 لوقتي من اضاعتى حتى شغلنى بعد استشارة الله واستشارة اهل الله ما صممت به في الامر نصميما  
 مستعينا بالله والى الهداية اتفق فهذا ايضا ينبع عن كذبه ويالجب عن صدقه لمن الصدق الجواب بالحق  
 بتلجج وشرح الصدق علامة الايقان وضيق القلب اثاره البطلان واضاعة الوقت انما هي في  
 السيئات لا في الحسنات التي من الباقيات الصالحات والاستشارة والاستشارة ايضا ينبغي  
 ان تكونا في امر لا يلج خيرة بل يخطر في القلب خيرة وشره وما كان من اوضح الخيارات واكمل الحسنة  
 فلا حاجة فيه الى الاستشارة ولا الى الاستشارة لانها برحان احد جانبي الامر الذي يحتمل الخير  
 والشر وما كان خيرة او شره قطعا فلا بد فيه من الامتنان ان كان خيرا ومن الاجتنان ان كان شره  
 ومن ثم قالوا ع دركار خير حاجت هيچ استخاره نيت وايضا قوله مع ان قلنا بضاعتى  
 توهمنى ان كان صدقا فكيف يكون قليل البضاعة من المجد دين فدعواه المتجدد ينافيه وان كان كذبا  
 فلا يكون الكاذب مجددا ولا واسطة بينهما على قول الجمهور وان ثبت بقول الجاحظ واقربا الواسطة  
 فيلزم دخوله في الجانين والمجنون ايضا لا يستطيع التجدد فلزم الفراغ على ما عنه الفراغ واما النفس  
 اسامى الكتب فهي ايضا ليست على ما ينبغي لان بعضها مخوف من اسامى الكتب المشهورة للشيعة  
 كالصحيحة الفاضلة خوف من الصحيفة الكاملة للشيعة ولكنها حاج البلاغة خوف من مخ البلاغ  
 الشيعة وبعضها طوي في بعض في ثلثة سطور لا يكاد يوجد نظيرة في الكتب الشهيرة بلعداء المتقين  
 والمتأخرون وقد قيل خير الكلام ما قل ودل فكيف بالاسم الذي يقصد منه تعبير المسمى باو جعفر فظن







كلمة كما ينتقل منه الى المعنى بالسوطة ولا يراد منه تصوير القصص والحكايات حتى كالجملات المطولات  
 كما لا يخفى على الماهر الاديب والفحاح الاريب قال والقصد من هذا الموجد الرواية عن هؤلاء الثمينة  
 الرواية من انفسهم ان اورد من رواياتهم من غيرهم من فضلاء الصحابة والتبعة وقليل ما هو وما  
 اقله وفي كل مسألة معضلة او فرائد او شئ من علوم القرآن او غير ذلك من العلوم ما اشئ  
 قد وما تيسر في ذلك من الصحابة والتبعة واهل المذاهب المتبعة وغيرهم من الاجلة تقوية  
 بالشهادة لسند الرواية وتوطئة للموافقة والمتابعة في الدراية وكل ذلك مع الاهتمام بالالتزام  
 للتصحيح والتعليل والتخرج والتعديل فشرطنا اهل السنة الحسنين باثنا عشر حكلي في بعض ائمتنا  
 مما لا ينهيه ولا خطام هذا الاقلية اهل الرواية الثقافات كالفتوة الاربعة واصحابهم  
 فالنعماني والترمذي وابن المنذر فابن عمر بن عبد البر وجماعات اخوانهم ما خوذ بها واقد من  
 بفضل الله عليهم الصواب في كل باب من كل كتاب ما ناسب ذلك من ائمة اعظم الثقلين كتب  
 الله الحكيم العليم الرحاب ثم نورها المرفوع والموقوف والمقطوع عن ثلثي الثقلين الاقارب ولا يفتقد  
 الاما قد ورد بسند جيد معتد صحيحا وحسن او مقارب بما له من عاضد او عواضد من المتابعين  
 او الشواهد والرجوع من فضل ربي ذي النان ان يميني على لوح خليفته الى رحمة وراحمته بحسن اتمامها  
 وزين قبولها وبان لا يجعلها عملا ينقطع عقب وفات كاسبه بل يجعلها عملا ينتفع به بعد ممات  
 صاحبه اللهم امين بجا حبيبك الامين انتج اقول بتوفيق الله تعالى وعونه ان المصنف  
 قد اتى في هذا الكتاب بما يخالف دعونه في هذا القول ببيان انه ادعى في هذا القول بدعوى  
 الاول انه يورد في هذا الكتاب روايات الائمة من اهل البيت في كل باب وان لم يجد ما من انفسهم  
 فخر رواياتهم من غيرهم من الصحابة والتبعة الثاني انه يشعر بما ذاك الباب عن غيرهم من الاجلة  
 تقوية بالشهادة لسند الرواية وتوطئة للموافقة والمتابعة في الدراية الثالث انه يفعل كل  
 ذلك مع الاهتمام بالتزام التصحيح والتعليل والتخرج والتعديل بالشروط المعتمدة عند اهل السنة  
 الرابع انه يجتنب عما يحكي في بعض كتب السنة بدون السند المعتبر الا ما علقها الثقافات من  
 اهل الرواية الخامس انه يقدم في كل باب ما ناسبه من الكتب ثم يورد المرفوع والموقوف  
 والمقطوع من السنة السادس انه لا يعتمد على غيره ما ورد بسند جيد معتد صحيح او حسن او مقاد  
 بما له عاضد او عواضد من المتابعين او الشواهد وبعد هذه الدعوى الستة رجاء من الله  
 ان يمين عليه بحسن اتمام هذه الكتب وزين قبولها في الحياة وبعد الممات ونحن نذكر بهذه ما اتى به



جہوں کے مانند نثر آویزاں ہے لہذا کہ یہ امر ناہر اور عجیب و غریب ہے کہ ان کی تصانیف میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب کچھ  
 مسلمین میں خاص ان ائمہ ولایت کی روایت پناہ و نگاہ اور صحابہ و تابعین سے جو ان کی روایات میں ملتی اور ان کو لکھ کر دیکھا اور مسما  
 بہت ہی کم اتفاق ہوا ہے اور ہر خود مستند و قریب باور نے میں علوم قرآن سے ہوا دیگر علوم سے یہ قصد ہے کہ جو کچھ وہاں  
 صحابہ و تابعین والی ذمہ ہے غیریہ کی جس کو بھی ظاہر کر دیکھا اس سند روایت کی شہادت کا تقویہ ہو جائے اور روایت  
 موافقت و پیروی کی تمہید ہو جائے اور اس تمام کے ساتھ تصحیح و تعلیل و تخریج و تعدیل کا ہی اہتمام کے ساتھ التزام کیا جائیگا  
 اور ان عمدہ شہود کے ساتھ کہ جو ہر سند کے نزدیک معتبر ہیں اور ان کتب اہل سنت کے حوالہ سے اجتناب کیا جائیگا کہ کچھ اعتبار  
 نہیں ہو بلا سند ہو یا جو کچھ ہے یا ان ائمہ بلا سند و تابعین ثقہ راویوں کی جیسے امام ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ  
 سند والی عمر بن عبد البر اور دوسری معتبر جہات میں کہ ان کو بھی اس کتاب میں لیا جائے گا اور میں حدیثی علم صواب کے فضل سے  
 اس کے ہر ایک باب میں پہلی کتاب اللہ کی آیتیں جو مناسب اس باب کے ہیں ذکر کر دیکھا ہر حدیث مرفوعہ و موقوفہ و مقطوعہ و اہمیت  
 لازم کی نقل کر دیکھا اور اسی حدیث پر اعتماد کر دیکھا کہ جسکی سند جید قابل اعتماد ہو صحیح یا حسن یا قریب حسن کہ جسکی کوئی کونج و شواہد قوت ہو  
 وہ میں اپنی پروہد گارڈ فالسن کو فعل سے امید کرنا ہوں کہ انہی رحمت و کرم کرنا وہ محتاج بندہ برحسان فرماؤ اس کتاب کے جن احکام و  
 ریاست قبول ہو اور اس کو ایسا کام نہ بناؤ کہ جو اپنے فائل کی وفات کے بعد منقطع ہو جاتا ہے بلکہ دیکھا کہ ایسا علم بناؤ کہ سند کے  
 ہر سے پہلے ہی اس سے نفع ہوتا رہے اسی حد قبول کرنا اپنے حسب سول امین کی برکت سے انتہی میں کہنا ہوں خدا کی توفیق دے  
 کہ مصنف نے اس کتاب میں ایسی باتیں ذکر کی ہیں جو اس کے اس قول کے دعویٰ خیمہ کے مخالف ہیں بیان اس امر کا یہ ہو کہ مصنف نے  
 اس قول میں چند دعویٰ کئے ہیں اول یہ کہ اس کتاب میں ہر ایک باب کے ثبوت میں ائمہ اہمیت کی حد و درجہ ذکر کر دیکھا اور ان کی  
 ذاتی روایات کسی موقع پر ملتی تو انہوں سے جو روایتیں اپنے عروہ صحابہ و تابعین سے بیان فرمائی ہیں ان کو ذکر کر دیکھا و دوم یہ کہ اس  
 باب میں غیر اہمیت کی مثل اجلہ صحابہ و تابعین وغیرہم کے جو روایات ہوئی سند روایت کے قوی کرنے اور عقیدہ میں موافق  
 ہوئی تمہید کیلئے ان کو بھی ذکر کر دیکھا سو ہم یہ کہ یہ سب کام نہایت اہتمام سے اور صحیح و تعلیل و جرح تعدیل کے التزام کے ساتھ  
 کرے گا اور ان شرطوں کی حوالہ سنت کے یہاں معتبر میں جہاں یہ کہ جو روایتیں بعض کتب میں بلا سند معتبر کے ذکر ہیں  
 ان کے ذکر سے اجتناب کرے گا ان جو ان میں سے ثقہ لوگوں کی مرویات ہوئی وہ ترک نہ کیا جائیں گی چشم یہ کہ ہر باب میں  
 پہلے اس کے مناسب کتاب اللہ کی آیت ذکر کر دیکھا ہر حدیث مرفوعہ و موقوفہ و مقطوعہ کو چشم یہ غیر جید حدیث پر اعتماد  
 نہ کرے گا بلکہ صحیح ہو یا حسن یا مقارب حسن شواہد و متابعات کی وجہ سے اسی سے دلیل لائے گا پھر ان چہرہ ہونے کے  
 بعد خدا سے امید کی ہے اس کتاب کے حسن اتمام و زینت قبول کی حیات و عمارت و ونون کے زمانہ میں اب ہم  
 اس کتاب کی حصہ مطبوعہ کی کچھ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے مصنف کے دعویٰ کا کذب اور ہمارے قول کا  
 مدق ظاہر ہو جائے گا پس ہم کہتے ہیں کہ مصنف نے اس کتاب کو ایمان کے مسئلہ سے شروع کیا ہے اور ان کی



في الجزء المطبوع من هذا الكتاب كما يتبين كذب ما ادعاه وصدق ما قلناه فنقول انه بغير هذا  
الكتاب بمسئلة الايمان واورد اثباته اربعة احاديث اثنان منها عن علي موسى رضا يرويه  
ابي الصلت الهروي احد هما في صفحه ٢٠٠ هكذا قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
الايمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب وعمل بالجوارح انتهى وثانيهما في صفحه ٢٢٢ هكذا قال  
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن جبريل عليه السلام قال قال الله تعالى اني انا الله الذي  
لا اله الا انا فاعبدوني يا عبادي فمن جاء منكم بشهادة ان لا اله الا الله بالاخلاص فدخل في  
حطني ومن دخل فحطني ومن عدا بي فعدا واتان اخوان منهما عن الامام حسن العسكري بزيادة بلاذري  
احدهما الذي قال له انه سلسل الائمة العشرة مع ان في سنده محمد بن علي رضا وليس له استماع الحديث  
من ابيه باتفاق الطائفتين لان ابيه توفي في المشهد وهو حينئذ ابن خمس اوست كان في بغداد  
فكيف يكون حديثه سلسلا بالائمة لان الامامة في هذا السن لا تعتبر عند احد والسلسل  
بالائمة هو الذي تكون روايته كلهم ائمة فكونه سلسلا مخالف لما عليه الجمهور من المحدثين وهذا  
الحديث نقله في صفحه ٢٢٢ هكذا قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الايمان معرفة بالقلب  
وقول باللسان وعمل بالاركان انتهى وثانيهما ما نقله في صفحه ٢٣٨ هكذا قال حدثني محمد بن عبد  
سيد الانبياء قال حدثني جبريل سيد الملائكة قال قال الله سيد السادات اني انا الله لا اله  
الا انا من اقر لي بالتوحيد دخل حطني ومن دخل فحطني ومن عدا بي فعدا انتهى ونقل في سنده الحديث  
تصحة ائمة ابي الحسن المجتوب الغار في موضع ستر من رأي ولحال ثبت هذه الفقه في حاشية تلك الصفحة  
على الشهرة وهذا ايضا مخالف لاهل السنة كلهم يوردون عندهم فكيف اورد هذا في هذا الكتاب  
مع كونها مخالفة لدعونه الساد من الذي مذكورة في تلخيص هذا القول منا وقال لهذا الحديث  
ايضا انه سلسل بالائمة العشرة الكل وفيه ايضا ما فيه ثم قال لهذا الحديث في صفحه ٢٤٢  
وكذا الحديث الا في السلسل بالائمة العشرة الكل في فصل الايمان انما هو ناظر ظاهر في عدم  
دخول العمل في اصل الايمان انتهى وقال في صفحه ٢٣٢ والى ظاهر هذه الاحاديث والآثار عن  
اهل البيت الاطهار ونحوها ذهب اصحاب الحديث ومالك والشافعي واحمد والاوزاعي كذهب  
اهل البيت ان العمل داخل في الايمان انتهى ونحن نتكلم اولاً في سنده هذه الاحاديث ونقول بما  
اخذت ان الاولان في سندهما ابي الصلت الهروي وهو مجروح بالتشيع ومعهما بالكتاب عند  
الذين اتهم قال انه هب في ميزان الاعتدال في ترجمته علي بن موسى بن جعفر الرضا قال بن طاهر ياتي



انبیاء کے چار پیشین رو یا چار دین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الایمان اقرب باللسان من غیرہ بالقلب مثل بطوارح انتہی اور دوسری میں ہے اس طرح ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جرت لیس  
 قال قال اللہ تعالیٰ انما اللہ الذی لا اله الا انما عبدونی یا عبدی فمن جاءکم بشہادۃ ان لا اله الا اللہ فادخلوا جنتکم بلا عذاب  
 من غیرہ انتہی اور دوسری دو چیزیں ان میں کی امام حسن عسکری علیہ السلام نے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جو شخص کہے کہ یہ حدیث رسول اللہ کی  
 روایت ہے مسلسل ہے حالانکہ اسکی سند میں محمد بن علی بن عمار اور ابو جعفر علی بن ابی حمزہ سے حدیث کی سند بتا رہے ہیں جو سب سے  
 کہ علی بن ابی طالب شہیدین وفات پائی تو محمد اس وقت پانچ یا چھ سال کو خداوند میں تہویر کیونکر اذکی حدیث مسلسل بائمہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں امام  
 ہونا کی وجہ سے متفقین اور اسلسل بائمہ وہی حدیث ہوتی ہے کہ جو کمال راوی امام ہوں پس اس حدیث کا مسلسل ہونا مجہول حدیث کی اصطلاح کے  
 مخالف ہے اور اس حدیث میں اس طرح ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجان من فرقتہ بالقلب و قول باللسان و عمل بالامر کان انتہی اور  
 دوسری میں ہے کہ حدیث کے جو صنف ہوں میں اس طرح ہے (قال حدیثی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدیثی جبریل صلی اللہ علیہ وسلم قال ان  
 سید السادات انی اللہ لا اله الا انما من اتقونی بالتوحید و خلصنی من دخل حصنی من غدا فی انتہی اور اس حدیث کی سند میں ابو العباس محمد بن عمار  
 راوی میں چھ کا قصہ نقل کیا ہے اور ذکر ثبوت کو وہی صنف کے حاشیہ میں شہرت پر قول کیا ہے اور یہی تمام بنو کرم مخالف ہے اور وہ کچھ دیکھ کر وہ کہے  
 پس اس کا نتیجہ کیونکر اس قصہ کو ذکر کیا مالا کہ یہ مخالف صنف کے قول مذکور میں جو دو صنف کا جو کہ بنو انبیاء میں بطور خلاصہ ذکر کر کے  
 اور اس حدیث کو ہی صنف کے مسلسل ہے نہ عشرہ کمال کیا ہے اور اس میں ہے وہی امر اس مذکور وارہ ہے اس حدیث کی نسبت صنف ہوں میں کیا ہے  
 و کذا الحدیث الابی اسلس بالائمہ العشرہ کمال فی فضل الایمان انما ہونا ظاہر فی عدم دخول الہ فی الایمان انتہی اور صنف ۲۰ میں کہا ہے  
 دو الی ظاہر یہ الامار و الامار من اہل البیت الا طہار و نحوہا نہ سبب محاب الحدیث و انک و انک انفی و الحمد للہ و لا علی کذب بل البیت  
 ان لعل و دخل فی الایمان انتہی اور ہم پہلے ان حدیثوں کی سند میں کلام کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلی دو حدیثوں کی سند میں ابو العباس ہر وہی ہے  
 اور وہ تثنیہ کے ساتھ مجروح و اور ثقات محدثین کے نزدیک مستم بلکہ یہ ہے جیسا کہ یہی فی میزان الا قتال من علی بن موسی بن جعفر رضی اللہ عنہ  
 احوال میں کہا ہے کہ ابن طاہر نے کہا ہے کہ اپنے باپ سے عجب نقل کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ اسکی طرف سند کو ثبوت میں بحث ہے ورنہ پس  
 ایسا شخص ہے کہ جیسے چوٹ کہا جاتا ہے اور ایک کتاب مشہور اسکی نسبت بنائی گئی ہے جیسا کہ اسکا مادہ جعفر صادق پر چوٹ جوڑا گیا ہے  
 پس اس سے ابو العباس ہر وہی کہ ہم لوگوں میں ہے ہر روایت کی ہے اور وہ اسکی کہتا ہے کہ ابن حبان نے فرمایا ہے اور کہا ہے  
 کہ علی بن موسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عجیب باتیں روایت کرتے ہیں اور وہم خطا سے خالی نہیں ہے اور ابی امام طاهر بن سلیمان ممالی کی  
 ایک بڑی کتاب ان زمرہ کی ہے اور وہ ابن سلیمان خزومی کی اسکی طرف سے ایک کتاب ہے اور علی بن محمد قاضی کی اسکی جانب  
 سے ایک کتاب ہے انتہی اور جو کہ صنف نے جواب دیا ہے اور ابن جبر جو ابو العباس ہر وہی پر ثقات محدثین کی طرف سے گنگی ہیں اور  
 اسکی اس حدیث کو ترک کر دینے کا صنف ۲۰ میں باہم طور اور عین پیروی کی ابو العباس کی اس حدیث کی روایت میں علی بن  
 سے محمد بن اسلم نے اس پر ذکر کیا اسکو پہنچنے سے شیعہ ان میں کہا کہ کتب ابو العباس اس حدیث کا رسول اللہ سے انتہی نہیں ہوتا



عن أبيه بجواب قلت انما الشأن في ثبوت السند اليه والا فالرجل قد كذب عليه ووضع عليه نسخة  
سائرة كما كذب على جده جعفر الصادق فروى عنه ابو الصلت الهروي احد المتهمين وقال الهادي  
اخبرنا بن حبان قال علي بن موسى وضاير روى عن ابيه عجائبهم ويخطي ولا يبي احمد عامر بن سليمان الطائفي  
عنه نسخة كبيرة ولد اود بن سليمان الخزني عنه نسخة وعلي بن مهدي القاضي عنه نسخة انتق  
وما الجاب به المصنف عن خروج الثقات عليه وتركهم هذا الحديث المروي عنه من قوله في صفحة  
ولكن تابعه على رواية هذا الحديث عن الرضا محمد بن اسلم فذكره عن البيهقي في الشعب قال فخرج  
ابو الصلت من عهد تها في غايته البطالان ونماية البهتان لابن باخرجه محمد بن اسلم الطوسي هو هذا الحديث  
المتروك انما هو حديث آخر مقبول عند اهل السنة كما قال في الصواعق لبي ذرعة الرازي ومحمد بن اسلم الطوسي عن الامام علي  
قال حدثني ابي موسى الكاظم عن ابيه عن الرضا عن المصطفى قال حدثني في ربيعة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حدثني في ربيعة  
عن العز بن علي قال لا اله الا الله حصن من قالها دخل حصن من دخل حصن امن عند ابي وفي رواية ان الحديث المروي  
الايمان معرفة بالقلب واقرار باللسان وعمل بالاركان واعلمها واقصان انتق فعلم من هذا النقل ان  
المصنف قد كذب على بن محمد بن الطوسي حيث جعله تابعا للهروي في حديثه المتروك من جهة  
والعاذ بالله تعالى من هذه الفرية واما تركية المصنف الهروي على خلاف جمهور المحدثين  
واجلتهم فيما ناقض دعونه الثالث واما الحديثان الاخران ففي سندهما ابو محمد البلاذري وهو  
شيعي مستور الحال غير مقبول الرواية لاسبابها فيما يقوى به مذهبه قال صاحب المجالة النافعة  
علامت وضع حديث وكذب راوي چند چیز است اول آنکه خلاف تاریخ مشهور روایت کند  
دوم آنکه راوی رافضی باشد و حدیث در تأیید مذهب خود روایت کند و ناصبی باشد  
و حدیث در مطاعن اهل بیت کند و علی هذا القیاس سیوم آنکه چیزی روایت کند که بر جمیع  
مکلفین معرفت آن و عمل بر آن فرض باشد و او منفرد بود بر روایت چهارم آنکه وقت و حال قرینه  
باشد بر کذب او پنجم آنکه مخالف مقتضای عقل و شرع روایت کند و قواعد شرعیة آنرا تکذیب  
نماید ششم آنکه در حدیث قصه سائر باشد از امور حسی و اقعی که اگر بالحقیقت متحقق میباشد  
هزاران کس آنرا نقل میکرد انتق و هذه الوجوه الستة متحققة في هذه الرواية للبلاذري  
دانت على كذبه في هذه اما الاول فلانه خالف التاريخ المشهور بين الطائفتين في ان  
محمد الجواب عن ابيه غير ثابت لما صوب بانه منا واما الثاني فلانه شيعي كما يفهم من قوله في  
سند الحديث الرابع ابو السيد المحبوب اما عصره بمكة لان بقا لامام في كل عصر واما هو من سلفه



بطلان میں ہے اور حد درجہ کا بہتان ہے اس لئے کہ جس حدیث کو محمد بن اسلم طوسی سند روایت کیا ہے وہ یہ حدیث مشرکہ نہیں ہے  
 بلکہ وہ اپنی سند کے نزدیک حدیث الہی مقبول ہے جیسا کہ صواعق مرقومہ میں بروایت ابو زرعہ رازی و محمد بن اسلم طوسی امام علی رضی  
 اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی ہے میری باپ موسیٰ کاظم نے اپنے اجداد کی روایت سے حضرت علی مرتضیٰ سے لے کر ان کے اصحاب  
 سے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے میری جیب میری آنکھ کی تہذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری جیب بیان کیا جبریل نے کہ ثنا  
 میں نے رب العزت سے کہ فرماتا ہے (لا الہ الا اللہ میرا قلم ہے پس جس نے کہا اس کلمہ کو وہ میری قلم میں داخل ہو گیا اور جو شخص میری  
 قلم میں داخل ہوا وہ میری عذاب سے امن میں رہا اور ایک روایت میں ہے کہ اس روایت کی حدیث یہ ہے کہ (الایمان معرفۃ بالقلب و  
 اقرار باللسان و عمل بالارکان اور شاید دو واقعات میں ایسا ہوا ہو تاہی پس اس نقل کے معلوم ہوا کہ مصنف نے محمد بن اسلم طوسی  
 بہتان لگایا ہے کہ اسکو ہر وہی کی حدیث متروک کا تابع بنایا ہے حد کی پناہ اس بہتان سے اور جو کہ مصنف نے برخلاف جمہور محدثین  
 کے اور جبریل القدر کو کوئی ہر وہی کی منافی بیان کی ہے سو وہ مصنف کے پہلے دعویٰ کو مخالف ہے اور کہیں وہ دوسری حدیث میں اپنی وہی  
 سند میں ابو محمد بلاذری داخل ہے اور یہ شخص غبی مستور الحال غیر مقبول الی روایت ہے خود ہا ایسی حدیث میں کہ جس سے اپنے مذہب کو قوی  
 کرتا ہے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی مجالہ نافحہ میں کہا ہے کہ حدیث کے موضوع ہونے اور کذب راوی کی علامت چند امور میں  
 اول یہ کہ تاریخ مشہور کے خلاف روایت کرے دوم یہ کہ راوی غبی ہو اور حدیث اپنے مذہب کی تائید میں روایت کرے یا نابھی ہو اور اولیبت  
 کے مطابق میں حدیث روایت کرے اور علیٰ ہذا القیاس سوم یہ کہ ایسی چیز کی روایت کرے کہ جملہ مکلف لوگوں پر اس کی معرفت اور اس پر عمل  
 کرنا مفید ہو اور وہ شخص روایت میں تنہا ہو چارم یہ کہ وقت اور حالت اس کی کذب پر قرینہ ہو وہی غبی مقتضای عقل شرع  
 کے برخلاف روایت کرے اور قواعد شرعیہ اس روایت کی تکذیب کرے ششم یہ کہ اس حدیث میں ایک شیء واقعی محسوس کا قصہ مذکور ہو  
 کہ اگر حقیقت میں وہ قصہ واقع ہوتا ہزاروں آدمی اسکو نقل کرتے تاہی اور چونکہ ہمیں بلاذری کی اس روایت میں موجود ہیں  
 اور اس حدیث میں ہا و کذاب ہو کر دلالت کرتی ہیں وہاں اول اسوجہ سے موجود ہے کہ بلاذری نے اس حدیث کی روایت میں خلافت  
 کیا ہے اس تاریخ کا جو شیعیہ کے دونوں گروہ میں مشہور ہے اسباب میں محمد بن اسلم کا استماع حدیث اپنے باپ سے فرماتا ہے جیسا کہ ہم  
 اسکو بیان کر چکے ہیں دوسری وجہ کا ثبوت اسوجہ سے ہے کہ بلاذری نے یہی جیسا کہ ہم جو تھی حدیث کی سند میں اسکا یہ قول (ابا بسید  
 الجوبلی مام عصرہ بکتہ) اس پر حال ہے اس لئے کہ امام کا باقی رہا ہر زمانہ میں شیعیہ کے عقائد سے ہے اور سلسلہ امامت کو ثابت کرنے کی غرض سے  
 اس نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے میری جیب میری آنکھ کا ثبوت اس لئے ہے کہ اس نے ایسا سند روایت کیا ہے کہ جملہ مکلفین پر اس پر عمل کرنا  
 واجب ہے اور وہ سند ایمان ہے یا بنی طور کہ ایمان مرکب ہے امور ثلاثہ مذکورہ اور بلاذری اس قول میں تنہا ہے اس لئے کہ تمام اہلسنت کا  
 اجماع اس کے خلاف ہے کیونکہ اس نے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اقرار شرط ایمان ہے دینیوی احکام جاری  
 ہونے کے واسطے اور امور ثلاثہ مذکورہ اہلسنت کے نزدیک ایمان میں غیر معتبر ہیں نہ تنہا تنہا نہ ان کا مجموعہ جیسا کہ ہم اگر خدا نے  
 چاہا اسکو بیان کرینگے اور چوتھی وجہ کا وجود اس لئے ہے کہ وقت اور حال دونوں اس کی روایت کو پیلا ستر میں اس لئے کہ جو محمد

یہ حدیث نہایت عجیب و غریب ہے اور اس کی جانت مولانا شاہ



الشيعة وروى هذا الحديث بهذا الوجه لعرض اثبات سلسلة الائمة واما الثالث فلانه روى  
 شيئا يجب العمل به على سائر المكلفين وهو الايمان بان الايمان مركب من هذه الامور الثلاثة وهو متفرع  
 في هذا القول لان اهل السنة والجماعة كلهم مجمعون على خلافه لان الايمان عندهم هو التصديق ولا كمال  
 شرط له في الاحكام الدنيوية وهذه الامور الثلاثة غير معتبرة عندهم في الايمان لان افراد اول  
 اجتماعا كعاشقين انشاء الله تعالى واما الرابع فلان الوقت والحال يكن بان ما رواه الاثنان المحدثين  
 الموجودين في زمانه مع كثرتهم واهتمامهم بهذا الشأن لم ينقلوا هذه الرواية عن اخذها منه وقد  
 ذكر السيوطي في تاريخ الخلفاء كل من كانوا من المحدثين الاعلام في زمن الامام علي رضي الله عنه الحسن  
 العسكري وقد توفى الامام علي رضي الله عنه الملبين والاثني عشر من هذا الزمان كما المحدثون المتقنون  
 كسفيل بن عينة والامام الشافعي وعبد الرحمن بن مهدي وابي داود الطيالسي وغيرهم المذكورين  
 في تاريخ الخلفاء واسامي من ثما ايام المعتصم من الاعلام الحميدي خبيخ البخاري وابو نعيم وغيرهما و  
 من مات في خلافة الواثق بالله البست وخلف بن هشام والبويطي صاحب الشافعي والآخرين و  
 في خلافة المتوكل بنونور والامام احمد حنبل والآخرين وفي ايام المعتز السري النقطي والعتبي و  
 هرون بن سعيد وفي ايام المعتد البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجة واللمزي وغيرهم وقد  
 توفى الامام الحسن العسكري في ايام المعتد كذا في تاريخ الخلفاء فهو لاء الا كما بر كانوا في هذا الزمان  
 من اجالة المحدثين ومع ذلك لم يراخذوا بهذه الرواية فالوقت والحال مكن بان لها لا  
 محالة واما الخامس فلان هذه الرواية مما يذهب العقل والنقل لان الايمان هو الاذعان والقبول  
 ومحله القلب والقول والعمل كلاهما من الجوارح ولا دخل فيهما للقلب والمعرفة وان كانت من  
 القلب لكانت ما تحصل اضطرار الكفار ايضا يعرفون الدين والرسول كما المومنين لكنهم ليسوا بمصدقين  
 كالمومنين كما قال الله تعالى يَعْزِفُونَ كَمَا يَعْزِفُونَ اَنْبَاءَهُمْ وَقَالَ اللهُ تَعَالَى اِذْ اَقِيلَ لَهُمْ اِمْتُوا كَمَا مَنَّ  
 النَّاسُ قَالُوا اَنْتُمْ كَمَا مَنَّ السَّفَهَاءُ وَالْمَعْرِفَةُ كَانَتْ حَاصِلَةً لَهُمْ فَلَمَّا طَلِبَ مِنْهُمْ التَّصْدِيقَ اَحَالُوا  
 السَّفَاهَةَ وَاَيْضًا كُنِ الْمَعْرِفَةُ وَالْقَوْلُ وَالْعَمَلُ مِنَ الْاِيْمَانِ خَالَفَ لِلْاَيْتِ وَالْاَحَادِيثِ الْمَتَوَاتِرَةِ مَعْنَى الْوَارِدَةِ  
 في باب الايمان كالحديث كلال المذكور وغيره ولهذا اجمع اهل السنة على ان الايمان هو التصديق لا غير قال  
 العلامة التفنازي في شرح العقائد في صفته ،، الايمان في اللغة التصديق اي اذعان حكم المخبر وقبوله  
 وجعله صادقا انتفى قل فيه ايضا في صفته ،، واذا عرفت حقيقة معنى التصديق ان الايمان في الشرع  
 بل جاء به الرسول من عند الله تعالى اي تصديق النبي صلى الله عليه وسلم بالقلب في جميع ما عليه لضرورة مجبيه



بلاذری کے ہمعصر تھے انہوں نے باوجود اپنی کثرت اور امر حدیث کے اہتمام کی اس حدیث کو بلاذری کے مروی  
عز سے نقل نہیں کیا ہے اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ذکر کیا ہے جتنے اشخاص محدثین اعلام میں سے  
امام علی رضا سے حسن عسکری کے زمانہ تک موجود تھے اور امام علی رضا کی وفات تک یا سنہ ۲۸۰ میں ہوئی ہے  
اور اس زمانہ سے حسن عسکری کے زمانہ وفات تک کہ جو مامون کی خلافت کا زمانہ ہے اجلہ محدثین مثل سفیان بن  
علیہ و امام شافعی و عبد الرحمن بن ہب و ابو داؤد و طبرانی و غیرہ جن کا ذکر تاریخ الخلفاء میں مبسوط ہے موجود تھے اور ان  
محدثین کے نام کہ جن کی وفات متعصم باعد کے زمانہ میں ہوئی ہے حمیدی شیخ بخاری و ابو نعیم و غیرہ میں اور جن  
محدثین کی وفات واثق باعد کی خلافت میں ہوئی ہے سند و خلف بن ہشام و بوہلی صاحب امام شافعی اور  
دیگر محدثین میں اور متبکل کی خلافت کے محدثین ابو ثور و امام احمد حنبل و دیگر اشخاص میں اور معتز کی خلافت کے  
محدثین سری و قطی و عتبی و ہارون بن سعید میں اور معتز کے زمانہ میں بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و مزنی و غیرہ  
تھے اور اسی زمانہ میں امام حسن عسکری نے وفات پائی ہے جس کا ذکر تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے پس اس زمانہ  
میں اجلہ محدثین میں سے یہ اکابر موجود تھے اور باوجود اس کے بلاذری کی حدیث کو انہوں نے اختیار نہیں کیا پس  
لامحالہ وقت و حال دونوں اس کے مذبذب ہیں اور پانچویں وجہ ثبوت اس لئے ہے کہ عقل و نقل اس  
روایت کو جہل لاتنی میں اس لئے کہ ایمان صرف اذعان و قبول کا نام ہے اور اس کا محل قابض ہے اور قول  
و عمل دونوں جوارج کے فعل ہیں اور ان میں قلب کو کچھ دخل نہیں ہے اور معرفت اگرچہ قلب سے ہوتی ہے  
لیکن اس کا وجود بے اختیار ہو جاتا ہے اور کفار کو بھی دین و رسول کی معرفت حاصل تھی لیکن ان کو  
مومنوں کی طرح تصدیق نہ تھی جیسا کہ حق تعالیٰ فرمایا ہے پہچانتے ہیں اور سکو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنی  
اولاد کو اور نیز فرمایا ہے کہ جبکہ ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم  
یہ تو فوفان کی طرح ایمان لائیں اور معرفت تو کفار کو حاصل ہی تھی پھر جب ان سے تصدیق کا مطالبہ کیا  
گیا تو اس کو انہوں نے بیوقوفی قرار دیا اور یہ معرفت و قول و عمل کا جزو ایمان ہونا محال ہے آیات و احادیث کے  
جو معنی متواتر ہیں اور ایمان کے باب میں وارد ہیں جیسے حدیث الہی مذکور و غیرہ اور ایسی جو ہر اہل سنت کا اجماع ہے  
ہے اس پر کہ ایمان صرف تصدیق ہے۔ سے عبارت ہے علامہ تفتازانی نے شرح عقاید کے صفحہ ۶۱، میں کہا ہے  
کہ ایمان لغت میں تصدیق ہے۔ یعنی اعتقاد مجرب کے حکم کا اور قبول کرنا اس کو اور صادق قرار دینا انتہائی  
اور نیز اس کے معنی ۱، ۲، میں آکر ہے اور جبکہ تہج کو معنی تصدیق کی حقیقت معلوم ہو گئی پس جان تو کہ ایمان



به من عند الله تعالى اجمالا فانه كاف في الخروج عن عهدة الايمان ولا يخطد برهته عن  
 الايمان التفصيلي انتهى وقال فيه ايضا في صفحه (٤٨) وذهب جمهور المحققين الى انه هو التصديق  
 بالقلب وانما الاقرار بشرط الاجراء الاحكام في الدنيا لما ان التصديق القلب امر باطن لا  
 بد له من علامة فمن صدق بقلبه ولم يقرب لسانه فهو مومن من عند الله وان لم يكن مومنا في  
 احكام الدنيا انتهى وقال فيه ايضا وايضا اجماع منعقد على ايمان من صدق بقلبه وقصد الاقرار  
 باللسان ومنعه منه مانع من حرص ونحو ذلك انتهى واما السادس فلان هذه الرواية مخبرة  
 عن حقيقة الايمان وهو من الامور القهريّة التي لا بد منها للمسلمين واولها واجلها  
 لان مدار النجاة في الآخرة والتكليف بالامور الشرعية الفرعية عليه فلو كانت  
 هذا حقيقة الايمان لما انعقد على خلافه اجماع اهل السنة وصار متواترا بين  
 اخبار الامة فعمل كذب هذا الحديث ووضعه بهذا الطريق الاتي وايضا ظهر  
 ما كان المصنف في قوله من ان هذا الحديث من اهل البيت والاثار عن اهل البيت لا يها  
 ونحو ما ذهب اصحاب الحديث ومالك والشافعي والاحمد والاوزاعي كذا في كتاب اهل البيت  
 ان العمل داخل في الايمان انتهى ثم تكلم ثانيا في نفس هذه الاخبار حديث ونقول ان الاول  
 والثالث منها نص على ان المعرفة والاقترار والعمل كلهما داخل في الايمان والثاني والرا  
 منها نص على ان الايمان غير التصديق لا غير والامور الثلاثة المذكورة ليست من  
 الايمان انتهى في قوله من ان الايمان من الايمان في قوله من ان الايمان من الايمان  
 تعالى في صفحه (٢٦) هكذا قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الايمان  
 قول وعمل انتهى وفي مسند ايضا ابو الصلت الهروي احد المتهمين وقال على ان التصديق  
 والمعرفة ايضا خارجان من الايمان فهذا الخمس المذكورة متعارضة ومتناقضة معنى  
 فاذا ثبت ان هذه كلها في الايمان احتج بها في كل ما ينبغي عليها المصنف  
 ما في خبرها من السند مسطور في الائمة السبعة والائمة العشرة وفيه ما يوجب  
 كافي نقضت عن لها وسرد في انصاف من يشبه من الحجج والتعديل وانما يرجع  
 التعديل وبطلان خبرها في هذا القول وسنبين بطلانها فيما يلي







من مواضعها بيان شاف لا مزيد عليه انشأن الله تعالى قال تنبيه قال خاتم الحفاظ  
 جلال الدين سيوطي في اول كتبه جمع للجوامع بعد ما ذكر ما ذكر من البخاري ومسلم و  
 ابن حبان والحاكم في المستدرک والضياء المقدسي في المختارة وجميع ما في هذه الكتب  
 الخمسة صحيح فالعز واليهام علم بالصحة سوى ما في المستدرک من المتعقب فأنبه عليه  
 قلت ما تعقب الذهبي في تلخيص المستدرک فبعضه عند متعقب مستدرک ولم  
 ينتبه عليه من بعد ذلك في علي فانا انبه عليه في هذه الكتب حيث اقت انشاء الله  
 تعالى انتحى نقول انه ما وافى هذا الوعد في هذا الجزء المطبوع في بيت به نجيبه انشاء الله  
 تعالى قال وكذا ما في موطأ مالك وصحيح بن خزيمة وابي عوانة وابن السكيت المنتقى  
 لابن الجارود والمستخرجات فالعز واليهام علم بالصحة ايضا قال بعد ذكر رمز  
 ابي داود وما سكت عليه فهو صالح وما بين ضعفه لقلت عنه وذكره من الترمذي  
 قال وانقل كلامه على الحديث قلت وما ينبغي من الكلام على روايته ما انبه عليه  
 انشاء الله تعالى ثم ذكر من ابن ماجه والسنائي وابي داود والطيالسي وعبد الرزاق  
 وسعيد بن منصور وابن ابي شيبة واحمد وابنه عبد الله وابي يعلى والطبراني  
 والدارقطني وابو نعيم والبيهقي قال وهذه فيها الصحيح والحسن والضعيف فابينه  
 غالباً قلت وحيث لم يبينه فانا ابينه حيث اقت عليه انشاء الله تعالى قال وكل ما  
 كان في مسند احمد فهو مقبول فان الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن قلت  
 وانا انبه عليه انشاء الله تعالى والبحث فيه مستوفى في القول المسحسن في فخر الحزب  
 وذكره من العقل في الضعفاء وابن عدي في الكامل والمخطيب وابن عساكر  
 في تاريخه قال وكل ما عزي لهؤلاء الاربعة او الحكميم الترمذي في نوادر الاصول  
 او الحاكم في تاريخه او الديلمي في مسند الفردوس فهو ضعيف فيستغنى بالعزو  
 اليها او الى بعضها عن بيان ضعفه قلت وجملة ما نلناه للاعتداد بها مصلحة  
 للاحتجاج بها فأنبه عليه حيث اقت انشاء الله تعالى وقادح السيوطي على هذا  
 الاصطلاح في كتبه الدرامشورية في نفسه الما توشروا تركته والناس عنه غفلوا



گذرے ہیں باطل ہو گئے اور ہم اون کا بطلان آئندہ مواقع میں بھی بیان ثانی کے ساتھ جس پر زیادتی نہیں ہو سکتی  
 ہے بیان کریں گے اگر خداے برتر نے چاہا۔ کھا مصنف نے (تبصرہ) کہا خاتم الحفظ جلال الدین سیوطی نے  
 اپنی پہلی کتاب جمع الجوامع میں بعد اس کے کہ ذکر کیا رموز نجابی و مسلم و ابن حبان کو و رموز حاکم کو مستدرک  
 میں و رموز ضیاء مقدسی کو مختار میں (اور جو کچھ ان پانچوں کتابوں میں مذکور ہے سچ ہے) پس ان کتابوں  
 کی طرف نسبت کرنا صحت کی نشانی ہے سوائے اون حدیثوں مستدرک کے کہ جن کا تعصب یا ایسا ہے پس میں  
 اون کو بتا دوں گا (میں کہتا ہوں) جن حدیثوں پر ذہبی تلخیص مستدرک میں تعقب کیا ہے پس بعض تعقب بھی  
 کے میرے نزدیک تعقب کے قیاس میں اور قابل گرفت میں اور اس کے بعد والے اس پر مطلع نہیں ہو  
 پس میں ان کتابوں میں جس جگہ اس پر مطلع ہوں گا اس کو بتا دوں گا اگر خداے برتر نے چاہا انتہی ہم کہتے  
 ہیں کہ مصنف نے اس وعدہ کو اس جرم طبع میں پورا نہیں کیا پس جبکہ اس کو پورا کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ  
 ہم اس کا جواب دیں گے (کہا مصنف نے) اور اسی طرح جو حدیثیں وہاں نام مارا کہ صحیح بن حزمیہ والی  
 عنوانہ و ابن مسکن و مستقی ابن جبار و دیگر نسخ جات میں ہیں وہ بھی صحت کا نشان رکھتے ہیں اور کھا سیوطی نے  
 ابو داؤد کے رموز ذکر کرنے کے بعد اور جن حدیثوں پر ابو داؤد نے سکوت کیا ہے وہ بھی صالح احتجاج  
 کی ہیں اور جن کا ضعف اس نے بیان کیا ہے اس کو میں نے ابو داؤد سے نقل کر دیا ہے اور ترمذی کی رموز  
 کو ذکر کیا اور کہا کہ میں اس کا کلام جس حدیث پر ہے نقل کروں گا میں کہتا ہوں کہ جو کچھ کلام ان دونوں  
 کے روایت پر وارد ہوتا ہے میں اس کو بتا دوں گا اگر خداے برتر نے چاہا پھر سیوطی نے رموز ابن ماجہ و نسائی  
 و ابوداؤد و طیالسی و ترمذی و مسندین منصورہ ابن ابی شیبہ حدیثوں کے فرزند عبد اللہ و رموز  
 ابویعلیٰ و طبرانی و دارقطنی و ابونعیم و بیہقی کو ذکر کے کہا اور ان کتابوں میں صحیح و حسن و ضعیف حدیثیں  
 میں پس میں ان کو غالباً بتا دوں گا لیکن کہتا ہوں اور جن حدیثوں کو سیوطی نے بنیاد پر رد کیا ہے اور ان پر  
 میں گاتا دوں گا اگر خداے برتر نے چاہا کہ سیوطی نے مسند احمد میں جس قدر حدیثیں ہیں بقول ہیں اس لئے  
 کہ اس نے ضعیف حدیثیں ہی سن گئے تھیں میں کہتا ہوں اور میں ان کو بتا دوں گا اگر خداے برتر نے  
 چاہا اور ان کی بحث پورے طور پر ہماری کتاب "اعمال المسخین فی تخریج السنن" میں مذکور ہے اور  
 سیوطی نے عقیل کی رموز ضیاء میں اور ابن عدی کی رموز کامل میں اور خطیب و ابن عساکر کی رموز  
 اس کے تاریخ میں ذکر کرنے کے بعد کہا اور جو حدیثیں ان چاروں کے طرف یا حکیم ترمذی کے طرف



فليكن منه على ذكرى ولم يكن كمال السيوطي تهذيب الآثار لابن جرير في كتب الصحاح والطحا  
من تسمية إليه به أنه عند لا مذهب صحيح خلاصا صرح أنه غير صحيح قال تلميد لا يوجد الفرغ  
وابن جرير ابتدأ بتصنيف كتب تهذيب الآثار وهو من عجائب كتبه ابتدأ بأخبار الأئمة الصديق  
عما هو وتكلم على كل حديث وعلمه وطرقه وما فيه من الفقر واختلاف العلماء وبجهم والافقة  
فلم يمسك السند العشرة وأهل البيت والموالي ومن مسند ابن عباس قطعة ومات وقال الخطيب  
وإنه كتب تهذيب الآثار لم أر مثله في معناه انتهى وتتم مقدماته ههنا أقول بتوفيق الله تعالى  
وعونه تنبيهه وما يجب أن يعلم في هذا المقام أن المصنف في كتبه هذا الذي خصه لأشياء  
أصول الدين على طبق مذهب أهل البيت ومذهب أهل السنة والجماعة قد أثبت مسألة  
الإيمان بالأحاديث المروية بالضرورة الواهية والأسناد المتروكة الشاذة وعدل روايتها مع  
كونهم من المتهمين بالحق وحين عند الثقة المتقدمين إجماله المحدثين كالإمام أحمد والدارقطني  
والسيوطي والحاكم وغيرهم وادعى وفور علمه وعشور فهمه في مقابلة تم في علم الحديث وإنني أعلم  
قدره في هذا الشأن وفي جل العلوم لأنني معاصريه ومثل أمدة استاذة ومن أهل بلدة عشر  
معه منذ سنين ودأب رسته وباحثه في زمرة الطالبين فلما رأيت عجزه برأيه واعتاده على نفسه  
دور غير من السالفين والخالفين مع نزلة قدمه عن جادة التحقيق ونزيع قلبه في مقام  
التدقيق وتباعد الباطل معرضا للحق التحقيق وجب علي أن أنبه وأبين له ما وقع فيه نفسه  
وما أزعجه قلبه في الدين له ولسائر المسلمين وما أبرء نفسي أن النفس لا سارة  
بالسوء إلا ما رحم ربي إن ربي غفور الرحيم قال الإمام ابن حجر المكي في الزواجر الكبرية التاسعة  
عشرة لكبر والفخر والتجمل والعجب والتعبد وسيأتي في باب اللباس بسيطة وكان المذكور  
تحدثت عليهم سيما الصالحين يسرع إليهم الكبر لأن الناس يتودون إليهم بقضاء ما يريدون والافقة  
في أكرامهم فيرون جنتهم أنهم أرفع وأحق بأن يكون الناس دون لعدم وصولهم إلى ما هم  
ومادراوان ذلك بما يكون سببا لسلامتهم كما وقع لكثير وقال ابن مسعود الهلاك في اثنين الثنوط  
والعجب أي لأن القاطن ليس من نفع الأعمال فمن لاذ ذلك توكيرا والمعجب يرى أنه يريد  
بأنظر عبرة فلا يحتاج به عمل ومن ثم قال تعالى فلا تفرحوا بنفسيكم هو أعلم من الله



سپند فزوس بن منسوب ہیں وہ ضعف ہیں پس اون کی نسبت کرنا اون کتابوں کے کل یا بعض کثیف  
 بیان ضعیف سے منفعی ہے میں کہتا ہوں کہ ان کتب کی مدیثون کا ایک مستندہ مجموعہ کی حجت ہو نہ کہ قابل ہے  
 ہیں اور سکو تبار ناگاہیں مقام میں کہ اس پر اطلالت پاؤں گا اگر خدا نے چاہا اور سیوطی اپنی کتاب تفسیر  
 اور مشورین اور اپنی کتابوں میں سے اسی اصطلاح پر چلا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں تجلویا ذکر کہنا  
 چاہتے اور سیوطی نے صحیح حدیث کی کتابوں میں ابن جریر کی تہذیب الآثار کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس کتاب کے  
 نام ہی سے ظاہر ہے کہ مصنف کے نزدیک اس کی احادیث مہذب و صحیح ہیں مگر اوہ حدیثوں کے کہ جن کے  
 صحیح نہ ہونے پر اس نے تصریح کر دی ہے ابو محمد فرغانی کے تلمیذ نے کہا ہے کہ ابن جریر نے کتاب تہذیب الآثار  
 کی تصنیف سے ابتدا کی ہے اور یہ اس کے عجیب کتابوں میں سے ہے اس کی ابتدا ابو بکر صدیق کی مرویات  
 سے ہوئی ہے اور ہر حدیث پر مصنف نے کلام کیا ہے اور اس کی اس کے طرق کی علت بیان کی ہے اور  
 جو مسئلہ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ اوسمیں علما کا اختلاف اور اون کی جمیع میں اور اس کے معانی  
 لغویہ یہ سب امور بتائے ہیں پس عشرہ عشرہ و اہل بیت اور اون کے موالی کا ایک کامل سند ہو گیا  
 ہے اور سند ابن عباس میں سے بھی کچھ مذکور ہے اور انتقال کر گیا خطیب نے کہا ہے ابن جریر کی کتاب  
 تہذیب الآثار ایسی ہے کہ اس کی صفت میں اس کا مثل میں نہیں دیکھا ہے تمام ہوا کلام مصنف کا اور اس کی  
 کتاب فقہ اکبر کا مقدمہ یہاں تک تمام ہو گیا میں کہتا ہوں خدا کی توفیق اور مدد (تنبیہ) اور منجملہ اون امور کے کہ جن کا جاننا اہل حق  
 میں واجب ہے ایک یہ امر ہے کہ مصنف نے اپنی اس کتاب میں نہ جسکو عقائد دینیہ مطابق اہل بیت و مذہب  
 اہل سنت بیان کرنے کی غرض سے تصنیف کیا ہے ایمان کا مسئلہ ایسی حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ جو مدوی  
 ہیں و اہل طریقوں اور متروک و شاذ سندوں سے اور اون کے راویوں کی صفائی بیان کی ہے باوجودیکہ وہ ثقافت  
 متقدمین اور اجل محدثین کے نزدیک مستہم و مجروح ہیں مثلاً امام احمد بن حنبلہ و دارقطنی و ابی یوسف و مالک و غیرہم  
 نے اون راویوں کی خوب قلمی کہہ دی ہے پر مصنف نے ان بزرگوں کے مقابلہ میں علم حدیث میں اپنی وفور  
 علم و غور و فہم کا دعویٰ کیا ہے اور مجھ کو اس علم میں اور دوسرے علوم جلیلہ میں مصنف کی مقدار معلوم  
 اس لئے کہ میں مصنف کا ہم عصر ہوں اور اس کے استاد کا شاگرد ہوں اس کا ہم وطن ہوں ہر سون سے  
 بڑے کہ ساتھ رہا ہوں اور طالب العہد کی جماعت میں اور کلا جادرس و ہم کلام رہا ہوں اور جبکہ میں نے  
 ابوبکر و ابی بکر و اس کے اختتام و اپنی نفس پر نہ متقدمین و متاخرین میں سے کسی پر معائنہ



تركية اعتقاد انهما بارة وهو مع العجب انتهى وقال فيه ايضا والعجب افات كثيرة منها تو لد  
 الكبر عنه كما مر فتكون افات الكبر افات العجب لا نه الاصل من اجمع العباد والمعجب غرته نفسه بر  
 فامن مكره وعقابه وعد نفسه ان له على الله حقًا بعمله فزكى واعجب برأيه وعقله وعلمه  
 حتى استبد بذن لك ولم تطمئن نفسه ان يرجع لغيره في علم ولا عمل فلا يسمع نصحا ولا وعظا  
 لنظره الغرور بين الاحتقار وقد علم ان القرب بين الكبر والعجب وايضا ان الكبر اما باطن وهو  
 خلق في النفس واسم انكبر مجده الحق واما ظاهره وشوا اعمال تصدرا من الجوارح وهي ثمرات  
 من تلك الخصال من ظهورها يقال له تكبر وعنده علمها يقال في نفسه ان ذل الخبر صلي الله  
 عليه وسلم ان طائفة يغلب في اخر هذه الامة اذ جميع اهل البدع والضلال انما اصرروا عليها  
 لعجزهم بارائهم الفاسدة وبذلك اهلكت الامم السابقة لما افرقوا فرقها واعجب كل برائه كل  
 حزب بما اربهم فرعون انتهى وقال فيه ايضا ومن ثم جعل صلي الله عليه وسلم من علامة  
 التكبر بالحق من ربه غمغمة اناس اى حقارهم وازدرائهم ثم الحاصل على التكبر هو اعتقاد كمال  
 تميزة على الغير بعلم او عمل او نصب او مال او جاه او قوة او كثرة اتباع فالتكبر اسرع الى العلماء  
 الذين لم يمشوا بالتواضع منه لا غيرهم لانهم اذ اولى احد منهم برى غيرهم بالنسبة اليه كالبهيمة  
 في قصره حقوقه التي طلبها الشارع منه كانه لامل والعبادة والبشر يطالب منه ان لا يخل  
 بشيء من حقوقه لحيته الترفع عليه وفاعل ذلك اجمل الجاهلين لانه سمى مقدر نفسه وربه  
 وخطرا خائفة وشكس الارض اذ من ان الله عز وجل يوحى اليه ان الله عز وجل يوحى اليه ان الله عز وجل  
 الله عليه بالعلم وتقصيره في شكر نعمته لكن سبب ذلك ان علماء امم يرجع الى الدنيا ولانه  
 لم يتخذ من النية فيه فخاص فيه على غيره وجهه فاجزه تلك النتائج انتهى بقدر الحاجة وفيه  
 الكفاية لطالب الهداية ومن شاء الزيادة بارى الى الزيادة بحسن النية والالفة والله ولي  
 المصير منه لولاية من انفس اسير هذه ان ما ارفع فيه نفسه واسمايان من انواعه فذره  
 تقصيرا في سبيل في ربه بانه في كمال البطلان كمال وضميرنا ان ذلك لا يندى منه على حسب ما يمتد به  
 كلامه في هذا المقام فنقول ان المصنف قد عد نفسه من المحدثين ومن لجة المحدثين ومن اصحاب  
 الجرح والتعديل ومن ارباب الاشراد والتكس فلذلك يقال في كل باب منها اكا بر رجال في الفقه



کیا یا آنکہ اس کا قدم جاوہر حقیق سے نفرت کر گیا اور مقام تدقیق میں اس کا قلب کج ہو گیا اور باطل کا پیرو  
 حق حقیق سے نفرت ہو گیا تو چھپو واجب ہو گیا کہ اس کو ہوشیار کر دوں اور جن مواقع میں اوسنے اپنے نفس کو گرایا  
 اور اپنے قدم کو گرایا اوس کے اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کی غرض سے اون مواقع کو بیان کر دوں اور  
 میں اپنے نفس کو خطا سے بری نہیں کرتا ہوں بیشک نفس بدی کا حکم کرنا والا ہے مگر جہر میرے رب نے رحم کیا  
 کیونکہ میرا رب مغفرت و رحم والا ہے امام ابن حجر مکی نے زواجہ میں لکھا ہے کہ (اونیسواں کبیرہ کبر اور فخر اور خیلا  
 و عجب اور اترانا ہے اور اس کا بیان خوب بسط کے ساتھ باب اللباس میں مختصر آئے والا ہے اور بسط  
 پر وہ علما کہ جن سے صاحبین کے آثار نمایاں ہے اون کے طرف کبر بہت جلد جاتا ہے اسوجہ سے کہ لوگوں کو اپنے  
 قصائے حیا کے لئے اون کے لباس آمد و رفت کرنی ہوتی ہے اور اون کی تعظیم میں مبالغہ کرتے ہیں تو انکو  
 اسوقت گمان ہوتا ہے کہ ہمیں سبے بلندین اور سخی ہیں اس کے کہ اور لوگ ہمارے تحت حکم رہیں یہ خیال  
 اون کو اسوجہ سے پیدا ہوا کہ اور لوگ اون کے اعمال ظاہری تک نہیں پہنچتے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ خیال سب اوٹا  
 اون کے سلب و کمال کا سبب ہو جائے گا جیسا کہ بہت سے علما کے حق میں واقع ہوا ہے اور ابن سعود نے فرمایا  
 ہے ہلاکی دو میں ہے ناامیدی و خود پسندی اس لئے کہ ناامید اعمال کے نفع کی امید نہیں رکھتا ہے اور جس کو یہ  
 یہ خیال لازم ہو جائے اعمال کو ترک کر دیتا ہے اور خود پسند خیال کرتا ہے کہ میں نیک بخت ہوں اور اپنی مراد کو پہنچا  
 ہوں اسوجہ سے عمل کا محتاج نہیں رہتا ہے اور میں سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفسوں کو پاکیزہ مت سمجھو  
 خدا ہی کو خوب معلوم ہے جو شخص کہ متقی ہے اور پاکیزہ سمجھتی ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا نفس نیک ہے اور ہی  
 معنی میں خود پسندی کے اور نیز زواجہ میں کہا ہے اور عجب کے آفات بہت ہیں بھلا اون کے پیدا ہونا کبر کا ہے عجب  
 سبب جیسا کہ گذر اس کبر کے آفات بھی عجب کمالات ہیں اس لئے کہ عجب ہی تو کبر کی اصل ہے یہ تو بندوں کے تھا صاحب عجب کا  
 حال ہے اور پردگار کے ساتھ ہی صاحب عجب کو اس کے نفس نے دھوکا دیا ہے اس لئے کہ اوس کے مکر و عدا  
 سے بخوف ہو گیا ہے اور سمجھ لیا ہے کہ میرا اللہ پر حق ہو گیا ہے بسبب عمل کرنے کے پس نفس کو پاکیزہ سمجھ لیا  
 اور اپنی رائے و عقل و علم کو عجب گمان کیا یہاں تک کہ اوس پر استقلال کر لیا اور اوس کا نفس غیر کی طرف  
 علم و عمل میں رجوع کرنے پر راضی نہیں ہے پس نصیحت مستنا ہے نہ وعظ اپنے غیر کو عقارت کی آنکھ سے دیکھنے کے  
 سبب سے اور بیان مذکور سے کبر و عجب میں فرق معلوم ہو گیا تفصیل اوسکی یہ ہے کہ کبر یا ایک باطنی حالت  
 ہے اور وہ نفس کی عادت ہے اور نطق کبر اسی پر زیادہ چسپاں ہے یا ظاہری حالت ہے اور وہ اعمال ظاہری ہیں



قابل الفقهاء الأربعة وفي الحديث قابل ابن حجر المكي والسيوطي والحاكم وأحمد بن حنبل والذهبي وغيرهم من أجلة هذا الفن وفي أصول الحديث قابل أكابره وفي التصوف والمعرفة قابل الشيخ محي الدين بن العربي والقشيري وغيرهما من كبار أعلام هذا الفن وهذا القول الذي ذكره بعنوان التنبيه في الحزم مقدمة هذا الكتاب يشير إلى ما قبله المحدثين وأصحاب الجرح والتعديل ومن مقتضاها أن يهون بعض ما وثقوه ويقوي ما ضعفوه فلهذا أجرح أولاً على تعقبات الذهبي في تلخيص المستدرک التي سلمها السيوطي وغيره من المحققين في هذا الشأن وقال قلت ما تعقب الذهبي في تلخيص المستدرک فبعضه عند متعقب مستدرک اقول بتوفيق الله تعالى وعونه وجه مخالفته للذهبي في بعض ما تعقبه في المستدرک أنه رأى ذلك البعض موافقاً لمذهبه فتفصيل علي رضي الله عنه علي عثمان رضي الله عنه ولهذا ترك ذكر عثمان رضي الله عنه في هذا الكتاب والحاكم صاحب المستدرک أيضاً كان يرى ذلك وقال مولانا شهاب الدين عبد العزيز في بستان المحدثين في صفحہ (۴۴) لیکن خطیب بغدادی در حال او نوشته است که کان الحاكم ثقة وكان يميل إلى التشيع بعضه از علما گفته اند که معتق تشیع او است که قابل بود بتفصيل حضرت علی بن حضرت عثمان که مذهب جمیع از اسلاف هم بود والله اعلم ودر بسیار از احادیث مستدرک که او حکم بصحت آنها نموده مثل احادیث صحیحین انگاشته بجله او را تخطیب کرده اند و بجز انکار نموده از انجمله است حدیث الطیر که در مناقب حضرت مرتضی علی شهور و معروف است و لهذا ذهبی گفته است که حلال نیست کسی را که بر تصحیح حاکم غرض شود تا وقتی که تعقیبات و تلحیقات صراحتاً باینکه گفتار است احادیث بسیار است و در مستدرک کثیر شرط صحت نیست بلکه بعضی از احادیث موضوعه نیز هست که تمام مستدرک بآنها معیوب گشته است و لهذا قوی بعض ما عنقه و ثم خرج علی السیوطی بعد ما ذکر قوله هكذا قال قال وكل ما غرني لهؤلاء الأربعة والحكيم الترمذي في نوادر الأصول والحاكم في تاريخه والديلي في مسند الفردوس فهو ضعيف فيستغنى بالغروا إليها وإلى بعضهما عن بيان ضعفه قلت وجملة صالحة للاعتداد منها صالحة للاحتجاج بها فإنه عليه حيث اختلف ان شاء الله تعالى اقول بتوفيق الله تعالى وعونه وجه مخالفة للسيوطي في هذا القول



کہ ظاہر اعضا سے صادر ہوتی ہیں اور ابھی کبر باطنی کے ثمرات میں جب یہ اعمال ظاہر ہوتی ہیں تو اسکو کہا جاتا ہے کہ ظاہر  
 نیکر کیا اور انکو ظاہر تکیفوت کہا جاتا ہے کہ اسکو نفس میں کبر ہو اور بنی صلی علیہ وسلم و خیردی ہے کہ کبر غالب ہو جائے گا اس  
 است کے پچھلون میں اسوجہ سے کہ تمام بدعت و گمراہی والے اپنی بدعات پر جو مضر ہوئے تو صرف اپنی  
 آرائے فاسدہ کو اچھا جانکر اور اسی صفت کے سبب پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں کیونکہ وہ فرقت فرقت ہو گئے اور  
 نہر ایک نے اپنی رائے کو پسند کیا ہر گروہ اپنے خیالات پر خوش ہے انتہی اور نیز زواج میں لکھا ہے اور اسی وجہ سے  
 بنی صلی نے کبر کی علامت قرار دیا ہر حق کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور عیب لگانا پھر کبر کا باعث اپنی کمال امتیاز کا اعتقاد  
 ہو غیر پر علم یا عمل یا مال یا جاہ یا قوت یا کثرت اتباع میں پس کبر جلدی آجاتا ہے ایسے عالموں میں کہ جنہوں نے نہیں جھٹکا گئی نور  
 خدا کو نسبت غیر انکو کر اس لئے کہ ان میں کا ہر ایک اپنی نسبت غیر کو جانور کی طرح سمجھتا ہے پس غیر کے حقوق بخ  
 کہ جن کا شارع نے اس سے مطالبہ کیا ہے جسے سلام کرنا و بیمار پرسی و خذہ روئی کی کرتا ہے اور غیر سے چاہتا  
 کہ میرے حقوق میں ذرہ برابر کمی نہ کرے اپنی ترفع کو دوست رکھنے کی وجہ سے اور ایسا شخص جاہلون سے زیادہ  
 جاہل ہے اس لئے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی غرب کی مقدار سے انجان ہے اور خاتمہ کے اندیشہ سے ناواقف ہے  
 اور معاملہ برعکس ہو جانے سے غافل ہے اس لئے کہ علم کی خان سے زیادہ ہونا خوف و تواضع کا کیونکہ علم کی وجہ سے  
 اس کی حجت اس پر تمام ہو گئی اور نعمت پروردگار کے شکر میں اس کے تقصیر ظاہر ہو گئی لیکن اس کا سبب یہی معلوم  
 ہوتا ہے کہ یا تو اس کو علم دنیاوی حاجت کے لئے حاصل ہوا ہے یا یہ کہ اس نے تحصیل علم کی وقت نیت کو خالص نہیں  
 کیا تھا پس علم کو بطور حاصل کیا کہ جسکی وجہ یہ تیلاج پیدا ہو گئے تمام ہو اکلام ابن حجر کا بقدر حاجت اور طالب ہذا  
 کے لئے اسی قدر میں کفایت ہو سکتی ہے اور جو شخص زیادہ کا خواہاں ہے تو حسن نیت و ارادہ کے ساتھ زواج کرطرف  
 سبقت کرے اور خدا ہی مالک ہے حفاظت کا اور اس کے طرف سے بچاؤ گمراہی سے یہ بیان ہے اس موقع کا کہ  
 جس میں مصنف نے اپنے نفس کو گرا دیا اور لیکن بیان اس محل کا کہ جس سے مصنف نے اپنا قدم ڈکا دیا تو اسکی تفصیل  
 کمال بسط و تکمیل کے ساتھ اس کی کتاب کر دین غنیمت بنیوالی ہے اور یہاں پہنچی ہم اس میں سے تھوڑا سا بیان کر دیتے  
 ہیں کہ جس قدر کو مصنف کا کلام اس مقام میں مقتضی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ مصنف نے اپنے نفس کو شمار کیا ہے مجاہدین  
 میں اور اجلہ محدثین میں اور اصحاب حج و تعدیل و ارباب ارخاد و تکمیل میں پس اسی وجہ سے فنون مذکورہ بالا میں  
 ہر ایک کے باب میں اکابر رجال سے مقابلہ کیا ہے پس فقہ میں مقابلہ کیا ہے فقہاء اربعہ سے اور حدیث میں مقابلہ کیا  
 ہے ابن حجر کی وسیطی و حاکم و احمد بن حنبل و ذہبی وغیرہ اس فن کی اجلہ سے اور اصول حدیث میں اس کے اکابر سے مقابلہ



انہ راۓ مادۃ اداۃ مذہبیہ فی هذا الکتاب فاذا ترکیتہا اولاً لیجتہ یا حادیثہا الضعاف  
 فی مقام برائۃ سبیلہ ثانیاً فنقول فی جوابہ ان الاحتجاج بانخبار الاحاد لا ثبات العقائد الدینیۃ  
 مخالفۃ لما علیہ الطائفتان من اہل السنۃ والشیعۃ قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم فی  
 باب صحۃ الاحتجاج بالحديث المعنعن قال العلماء الخبر ضریان متواتر ولحاد قالمتر ما نقلہ  
 عدول لا یمن تواطئہم علی الکذب لیستوی طرفاہ والوسطہ ونخبرون عن حسی لا مظنون و  
 یحصل العلم بقولہم واما خبر الواحد فہو ما لم یوجد فیہ شروط المتواتر سواء کان الراوی له  
 واحداً او اکثر ولختلف فی حکمہ فالذی علیہ جماہیر المسلمین من الصحایہ والتابعین فمن  
 بعدہم من المحدثین والفقہاء واصحاب الاصول ان خبر الواحد الثقۃ حجة من حجج الشرع یلزم  
 العمل ویقید الظن ولا یفید العلم انتہی وقال صاحب الكنز فی منازل الاصول الاول فرض وهو  
 ما ثبت بدلیل لا شبهہ فیہ کالایمان والامر کان الاربعۃ وحکمہ اللزوم علماً وقصدیقاً  
 بالقلب وعملاً بالبدن حتی یکفر جاہدہ ویفسق تارکہ بلا عذر والثانی واجب وهو  
 ما ثبت بدلیل فیہ شبهہ کصدقۃ الفطر والاضحیۃ وحکمہ اللزوم عملاً لا علماً حتی  
 لا یکفر جاہدہ انتہی وقال ابن خلدون فی مقدمۃ تاریخہ ولا یرجع الی تعدیل الروایۃ  
 حق یعلم ان ذلک الخبر فی نفسه ممکن او محتمل واما اذا کان مستحیلاً فلا فائدۃ للنظر  
 فی التعدیل والتجویج انتہی ہذا ما نضہ المحققون من اہل السنۃ فی هذا الباب ولما اقول الامام  
 فقہما ذکرہ فی آیات البینات فی صفحہ (۱۱۳) ہکذا اجابہ مولانا سید محمد مجتہد مدظنت  
 حیدریہ من فراتے ہیں کہ متکلمین و مجتہدین امامیہ اصول دین میں دلائل قطعیہ پر اعتقاد کرتے ہیں اور پس انتہی  
 وقال فیہ ایضاً فی صفحہ ۱۰۹ ہکذا اجابہ مولانا دلدار علی صاحب نے صوارم میں متعلق اخبار و احاد  
 کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور تحقیقات میں  
 یقین حاصل کرتے ہیں اور ظن اور تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے انتہی فما ذهب الیہ المصنف  
 فی هذا الکتاب من الاحتجاج بالاحاد لا ثبات الاصول الدینیۃ والعقائد الشرعیۃ مردودہ  
 عند الطائفتین وغیرہ صریحاً لا حاد منہما ثم قال وقد جرى السیوطی علی هذا الاصطلاح  
 فی کتابہ الدیر المنشور فی تفسیر الماتر وسائر کتبہ والناس عنه غافلون فلیکن



کیا اور تصوف و مہرست میں شیخ محی الدین بن العربی و قشیری وغیرہ اس فن کے کبرا سے مقابلہ کیا ہے اور یہ قول کہ جسکو مصنف نے تنبیہ کے عنوان سے مقدمہ فقہ اکبر کے آخر میں ذکر کیا ہے محدثین و صاحب جرح و تعدیل سے مقابلہ کریشکی طرف اشارہ کرتا ہے اور مقابلہ کے لوازم سے ہے یہ کہ ضعیف کرے بعض اہل امور کو کہ جنکو اوہوں نے قوی کیا اور قوی کرے بعض اہل امور کو کہ جنکو اوہوں نے ضعیف کیا پس اسوجہ سے پہلے تعقیبات ذہبی پر کہ جنکو ذہبی نے تلخیص المستدرک میں ذکر کیا ہے اور سیوطی وغیرہ اس فن کے محققین نے اہل کو مان لیا ہے جرح کی اور کہا کہ میں کہتا ہوں تلخیص مستدرک میں جو ذہبی نے تعقیبات کئے ہیں پس بعض اہل کے میرے نزدیک قابل تعقب و مستدرک ہیں آخر تک میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کی توفیق و مدد سے مصنف نے جو بعض تعقیبات ذہبی سے مخالفت کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس بعض کو مصنف نے اپنے مذہب کے موافق دیکھا حضرت علی کو فضیلت دینے میں عثمان غنیؓ پر اور اسی سبب سے حضرت عثمانؓ کا ذکر اس کتاب میں نہیں کیا اور حاکم صاحب مستدرک کا عقیدہ بھی ایسا ہی تھا چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز نے بستان المحدثین کے ص ۴۷ میں فرمایا ہے لیکن خطیب بغدادی نے مالک کے مال میں لکھا ہے کہ حاکم ثقہ تھا اور کسی قدر شیعیت کی طرف میل رکھتا تھا بعض علما نے کہا ہے کہ شیع مالک کے معنی یہ ہیں کہ وہ قائل تھا حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینے کا کہ یہ مذہب ایک جماعت کا مقدمین میں سے بھی رہا ہے اور خدا و امانا تو ہے اور مستدرک کی بہت حدیثیں کہ حاکم نے اہل کو مثل احادیث صحیحین گمان کیا ہے۔ جلیل القدر علما کے نزدیک حاکم نے اہل میں خطا کی ہے اور وہ حدیثیں منکر ہیں منجملہ اہل کے ایک حدیث الطیر ہے کہ حضرت علیؓ کے مناقب میں مشہور و معروف ہے اور اسوجہ سے ذہبی نے کہا ہے کہ سیکو علال نہیں ہے یہ کہ حاکم کی تصحیح پر غرہ ہو جاوے جب تک کہ میرے تعقیبات و الحاقات کو نہ دیکھے اور یہ بھی کہا ہے کہ مستدرک کی بہت سی حدیثیں صحت کی طور پر نہیں ہیں بلکہ بعض حدیثیں موضوع بھی اوسمیں ہیں جنکی وجہ سے تمام مستدرک عیب وار ہو گئی ہے انتہی۔ اسکے بعد مصنف نے سیوطی پر جرح کی بعد ذکر کرنے قول سیوطی کے اسطرچہ (قال وکل ما عزی لمصو لاد الاربعہ او الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول او الحاکم فی تاریخہ او الدیلمی فی مسند الفردوس فهو ضعیف نیستغنی بالقر و الیہا او الی بعضنا عن بیان ضعف قلت و جملہ صالحہ للاعداد منها صالحہ للاحتجاج بها فانہ علیہ حیث اقص انشاء اللہ تعالیٰ) میں کہتا ہوں خدا کی توفیق و مدد سے کہ مصنف نے اس قول میں سیوطی کی مخالفت اسوجہ سے کی ہے کہ ان کتابوں میں مصنف کو اپنے مذہب کی اولو کا مادہ نظر آیا پس پہلے اہل کی صفائی بیان کرینکا ارادہ کیا تا جس مقام کے مناسب اونکی ضعیف حدیثوں سے استدلال کا موقع معلوم ہو تو وہاں اہل سے محبت لاسکے پس ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں



منك علی ذکر حقول ومن الله التوفيق لهذا منه افتراء عظیم علی السیوطی و ما  
 نسبہ علی الناس من غفلتہم عن هذا الاصطلاح منسوب الیہ والناس بفضل الله  
 تعالی بریون عنه کیف وقد قال النبی صلی الله علیہ وسلم ید الله علی الجماعة وعلیکم  
 بالجماعة فمن شذ مشذ في الناس والامام السیوطی في هذا الشأن موافق للجمهور و ما  
 اخترع اصطلاحا مخالفا لهم لاف تفسیرہ الدر المنثور ولا في سائر کتبه بل جعل  
 لها مراتب و منازل بین غرضها فیها كما صرح به فی التحفة حیث قال باید دانست  
 که قاعده مقصود اهل سنت است که حدیثی را که بعضی ائمہ من حدیث در  
 کتابی روایت کنند و صحت ما فی الکتاب را التزام نکرده باشند مثل بخاری  
 و مسلم و بقیہ اصحاب صحاح و بصحت آن حدیث بل بخصوص صاحب آن کتاب  
 یا غیر او از محدثین اهل سنت که در طبقه متاخر پیدا شدند نیست زیرا  
 که جماعه از محدثین اهل سنت که در طبقه متاخر پیدا شدند مشایخی ملی  
 و خطیب و ابن عساکر چون دیدند که احادیث صحاح و حسان را متقلدین  
 مضبوط کرده رفته و جائی سعی در ان نموده مائل شدند بجمع احادیث  
 ضعیفه و موضوعه و مقلوبه الا ساند و المتون تا بطریق بیاض بحجافراهم  
 آورده نظر ثانی کنند و موضوعات را از حسان لغیرها ممتاز سازند بسبب  
 قلت فرصت و کوتاهی عمر خود آنها را این مهم سرانجام نشد اما متاخرین که از  
 ایشان بعد تربید شدند امتیاز کردند ابن الجوزی موضوعات را جدا  
 ساخت و تقاضی حسان لغیرها را در مقاصد حسنه علیحدہ نوشت و سیوطی  
 در تفسیر در منشور پرداخت و خود ان جمع کنندگان در مقدمه کتب  
 خود این غرض را و اشکاف گفته اند با وجود علم بحال ان کتب که بتصریح  
 مصنفین آنها در یافته باشیم احتیاج بان حدیثی چگونه روا باشد انتہی  
 و لهذا اجماع السیوطی مرویاتہ المتواترة علیحدہ و کتبہ الفوائد المتکافرة  
 فی اخبار المتواترة ثم لخص منه رسالة وجيزة سماها بالانها را المتناثرة في الاخبار



کہ اخبار اہل حدیث سے حجت لانا عقائد دینیہ کے اثبات کے لئے مستثنیٰ و شیعہ دونوں گروہ کے مخالف ہے چنانچہ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں حدیث مضمون سے حجت لایکی صحت کے بیان میں کہا ہے (کہا علمائے کرام حدیث کی دو قسم ہیں متواتر و خبر واحد پس متواتر وہ حدیث ہے کہ جسکو نقل کرنا والے اتنے ثقہ لوگ ہوں کہ جسکا جھوٹ پر اتفاق آنا غیر ممکن ہو اور اسکے دونوں کنا سے اور بیچیں برابر ہی صفت پائی جائے اور مضمون اونکی صفت کا امر محسوس ہو نہ ظنی و خیالی اور اونکے قول سے یقین حاصل ہو جائے اور خبر واحد وہ ہے کہ او سمین متواتر کی شرطیں پائی جائیں چاہے اسکا راوی ایک ہو یا زیادہ اور اسکے حکم میں علماء کا اختلاف ہے پس جیسے جمہور اہل اسلام یعنی صحابہ و تابعین اور انکے بعد والے محدثین و فقہاء و اصولیین کی رائے قائم ہے یہ ہے کہ ایک شخص معتبر کی خبر شرعی حجتوں میں سے ایک حجت ہے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے اور مفید ظن ہوتی ہے مفید یقین نہیں ہوتی ہے۔ انتہی۔ اور صاحب کفر نے مناز الاصول میں کہا ہے (اور قسم اول فرض ہے اور فرض وہ حکم ہے کہ جسکا ثبوت قطعی دلیل سے ہو جیسا کہ ایمان اور چاروں ارکان اور فرض کا حکم لازم ہو جاتا ہے دل سے ماننے اور یقین کرنے اور بدن سے اوپر عمل کر نیکی رو سے یہاں تک کہ اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے اور اسکا تائب بلامعذر فاسق ہو جاتا ہے اور دوسری قسم واجب ہے اور واجب ایسا حکم شرعی ہے کہ جسکا ثبوت دلیل ظنی سے ہو جیسے صدقہ و فطر و قربانی اور اسکا حکم لازم ہوتا ہے باعتبار عمل کے نہ کہ باعتبار یقین کے یہاں تک کہ اسکا منکر کافر نہیں ہوتا ہے۔ انتہی اور ابن قلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں کہا ہے اور او یونکی صفائی کی طرف رجوع نہ کیا جائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خبر فی نفسہ ممکن ہے یا مستنع ہے اسلئے کہ جب خبر متنع ہو تو صفائی و برج رواقہ میں نظر کرنا بے سود ہوتی ہے یہ وہ قاعدہ ہے کہ جسکے محققین اہل سنت نے اسباب میں تصریح فرمائی ہے ولیکن شیعوں کے اقوال پس منجملہ اونکے ایک قول وہ ہے کہ جسکو آیات بنیات کے صحیحہ ۱۱ میں اسطرح بیان کیا ہے جناب مولانا سید محمد مجتہد ضربت حیدریہ میں فرماتے ہیں کہ متکلمین و مجتہدین امامیہ اصول دین میں دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور بس انتہی۔ اور نیز اسکے صفحہ ۱۱ میں اسطرح بیان کیا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے صوامع میں متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حق امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں اور ظن اور تقلید کو اصول دین میں جایز نہیں رکھتے انتہی۔ پس جو کہ مصنف نے اس کتاب میں اخبار اہل حدیث سے اصول دینیہ و عقائد شرعیہ کا اثبات اختیار کیا ہے دونوں گروہ سنی و شیعہ کے نزدیک مردود ہے اور ان دونوں میں سے کسیکے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے پھر کہا مصنف نے (وقد جرى السيوطي على هذا الاصطلاح في كتابه الدر المنثور



المتواترة وقال في ديوانها وبعد فاني جمعت كتاباً سميت به الفوائد المتكاثرة  
 في اخبار المتواترة اوردت فيه ما رواه من الصحابة عشرة فصا عدل  
 مستوعباً طرقت كل حديث والفاظه فجا كتاباً باحافلام اسبق الى مثله  
 الا انه لكثرة ما فيه من الاسانيد انما رغب فيه من له عنايته بعلم الحديث  
 واهتمام حال وقليل ما هم فرايت تجريد مقاصد في هذه الكراسة ليعم  
 نفعه بان اذكر الحديث وعدة من صلاة من الصحابة مقر ونا بالعزيز  
 الى من خرج من الائمة المشهورين وفي ذلك مقنع المستفيدين وسميته  
 الانهار المتناثرة في اخبار المتواترة ورتبته على الابواب كما صله انتهى  
 ثم اخذ السيوطي لعدم ذكره تهذيب الاثار لابن جرير في كتب الصحيح  
 بان الظاهر من تسمية ابن جرير بهذا الكتاب بتهذيب الاثار انه مهذب  
 صحيح عنده واشهد على صحته بقولين احدهما قول تليد ابي محمد الفرغاني  
 وثانيهما قول الخطيب وشار الى ما فيه بالاجمال بحيث يعلم منه انه مشتمل  
 على علوه اهل البيت فحصل ما هو بصدد من جمع علومهم بذلك الكتاب  
 ايضاً ولا يخفى على الماهرين الكاملين بهذه القدر من البيان لا يتم ما عناه  
 ولا يتكشف معناه بل قوله خلاصاً صرح انه غير صحيح يوهن ما ادعاه  
 ويضر مدعاه وايضاً ترك السيوطي اياه وعدم رده به في الصحاح مع  
 تجرعه وعثوره وجلالة شأنه ووفور لا يخلو عن شيء ومع ذلك قد صرح  
 العلماء واجمعوا على ان للكتب الحديث طبقات ودرجات بعضها فوق بعض  
 ودينوها وعينوها بان ما يصلح منها للاحتجاج فهو مقبول وما ليس  
 فليس كما قال في مقدمته سنن الدرر في الفصل الاول في انواع كتب هذا  
 العلم كثر الله تعالى اهلها وما يتصل بذلك لها طرق متنوعة منها الجامع  
 وهو ما يوجد فيه جميع اقسام الحديث من العقائد والاحكام والرقائق  
 واداب الاكل والشرب والسفر والقيام وما يتعلق بالتفسير والتاريخ



فی التفسیر المأثور و سایر کتبہ و الناس عند غافلین فلیکن مشک علی ذکر لی، میں کتابوں میں یہ مصنف کی طرح سے  
علامہ سیوطی پر بہتان عظیم ہے اور لوگوں کی طرف جو اس اصطلاح سے غافل ہونا منسوب کیا ہے درحقیقت  
مصنف کی طرف راجع ہے اور لوگ اس سے بفضلہ تعالیٰ بری ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (اللہ  
تائید جماعت پر ہے، اور قہر جماعت کو لازم پکڑ داسکے کہ جو علیحدہ ہوا جماعت سے علیحدہ ہوا آگ میں) اور امام سیوطی  
اس امر میں جمہور کے موافق ہیں انہوں نے کوئی اصطلاح قائل جمہور نہیں تراشی نہ اپنی تفسیر درمنثور میں اور اپنی  
اور کتابوں میں بلکہ انہوں نے کتابوں کے مراتب اور درجے مقرر کئے ہیں اور جو کچھ اونکی تدوین سے غرض  
تھی ان میں اس غرض کو بیان کر دیا ہے چنانچہ تحفۃ الثناء عشریہ میں اسکی تصریح موجود ہے جسجگہ کہ فرمایا ہے  
(جانتا چاہئے کہ اہل سنت کا قاعدہ مقرر ہے کہ جس حدیث کو بعض امام فن حدیث کے کسی کتاب میں  
روایت کریں اور اس کتاب کی حدیثوں کی صحت کا التزام انہوں نے نہ کیا ہو جس طرح کہ امام بخاری و مسلم  
اور باقی اصحاب صحاح نے التزام کیا ہے اور خاص اس حدیث کی صحت کو اس کتاب کے مصنف یا دیگر  
اہل سنت کے ثقہ محدثین نے بصراحت نہ بیان کیا ہو وہ حدیث قابل دلیل بنائیکے نہیں ہے اسلئے کہ ایک  
جماعت محدثین اہل سنت نے جو پچھلے طبقہ میں پیدا ہوئے ہیں جیسے ویلی و خطیب و ابن عساکر جب لکھا  
کہ صحیح حسن حدیثوں کو پہلے محدثین مضبوط کر گئے ہیں اور اب انہیں سعی کرنیکی جگہ نہیں رہی لہذا احادیث  
ضعیفہ و موضوعہ و مقلوبہ کے جمع کرنیکی طرف متوجہ ہو گئے اس غرض سے کہ بیاض کے طور پر سب کو ایک جگہ  
فراہم کر کے نظر ثانی کریں اور موضوع حدیثوں کو حسان لغیر یا سے علیحدہ کر دیوں پر کم فرصتی اور عمر کی کوتاہی  
کے سبب اور یہ ہم انجام کو نہ پہنچا لیکن ان سے بعد کے محدثین نے جب اس کو دیا ابن جوزی نے موضوع  
حدیثوں کو جدا کر دیا اور ان کے مقابل حسان لغیر یا کو مقاصد حسنہ میں علیحدہ لکھا اور سیوطی نے تفسیر منشور  
بنائی اور خود ہی ان جمع کرنیوالوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں اس غرض کو صاف بتا دیا ہے پھر ان کتابوں کا  
حال معلوم ہوتے ہوئے کہ ان کے مصنفوں کی تصریح سے ہم کو معلوم ہوا ہے اس حدیث سے دلیل پکوانا کیونکا  
جائز ہے انتہی۔ اور اسوجہ سے امام سیوطی علیہ تے اپنی احادیث مرقیہ متواترہ کو علیحدہ کتاب مسمیٰ بقوائد  
متکاثرہ فی الاخبار المتواترہ میں جمع کر دیا پھر اس کتاب سے ملخص کر کے ایک چھوٹا سا رسالہ بنایا اور اسکا  
نام (الازہار المتکاثرہ فی الاخبار المتواترہ) رکھا اور اسکے دیباچہ میں لکھا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہوا  
کہ میں نے ایک کتاب مسمیٰ بقوائد متکاثرہ در اخبار متواترہ لکھی اور میں وہ حدیثیں لایا کہ جسکے راوی دس



والسير والفتن والمناقب والمثالب ومنها المسند وهو ما يذكر فيه  
الاحاديث على ترتيب الصحابة بحيث يوافق حروف الهجاء والسوانق الاسماء  
او الشرافة النبوية ومنها المجمع وهو ما تذكر فيه الاحاديث على ترتيب المشيخ  
والغالب هو الترتيب على حروف الهجاء ومنها الجزء وهو تاليف الاحاديث  
المروية عن رجل واحد من الصحابة او من بعدهم وقد يختارون من اللطائف  
المذكورة في صفة الجامع مطلباً جزئياً يصنفون فيه مبسوطاً ومنها السنن و  
هو الكتب المرتب على ابواب الفقه من الايمان والطهارة والصلوة والصيا  
الى اخره من المستخرج وهو ما استخرج لاثبات احاديث كتاب اخر مع رعاية  
ترتيبه ومتونه وطرقات اسناده ومنتهمى سنده الى شيخ ذلك المصنف او شيخ  
شيخه وهلم جرا بحيث لا يحول المصنف بينه وبين <sup>هذا</sup> السند ومنها المستدرک  
وهو ما ذكر فيه ما فات من كتب اخر شريطةه واما طبقات كتب هذا العلم  
فالاولى من الموطا والصحيحين اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع  
ما فيهما من المتصلة المرفوعة صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه  
كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المومنين والموطا كالامر  
لها واثار الصحابة والتابعين في الموطا تزيد عليها والثانية منها كتب لم تبلغ  
مبلغ الموطا والصحيحين ولكنها تلوها في الرقعة كسنن ابي داود وجامع  
الترمذي ومجتبى النساءى وكاد مسند احمد يكون من جملة هذه الطبقة والثالثة  
منها مسانيد وجوامع ومصنفات قبل الشيخين او في زمانها او بعدها ولم يشتهر  
في العلم ذلك الاشتهار وان زال منها اسم النكارة المطلقة كسند ابي يعلى  
ومصنف عبد الرزاق ومصنف ابي بكر بن ابي شيبة ومسند عبد بن حميد والقيس  
وكعب البجلي والطحاوي والطبراني وكان قصدهم جمع ما وجدوا لا تلخيص  
وتحذيره وتقريبه من العمل وبين هذه الكتب تفاوت وتفاضل بعضها أقوى  
من بعض منها سنن ابن ماجة ومسند الدارمي سنن دارقطني وصحيح ابن عساکر



یا زیادہ صحابی ہیں اور ہر حدیث کے تمام طرق و الفاظ کو پورے طور پر لکھا پس ہر ایک ایسی کتاب ہو گئی کہ اسکی مثل مجھے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی مگر کثرت اسناد کی وجہ کہ جو اوسمیں لکھی گئی تھی اوس کتاب کی جانب وہی لوگ متوجہ ہوئے کہ جنکو علم حدیث میں اہتمام مد نظر ہے اور ایسے لوگ کتر ہوتے ہیں پس میں نے اوسکے مقاصد کو غامدہ کر کے اس مختصر میں لکھ دیا تا اوسکا نفع عام ہو جائے باین طور کہ حدیث کو مع عدد روایت کے کہ وہ صحابہ ہیں ذکر کر دیا اور اسکے ساتھ اوسکے تخریجین کو کہ ائمہ مشہورین تھے بھی بتا دیا اور اس رسالہ میں فائدہ لوگوں محل قناعت ہے اور اس رسالہ کا نام (الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ) رکھا اور اسکے ابواب کی ترتیب اسکے اصل کے مطابق رکھی — پھر مصنف نے سیوطی پر مواخذہ کیا کہ ابن جریر کی تہذیب الآثار کو سیوطی نے کتب صحاح میں ذکر نہیں کیا حالانکہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب مصنف کے نزدیک مہذب اور صحیح ہے اور دو قول سے اسکی صحت پر شہادت لایا ایک قول تلمیذ ابی محمد فرغانی کا اور دوسرا قول خطیب کا اور اس کتاب کے مضامین کی طرف جھللا اشارہ کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں علوم اہل بیت مدون ہیں پس جبکہ مصنف دہے ہے یعنی علوم اہل بیت کا جمع کرنا اس کتاب سے بھی حاصل ہو گیا اور پھر یہ کا ملین پر مخفی نہیں ہے کہ اسقدر بیان سے کتاب کا مدعا تمام نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اوسکے مضمون کا انکشاف ہو سکتا ہے بلکہ اوسکا قول (قلنا ما صرح انہ غیر صحیح) اوسکے دعوے کو مست کرتا ہے اور اوسکے مدعا کو مضروب اور نیز سیوطی کا اس کتاب کو چھوڑ دینا اور کتب صحاح میں اوسکو شمار نہ کرنا باوجود سیوطی کی تجر و عنور و جلالت شان و نور علم و خیرہ سے خالی نہیں ہے اور نیز علما نے تصریح کی ہے اور اتفاق کر لیا ہے اسپر کہ کتب حدیث کی طبقہ اور مراتب میں بعض او نہیں فوق ہیں بعض سے اور اون طبقات و مراتب کو بیان کر دیا اور مقرر کر دیا باین طرز کہ جو اون میں سے احتجاج کے قابل ہے مقبول ہے اور جو ایسی نہیں ہے مقبول بھی نہیں ہے چنانچہ سنن دارمی کے مقدمہ میں لکھا ہے (پہلی فصل کتب علم حدیث کی اقسام کے بیان میں۔ زیادہ کرے اللہ تعالیٰ اس علم کے علماء کو اور اوس چیز کے بیان میں جو اس بیان کے ساتھ مناسب ہے) کتب حدیث کے متعدد اقسام ہیں منجملہ اوسکے ایک قسم جامع ہے اور جامع وہ کتاب ہے کہ جسمیں ہر قسم کی حدیثیں از قسم عقائد و احکام و رقائق و آداب اکابر و خرب و سفر و قیام اور متعلقات تفسیر و تاریخ و سیر و فتن و مناقب و مثالب کی پائی جائیں اور دوسری قسم مسند ہے اور مسند وہ کتاب ہے کہ جسمیں صحابہ کی ترتیب پر حدیثیں ذکر کجائیں اسطرح کہ حروف ہجا یا حروف اسلامیہ یا شرافت نسبہ موافق ہو اور تیسری قسم معجم ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اوسمیں حدیثیں شیوخ کی



ومستدرس الحاكم والرابعة منها كتب فصل مصنفوها بعد قرون متطاولة تجمع  
 ما لم يوجد في الطبقتين الأولين واخلطوا وضبطوا فيها ومنظمتها هذه كتب الضعفاء  
 لابن جبان وكامل بن عدي وكتب الخطيب في أبي نعيم والجوزي قاضي وابن عساكر وابن  
 نجار والديلمي وكاد مسند الخوارزمي يكون من هذه الطبقة ما كان ضعيفا منحتلا و  
 اسوؤها ما كان موضوعا او مقلوبا بشديد النكارة وهذه الطبقة مادة كتاب  
 الموضوعات لابن الجوزي فليت هذه الأحاديث صالحة للاعتقاد عليها حتى  
 يتسكع بها في اثبات عقيدة او اثبات عمل ولنعلم ما قيل شعر فأنكنت لا تدري فتلك  
 مصيبة يزوان كنت تدري فالمصيبة اعظم <sup>وتصنيف</sup> ومنها كتب الضعفاء للعقيلي <sup>وتصنيف</sup>  
 الحاكم وتصانيف ابن مزيه وتصانيف ابن شايبين وفردوس الديلمي وتصانيف  
 أبي الشيخ والخامسة منهما ما اشتهر على السنة الفقهاء والصوفية والمورخين  
 ومن نحوهم وليس لها اصل في هذه الطبقات الاربع اما الطبقة الاولى والثانية  
 فعليهما اعتماد الحديثين ووجه حماها مرتعم والثالثة فلا يياشرها للعمل عليها  
 والقول بها الا النادر لير الجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال وعلى الاحتياط  
 نعم ربما يوجد منها المتابعات والشواهد وقد جعل الله لكل شئ قدرا  
 او اما الرابعة فالاشتغال بجمعها فالاستيطان منها نوع تعمق من المتأخرين وان  
 شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة والمبتدعة وغيرهم  
 الله تعالى يفتنون يا ذني غنايته ان يلخصه منها شواهد مذهبه فالاقتضاس  
 عليها غير صحيح في معارف العلماء بالحديث هذه ملخص ما في حجة الله البالغة  
 وغيره واما الاحتياج في الاحكام فبالخبر الصحيح مجمع عليه وكذلك بالحسن  
 لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحيح في باب الاحتياج وان كان رتبة  
 في المرتبة والحديث الضعيف الذي بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره  
 ايضا صحيح به وهو احسن من الراي فيه مباحث كثير التصدي لبيانها العلماء  
 في كتب اصول الحديث لا تطول يذكرها ولكل قسم من هذه الاقسام الثلاثة



بالکل اعراض تھا یہاں تک کہ اسی حالت پر ایک زمانہ ماد اور حد طویلہ گزرنے لگی بالآخر اہل ہند پر خدا نے احسان کیا کہ بعض علماء ہند پر جیسے شیخ ولی اللہ محدث دہلوی اور انکی اولاد و اجداد اس علم کا اضافہ فرمایا پس ان حضرات کی وجہ سے یہ علم کسی قدر تروتازہ ہو گیا بعد اسکے کہ نسیا منسیا ہو گیا تھا اور حق تعالیٰ انکے علوم سے بہت سے مومن بندوں کو وہ نفع بخشا کہ کسی پر مخفی نہیں رہا۔ اس علم کا معدن کوٹلک جتان ہے خاص کر مین اور اسکے قریب و جوار کا حصہ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایمان یانی ہے اور حکمت یانی ہے اور اسی لحاظ سے اب تک بڑے بڑے جید علماء کی ایک جماعت اور مجتہدین کرام کا ظہور ہوا ہے اور اسی طرح وہ لوگ کہ انکے مقلد و تلامذہ ہیں چنانچہ یہ امر انکی تصنیفات کو معلوم کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر تبدیل نبوی جو صحیح حدیثوں میں وارد ہوئی ہے منطبق ہے اس وجہ سے صاحب تفہیمات نے کہا ہے (مجدد ہونیکے قریب تر قدمائے محدثین میں جیسے بخاری و مسلم اور انکے امثال انتہی۔ اور ایسا ہی ہے۔ اور نیز کہا ہے کہ مجدد وہ مرد ہے کہ جسکو حق سبحانہ نے علم قرآن و حدیث کا بل احصہ عطا کیا ہو پھر لباس سکینہ سے اسکو مشرف کیا ہو پس وہ تحلیل و تحریم و وجوب و کراہت و استحباب و اباحت کو انکے مواقع میں رکھنا شروع کرے اور بنائی ہوئی باتوں اور قیاسات واپس اور دین میں ہر قسم کی افراط و تفریط سے شریعت کو پاک و صاف کر دیے اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے انتہی اور ہم نے تمام فصل کی نقل سے اس مقدمہ کے رو کو اسوجہ سے طول دیا ہے کہ ناظرین پر مصنف کی حقیقت حال اور اسکے دعویٰ تجدید کی قلعی کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ مصنف اہل بدعت اور دین کے غلبہ کرنے والوں میں سے ہیں نہ کہ محدثین و مجددین سے اور یہ اسلئے کہ مصنف نے روافض و وہابیہ و مجسمہ کے اون اقوال کو دستاویز بنایا ہے جو ادھنیں کی کتابوں میں درج ہیں اور اکابر اہل سنت و جماعت کے نزدیک مطروح و مردود ہیں حق تعالیٰ نے اہل سنت کجی بڑبایا اور اون کا مددگار ہوا اور اپنے گروہ و لشکر میں سے اونکو بنایا اور اپنی طرف سے اون کو قوت بخشی بسبب اتباع نبی کریم کے کہ جبکہ بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور اہل سنت ہی کے باب میں فرمایا کہ ہم پر لادہم مدد کرنی مومنین کی) اور اللہ کی جماعت ہی غالب رہتی ہے پس جیسے اہل سنت کی مدد کی وہ مدد کیا گیا اور جیسے اوہینے غدر کیا اور انکے معاملہ میں خیانت کی رسوا ہوا اور چھڑکا گیا پس خدا کا شکر و احسان ہے اور اسی پر اعتماد و توکل ہے اور مصنف کو ہند کے رئیس المحدثین اور انکے سردار ہمارے مولائے اور ہمارے پیشوا شیخ ولی اللہ دہلوی اور انکے فرزند رشید و ولد سعید سند اللحدثین و رئیس المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز کے ساتھ بعض ہے حالانکہ حدیث کی سند مصنف کو ادھنیں کے سلسلہ سے ہے اور یہ دونوں مصنف کے اکابر شیوخ سے ہیں علم حدیث میں پھر کیونکر مصنف کی سند حدیث میں صحیح ہو سکتی ہے اور کس طرح اسناد احادیث میں اسکا سلسلہ باقی رہ سکتا ہے بلکہ اسکی



هذا الحديث عن الرضا محمد بن اسلم انتحى وان هذا الاترجيم المروى  
وتفضيل المقبوح وايضا اخرج حديث البلاذري عن الحسن العسكري  
المنقطع من جهة محمد التقي واقتحربه افتخارا عظيما حيث قال في  
صفحه (٢٢) ولم يقشرف احد ممن صنف واشتهر ما صنف من ذوات  
الرواية بالاجتماع بالامام علي الرضا وحفيد ابنه الامام الحسن العسكري  
والاستماع منهما الا اهل السنة والله المنة انتحى وهذا الافتخارا غا  
يحيى اذا ثبت الاجتماع والاستماع لاحد من افراد اهل السنة وهو بعد غير  
مسلم للخصم وبدونه خروط القتاد والعهد توفيه على المصنف ولان  
اثبتته للبلاذري اولى الصلت الهروي فها ليسا من اهل السنة كما في  
ميزان الاعتدال فلزم منه الافتخار المذكور للخصم وهو مخالف لما ادعاه و  
ليس هذا من شان المجد والموتيد بل من شان المفترى المحرّب

وقد تم بتوفيق الله تعالى ومقدمته الى

همنا ويتلوه رد كتابه الفقه الاكبر

عن اهل البيت الاطهر

انشاء الله تعالى

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطاهرين



سندکٹ گئی اور اس کی اصل اوپر لکھی اور اون دونوں سے بغض رکھنے کی وجہ سے بعض سائل میں مصنف نے شیخ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تکفیر کی ہے اور ان کے فرزند رشید کو باطل کہا ہے اسی کتاب کے بعض حواشی میں جیسا کہ صفحہ ۱۲۰ کے حاشیہ میں کہا ہے اور وہ لکھا گیا اور اس کو کلینی نے کافی میں ابو جعفر سے اور قمی نے توحید میں اور عمرون اخبار الرضی میں اولیٰ نے ان کے ابائی سلسلہ سے ہر قضیٰ تک لوہون نے محمد مصطفیٰ صلعم سے اور اسمین استدارک ہے تحفۃ اثنا عشریہ کے مصنف پر کہ ان سب کو اوسنے بجا تا انتہی اور یہ کل حرکات مصنف کے لغت حرام و خبیث و خسران کا موجب ہیں اس لئے کہ لغت کا شکر نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور ناشکری نقصان و ہلاکت میں لے جاتی ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ تم کو دیں گے اور اگر کھراں نعمت کرو گے تو پھر میرا عذاب لقمہ سخت ہے) اور فرمایا کہ ہوا سے محمد ر کیا ہم بتلین تمکو اعمال میں زیادہ نقصان والوں کو یہ وہ لوگ ہیں کہ جبکی سعی دنیا کی زندگی میں بہک گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں اور مہی صلعم نے فرمایا جیسے مخلوق کا شکر نہ کیا اوسنے خدا کا شکر بھی نہیں کیا پس خدا ہی کی طرف شکر ہے اور وہی ہمارا مرجع و ماوا ہے۔ اور مجدد کی شان یہ ہے کہ حق کی چھان دین کرے اور باطل نا لائق کو علمہ کزیست اور مصنف نے بالکل اسکے برعکس کیا ہے اس لئے کہ حدیث غریبہ بالوصلت ہر وی کی جہت سے مردود کو رکھ دیا ہے حدیث الہی کی جگہ میں جو متواتر ہے معنی اور مقبول ہے متنازع و سدا جسکی تخریج کی ہے حافظ ابن حجر نے صواعق میں ابو ذر محمد بن اسمعیل طوسی سے اور اوسکے آخرین کہا کہ امام احمد صنبل کا قول ہے کہ اگر اس حدیث کی یہ سند معجون پر پڑ ہی جا تو وہ اپنے جنون سے اچھا ہو جائے انتہی پس یہ فضیلت حدیث الہی کی سند کیلئے ہے جسکی روایت محمد بن اسمعیل طوسی نے کی ہے کہ بروی کی حدیث کی سند کیلئے پس مصنف نے باطل کو حق کے عوض خرید لیا اور سند حدیث الہی کا فضل حدیث بروی کی سند کیلئے ثابت کر دیا جیسا کہ صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ ہمارے بعض محدثین سلف جیسا کہ سند کی روایت کرتے تھے کہ اگر یہ سند معجون پر پڑ ہی جا تو یہ ہو جائے انتہی اور بروی کی مردود روایت کو اصل بنایا اور محمد بن اسمعیل کی مقبول روایت کو اس کا تابع بنایا جیسا کہ صفحہ ۱۲۰ میں کہا ہے (ولیکن اس حدیث کہ جسکو بروی علی تھا سے روایت کیا جو محمد بن اسمعیل کا تابع ہے انتہی اور یہ قول مصنف کج طرح کو راجع کرتا ہے اور تصحیح کو فضیلت دینا اور نیز بلاذری کی حدیث جو حسن عسکری مروی ہے محمد بن قتی کی جیسے مستطیع ہر مصنف نے نقل کیا اور اس پر ثبوت بڑا کر دیا جیسا کہ صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے کہ دقتہ مصنف باطل روایت کا لکھنا تصانیف مشہور و معروف میں کوئی دشمن سے امام علی رضا اور ان کے پروردگار حسن عسکری کی اتواء حدیث مشرف نہیں ہوا ہوا: مصنف کے انتہی اور یا فتوا: صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ دو اماموں حدیث کا نا نا اور صحت سے بزرگ راہبند کے کسی شخص کو ثابت ہوا اور یا ہر ہر غیر مسلم اور ہر دون ثبوت کا نا تو کی لکھ کر چیلنا، اپنی سختی شراب اور سنا بار مصنف پورا اور اگر سکا ثبوت بلاذری یا بالوصلت بروی کیلئے مصنف قرار دے تو یہ دونوں اہلسنت میں نہیں ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں مذکور ہے پس فخر لازم آیا تو ختم کیوچھ نہ کہ مصنف کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق مصنف کے مقدمہ کار و جان

تمام ہوا یا نہ ہو اس کے بعد اداسی و غم کا ایک اور چھپکا کر منظر، خلاصہ ۱۲







فَبَشِّرْهُ بِمَا كُنْتَ لَعَنَ قَوْلَهُ فَتَبَسَّاهُ  
فَلَمَّا كُنْتُ عَلَيْهِ يَكُفُّهُ مِنِّي فَسَوَّغْتُ لَهُ

فَدَنَا الْكِتَابُ الْمُسْتَطَابُ حَسَنُ الذَّرِيعَةِ  
لِلسَّيِّدِ عَنْ الْأَقْوَالِ لِشَيْعَتِهِ

مَوْلَانَا تَلِيدٌ يَحْقُقُ الْمَسَائِلَ لِقَهْمِيَّةٍ بِأَلَمَاتٍ

الصَّيْرُجَةِ وَالْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمَلْدُوقِ

الْفَرِيدِ مَوْلَانَا الْحَاجُّ الْمَوْلُوكِ

أَبِي رَجَاءٍ مُحَمَّدٍ زَمَانِ

الشَّهِيدِ مُحَمَّدٍ شَاهِدِ

قَبِيضَةِ الْقَادِمِ

كَانَ اللَّهُ

لَهُ

مُطْبَعُ قُرْبَانِ رَسْمِ الْإِسْلَامِ بِمَدِينَةِ الْمَدِينَةِ  
مَدِينَةِ الْمَدِينَةِ



## بسم الله الرحمن الرحيم

واذ قد فرغنا من رد مقدمته بعونه تعالى فحان لنا ان نلشع في سرد  
كتابه على السنن الذي متر في رد مقدمته قال هن اولنشرع الان في  
مقاصد الكتب الاقل بعون الله الكريم الوهاب كتاب الفقه الاكبر  
عن اهل بيت الاطهر وقد يقال ذلك الدين القيم للمع المسلم وهو فقه  
العلم وايمان العامة يستوى فيه الخاصة والعامة فيه الابانة عن اصول الدين  
من عدة عقيدة لا بد من اعتقادها لكل داخل في الملة واليه الاشارة  
في حديث جبرئيل عليه السلام بالايمان الفقه وقال في هامشه على اصول  
الديانة علم ان الاصول لما به الى مقصود الدين اصول نوعان اصول  
الشرعية واصول الطريقة فاصول الشرعية ثلاثة انواع اصول الديانة  
وهي العقائد كما في هن الكتب والفقه الاكبر الحنفى واصول الرواية وهي  
اصول علم الاثر كما في كتاب اصول رواية العلم عن اهل بيت مدينة العلم  
وملا في الكفاية في علم الرواية للخطيب اصول الدراية وهي نوعان اصول  
التفسير كما في مقد كتاب علوم القرآن عن اهل بيت النبوة والعرفان وما





## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور جبکہ ہم مصنف کی کتاب فقہ اکبر کے مقدمہ کا رد کرنے سے بعونہ تعالیٰ فارغ ہو چکے تو ہمارے لئے وقت کیا کہ ہم اس کی کتاب مذکور کا رد شروع کریں اسی طرز پر کہ اس کے مقدمہ کے رد میں گذر چکا ہے۔ کہہا مصنف نے مقدمہ کا مضمون تمام ہوا اور اب ہم کو چاہیے کہ پہلے کتاب کے مقاصد کا بیان شروع کریں خداؤ کریم بخشنے والے کی مدد سے کتاب فقہ اکبر اہل بیت اطہر سے اور کبھی اس کو دین قیم مرد مسلم کا بھی کہا جاتا ہے اور یہ فقہ علم و ایمان عامہ ہے اس میں فرقہ خاصہ اور عامہ برابر ہے اس میں اظہار ہے اصول دیانت کے چند عقیدوں کا کہ جن کا اعتقاد رکھنا ملت اسلام میں ہر ایک داخل ہونے والے پر واجب و فرض ہے اور انہیں عقاید کے طرف اشارہ ہے جبریل علیہ السلام کی حدیث میں لفظ ایمان سے انتہی اور مصنف نے اس کے حاشیہ میں اصول دیانت کی تحقیق پر لکھا ہے کہ جان لو کہ اصول اس چیز کے کہ جس سے مقصود دین تک پہنچنا ہوتا ہے دو قسم ہیں۔ اصول شریعت و اصول طریقت۔ پہر اصول شریعت تین قسم کے ہیں ایک اصول دیانت اور اسی کو عقاید کہتے ہیں جیسا کہ اس کتاب فقہ اکبر حنفی میں مذکور ہے اور اصول روایت اور اس کو اصول علم اتر کہتے ہیں جیسا کہ اصول روایت علم عن اہلبیت مدینۃ العلم میں اور کفایہ فی علم الروایۃ مصنفہ خطیب میں مذکور ہے اور اصول درایت اور یہ بھی دو قسم پر ہے ایک اصول تفسیر جیسا کہ کتاب علوم القرآن عن اہل بیت النبوة والعرفان کے مقدمہ میں اور



في الاتقان في علوم القرآن واصلول فقه الفروع وهي نوعان احدهما  
 اصول الدلائل كما في كتاب اصول الدراية عن اهل بيت الهداية و  
 اصول الجساس والسرخسي والبزدوي ورسالة الشافعي وما بعدها و  
 غالب اصول الرواية يندرج في مباحث السنة من اصول الدلائل وثانيهما  
 اصول المسائل كما في كتاب اصول المسائل عن اهل بيت الفضائل وكتاب  
 اصول الترخا ولا اعلم الى الان فيها كتابا قبله ولا بعده مثله على عظم حجمه  
 فانه في اربع مجلدات مع اختصار لكثير علمه ولم يظفر به ابن نجيم صا الاشباه  
 والنظائر كما يظهر منه وكذا المربعثر عليه من قبله الجلال السيوطي فقال  
 في اشباهه الفخوية واول من فتح هذا الباب شيخ الاسلام بن عبد السلام  
 في قواعد الكبر في تتبعه الزركشي في القواعد الى اخر ما ذكر وقد راثت  
 بركة المباركة كتابا فيه للمنايلة واما اصول الطريقة فتعرف بعلم التصوف  
 والرهدة والرقاق كما في كتاب فقه الاحصا عن اهل بيت الحجة والعرفان  
 واول من صنف فيه عبد الله بن المبارك وكيع ومن اوسطهم احمد بن حنبل  
 والحارث المحاسب ومن اخرهم صا التعرف والقوت والسلي وابو نعيم البيهقي  
 والقشيري والهروي ومن بعدهم هذا اما بدالي في وقتي هذا واحمد بن سنان  
 انتحى اقول بتوفيق الله تعالى وعونه قد سمي هذا الكتب بالفقه الاكبر للتعويض  
 على الامام الهما اعظم الائمة ابي حنيفة النعمان بان الفقه الاكبر الذي صنفه  
 الامام وان كان في العقائد لكنه ليس مبنيا على عقائد اهل البيت الكرام فست  
 الحاجة الى ان يدون كتاب حافل لعقائدهم التي هي ضرورية لكل داخل في  
 ملة الاسلام سواء كان من العامة اي اهل السنة او من الخاصة اي الشيعة



اور اتقان فی علوم القرآن میں مذکور ہے اور اصول فقہ الفروع اور اس کی تہی و قسم ہیں۔ ایک  
اصول و لائل جیسا کہ اصول درایت عن اہلبیت الہدایت میں اور جہاس و سہرخی و بزدوی کے  
اصول اور رسالہ شافعی میں اور اس کے بعد کی کتابوں میں مذکور ہے اور اکثر اصول روایت اصول  
ولائل کے مباحث سنت میں داخل ہیں دوسری قسم اصول مسائل عن اہلبیت فضائل میں اور  
کتاب اصول رضا میں مذکور ہے۔ اور اب تک مجھ کو معلوم نہیں ہوئی کوئی کتاب اصول الرضا کے  
نہ اس کے پہلے اور تہ اس کے پیچھے بقدر اس کے حجم کے اس لئے کہ یہ کتاب باوجود اختصار کے کیونکہ  
اس کا علم کثیر ہے چاہے جلد میں ہے اور ابن نجیم صاحب اشباہ النظائر کو یہ کتاب دستیاب نہیں ہوئی تھا  
کہ اشباہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح ابن نجیم سے پہلے جلال الدین سیوطی کو بھی اس کتاب  
لاعلیٰ تھی اس لئے کہ اپنی کتاب اشباہ سخویہ میں انھوں نے لکھا ہے کہ اول حسنہ یہ دروازہ کھولا ہو شیخ الاسلام  
بن عبد السلام ہی مصنف قواعد کبریٰ کا پھر زکشی بیان قواعد میں اس کا پیرو ہے تا آخر اور میں نے اس فقہ  
حنہیوں کی ایک کتاب مگر متبرکین دیکھی ہے اور لیکن اصول طریقت پس او کا بیان علم تصوف و زہد و رقائق  
مذکور ہے جیسا کہ کتاب فقہ الاحسان من اہل بیت الحکمتہ والعرفان میں مذکور ہے اور علم تصوف میں پہلی تصنیف  
عبد اللہ بن مبارک و وکیع نے کی ہے اور بیچ کے مصنف احمد بن حنبل و حارث محاسبی ہیں اور اخیر کے مصنفین میں  
صاحب تعرف و قوت و سلمیٰ اور ابو نعیم و سیہتی و شیری و ہروی اور اون کے بعد والے ہیں  
یہ تحقیق وہ ہے جو مجھ کو اس وقت معلوم ہوئی اور حدیثا سے حق تعالیٰ کو انتہی میں کہتا  
ہوں حق تعالیٰ کی توفیق و مدد سے کہ مصنف نے اس کتاب کا نام فقہ اکبر امام اعظم صاحب  
چوٹ کرنے کو رکھا ہے بانی طور کے امام اعظم کی فقہ اکبر بھی اگرچہ عقاید میں ہے لیکن اوس میں اہلبیت  
گرام کے عقاید کا بیان نہیں ہے پس لامحالہ ضرورت داعی ہوئی کہ تمام اہل اسلام کیلئے  
ایک کتاب عقاید میں ایسی بنائی جائے کہ جس میں عقاید اہل بیت مذکور ہوں چاہئے کہ وہ  
مسلمان فرقہ عامیہ نے اہل سنت میں سے ہوں یا فرقہ خاصہ یعنی شیعیان پاک ہیں ہوں



خصوصيتهم لانهم هم المحيون لاهل البيت والمفضلون لهم على غيرهم بخلاف اهل السنة  
 لانهم يعاملون معهم كما ملتهم مع غيرهم من الصحابة والتبعة والفقهاء الاكبر الخفة ليس كذلك  
 ولا هو في مرتبة هذا الكتب والمأهرون من علماء اهل السنة والشيعة كلهم يعلمون  
 علما يقينيا ان اهل البيت الاطهار بريون عما عني اليهم المصنف في هذا الكتاب من العقائد  
 الباطلة المذمومة للفرقة المبتدعة من الكثرامية والمشبهة المجتعية والوهابية الفجدة  
 والمقلدة لليهود والنصارى في اسرار ثليات فعلم ان تسميته ايتا بهذا التماهي  
 من قبيل تسمية الشنخضلة او نقيضه كما يقال للزنجي انه كافور وانما اختار هذه  
 التسمية للتعرض المذكور وترويج عقائده الباطلة بين الطائفتين وتلقيهما  
 ايتاها بالقبول وقد فرغنا من بيان اصطلاحه العامة والخاصة باقتداء شيخه  
 الملقب بالشیطان الطاق في المقدمة فليتنكروا ما قولهم في الهامش اعلم ان  
 الاصول لما به الى مقصود الدين اصول نوعان اصول الشريعة واصول الطريقة  
 فاقول ومن الله التوفيق الاصول جمع اصل وهو لفظ مشترك في معاني منها المسائل  
 كما يقال اصول المصروف واصول النخوي مسائلها ومنها الدلائل كما يقال اصول الفقير  
 واصول الحديث اي دلائلها ومنها الالباء كما يقال حرم على المرأة اصولها اي الاباء  
 ومنها المعاني اللغوية كما يقال الصلوة في الاصل الدعاء اي بحسب اللغة ولا يستقيم  
 منها همنا الا الاولان فان اراد بها الاول فماذا اراد بلفظة ما ان اراد بها الدين  
 فتقسيم اصول الدين الى اصول لشريعة واصول للطريقة يقتضي تقسيم الشئ النفس  
 والى غير لان الدين والشريعة وئذ الملة والمذهب متحدة بالذات وتختلف بالاعتبار  
 فان الشريعة من حيث انها قطاع تسمى ديننا ومن حيث انها تجمع تسمى ملة ومن حيث  
 انها ترجع اليها تسمى مذهبنا وايضا الدين ينسب الى الله تعالى كما ورد في القرآن الكريم



اور شیعہ کو خاصہ اسوجہ سے کہا کہ یہی حضرات اہل بیت کے دوست رکھنے والے ہیں اور اہلبیت اطہار کو اون کے بغیر فضیلت  
 دینا لے کر ہیں برخلاف اہل سنت کے کہ اونکا معاملہ اہلبیت سے ایسا کہ جیسا غیر اہل بیت صحابہ و تابعین سے اور فقہ اکبر  
 حنفی کا نہ یہ مرتبہ ہی اور نہ ایسا بیان ہے جیسا ہاری فقہ اکبر کا ہے اور اہل سنت و شیعہ کے ماہرین علماء کو یقینی طور پر معلوم  
 کہ اہل بیت اطہار ان عقاید سے متبرک ہے کہ جن عقاید باطلہ کو مصنف نے اس کتاب میں اذکی طرف منسوب کیا ہے یہ  
 عقاید تو بدعتی فرقوں کے ہیں کرامیہ و شبہ مجسمہ و بابیہ نجدیہ و دیگر اشخاص کی جو اسرائیلیات کی روایتوں میں یہود و  
 نصاریٰ کے مقلدین ہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ مصنف کا اس کتاب کا نام فقہ اکبر رکھنا ایسا کہ جس طرح کسی شیعی کا  
 نام اوس کے ضد و نقیض کے نام سے رکھا جاتا جیسا کہ زنگی کا فقہ کہتے ہیں اور اس نام کو اختیار کرنے میں ایک تو تعیر و تمسخر اور  
 ملحوظ ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ مصنف کے عقاید باطلہ و نون فرقوں سنی و شیعہ میں رواج پاجائیں اور یہ دونوں  
 گروہ ان عقاید کو بدل قبول کر لیں اور لفظ عامہ و خاصہ کی جو اصطلاح مصنف نے باقتدار اپنے شیخ طریقت سلف  
 بشیطان طاق کے قرار دی ہے کہ اوسکو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں پس اسکو یاد کر لیا جاوے اور جو کہ حاشیہ کی  
 عبارت میں مصنف کا قول ہے **واعلم ان الاصول لما به الى المقصود الدين اصول نوعان اصول الشريعة**  
**واصول الطبيعة** پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہو کہ اصول لفظ اصل کی جمع ہے اور یہ لفظ چند معانی میں مشترک ہے  
 ایک انہیں ہی مسائل جیسا کہ ہمارے اصول صرف و اصول نحو یعنی ان دونوں کو اور دوسرے معنی انہیں ہی دلائل میں جیسا کہ ہمارے اصول  
 انفقہ و اصول مجتہدہ یعنی ان دونوں کو دلائل اور تفسیر معنی ابابہ میں جیسا کہ ہمارے اصول پر اوس کے اصول حرام میں یعنی اوس کے بابہ و لواذیرہ چھوڑ دیں  
 معانی لغویہ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ نماز اصل میں دعا ہے یعنی لغت کے اعتبار سے اور ان معانی میں سے اس مقام میں ضرور  
 دو پہلے بن سکتے ہیں پس اگر لفظ اصول سے معنی اول کو ارادہ کیا ہے تو لفظ ماسو کیا ارادہ کیا ہے اگر دین ارادہ کیا ہے تو اصول و تفسیر  
 تقسیم اصول شریعت و اصول طریقت کی طرف کر نیسے شے کی تقسیم اوس کے نفس اور اوس کے غیر کی طرف لازم آتی ہے اس  
 دین و شریعت اور اسی طرح ملت و مذہب ایک ہی شے کے نام ہیں انہیں فرق اعتبار کا ہی اس لئے کہ شریعت اس اعتبار  
 کہ اوسکی پیروی کی جاتی ہے دین ہے اور اس لحاظ سے کہ جمع کی جاتی ہے ملت ہے اور اس خیال سے کہ اوسکی جانب  
 رجوع کیا جاتا ہے مذہب ہے اور نیز دین کی اضافت خدا کے طرف کی جاتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے



وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا - والملة تنسب إلى النبي كما ورد فيه  
 أيضًا وأتبع ملة إبراهيم حنيفا والمذهب ينسب إلى المجتهد كما يقال الزكاة في حق  
 النساء فرض فمن ذهب الإمام إلى بحينة وليست بفرض فمن ذهب الإمام الشافعي  
 كذلك في جمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر مع زيادة الأمل فقتنا للتوضيح وإن أراد بهما  
 الثاني فالتقسيم إلى النوعين المذكورين لا يستقيم على مذهب ما لأن أصول الدين  
 الأربعة عند أهل السنة الكتاب والسنة والإجماع والقياس وأيضا عند الإمامية  
 الثلاثة <sup>عند</sup> الأول والعقل كما صرح به في الضربة الجديرة واثنان عند المخدية  
 الكتب والسنة وكلها يخالف لهما وإن أراد بهما كليهما فيلزم عموم المشترك وهو غير  
 جائز عند المحققين كما قال في الصواعق وأيضا تعيين بعض معاني المشتركين بدون  
 القرينة يقتضيه تحل لا يعتد وتعميمه في مفاهيمه كلها لا يسوغ والذي عليه  
 جمهور الأصوليين وعلماء البيان واقتضاء استعمالات الفصحاء أنه لا يعم جميع  
 معانيه انتقاه وإن أراد بلفظة ما العلم والعمل وكليهما فهو أيضا لا يستقيم لأنها  
 متفرعان على الدين فاصول الدين لا غير وبالجملة هذا التقسيم باطل وإنما  
 أبدع التقسيم بهذا النظام لئلا يظهر بطلانه على الإعلام بل يظهر علو شأنه في  
 العربية بين الأنام وهذا المبرجحه مع أنه التزم ترجمة الكتب لتقريب المرام  
 إلى أفهام العوام وهكذا صنيعته في هوامش هذا الكتاب ونحن نبينها إنشاء الله  
 تعالى حيث نجد هامة مناسبة للمقام والله الموفق وبه الاعتصام قوله فاصول  
 الشريعة ثلاثة أنواع أصول الديانة وهي العقائد كما في هذا الكتاب والفقهاء  
 الأكبر الحنف وأصول الرواية وهو أصول علم الآثار كما في كتب رواية العلم عن  
 أهل بيت مدينة العلم وما في الكفاية في علم الرواية للخطيب وأصول الدراية



اور مذکور ہو گا تو لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں دین میں اس کے فوج فوج) اور ملت بنی کے طرف منسوب ہوتی  
 ہے جیسا کہ قرآن میں وارد ہے (اور پیروی کر ابراہیم حنیف کے ملت کی) اور مذہب کی نسبت مجتہد کی طرف ہوتی  
 ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے زکوٰۃ عورتوں کے زیور میں فرض ہے مذہب امام ابو حنیفہ میں اور مذہب امام شافعی میں  
 فرض نہیں ہے اس لیے طح مذکور ہے مجمع انہر شرح ملتی الاجر میں صرف مثالیں اضافہ کی ہیں توضیح کی غرض سے اور  
 اگر دو کس معنی یعنی ولایل ارادہ کئے میں تو یہ تقسیم کسی مذہب پر درست نہیں ہوتی اس لئے کما اصول دین اہل سنت  
 کے مذہب میں چار ہیں کتاب و سنت اجماع و قیاس اور نیز شیعوں کے یہاں چار ہیں تین پہلے اور عقل جیسا کہ  
 ضررہ حمید ریہین اس کی تصریح کی ہے اور نجدیہ و ہامبیہ کے نزدیک دو ہیں کتاب و سنت اور یہ سب اقسام مصنف کے  
 قسموں کے برخلاف ہیں اور اگر دونوں معنی کو ایک ساتھ ارادہ کیا ہے تو لفظ مشترک کا عموم لازم آتا ہے  
 اور وہ محققین کے نزدیک ناجائز ہے چنانچہ صواعق میں لکھا ہے کہ (اور نیز خاص کر لینا مشترک کے معانی کو بدو  
 قیر نہ کے محض حکم ہے کہ جس کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور مشترک عام کر لینا اس کے تمام معانی میں درست نہیں ہے  
 جمہور اصولیین و علماء بیان کے مذہب سے اور استعمالات فصیح کے اقتضائے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مشترک اپنے  
 سب معانی میں عام نہیں ہوتا ہے۔ انتہی اور اگر لفظ ما سے علم یا عمل یا دونوں کو ارادہ کیا ہے تو یہ ہی نا درست ہے  
 اس لئے کہ علم و عمل میں پرستش ہیں پس ان دونوں کے اور دین کے اصول ایک ہی طرح کے ہونگے اور حاصل کلام  
 یہ تقسیم باطل ہے اور مصنف نے اس عنوان سے یہ تقسیم اس لئے تراشی ہے کہ اس کا بطلان علما پر کھل نہ جائے بلکہ مصنف  
 کی علوشان علوم عربیہ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے اسی وجہ سے حاشیہ کی عبارت کا ترجمہ نہیں کیا باریک بینی سے  
 اس کتاب کا ترجمہ کرنا عوام کے ذہن نشین کر نیکی واسطے لازم کر لیا ہے اور اس لیے طح پر ہے مصنف کی  
 صنعت اس کتاب کا ترجمہ کرنا عوام کے ذہن نشین کر نیکی واسطے لازم کر لیا ہے اور اس لیے طح پر ہے مصنف کی  
 اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور اس پر ہم کو اعتماد ہے (قول مصنف کا) فاصول الشریعة ثلاثہ انواع  
 اصول للدين و هي العقائد كما في هذا الكتاب والفقه الاكبر والخفي و اصول الرواية وهو اصول  
 الاثر في كتابه رواية العلم عن اهل بيت مائة العلم و ما في الكفاية في علم الرواية للخطيب فاصول الدين



أقول ومن الله التوفيق هذا التقسيم أيضاً لا يخلو عن الفساد لأنَّ التسمية خبراً عن  
 التدين والتعبد كما في الصُّراح دينة بالكسر دِينٌ أرى وهو لا يحصل إلا بالعلم بدينه  
 به النبي صلى الله عليه وسلم وهو لا يتأتى إلا بصحة الدراية أي التفقه وحصول  
 الرواية أي الاسناد فالشريعة هي ملجأ به النبي صلى الله عليه وسلم وأصولها هي الأدوات  
 لا غير أصول الدينونة إنما هي أصول الشريعة لا قسمها وإرادة المسائل من أصول الشريعة مما  
 لا يتعارف بين العلماء ولا يكاد يصح لأن الشريعة ليست بعلم واحد يميز من غيره من  
 العلوم بحسب موضوعه وغاياته حتى يقال إن أصول الشريعة هي مسائلها وقواعدها فجعل  
 أصول الدينونة قسماً لأصول الشريعة مما لا وجه له قوله وهي نوعان أصول التفسير و  
 أصول فقه الفروع وهي نوعان أحدهما أصول الدلائل وثانيهما أصول المسائل كما في  
 كتاب أصول المسائل عن أهل بيت الفضائل وكتاب أصول الرضا نكتة أقول ومن الله  
 التوفيق لا يخفى على إرباب العقول ما في إضافة لفظ الأصول إلى الدلائل والمسائل من الذم  
 عما يتعارفه الفحول من علماء المعقول والمنقول ومما في تفسير أصول الدراية إلى أصول التفسير  
 وأصول فقه الفروع فإن الدراية هي العلم والتفقه وأصولها هي ما تحصل منه من الأدلة  
 الأربع والمبادئ اللغوية والشرائط الاجتماعية التي تشتمل على أصول الرواية أيضاً فخص  
 أصول الدراية في أصول التفسير وأصول فقه الفروع مما لا يصح أصلاً على أن إضافة  
 الأصول إلى التفسير يقيد الاستغراق وهو لا يتم إلا بدخول الجزء الأعظم من أصول التفسير  
 الذي هو علم الرواية لأن التفسير بالرأي حرام فيرد عليه جعل أصول الرواية قسماً لأصول  
 الدراية سابقاً وقسماً لها لاحقاً وهو باطل قوله ولا أعلم إلى الآن شيئاً كتبه ولا بعد  
 مثله على عظم حجمه فإنه في أربع مجلدات مختصاً بالكثير علمه أقول ومن الله التوفيق قد  
 أكثر في توصيفه وبإلغ في تعريفه ومع ذلك لم يفهم ملاحاله وإي مذهب متوالمه



توفیق خدا کے طرف سے یہ تقسیم ہی فساد سے خالی نہیں اس واسطے کہ بیانت عبارت سے  
 تدبیر و تدبیر سے جیسا کہ صرح میں روایات بالکسر و یداری اور تدبیر نہیں حاصل ہوتا ہے مگر علم شریعت سے اور  
 علم شریعت نہیں حاصل ہوتا ہے مگر روایت یعنی تفقہ کی صحت سے اور نیز روایت یعنی اسناد کی صحت سے پس شریعت  
 توحید امور میں کجگوئی صلح لائے اور ان کے اصول ہی اولہ اربعہ ہیں اور پس اصول بیانت ہی اصول شریعت  
 ہی ہیں نہ کہ ان کی قسم اور اصول شریعت سے مسائل راہہ کرنا علماء میں غیر متعارف ہے اور صحیح ہی معلوم نہیں ہوتا  
 اس لئے کہ شریعت ایک علم نہیں ہے اور علوم سے اپنے موضوع و غایت کے اعتبار سے علو و سفلہ ہو دیکھا جائے کہ  
 اصول شریعت عبارت سے مسائل شریعت سے اور اس کے قواعد سے پس اصول بیانت کو اصول شریعت کی قسم بنانا محض  
 بیوجہ ہے و قول مصنف کا، وہی نوعان اصول التفسیر و اصول فقہ الفروع وہی نوعان احکام اصول الدلائل  
 و ثانیہما اصول المسائل لکافی کتاب اصول المسائل عن اہل البیت الفضائل و کتاب اصول الرضا انتہی میں کہتا  
 ہوں اور توفیق خدا کی طرف سے اس عقل پر پوشیدہ ہتیک جو کہ مصنف کو لفظ اصول کی ابتدا و لائل مسائل کی طرف کو نہیں قبول  
 علماء کے امر متعارف سے ذہول ہوا ہے اور جو کچھ خرابی اصول روایت کی تقسیم اصول فقہ و اصول تفسیر کے طرف کرنا میں واقع  
 اس لئے کہ روایت نام ہے علم اور تفقہ کا اور اس کے اصول وہی ہیں کہ جن سے وہ حاصل ہوتی ہیں یعنی اولہ اربعہ  
 و مبادی لغویہ و شرائط اجتہاد یہ کہ جس میں اصول روایت ہی داخل ہیں پس اصول روایت کا حاصل اصول تفسیر و  
 اصول فقہ میں کرنا بالکل غیر صحیح ہے اس کے علاوہ لفظ اصول کی اضافت تفسیر کے طرف استغراق ہے اور استغراق  
 جب ہی پورا ہوگا کہ اصول تفسیر کا جزو اعظم کہ وہ علم روایت سے اصول تفسیر میں داخل رہے اس واسطے کہ  
 تفسیر رائے سے کرنا تو حرام ہے پس سپہ وارد ہوتا ہے اصول روایت کو پہلے اصول روایت کا تقسیم  
 بنانا اور بعد میں اس کی قسم بنانا اور یہ امر باطل ہے قول مصنف کا، ولا علم الا ان فیہما کتابا قبلہ و لا بعد  
 شہد علی جمہ فائدہ ہے اربعہ مجلدات مع اختصار و لکثیر علم انتہی میں کہتا ہوں اور توفیق خدا کے طرف سے  
 مصنف نے کتاب اصول الرضا کی تو صیغ میں علو کیا ہے اور اس کی تعریف میں  
 مبالغہ کیا ہے اور پہر ہی اس کا حال نہ کہلا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کتاب کس مذہب کی ہے



ومن ألفه ورتبه وصنعه وهداه وانما صنع ما صنع في هذا القول لاظهار علمه  
 وسعة عتوره وقضائه وتفوقه يعجز عن علي من كان قبله او في عصره من العلماء الراغبين  
 كايين نجيم والسيوطي وغيرهما من المتقدمين في بعد من المجد دين ولا يعتد به في  
 القاصرين وسيعلم ماله به في هذا الكتاب انه من المدعين في هذا الباب والى الله  
 المشتكى من عتلك الفاضل وبتك القادح قوله واما اصول الطريقة فتعرف بعلم التصوف  
 والزهد والرقائق كما في الكتاب فقه الاخوان عن اهل بيت الحكمة والعرفان واقل  
 من صنف فيه عبد الله بن المبارك وكيع ومن اوسطهم احمد بن حنبل والحارث  
 المحاسب ومن اخوهم صاحب التعرف والقوت والسلي وابو نعيم والبيهقي والقشيري والله  
 ومن بعدهم هذا ما ابد الى في وقتي هذا اقول من الله التوفيق جعل اصول الطريقة  
 قسما لاصول الشريعة وحلم بانها تعرف بعلم التصوف والزهد والرقائق ومثلها كتب  
 وجعل مولفها على ثلاث طبقات وهذا كله فاسدا اما الاول فلان اصول الطريقة  
 هي اصول الشريعة لا غير لان ما رده الشريعة فهمي ندقة فالمغايرة بينهما ليست من  
 حيث الاصول بل من حيث ان الشريعة عبارة عما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم وروى اليها  
 بالاسناد الصحيح والطريقة عبارة عما القا الله تعالى على قلوب الاصفياء من  
 الحقائق والمعارف لصفاء انفسهم ونزكا نفوسهم بالاعراض عما سوى الله فالطريقة  
 نتيجة الشريعة من حيث العلم والعمل بها لا قسمها او قسميها ويتضح ذلك مما اذا لما  
 الطريقة وشيخ المعرفة ابتداء في فتوحاته المكية وهو هذا اذ ان قلت فلخص لي  
 هذه الطريقة التي تدعى انها الطريقة الشريفة الموصلة سالكها الى الله تعالى وما  
 تنطوي عليه من الحقائق والمقامات باقرب عبارة واوجز لفظ وابلغه حتى  
 احمل عليه فاعلم ان الطريقة الى الله تعالى الذي سللت عليه الخاصة من المؤمنين



اور اس کا مولف کون ہے اور اس قول میں یہی مصنف نے اپنی غلیٹ و زیادت تحقیق و فضل و تفوق کا اظہار کیا ہے۔ نسبت علمائے سابقین و معاصرین کے مثل ابن نجیم و سیوطی وغیرہ ہمارے علمائے متقدمین میں سے تاکہ مجددین میں مصنف کا ہی شمار ہو جاوے اور ناقصوں میں سے نہ سمجھا جاوے اور اس کتاب کے مضامین معلوم ہو جائیگا کہ اس باب میں مصنف کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور ہمارے شکوہ خدا ہی کے سامنے ہے فیضت کرنیوالے کی پردہ دری اور محترض کی قطع و برید سے مصنف کا قول، واما اصول الطریقة فتعرف بعلم التصوف والزهد والرقاق كما في كتب فقهاء الاحناف عن اهل البيت والحكمة والعرفان واول من صنف فيه عبد الله بن المبارك ووكيع ومن اوسطهم احمد بن حنبل والحارث المحاسبی ومن اخرهم صاحب التعرف والقوف والسلي و ابو نعیم والبيهقي والقشيري والهرودي ومن بعدهم هذا اما بدالی في وقفي هذا الفقه میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کے طرف سے ہے مصنف نے اصول طریقت کو اصول شریعت کا قسیم بنا کر یہ حکم لگایا کہ اصول طریقت کی معرفت علم تصوف و زہد و رقاق سے حاصل ہوتی ہے اور چند کتاب میں علم تصوف کی مثالیں بتا کر ان کے مصنفوں کے تین طبقے بتائے اور یہ تمام بیان فاسد ہے امراول کا فساد اسوجہ سے ہے کہ اصول طریقت ہی اصول شریعت ہیں نہ اونکا غیر اسوجہ سے کہ جن امور کو شریعت نے روکیا ہے وہ امور بیدینی سے ہیں پس ان دونوں میں فرق اصول کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ شریعت وہ احکام ہیں جو باسناد صحیحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے طرف پہنچے ہیں اور طریقت عبارت ہے ان امور سے کہ یا کفر لوگوں کے دلوں پر حق تعالیٰ کے طرف سے اونکا القا ہوا ہے یعنی حقایق و معارف ان کے اذہان کی صفائی اور ان کے نفسوں کی پاکی کی وجہ سے غیر اسوجہ سے کہ کفر و کفر کے سبب پس طریقت نتیجہ ہے شریعت کا شریعت کے علم و عمل کے لحاظ سے نہ کہ شریعت کی قسم یا قسیم اور اس امر کی وضاحت اس بیان سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ جس کا افادہ فرمایا ہے امام طریقت شیخ معرفت مفتوحات مکیہ میں اور وہ یہ ہے پس اگر تو کہے کہ میرے لئے اس طریقت کا خلاصہ کر دو کہ جس طریقت شریعت کہا جاتا ہے اور یہ وہ کلمہ یا کلمہ کو خدا تک پہنچاتا ہے اور جو کچھ اس میں حقایق و مقدمات پیچیدہ ہیں واضح عبارت و مختصر الفاظ و بیغ نزکات میں تاکہ میں اس پر عمل کروں پس معلوم کر تو کہ حق تعالیٰ کا راستہ کہ میرے منہ سے

سو جیسا کہ امام سیوطی و معتزلی نے یہ کتاب اتم الدرایہ میں اصول طریقت کو اصول الدین میں داخل کیا ہے کیونکہ اصول الدین اسی امر سے



الطالبين بخاتم دون العامة الذين شغلوا انفسهم بغير ما خلقت له على اربع  
 شعب بواعث ودواع وآحلاق وحقائق الى اخر الفضل من شاء التحقيق فليرجع  
 اليه واما الثاني فلان حكمة ما بها تعرف بعلم التصوف والزهد والرقاق غير تام  
 لانها كما تعرف منها تعرف من سائر العلوم الشرعية فتخصيص معرفتها بها مما  
 لا يصح اليه واما الثالث فلان جعله ارباب الكتب المذكورة على الطبقات المذكورة  
 خلاف التحقيق كما يظن من جواهر الحقائق حيث قال مولفها - اول كسى كه اين را فاعدا  
 نهاد حاوش محاسبى است كنىته ابو عبد الله است از علما محشاشخت و قدما  
 ايشان انچه ضلعت منه ان طبقاته الثلاث غير ناشتة عن علم هذا اما بد النبا  
 في الحال بتوفيق العزيز المتعال ومنه ابد اية واليه المال قال الله للمتعال فلولا  
 نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين فخر لايمان الاكمل قال الله تعالى  
 قل امنوا بالله وما انزل علينا وما انزل على ابراهيم واسماعيل واسحق ويعقوب  
 والاسباط وما اوتى موسى وعيسى والنبيون من ربهم لان فرق بين احدونهم  
 ونحن له مسلمون وقال تعالى يا ايها الذين امنوا امنوا بالله ورسوله والكتب  
 الذى نزل على رسوله والكتب الذى انزل من قبل ومن يكفر بالله ولشكته  
 وكتبه ورسوله واليوم الآخر فقل ضل ضللا لا بعيدا وقال انما المؤمنون  
 الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا وعلى  
 بصام يتوكلون الذين يقومون الصلوة وهما رزقهم ينفقون اولئك هم المؤمنون  
 حقا الآية قال حافظ الاولياء اخطب الكرامات العلى محمد بن اسلم الطوسى صاحب  
 المستدرجود سعد ثنا على بن موسى التضا عن ابيه ثنا ابي جعفر عن ابيه محمد بن  
 بن على عن ابيه على بن الحسين عن ابيه على بن الحسين عن ابيه على بن الحسين عن ابيه محمد بن



طالبین نجات میں سے خاص لوگ چاہیں نہ کہ عوام الناس کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو مشغول کر دیا ہے اور ان کا مقولہ ہے کہ جن کے لئے وہ پیدا نہیں کئے گئے چار قسم پر ہے شعبہ دولت و دواعی و اخلاق آخر فصل تک جسکو تحقیق مد نظر ہو فتوحات کو دیکھ کر اور دوم کاف و افساد اسوجہ پر کہ مصنف نے جو حکم لگایا ہے کہ اصول طریقت کی معرفت علم تصوف و زہد و رفاق سے حاصل ہوتی ہے تاہم پھر اسلئے کہ جس طرح ان سے ہوتی ہے اور علوم شرعیہ سے ہی ہوتی ہے پس معرفت مذکورہ کو انہیں کے ساتھ خاص کر دنیا قابل انتفاع نہیں ہے اور تیسرے امر کاف و افساد اسوجہ پر کہ مصنف کا مصنفین کتب تصوف کو طبقات مذکور پر قرار دینا خلاف تحقیق ہے جیسا کہ جواب الحقائق نے ظاہر فرمایا جس مقام میں کہ اسکے مصنف نے کہا ہے درپیشہ حسن نے علم تصوف کی بنیاد قائم کی حاجت محاسبی ہے کہ کینت او کی ابو عبد اللہ علمائے مشائخ سے ہے اور ان کو اولین میں انتہی میں معلوم ہوا کہ مصنف کے طبقات ثلاثہ مذکورہ علم سے ناشی نہیں ہیں یہ وہ تحقیق ہے جو ہمیں اسوقت منکشف ہوئی غیر زمعال کی توفیق سے اور اسی آغاز ہی اور اسی کی طرف انجام ہر کچھ مصنف نے فرمایا تھا نے پس کیوں نہیں سفر کرتے ہر گز وہ میں ایک طاقت دین میں مجھ پیدا کر نیکی واسطے) فرض ایمان اکمل کا فرمایا حق تعالیٰ کہ جو کہ ایمان لائے ہم خدا پر اور جو کتاب ہم اور کی اور جو کتاب ہم کبار ہم و ہمیل و الحق و یعقوب اسباط پر تری ہیں اور جو کتاب ہم کی موسیٰ و عیسیٰ کو افسد و سرانیا، کو دی گئی ہیں ہم بیوں میں کی جو خدا نہیں سمجھتے ہیں اور ہم خدا ہی کے مطیع فرمان ہیں اور فرمایا حق تعالیٰ ای ایمان والو تم ایمان لاؤ خدا پر اور اسکی رسول پر اور اس کتاب پر جبکہ خدا نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے اور جو پہلے نازل کئی گئی اور جو شخص کفر کر لیا خدا سے اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں اور رسولوں اور آخری دن سے تو وہ بیشک بہک گیا دور کا پہکنا) اور فرمایا ایمان دار وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈرتے ہیں اور جب کلام الہی کی آیتیں اور کلمات تلاوت کرتے ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار ہی پر ہر وہ رکھتے ہیں جو کہ نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دے ہوئے میں خرچ کرتے ہیں ہی لوگ واقعی ایمان دار ہیں آیت کے آخر تک فرمایا اولیاء اصحاب کرام کے بڑے حافظ محمد بن اسلم طوسی سند حجت کے مصنف نے کہ ہم سے حدیث بیان کی علی بن موسیٰ رضائے اپنے باپ کی روایت سے کہ ہم سے حدیث بیانی میرے باب جعفر نے اپنے والد محمد بن علی کی روایت سے انہوں نے فرمایا والد علی بن حسین انہوں نے اپنے والد حسین انہوں نے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ فرمایا



قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب  
 وعمل بالجوارح ورواه اليهم في شعب الايمان ثنا ابو محمد عبيد بن محمد بن محمد  
 بن مهدي القشيري انا ابو محمد عبد الله بن محمد بن موسى بن كعب ثنا ابو محمد  
 الفضل بن محمد بن المسيب ثنا ابو الصلت الهروي عبد السلام ومحمد بن  
 اسم الطوسي قال ثنا علي بن موسى الرضائي عن ابيه فذكر به وسند مسلسل  
 بالائمة السبعة اولى المرفوعة الكل وقوله عليه الصلوة والسلام اقرار  
 باللسان اي بتوحيد الله وتصديق رسوله ومكجاء به - وقال الحافظ البلاء  
 ابو محمد احمد بن محمد بن ابراهيم بن هاشم صاحب الكبير على وضع صحيح مسلم  
 ثنا الحسن بن علي بن محمد بن علي بن موسى ابو السيد المحبوب ثني ابي علي بن  
 محمد ثني ابي محمد بن علي ثني ابي علي بن موسى الرضائي قال ثني ابي موسى بن  
 جعفر قال ثني ابي جعفر عن ابيه محمد بن علي عن ابيه علي بن الحسين عن ابيه  
 علي رضي الله عنهم قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الايمان  
 معرفة بالقلب وقول باللسان وعمل بالاركان وقال الحافظ ابو بكر احمد  
 بن عبد الرحمن الفارسي الشيرازي في القاب ثنا ابو بكر محمد بن احمد بن  
 عقيل الوراق ثنا ابو محمد احمد بن محمد بن ابراهيم بن هاشم البلاء في الحافظ  
 فذكر عنه به وسند مسلسل بالائمة العشرة الكل فذاك السند العا  
 هو السلسلة الذهبية او عقد اللالي بل سبعة الجواهر المهدية لابل هذا  
 تقصير لفضله الكبير وسيروى بنده من فضيلة كل من هؤلاء الائمة  
 انشاء الله تعالى ولم يتشرف احد من صنف واشتهر ما صنف من  
 ذوى الرواية بالاجتماع بالامام علي الرضا وحفيد ابنه الامام الحسن العسكري

ضابط  
 في  
 بيان  
 ما  
 في  
 هذا  
 الباب







الاستماع منهما الاعمال لله والله المنة انتقم اقول بتوفيق الله تعالى وعونه لما فرغ من بيان  
 تحصيل كتبه هذا بالحق الاكبر وبيان موضوعه من عقائد اهل البيت شرع بآول  
 العقائد الذي هو الايمان واستدل عليه بعدة آيات واحاديث بذكرها ما يدرها  
 التي اقتصر بها كل الافتقار ولما كان في زعمه ان الايمان مركب من القول والمعرفة  
 والعمل سرد ثلاث آيات تدل على انها على كل منها فالآية الاولى اعني قل انا  
 بالله اخ تدل على جزئية القول الثانية اعني يا ايها الذين امنوا امنوا بالله الخ  
 تدل على جزئية المعرفة والثالثة اعني انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت  
 قلوبهم الخ تدل على جزئية لان التوكل واقامة الصلوة والانفاق من الزن  
 من الاعمال ثم قصد التصريح بهذه الامور الثلاثة بمحدث محمد بن اسمعيل الطوسي  
 اعني الايمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب وعمل بالجوارح فذكره وايدى به بذكر  
 طريقه وتوابعه وتوصيف روايته فنقول في جوابه ان هذا المذهب ليس له فهم  
 بما يعي ولا هو اين للمحدثين ولا ادعى وان ادعى انه منهم اللوذعي او الالامي لان الآية الاولى  
 انما تدل على وجوب القول بالايمان لا على جزئية له وانما هي منها مجردة والثانية  
 لا ذكر فيها للمعرفة حتى تدل على جزئية للايمان وسياتي بيانه مفصلاً والثالثة  
 لا دخل لها في جزئية الاعمال للايمان وانما هي تدل على ان الاعمال المذكورة فيها  
 من امارات الايمان فكل ما ادعاه في زعمه على رغم نفيه وما ثبت من القرآن  
 في باب الايمان عند اهل المستان انه تصديق بالقلب لا غير كما يفهم من الآية  
 والشاهد كتب في قلوبهم الايمان ومن كرمه وقلبه مطمئن بالايات وعن قول  
 ولما يدخل الايمان في قلوبكم وغير ذلك والاحاديث ايضا تدل عليه كما قال  
 عليه السلام اللهم ثبت قلبي على دينك وقال عليه السلام لا سامة حين قتل



جمع ہونے اور ان دونوں سے حدیث سننے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے بجز اہل سنت کو اور خدا ہی کا احسان  
 انتہی میں کہتا ہوں حق تعالیٰ کی توفیق و مدد سے کہ ہر گاہ مصنف کو اس کتاب کا نام بتانے اور اسکی موضوع کی  
 کے بیان سے کہ وہ اہلیت کے عقائد میں فراغت ہوئی تو مسئلہ ایمان کو کہ سب عقاید میں اول سے بیان کرنا شروع  
 کیا اور چند آیتیں اور چند حدیثیں ایسی کہ انکی سندوں کو ذکر کر کے اقتدار کیا ہے پورا اقتدار کرنا دلیل میں  
 لایا اور جبکہ مصنف کے زعم میں ایمان مرکب تھا قول و معرفت و عمل سے تو تین آیتیں بیان کی کہ ان میں سے  
 ہر ایک دلیل ہے ہر ایک جزو ایمان کی پس پہلی آیت یعنی قل اٰمنا باللہ آخر تک دلیل ہے قول کے  
 جزو ایمان ہونے کی اور دوسری آیت یعنی یا اہل الذین امنوا امنوا باعدا آخر تک دلیل ہے معرفت کے جزو  
 ایمان ہونے کی اور تیسری آیت یعنی اٰما المؤمنون الذین اذا ذکرت وجلت قلوبہم آخر تک دلیل ہے عمل کے  
 جزو ایمان ہونے کی اس لئے کہ توکل کرنا اور نماز کو قائم رکھنا اور روزی میں سے خرچ کرنا اعمال کے قبیل  
 ہے پھر چاہا کہ ان تینوں امور کے جزو ایمان ہونے کی تصریح ہی بیان کر دیوے محمد بن اسماعیل الطوسی کی  
 حدیث یعنی (الا ایمان اقرار باللسان وصفت بالقلب وعمل بالجوارح) پس حدیث مذکور کو ذکر کیا اور اسکی طرق و تواتر  
 بیانے اسکی تائید کی اور اسکی راویوں کے مصنف کے بیانے پس اسکی جواب میں کہتے ہیں کہ اس معنی کو نہ تو اپنی مشرو یا کا فہم اور نہ یہ  
 محدثین کا بیٹا نہ اوکا الیہ پاک گو اسکو دعویٰ ہے کہ میں جماعت محدثین میں نہ کی اور تیسرا ہے ہون اس لئے کہ پہلی آیت ایمان کو  
 زبان سے کہنے وجوب سمجھا جاتا ہے نہ کہ زبان سے کہنا ایمان کا جزو ہے جڑیت قول تو مضمون آیت میں مندرج ہے اور یہ  
 آیت میں معرفت کا ذکر ہی نہیں ہے معرفت کے جزو ایمان ہو پر دلالت کرنا تو کجا اور اسکا یہ مفصل طور پر قریب میں آئینا اور تیسری  
 کو اعمال کے جزو ایمان نہیں اصلاً نہ اخلت میں ہر اس کو مستند سمجھا جاتا ہے جو اعمال میں آیت میں مذکور ہیں ایمان کا لفظ انشا اور علامت میں پس جو  
 کہ مصنف نے ان خیال میں منصوص کیا تھا اوپر خدا تعالیٰ باطل ہو گیا اور اہل سنت کے نزدیک قرآن ایمان کے باب میں ہی مقدمہ شمار کیا جانے  
 تصدیق قطعی کا نام ہے اور پس جیسا کہ آیت دان لیکر قلب میں خدا ایمان کو کہہ دیا اور کہہ دے دلوں کا تھیرا ہوا ایمان اور جس شخص کے  
 قول (او ہنو تمہارے دو نہیں ایمان کا گدہ نہیں ہے) اور دوسری آیتوں سے سمجھا جاتا ہے اور میں یہی اسی پر دلا کرتی ہیں چنانچہ حضرت علی علیہ السلام  
 نے فرمایا ہے اے خدا ثابت کر میرے دل کو پڑ دین پر اور اسارہ سے ارشاد فرمایا جبکہ انہوں نے ایک کلمہ کہ قیل کر دیا لا



من قال لا اله الا الله صلاصقت قلبه وعاد ملك من ملك من جنه من جنه  
 المحققين الى ما قلنا خلا لما ادعى به هذا المذمى كما نص عليه العلامة الثقلاني  
 في شرح المقائد النفيسة حيث قال ذهب جمهور المحققين الى انه هو التصديق  
 بالقلب وانما الاثر شرط لاجراء الاحكام في الدنيا لما ان تصديق القلب امر  
 باطن لا بداله من علامة فمن صدق قلبه ولم يقرب اليه فهو مومن عند الله  
 وان لم يكن مومنا في احكام الدنيا انتهى هذا في ما استدلل به من الايت واما  
 الاحاديث فتقول في جوابها بونه تعالى ان قوله قال يحفظ الاولياء اصحاب  
 الكرامات القائل محمد بن اسلم الطوسي رحمه الله المستند المجود حدثنا علي بن موسى  
 الرضائي عن ابيه الخريزمي الى ان يروى عن اسلم مخرج هذا الحديث وانه ليس به  
 مستند وكلاهما باطلان اما الاول فلانه مخرج الحديث الا لغير هذا السند  
 المعتمد وتخريج هذا الحديث غير ثابت عند الحديثين واما الثاني فلانه مخرج  
 الحديث الذي رواه بهذا السند في تاريخه النساب وحرى لانه الجود واما دليل  
 على ما قلنا انه قال العلامة بن حجر في الصواعق المحرقة ذيل رجمة الامام  
 علي الرضا في صفحته (١٨٠) ولما دخل نيسابور من كمان في تاريخها وشن سوقها وعليه  
 مظلة لا يرى من ورثتها فرض له الحاقه فظان ابو ذرعة الرازي في محمد بن الاسلم  
 الطوسي وضعها صراط السمع والحديث ما لا يحصى فتصروا به ان بين اجمعه  
 ويروى لهم حدث عن ابائه واستوقف البغلة وامر غلمان به بكشف المظلة  
 واقرعوا تلك الخلايق بروية طلعت المباركة فكانت له ذواتان ملاب  
 على عاتقه وناس بين صارخ وبالك وصمغ في التراب وقيل لحاف فبعثت  
 فصاحت علماء معاشر الناس انصتوا واسمعوا منه الحافظان المذكوران فقال



دو نے اوس کے دل کو کیون نہ چیر ڈالا اور دوسری حدیث میں ان کے سوا اسی سبب سے جمہور محققین نے ہمارے قول کو مذہب قرار دیا ہے برخلاف دعائے مصنف کے چنانچہ علامہ تقی زالی نے عقاید نعیمی کی شرح شرح میں اسکی تصحیح کر دی ہے جس مقام میں کہ کہا ہے (اور جمہور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالعلیٰ اور اقرار احکام دنیاوی کے جاری کرنا کو شرا ایمان ہی اس لئے کہ تصدیق قلبی ایک باطنی امر ہے کہ جس کیلئے کوئی علامت چاہئے پس جس نے دل سے ایمان لیا اور زبان سے اقرار نہیں کیا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ہے اگرچہ احکام دنیا میں مومن نہ ہو اسی پر یہ توجہ واجب ہوا اور کیا شک کہ جن سے مصنف دلیل لایا ہے اور لیکن حدیث میں انکی جواب میں کہتے ہیں خدا کی مدد سے کہ مصنف کا قول (قال حافظ الاولیاء اصحاب الکرامات العلی) تا آخر کا وہم و گمان ہے کہ محدثین اسلام حدیث مذکور کا راوی ہے اور اس حدیث کو اپنی سند میں اور روایت کیا ہے اور یہ دونوں باتیں بالکل اول کا بطلان اسوجہ سے ہے کہ محدثین اسلام نے اس سند معتبر سے حدیث الہی کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کی روایت محدثین اسلام سے محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور دوم کا بطلان اسوجہ سے ہے کہ محدثین اسلام نے جن حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے تو اسکی روایت تاریخ نیشاپوری میں کی ہے نہ کہ سند مجاہدین اور ہمارے قول کی دلیل یہ ہے کہ علامہ بن حجر نے صواعق محرقہ میں امام علی ہذا کے ترجمہ کے تحت صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے (اور جبکہ نیشاپور میں داخل ہوئی جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں مذکور ہے اور اوپر مذکور ہے اور آپ کے اوپر ایک پردہ تھا کہ جسکی پشت سے آپ نظر نہ آتے تھے آپ کے سامنے دو حافظ آئے ابو ذر و رازی و محمد بن اسلم طوسی اور ان دونوں کے ہمراہ علم حدیث کے طالب بیٹا تھے پس ان دونوں نے نہایت الحاح کی کہ اپنا چہرہ اور عافیت کو دکھائیں اور اپنی آبا کی طرف سے ایک حدیث ان روایت فرمائیں پس ان پر غرور ٹھہرایا اور خدا کو پردہ اٹھانے کا حکم دیا اور ان مخلوق کی اکھوں کو صورت مبارک کے دیدار سے ٹھنڈا کیا پس آپ کے دو گیسو کذب پر لٹکے ہوئے اور لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چیخ مار نہ ہاتا تھا اور کوئی روتا تھا اور کوئی مٹی میں لوٹتا تھا اور کوئی آپ کے پھر کے سم کو چومتا تھا پس علمائے شہر کیا کہ اسے حاضر ہی خاموش رہیں پس سب خاموش ہو گئے اور دونوں حافظ مذکور نے آپ سے حدیث کا لکھنا چاہا پس فرمایا



حدثني ابي موسى الكاظم عن ابيه جعفر الصادق عن ابيه محمد الباقر عن ابيه  
 زين العابدين عن ابيه الحسين عن ابيه علي بن ابي طالب رضي الله عنهم قال حدثني  
 جدي وقرة عيني رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حدثني جبرئيل قال سمعت رب  
 العزة يقول لا اله الا الله حصني فمن قالها دخل حصني ومن دخل حصني امن من  
 عذابي ثم روي السند وسار فحدث اهل الحاضر والدوى الذين كانوا يكتبون فانا فوا  
 على عشرين الفا وفي رواية ان الحديث المروي الايمان معرفة بالقلب واقرار باللسان  
 وعمل بالامر كان ولعلهما واقعتان قال احمد لو قرأت هذا الاسناد على مجنون لبرئ  
 من جنته انتهى فهذا النقل المطابق للعقل اول دليل على ان المروي عن الامام  
 علي الرضا بالسند للعبير البايع حد التواتر بالمعنى الموصوف بالشفاء للمجنون عند  
 اجملة الحديثين هو الحديث لا اله الا الله الذي رواه الحافظان ابو ذرعة ومحمد بن اسلم  
 في الموطأ واما هذا الحديث الذي استدل به المصنف فهو غير ثابت بالنقل  
 العاجز في كتابه وسنده عن ضعيف ولهذا قال العلامة ابن حجر في بابه وفي  
 روايته في كتابه قال ولعلهما واقعتان يعني انه غير ثابت وعلى التسليم فيقال  
 لعلهما واقعتان وايضا قد اثار اذقطني بعد ذكر هذا الحديث من الهروي  
 انه متى لم يونسعه لم يجد ثبوت به الا من سرقه منه فهو الا ابتداء في هذا الحديث  
 وقال ابن الجوزي فيه ايضا انه موضوع ووافقه في هذا القول الشيخاوي في  
 شقا صدا الحديث ولهذا تكرر هذا الحديث واقتصر على روايته ابن ماجة  
 في بعد تصريح هؤلاء الجهابذة بلان به الهروي ووضعوا هذا الحديث كيف  
 يسوغ كذا لانه وان هذا المكابرة لا يرتكب بها الا المجترى ولعد مقبوله  
 صنع المصنف صنيع المخادع حيث جعل محمد بن اسلم مخفيا به وابي الصنف



بیان کیا مجھ سے میرے باپ موسیٰ کاظم نے اپنے باپ جعفر صادق کی روایت سے انہوں نے اپنے باپ  
 محمد باقر کی روایت سے انہوں نے باپ زین العابدین کی روایت سے انہوں نے اپنے باپ حسین کی روایت سے  
 انہوں نے اپنے باپ علی ابن ابی طالب کی روایت سے واقعی گفتگالی اور پہون کے کہا حضرت علی نے کہ مجھ سے  
 میرے جیسے اب میرے آنکھوں کی خنکی رسول خدا صلعم نے کہ مجھ سے بیان کیا جبریل نے کہ سائین نے رب العزت سے  
 کہ فرماتا ہے لا الہ الا انت میرا قلعہ ہے پس جس نے یہ کلمہ کہا وہ داخل بیامیر زمین اور جو داخل بیامیر زمین دامن  
 بیامیر عذاب ہے پھر مردہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے پس نہ شنائی دوات و لے جو وہاں پر لکھ رہے تھے جب اون کا شمار کیا گیا تو  
 کچھ اوپر میں ہزار تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث مذکورہ لایمان موقوفہ بالقلب اقرار باللسان و عمل بالارکان  
 ہے اور شاید کہ یہ دو واقعہ ہوں گے اٹھانے کہا ہے کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑی جائے تو اپنے جنوں سے  
 اچھا ہو جاؤ انتھلی یہ نقل عقل کے ہی مطابق ہے بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ حدیث مروی امام علی رضا سے  
 بسند معتبر کہ جو تو امر مغوی کو حد تک پہنچائی ہے اور اجده محدثین کے نزدیک شغای مجنون کی فضیلت سے موصوف ہے  
 وہی حدیث الہی ہے کہ جس کے راوی دو حافظہ محدثین بذریعہ رازی و حنفی بن اسلم طوسی اور لیکن یہ حدیث  
 کہ جبکو مصنف نے دیکھا کہ دائرہ میں اس کا ثبوت نقل صحیح بہتیرا اور اسکی سند ضعیف خالی نہیں ہے اسی وجہ سے  
 علامہ ابن حجر نے اس کے باب میں ذنی روایت کہا اور نیزہ نے اپنے ہاتھ دو قحطان یعنی اول تو یہ حدیث غیر ثابت ہے  
 اور بر تقدیر تسلیم ثبوت کیا جائیگا کہ شاید یہ دو واقعہ ہوں گے اور نیزہ واقفانی نے ہر وی بی اس حدیث کو ذکر  
 کر نیکی بعد کہا ہے کہ ہر وی بی اس حدیث کے وضع کر نیکی تمہت قایم ہے کسی نے اسکو روایت نہیں کیا مگر سرور  
 سے چرا کر پس اول ہی اسکی وضع میں اور ابن جوزی نے ہی اسکو موضوع کہا ہے اور ہی اسے مفاد حسنہ  
 میں ابن جوزی کے ارفع کی موافقت کی ہے اسی وجہ سے اس حدیث کو چھوڑ دیا اور ابن ماجہ کی حدیث پر اسکی تائید  
 محدثین کے تصریح کر نیکی بعد کذب ہر وی اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر کیونکر اس حدیث سے دلیل لانا جائز ہو  
 یہ تو مکابرہ ہے کہ جس کا ارتکاب دین میں جرأت والا کربا ہے اور حدیث ہر وی کے غیر مقبول ہونے کی  
 وجہ سے مصنف نے وہو کا دین و اسے کا کام کیا ہے کہ محمد بن اسلم کو اس کا راوی قرار دیا اور بواصلت



الجرح شاهد الحديث قال بعد تخرجه عن محمد بن اسلم ورواه البيهقي في شعب  
 الايمان ثنا ابو محمد الى ان قال ثنا ابو الصلت الهروي عبد السلام ومحمد بن اسلم  
 قال احاد ثنا علي بن موسى الرضا عن ابيه <sup>١</sup> فذكره وسنده مسلسل بالاثنية  
 السبعة وولي الرضا الكل انتهى وهذا ايضا لا يخلو عن شيء لا يخرج محمد بن اسلم  
 عن الامام علي الرضا فما وقع في نيسابور وكان <sup>٢</sup> وحينئذ الحافظ ابو ذرعة  
 الرازي لا الهروي فكيف يصح جعله الهروي شاهد للطوسي ان هذا <sup>٣</sup> لا  
 لاختلاق وايضا خلع خلية اخرى وبيانها انه وضع المردود ههنا موضع  
 الاطع المقبول واثبت اوصاف المقبول المردود ثم وضع الاطع المقبول موضع المردود  
 في صفحه (٢٢) واثبت صفاته اياه ان هذا الا لاختلاق ثم استدل عليه بحديث  
 البلاد نرى الذي قال فيه ابن الجزري كذا وقع هذا الحديث بهذا السياق  
 من المسلسلات السعيدية والعهدة فيه على البلاد نرى انتهى وحادل تزكية  
 في اثناء السناد حيث قال انه صاحب الصحيح على وضع الحديث واثبت كونه  
 مقبول الرواية باخذ الشيرازي هذا الحديث منه فاللقاب ثم انتهى على سند  
 بما لا مزيد عليه حيث قال وسنده مسلسل بالاثنية العشرة الكمل فذاك  
 السند العالي هو السلسلة الذهبية او عقد اللآلئ بل سجة الجواهر الممهذبه  
 لا بل هذا اقتصير بفضل الكبير ثم افخر بخرج الحديث بهذا السناد اعني  
 البلاد نرى على الشيعة حيث قال ولم يتشرف احد من صنف واشتهر  
 ما صنف من دوى الرواية بالاجتماع بالامام علي الرضا وحيد ابنه  
 الامام الحسن العسكري والاستماع منها الا اهل السنة ولله المنه وهذا كله  
 ليس الا كسبح العنكبوت لا ومن البيوت او كالتي نقضت غزلها ثم جعلها انكاثا



مخرج کو اوکا شاہ بنایا اس لئے کہ اس حدیث کی روایت محمد بن اسلم سے کوئے کہا کہ اسکو روایت کیا یہی  
 نے شعبہ الایمان میں کہ ہم سے بیان کیا ابو محمد نے بہا تک کہہا بیان ہم سے ابو الصلت ہروی عبد السلام  
 اور محمد بن اسلم نے کہا دونوں نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن موسیٰ رضائے اپنے باپ کی روایت سے پس  
 ذکر کیا اس کو پسند کورا اور اس کی سند سلسل ہے ساتھ مامون رفیع الشان کا ملین سے اتہنی  
 اور یہ امر بھی غلط سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ محمد بن اسلم کی روایت امام علی رضائے نیشاپوری واقع  
 ہوئی ہے اور اس وقت اون کی ساتھ حافظ ابو ذر عدرازی تھے نہ کہ ہروی پس مصنف کا ہروی کو طوسی کا  
 شاہد بنا نا کس طرح سے صحیح ہو سکتا ہے یہ تو محض بناوٹ ہے اور نیز ایک اور قریب کیا ہے بیان اوکے کا یہ  
 ہے کہ مصنف نے اس مقام میں حدیث مردود کو حدیث الہی مقبول کی جگہ میں رکھا ہے اور مقبول کے  
 اوصاف کمال مردود کیلئے ثابت کئے پھر صفحہ (۴۲) میں حدیث الہی مقبول کو مردود کی جگہ میں بیان اور صفحا  
 مردود مقبول کیلئے ثابت کئے یہ بھی ایک عداوت کا فعل ہے پھر دعویٰ مذکور پر بلاذری کی حدیث سے دلیل لایا  
 جس کے بابین بن جزری نے کہا ہے کہ اسی طرح مذکور ہے یہ حدیث مسلمات سعید بن میں پر اس کی کھٹ  
 ذمہ بلاذری پر ہے انتہی اور بلاذری کا تذکرہ کیا مصنف نے اثنا عشر سند میں اس طرح پر کہ بلاذری کی  
 نسبت کہا کہ وہ ایک صحیح کا مصنف ہے صحیح مسلم کی بنیاد پر اور اسکی مقبول الروایت ہونا ثابت کیا اس  
 حدیث کو شیرازی کے نقل کر نیسے بروایت بلاذری القاب میں پھر اسکی سند کی تعریف بیان کی اس قدر کہ  
 اوپر زیادتی و شواہد چنانچہ کہا اور اسکی سند دس اماموں کا ملین سے مسلسل ہے بیچ سند عالی سونکی سالہ ہر بابو کا  
 باری بلکہ متون کی آراستہ تسبیح ہی نہیں بلکہ یہ بیان اس کے بڑے فضل کو گھٹاتا ہے پھر اس سند کیساتھ اس حدیث کے  
 راوی یعنی بلاذری کی وجہ سے شیعوں پر فخر بیان کیا ہے اس طرح پر کہ کہا محدثین اصحاب تصنیف ہیں کہ جنکی تصانیف شہرہ  
 ہیں امام علی رضا اور زکی بروتے امام حسن عسکری کے جمع ہونے اور زون دونوں سے حدیث سننے کا شرف یہ  
 حاصل نہیں ہو سکا اہل سنت کے اور خلائی کا احسان ہے اور یہ تمام تقریر مٹری کے جاتے سے کم نہیں ہے  
 کہ جو تمام گہروں نازک تر ہے یا مثل اس عورت کے چرواہی کا کہ ہوئے کو تو مڈالتی ہی ہر دو سو تری تگری کر دیتی تھی



وكا غريق يتشبت بالحشيش او كحضر الجبل لاخراج التبن ولتقم ما قيل ع  
ولن يصلح للعطار ما افسده الدهر لان البلاد ذرى وكذا ابو الصلت الهروي  
وعلى بن غراب وغيرهم من الذين تشبثوا المصنف باحاديثهم كلهم من الشيعة الذين  
والمفضلة مجمع رواياتهم للمردودة لاثبات مسئلة الايمان التي هي اعظم العقائد وابوها  
على مذهب اهل السنة دال على كمال السخافة ونهاية البلاء ومع ذلك لم يهذه  
الاحاديث في انفسها مخالفة للايات والاحاديث المتواترة اجماع الامة والقياس  
كما ذكره في المقدمة وسنذكره بعد انشاء الله وكور به ان السند مسلسل بالاحاديث  
التشرة ايضا غير صحيح لان المسلسل من الاحاديث ما يتفق رجال بسند كما هو معلوم  
اهل الحديث وصريحه في فقهاء اهل البيت لمن تفقه في الحديث ثم اذا فان اتفق الرواة  
في وضع الاداء او الكالات وغير ما فهو المسلسل وان كان الرواة من اهل البيت فهو  
سلسلة الذهب للحديث على بن موسى الرضا عن ابيه الى النبي صلى الله عليه وسلم  
وفي هذا السند صحيح في الحديث ابوه في المشهد وهو بن خنيس ابوت كان في بغداد و  
لهذا ما اتفق له استماع الحديث ولا اخذ منا هذه الامامة المعتبرة عند الشيعة كما قال في  
الملل والنحل ومن قال بعلي شاه او لا في محمد بن علي اذما ابوه وهو صغير غير صحيح للامامة  
ولا علم عنده بما هي انتهى فاقطع هذا السند عن ابيه متفق عليه بين الامامية واهل  
السنة فبطل كونه سلسلة بالامة العشرة وايضا ولم يتشرف احد من صنف النخ  
عير بش البلاد ذرى ولا للهوى ان ادعى فعلية البيان وما دام لم يثبت فلا افتحار  
به ليس الامن الا من لا ضاحك والاعا حيث وان سلمته فكونا من الشيعة ينقض  
دعونه وينهد معناه وايضا نقل المصنف في هذا الكتاب ولا في غيره حديثا برواية  
الهروي والبلاد ذرى بحيث العلم من سنة ان احدا قد تشرف بالاستماع منهما



یا مثلاً جو بتے کہ ہے کتنی کا سہا مالیتا ہے یا پھار کو اوکھیرتا ہے نکالنے کی واسطے اور کیا خوب کہا گیا ہے کہ  
 اس دو کو درست نہیں کر سکتا ہے کہ حسین زمانہ نے فساد پیدا کر دیا ہو اس لئے کہ بلا ذری اور اسی طرح ابو الصلیت  
 اور علی بن مغراب اور ان کے سوا دوسرے راوی کہ جنکی حدیثوں سے مصنف دلیل لیا ہے یہ تمام راوی مالی شیعہ  
 یا تہ ضعیف تھے پس انکی روایات مردودہ کو مسئلہ لیان کے ثابت کرنے کے واسطے جمع کرتا اور یہ مسئلہ عقاید میں اعظم  
 اول ہے مذہب اہل سنت کے طور پر کما اہل خوف اور نہایت بوقوتی پر وال ہے اور اسکے ساتھ یہ حدیثیں بذات  
 خود انہیں آیات و احادیث متواترہ و اجماع امت و قیاس سے جیسا کہ ہم نے اسکو مقدمہ میں ذکر کیا ہے اور آئندہ  
 ہم اسکو ذکر کریں گے اور حدیث بلا ذری کی سند کا مسلسلہ میں اہل مومن سے ہونا بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حد  
 مسلسلہ ہے کہ جسکی ساد کے راوی ایک طرح کے ہوں جیسا کہ محدثین کی اصطلاح ہے اور فقہ اہل بیت مامن  
 تفقہ فی البیت میں اسکی تصحیح کی ہے اس طرح کہ جس راوی حدیث کے متفق ہیں انکی صیغوں میں یا حالاً وغیرہ میں  
 تو وہ حدیث مسلسل ہے اور اگر کل راوی اہل بیت ہوں تو وہ سلسلہ الذہب ہے جیسے کہ حدیث علی بن موسیٰ غفاری  
 باپے نبی صلعم تک پہنچی اور حدیث بلا ذری کی سند میں محمد بن علی بن کہ وہ پانچ چھ سال کے بعد امین تھے جبکہ وہ  
 باپے مشہدین وفات پائی اور اسید وجہ سے انکو حدیث سننے اور منہاج امامت کے یکے کا جو کہ شیعہ کے یہاں حشر  
 ہیں اتفاق نہیں ہوا جیسا کہ ملو و محل میں لکھا ہے کہ اور جو کہ علی کا قائل ہوا تو اسنے پہلے ہی محمد بن علی کے بابین  
 شک کیا اسلئے کہ انکے باپ وفات پائی اور وہ ہنوز صغیر سن غیر متحقق امامت تھے اور نہ انکو منہاج امامت کا علم تھا  
 پس اس سند کا منقطع ہونا ان کے باپ سے ہی شروع دونوں کا متفق علیہ یہی حدیث بلا ذری کا مسلسل ہونا اور اہل بیت کی  
 ساتھ باطل ہو گیا اور نیز مصنف کا قول علم تشریف احمد بن مصنف آہ نہ بلا ذری کے حق میں ثابت ہے ہر وی کے  
 اگر مصنف کو دعویٰ ہے تو دلیل لانا اس کے ذمہ پر ہے اور جب تک کہ اسکو ثابت نہ کرے  
 اس پر افتخار کرنا ہنسنا و تعجب کی بات نہیں ہے اور اگر ہم اسکیان بھی ہیں تو ان دونوں کا شیعہ ہونا مصنف کو دعویٰ پر خلاف  
 اور اس کے منکرل کو منہدم کرنا ہی اور نیز مصنف نے اس کتاب میں نقل کیا اور نا اسکی غیر میں کسی حدیث کو ہر وی کی یا بلا ذری کی  
 روایت اس طرح کہ اسکو سند معلوم ہو گا کہ ان دونوں میں دونوں امام مذکور حدیث سننے اور انکی صحبت حاصل کریم شرف ہوا



والاختصاص بهما فكيف يصوع لنا الادعاء والافتقار بامورهم غير مذكور صراحة ولا  
 اشارة قال وقال الحافظ الناقد ابو حاتم محمد بن ادريس الرازي ثنا محمد بن زياد السهمي  
 ثنا علي بن موسى الرضائي قد ذكره به وقال الحافظ ابو عثمان اسمعيل بن عبد الرحمن  
 الصابوني النسابوري في المائتين ابنا ابوبكر بن مهران ثنا ابو محمد زنجويه بن محمد بن  
 الحسن اللباد ثنا ابو حاتم محمد بن ادريس الرازي قد ذكره به قال الصابوني هذا حديث  
 غريب لم اكتبه الا من حديث اهل البيت وقال الحافظ ابوبكر احمد بن محمد بن يحيى  
 المعروف بابن السنو الدينوري في كتب الاخوة والاخوات اخبرني ابو يحيى السكاك  
 اي الحافظ ذكر يا صاحب الجرح والاعتدال ثنا عبد العزيز بن محمد بن الحسن بن زبارة  
 ثنا عبد الله بن موسى بن جعفر ثني علي بن موسى بن عبد العزيز قال ابن حبان  
 ياتي عن المدنيين بالاشياء العضلات فبطل الاحتجاج به قلت قد برأ  
 من عهدته بما هنا وثبت حديثه هذا وعزى لا يسجد بن الاعرابي الحافظ  
 في معجمه بسنده عن عبد الله بن موسى بن فليراجع وقال ابن ماجة حذاق  
 قروين وسادس ائمة في الحديث السنة في سننه ثنا سهل بن ابو سهل الرازي ومحمد  
 بن اسماعيل قال ثنا عبد السلام بن صالح ابو الفضل الهروي ثنا علي بن موسى  
 الرضائي به قال ابو الفضل لوقري هذا الاسناد علي بن مخون لبرأ واخرج من معجم  
 الهروي الخطاط ابوبكر بن ابو داود وابو البشر الكوفي في انكفي والطبراني في  
 الكبير وابو الجري في الشريعة فابونعيم لا يصحاني والمحاكم خارج المستدرک  
 في تاريخ نيسابور وغيره فالبيهقي في شعب الايمان وابن مردويه في التفسير وابو  
 بن ابي القاسم القشيري وابن الجوزي والتاج بن الشبلي في طبقات الشافعية وابن  
 الجوزي في اسنى المطالب في مناقب الامام علي بن ابي طالب بطريق ومما يذهب



پر کہ جو مکر جائز ہو سکتا ہے مصنف کا دعویٰ کرنا اور اتنا ایک امر نامعلوم پر کہ نہ صراحتاً مذکور ہے اور نہ اشارتاً کہا مصنف نے  
 دائر کہا حافظ ناقداً ابو حاتم محمد بن ادریس رازی نے کہ بیان کیا ہم سے محمد بن زیاد سہمی نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن موسیٰ رضا نے  
 پس ذکر کیا حدیث مذکور کو بروایت مذکورہ اور کہا حافظ ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن صابونی نیشاپوری نے مائتین کہا  
 سچے خبری ہم کو ابو بکر بن مہران نے کہ بیان کیا ہم سے ابو محمد زنجوبہ بن محمد بن حسن لباد نے کہ بیان کیا ہم سے ابو حاتم محمد بن  
 ادریس رازی نے پس ذکر کیا حدیث مذکور بہ مذکور کہا صابونی نے یہ حدیث غریب ہے میں نے اس کو اہل بیت ہی کی  
 حدیث سے لکھا ہے اور کہا حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق معروف بہ ابن سنی دینوری نے کتاب اخوة و اخوات میں کہ مجھ کو خبر  
 دی ابو یحییٰ ساجی یقیناً حافظ ذکر یا صاحب جرح و تعدیل نے کہ بیان کیا ہم سے عبد العزیز بن محمد بن حسن بن زیاد نے کہ بیان  
 کیا ہم سے عبد اللہ بن موسیٰ بن جعفر نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن موسیٰ نے اسکو اور عبد العزیز مدینین سے پیچیدہ امور کو  
 نقل کرتا ہے پس اس حدیث کے دلیل لانا باطل ہوا میں کہتا ہوں کہ وہ بری ہے اپنی ذمہ داری سے اس حدیث  
 کی وجہ سے اور اس کی یہ حدیث بھی ثابت ہوگئی اور اس حدیث کو اس نے ابو سعید بن اعرابی حافظ کی طرف بھی دکر  
 معجم میں منسوب کیا ہے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن موسیٰ سے پس چاہئے کہ معجم مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔  
 اور ابن ماجہ حافظ خروین نے کہ ائمہ حدیث صحاح ستہ کا چٹا امام ہے اپنی سن میں کہا ہے کہ بیان کیا ہم سے سہل  
 بن ابی سہل رازی و محمد بن اسماعیل نے کہا ان دونوں نے کہ بیان کیا ہم سے عبد اللہ بن سلام بن صالح ابو الصلت ہروزی نے کہ ہم سے  
 بیان کیا علی بن موسیٰ رضا نے اس حدیث کو کہا ابو الصلت نے کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑی جائے تو اچھا ہو جائے  
 اور اس حدیث کو روایت کیا ہے ہروزی کی روایت سے حافظ ابو بکر بن ابی داؤد اور ابوالمبرک داؤد ابی نے کئی امین اور طبرانی نے  
 کبیر بن ابی بکر اجری نے شریعت میں ہر روایت کیا اسکو ابو نعیم عیہانی نے اور حاکم نے مستدرک سے علیہ تالیف  
 بیسپاورد وغیرہ میں پھر بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن مردودہ نے تفسیر میں اور ابو نصر بن ابوالقاسم قسیری و ابن جوزی  
 نے اوتاج میں سبکی نے طبقات شافعیہ میں اور ابن حبزری نے اسنی المطالب  
 فی مناقب الامام علی بن ابی طالب میں چند طرق سے اور لایق ہے کہ



ان يستدل على الحاكم كونه لم يخرج في صححه المستدل مع كونه صحيحا على رايه في  
الهروى حيث انه صحيح حديثا تاما دينه العالم وانما فوقه ائمة اهل بيت النبوة الذين  
هو عظيمهم قتبته انتهى - اقول يتوفيق الله تعالى وعونه قد اتي المصنف على حديث ابي الصلت  
الهروى الموضع من جهة الهروى بتوايعات وشواهد ايت منها حديث البلاذرى وقد  
مربط لانه ومنها حديث ابي حاتم محمد بن ادريس ومنها حديث ابي عثمان اسماعيل الصابو  
ومنها حديث ابن السنى الدينورى بروايه عبد العزيز الذى قال فيه ابن حبان انه  
ياتى عن المدنىين بالاشياء المضادة فبطل الاحتجاج به ومنها حديث ابي سعيد بن  
الاعرجى وقد وربط لانه ومنها حديث ابن ماجة بروايته ابي الصلت الهروى وقيه انه  
ايضا من الهروى وهو متهم بالكذب فى حديث الامام على الرضى كما صرحنا به فى المقدّم  
نقلنا عن ميزان الاعتدال للذهبي وتول الهروى بانه لو قرأى هذا الاسناد على مجنون  
لبرأه ايضا مسروق من قول الامام احمد فى باب الاسناد لحديث الالهى لمحمد بن اسلم الطوسى  
كما نقلناه عن الصواعق مفصلا ومنها تخارج الحفاظ ابي بكر بن داود وابي لبشر الاولادى والطبرانى  
وابى بكر الاجزى وابى نعيم الاصبهانى والحاكم خارج المستدرى والبيهقى فى الشعب ابن  
مردويه وابى نصر وابى الجوزى والتاج السبكى وابى الجوزى بطريق منه وهذه التخارج  
المهمة ايضا لا تجدى نفعا لان كلها راجعة الى ابي الصلت الهروى وهو مجروح متهم  
بالكذب فى باب الامام على الرضى فكيف يوثق به فى هذا الحديث وقد صرح الائمة من  
المحدثين كالدارقطنى وابى الجوزى وابى جر و ابن الجوزى بموضوعيته خاصة فبطل  
كل ما ورد بهما غير مفسر بصحّيته واما قوله فى جواب جرح ابن حبان على عبد العزيز  
بانه قد برأ من عهدته بما هنا وثبت حديثه هذا انما ازيلت اليه لان مجرد



کہ حاکم پر اس حدیث کو اپنی صحیح مستدرک میں کیوں نہ روایت کیا  
 بالآخر یہ حدیث صحیح ہے اس کی راے پر ہروی کے باب میں اس لئے کہ حاکم نے ہروی کی حدیث انا مینہ العلم کو صحیح قرار دیا ہے  
 اور ہروی سے اوپر کے راوی تو اہل بیت نبوت کے امام ہیں کہ حاکم جن کی تعظیم کرتا ہے پس تو ہوشیار ہو جا تا ہی صفحہ ۱  
 میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کی توفیق و مدد سے کہ ابوالصلت ہروی کی حدیث پر کہ جو ہری کی جہت سے موضوع ہے مصنف نے  
 چند تالیف و شواہد کو یہاں پر ذکر کیا ہے بخلاون کے ایک حدیث بلاذی ہے اور اس کا بطلان تو گزر چکا اور اولین ہی  
 حدیث ابو حاتم محمد بن ادريس کی ہے اور انہیں میں سے ابو عثمان اسماعیل صابونی کی حدیث ہے اور انہیں سے ہے  
 ابن سنی و نیوری کی حدیث عبدالعزیز کی روایت سے جس کے باب میں ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ مدنیوں سے پیچیدہ باتیں  
 نقل کرتا ہے تو اس حدیث کے جملہ نا باطل ہوا اور انہیں میں سے ابو سعید بن اعرابی کی حدیث ہے اور اس کا بطلان  
 بھی گزر چکا اور انہیں میں سے ابن ماجہ کی حدیث ابوالصلت ہروی کی روایت سے اور اس حدیث پر بھی جرح وارد ہے  
 کہ اس کا راوی ابوالصلت ہے کہ جس کی روایت امام علی رضا سے غیر منقول ہے کیونکہ اس خاص روایت میں اوپر  
 کذب کی تہمت ہے چنانچہ ہم نے مقدمہ میں اس کی تصحیح کر دی ہے فابی کی میزان الاعتدال سے نقل لا کر ادھر ہی کا  
 یہ قول کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑ ہی جائے تو اچھا ہو جائے نیز مسروق سے امام احمد کے قول سے جو وارد ہے محمد بن  
 اسلم طوسی کی حدیث الہی کی سند کے باب میں جیسا کہ ہم نے اس کو صواعق مخرمہ سے تفصیل نقل کیا ہے اور بخلاون کے  
 چند روایتیں ہیں خاظا ابو بکر بن داؤد و ابوشرا و ابی دطیسرانی و ابو کر اجری و ابو نعیم صہبانی و حاکم کی خارج مستدرک میں اور بیہقی کی  
 شعب میں اور ابن مردویہ و ابو نعروا بن جوزی و تلج سبکی و ابن جریر کی چند طرق سے اور یہ ہم روایتیں بھی نفع بخش نہیں ہیں  
 اس لئے کہ ان سب کی انتہا ابوالصلت ہروی تک ہے اور وہ مجروح ہے اور امام علی رضا کے باب میں متہم بکذب ہے  
 پھر اس حدیث میں کیونکر اور سپر عثماد کیا جائے اور چند ائمہ حدیث نے مثل دارقطنی و ابن جریر و ابن حجر و ابن جوزی نے خاص  
 اس حدیث کے موضوع ہونے کی تصحیح ہی کر دی ہے پس حقیقت روایات میں ہمہ کہ ادن کی صحت بیان نہیں کی گئی اور مصنف نے یہاں  
 نقل کی ہی باطل ہو گئی اور لیکن مصنف کا قول جواب میں ابن حبان کی جرح کے جو اس نے عبدالعزیز پر کی ہے کہ عبدالعزیز  
 بری ہو گیا اپنی ذمہ داری سے اس حدیث کے سبب جو مجموعہ ہو گیا ہے اور اس کی یہ حدیث ثابت ہو گئی ہے بل التفتات نہیں ہو اس لئے



اخذ الساجي روايته كيف يبرأ عن جرح ابن حبان عليه وهو من قد ماء المحدثين والتعليق  
 من المتأخر بعد جرح المتقدم غير مقبول عند المحدثين كما ينبغي فكيف بمجرد اخذ الرواية  
 الذي ليس من التقدير في شيء واما قوله وبما ينبغي ان يستدل على الحاكم كونه لم يخرج  
 في صحيحه المستدل مع كونه صحيحا على ما يراه في الهروي حيث انه صحيح له حديث انا  
 مدينة العلم انا فوقه ائمة اهل بيت النبوة الذين هو عظيمهم فتنبه انقل - اما اولاد فما لا  
 يقبله العقل السليم ويحب الطبع المستقيم لان حديث انا مدينة العلم ايضا موضوع عند  
 الثقات من المحدثين كما قال في التحفة حديث نجم بهرواي جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال انا مدينة  
 العلم وعلى بابيها ابن حديث نيز خلاف اصول ودائره است ونيز مطعون قال يحيى  
 بن معين لا اصل له وقال البخاري انه منكر ليس له وجه صحيح وقال الزمدي انه منكر غير  
 وذكره ابن الجوزي في الموضوعات وقال الشيخ تقي الدين بن دقيق العيد هذا الحديث  
 لم يثبتوه وقال الشيخ محي الدين النجاشي والحافظ شمس الدين الجهرمي انه موضوع ليس  
 تمسك بامثال ابن حديث كراهل سنت انما اذ ائمة تمسك واحتجاج خارج كراهل  
 من مقام الزام الشان دليل صريح بمراد شمس الدين الشان انقل) وثنا نيا وكون  
 الهروي متكما بالوضع ما اورد الحاكم حديث الايمان منه في المستدل كذا بل اتى به في  
 تذييله وهذا يدل على انه غير معتبر عندنا ايضا فالاثيان بحديث الايمان الذي  
 ذكره المصنف في الاستدلال في التاريخ والتصريح منه يكون الهروي متكما بوضعه  
 اول دليل على كونه موضوعا متروكا عندنا ايضا واما ثالثا الاثيان بحديث انا مدينة  
 العلم في المستدل بل دون توثيقه من جهة الهروي فلا يصلح دليلا على مقبوليته عندنا  
 من جهة حتى يرجع هو اخذ المصنف اليه وعلى التسليم فلا مانع من ان يعتبر احد الحديثين



کہ محض ساجی کا اوس کی روایت کو اخذ کرنا کیونکر ابن جہان کی جرح سے اوس کو بری کر سکتا ہے حالانکہ ابن جہان قدما سے  
محدثین سے ہے اور تعدیل متاخر کی جرح مقدم کی بعد محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہے چنانچہ ہم اوس کو بیان کریں گے  
چہ جائے کہ محض اخذ روایت کس کو تعدیل میں کچھ بھی دخل نہیں ہے دفع جرح مقدم میں مفید سمجھی جاسے اور لیکن  
مصنف کا یہ قول (وما ينبغي ان يستدلوا على الحاكم كونه له إخراج في صحيح المستدرك مع  
كونه صحيحا على ما يراه في الهروي حيث انه صحيح له حديث ان المدينة العلم وانما فوقه أئمة  
اهل بيت النبوة الذين هو يعظمهم مقبلة انتهى) پس عقل سلیم اس کو قبول نہیں کرتی ہے  
اور مستقیم طبعیت کے نزدیک مطروح ہے اس لئے کہ حدیث انامدینۃ العلم ہی ثقات محدثین کے نزدیک موضوع ہے  
چنانچہ تحفۃ الثمنا عشرین میں لکھا ہے (پانچویں حدیث بروایت جابر کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر کا شہر ہوں اور علی  
اوس کا دروازہ ہے یہ حدیث بھی اصول روایت کے مخالف ہے اور نیز مطعون ہے یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ  
اس حدیث کی کچھ اصل نہیں ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ منکر ہے اس کے لئے کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اور  
ترمذی نے کہا ہے کہ منکر ہے غریب ہے اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور شیخ توحی الدین بن  
دقیق العید کا قول ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور شیخ محی الدین نووی و حافظ شمس الدین  
ذہبی و شیخ شمس الدین جزیری کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے پس ایسی حدیث کے جس کو اہل سنت نے دستاویز  
بنانے اور حجت لانے کے حائرہ سے باہر کر دیا ہے اور ان کو الزام دینے کے مقام میں دلیل لانا شیعوں کی دانشمندی پر کھلی  
دلیل ہے نہایتی اور اس حدیث کی روایت میں ہروی کے متہم بوضع ہونے کی وجہ سے حاکم نے ہروی کی حدیث پر کھلی  
مستدرک میں نہیں لکھا بلکہ اسکو تاریخ میں نقل کیا پس محض لٹیرال پر کہ حدیث اہل ہروی کی حاکم کے نزدیک غیر مقبول ہے پس حاکم کا ہر کی حدیث  
ایمان کو جس سے مصنف نے استدلال کیا تاریخ میں لانا اور ہر کی شتم بوضع ہونے کی تصریح کرنا بہت بڑی دلیل اس کے لئے ہے کہ حاکم کو نزدیک ہی حدیث  
نہ کہ موضوع و متروک ہی اور لیکن حدیث انامدینۃ العلم کو مستدرک میں لانا اور ہر کی حجت ہوا کی توثیق نہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ  
حدیث انامدینۃ العلم ہروی کی جہت سے حاکم کے نزدیک مقبول ہی نہایت کہ مصنف کا اعراض حاکم پر وارد ہوسکے اور اگر  
ورود اعراض کو مان ہی لیا جائے تو کون مانع ہے اس امر سے کہ حاکم ہروی کی اس حدیث کا اعتبار کرے



منه لما رآه من تابع له أو شاهد عليه ولا يقاير الآخر منه بعد مكنونه متبوعا أو مشهورا  
عليه فكيف يصح مواخذته على الحاكم والمريد فحذف الاحتمال الصحيح وقد قيل إذا جاء  
الاحتمال بطل الاستدلال فسقط كل ما بني وبطل كلما ادعى والله المنه قال وللحاكم في تاريخ  
نيسابور بسند ليس فيه من ذكر يخرج عن محمد بن عبد الله بن طاهر نائب العراق  
وابن نايفها قال كنت وقفا على راس أبي وعندنا أحمد بن محمد بن حنبل والحق بن راهويج  
وابو الصلت الهروي فقال أبي يحدث كل رجل منكم حديثا فقال أبو الصلت ثني على  
بن موسى الرضوي وكان والله كما سمى عن أبي موسى بن جعفر عن أبي جعفر بن محمد عن  
أبي محمد بن علي عن أبي علي بن الحسين بن علي عن أبي علي رضي الله  
تعالى عنهم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإيمان قول وعمل فقال بعضهم ما  
هذا الأساذ فقال له أبي هذا أسعوط المجانين إذا سعط به المجنون برأ أو رواه علي بن  
غراب حدثنا علي بن موسى الرضوي به باللفظ الأول أخرجه الخطيب في التاريخ بغداد  
وابن غراب وثقه ابن معين والد أرقطني وقال أحمد كان يدايس وما إذا كان  
صدوقا وروى له ابن ماجه والنسائي وقال الخطيب تكلم فيه لأجل مذهبه كان غالبا  
في التشيع وأما روايته فوصفوه فيها بالصدق وقال ابن حجر أقرطاب بن حبان في تضعيفه قال  
السيوطي ومثل هذا يصلح في المتابعة ومحمد بن سهل بن عامر الجلي ثنا علي بن موسى الرضوي  
به أخرجه الخطيب والجلي قال ابن الجوزي مجهول وقال السيوطي ما رأيت له ترجمة ولا في  
الميزان وعبد الله بن أحمد الطائي ثني أبي ثني علي به أخرجه الخطيب والطائي متكلم فيه  
وابو أحمد داود بن سليمان بن وهب الغازي ثنا علي بن موسى الرضوي به أخرجه أبو  
نصر بن الجاردي في فوائد الغازي مجهول وبالجملة فقد استسعد برواية هذا الحديث



کہنے اس وجہ سے کہ اس کا کوئی تابع یا شاہد حاکم نے دیکھا ہو اور دوسری حدیث کا اعتبار نہ کرے یہ سبب نہ پانی کسی  
 تابع یا شاہد کے پھر کیونکہ مصنف کا حاکم پر مواخذہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے جب تک کہ مصنف احتمال مذکور کو دفع نہ کرے اور  
 علما کا قول ہے کہ جب احتمال موجود ہو تو دلیل لانا درست نہیں ہے پس جو کچھ مصنف نے بنایا تھا اگر گیا اور جو کچھ دعویٰ  
 کیا تھا باطل ہو گیا اور خدا ہی کے لئے احسان ہے (کہا مصنف نے) اور حاکم کی تاریخ نیسیا پور میں مروی ہے ایسی سند  
 کے ساتھ کہ جس میں جرح کا ذکر نہیں ہے محمد بن عبد اللہ بن طاہر نائب عراق و ابن نائب عراق سے کہ کہا اس نے  
 کہ میں اپنے باپ کے سر ہانے کھڑا تھا اور ان کے پاس احمد بن محمد بن حنبل و اسحق بن داہویہ و ابو الصلت ہروی  
 موجود تھے پس میرے والد نے کہا چاہئے کہ تم میں سے ہر شخص بیان کرے صفحہ (۱۹) ایک حدیث کو پس ابو الصلت نے  
 کہا کہ مجھ سے بیان کیا علی بن موسیٰ رضا فی اصبحنا و خدا سے راضی ہو جیسا کہ اوٹکانام رضا کہا گیا اپنی باپ سے علی بن جعفر کی روایت کو کہ روایت  
 کی انہوں نے اپنی باپ جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنی باپ محمد بن علی سے انہوں نے اپنے باپ علی بن حسین سے انہوں نے اپنی باپ حسین بن علی سے  
 انہوں نے اپنی باپ علی سے خوش ہوا اللہ ان سے ہونگے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلم نے کہ ایمان قول و عمل ہی کھم کہا بعض حاضرین نے کہ یہ اسناد  
 کیسی پس میرے باپ نے جواب دیا کہ یہ بخیر ہوگی ماسک کہ اسکو بخیر ہوگا اور اس حدیث کو علی بن غائب نے اس طرح روایت کیا ہے کہ  
 ہم سے بیان کیا علی بن موسیٰ رضا نے اس حدیث کو لفظ اول کیساتھ خطیب نے تاریخ بغداد میں اسکو روایت کیا ہے اور ابن معین و داؤد قطنی و ابن غریبہ  
 ثقہ کہا ہے احمد کا قول ہے کہ وہ اس تہا اور میں تو اسکو بہت بڑا سچا جانتا ہوں اور ابن ماجہ و نسائی نے اس روایت کی ہے اور خطیب کا قول  
 کھنڈن فی اوہمین کلام کیا اسکے مذہب کی وجہ سے وہ تشیع میں غلو کرتا تھا اور لیکن روایات کے بائین اسکو سچا کہا ہے اور ابن حجر کا قول ہے کہ  
 ابن حبان ابن عرابی و ضعیف بنان میں افراط کیا ہے سہو کی قول ہے کہ ایسا شخص راجع بن سکتا ہے اور روایت کیا حدیث مذکور کو محمد بن اہل بن عامر  
 باین طور کہ بیان کیا ہم سے علی موسیٰ رضا بند مذکور خطیب نے اسکو نقل کیا ہے اور ابن جوزی فی بحلی کو بھول کہا ہے اور سہو کی قول ہے کہ میں بحلی کا احوال  
 کہیں نہیں دیکھا ہے و نیز ابن ابی بن مذکور ہے اور روایت کیا حدیث مذکور کو عبد اللہ بن احمد طائی فی باین طور کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے  
 کہ روایت کیا مجھ سے علی بن زبند مذکور خطیب نے اسکو نقل کیا ہے اور طائی میں کلام کیا گیا ہے اور روایت کیا اسکو ابو احمد داؤد بن سلیمان بن وہب  
 غازی و کہ ہم سے روایت کی علی بن موسیٰ رضا فی بند مذکور نقل کیا اسکو ابو زکریا نجاری نے فوائد میں اور غازی بھول اور حال کلام سعاد صالح  
 اس حدیث مجھ کی روایت کرنے سے



المجوز عن الامام الهادي الحسن علي الرضی سلسلة من آيات من جهة اهليته وتبعته  
بجلاء جماعة من حفاظ اهل السنة والجماعة والله ثلثة على الصناعة ولا يذكرون بعض الروا  
عن الامام محل الكلام كون آخرين ثقات الدنا من الاعلام وذكر ابن السبكي انه روى عن  
الشيخ الحيثم بن عبد الله بن ابي اذهر السرخسي ايضا وعن الكاظم محمد بن صدقة  
عن محمد بن تميم عن الامام عجل وقال تمام في فوائد ثنا احمد بن محمد الطبرستاني ثنا الحسن  
بن علي القمي ثنا محمد بن صدقة القنبري ثنا موسى بن جعفر عن ابيه وثنا احمد بن محمد الطبرستاني  
ثنا احمد بن عيسى العاوي ثنا عباد بن محبيب عن جعفر بن محمد بن عيسى الابرقي عن ابن جهمان  
في فوائد عن علي قال سألت النبي صلى الله عليه وآله وسلم عن الايمان ما هو قال معرفته  
بالقلب واقرارا باللسان وعمل بالادكان وادب من مردوب عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله  
والله وسلم الايمان اقرارا باللسان وعقد بالقلب وعمل بالجوارح والادكان وهو يزيد وينقص  
قال السيوطي وسند ضعيف فايراجع وبالجمله فالحديث له عن المولى على المرتضى طي  
جمته عند ائمة الجمله والشيرازي والديلمي عن عائشة رفاكا لفظ الاول وكذا الامين  
المجوزي عن النس دقا وسندها ضعيف قال البيهقي في خبر اهل البيت وشاهد هذا  
الحديث ما انا ابونصر بن قتادة قد عر بسند له عن ابني قتادة رفعه من شهد ان  
لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذل بها لسانه واطمان بها قلبه لم تطعمه النار قلت  
بل هو شاهد الحديث الذي في فرض الايمان الا جعل فالجمل قائل ومع هذا كله فقيل لكذا  
قطن وذكرها رواية الهروي له وهو متهم بوضع الحديث بدال من سرق منه فهو لا  
متد اعر في هذا الحديث وقيل ابن المجوزي كلاهما عما لا يعول عليه ولا يلتفت اليه وكذا  
قد قصر ابن السبكي هنا فقصر لما اختلفا ذكر في الهروي واقصر السرخاوي في المقاصد



امام جہام ابو الحسن علی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ روایت کے آبا سے اور ان کے گہر کے لوگوں اور فاضلوں کی جہت سے اہل سنت والجماعت کے حافظ حدیث کی بڑی جماعت تھے اور خدا کا احسان ہے اس صناعیت پر اور امام سے بعض روایت کرنیوالوں کا کمال کلام ہونا کچھ مضربین ہے اس لئے کہ دوسرے راوی تو جہان کے تھے جیہ علی بن ابی ہاشم نے ذکر کیا ہے کہ نیز اس حدیث کو امام علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے سو ابن عبد اللہ علی بن ابی ہاشم نے روایت کیا ہے محمد بن صدق و محمد بن تمیم نے اور یہ چاروں مہول الحال ہیں اور کہا تمام نے فوائد میں کہنا کیا احمد بن محمد طبرستانی کہ ہم کہیں بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا محمد بن صدق عینی نے کہ ہم سے کہا موسیٰ بن جعفر نے اپنے باپ کی روایت سے اور بیان کیا ہم سے احمد بن محمد طبرستانی نے کہ ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ عیسیٰ نے کہ ہم سے روایت کی عباد بن صہیب نے۔ جعفر بن محمد سے بلند مذکور ابوبی عمر بن حماد کی طرف سے مشورہ سے اور اس کی کتاب فوائد میں حضرت علی کی روایت کہ پوچھا میں نے نبی صلعم سے کہ ایمان کیا چیز ہے۔ کہا پہچاننا دل سے اور اقرار کرنا زبان سے اور عمل کرنا۔ تھما سے اور ابن مرویہ کی روایت حضرت علی سے ہے کہ انہوں نے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ ایمان: ۱۔ اقرار کرنا زبان سے اور اعتقاد کرنا دل سے اور عمل کرنا ہے جو اچان اور عیناً ہے اور وہ کم و بیش ہوتا ہے۔ بیوٹی کا قول ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے چاہیے کہ اس کی تحقیق کی جائے اور اصل کلام میں اس حدیث کے لئے بہت سے طرق ہیں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے بہت سے ائمہ حدیث کے نزدیک اور شیرازی و طبری کی روایت حضرت عائشہ سے ہے رفع کیا تہہ بالفاظنا کورہ اور اسی طرح ابن جوزی کی روایت رفع کیا تہہ التث سے اور ان دونوں کی سند ضعیف ہے۔ یہی بھی کا قول ہے خبر اہلبیت میں (اور شاہد اس حدیث کا یہ ہے کہ خبری ہم کو ابو نصرین قتادہ نے پس ذکر کیا ساتھ اپنی کہ ابو قتادہ مجھے دھوکا دیا کہ جس کو گواہی دی کہ نہیں کوئی عبود خدا کے سوا اور یہ کہ محمد رسول خدا ہیں پس موافق ہونا اس کلمہ سے زبان اور مطمئن اس دل اور سکا تو نہ کھینگی اور سکو آگ میں کتہ ہوں بلکہ یہ حدیث شاید سبب دوسری حدیث کا جو فرض ایمان اجمالی فالجمل میں آئیگی پس تو غور کر لے اور باوجود اس تمام بیان کے پس در تطنی کا قول اس حدیث کی روایت ہر وی سے مستند اگر لڑکے (کہ ہر وی پر تہمت ہے اس حدیث کے وضع کرنے کی نہیں بیان کیا اس حدیث کو مگر وہ شخص نے کہ چو الیہ: و تلو ہر وی سے پس ہر وی ہی اس حدیث کی روایت میں پہلا شخص ہے) اور ابن جوزی کا قول دونوں قابل اعتماد نہیں ہیں اور نہ التفات کے لائق ہیں اور اسے طبرانی نے بھی قصود دیا ہے۔ پس اس کا قصود اس جیسے ہی کہ ہر وی کے باب میں دو قول مذکور دیکھنے سے وہ: ہنوکا کھا گیا اور سنا: تو نے متعاص



الحسنه لرواية ابن ماجة وحكم بن الجوزي وقصته رواية الامام الهيثمي في المستدرج  
 به سند وكل ذلك قصور في الثور واورده السيوطي في الجامع الصغير برواية ابن ماجة  
 والطبراني ومثله في الهامش بالضعف وقال في الدر المنثور وذكر ايراد الزكفي له عن  
 ابن ماجة قلت اورد ابن الجوزي في الموضوعات فلم يصيب وقد ذكر السيوطي في الاولي  
 المستوعبة اكثر الطون المذكورة وقال ابن الجوزي في اسنى المطالب في حديث الهروي  
 حديث حسن اللفظ والمعنى رجال اسناد وثقات غير الهروي وهو خادع الامام الرضي  
 فانهم ضعفوه مع صلاحه وقد روى ايضا عن مالك وحصاد بن زيد وروى عنه احمد  
 بن ابي حنيفة وعبد الله بن احمد وجماعة ولكن تابعه على روايته هذا الحديث عن الهروي  
 محمد بن اسلم فذكره عن البيهقي في الشعب قال فخرج ابو الصلت من عهدته ونقل به  
 والكلام فيه صد ما وقد حاصب سوط في غير هذا المقام انتهى - اقول يتوزق الله تعالى وعونه  
 قد بالغ المصنف في هذا القول كل المبالة في توثيق حديث الهروي وتأييده وتشيده  
 وسد يد وما يشع حتى قال والكلام فيه صد ما <sup>خاتمة</sup> حاصب سوط في غير هذا المقام وما دري  
 ان الناقد بصير او الفريسي خيروا ان العاقل تكفيه الاشارة والكامل لا تكفي المكافاة  
 ولا تبين الامادة وما سلم المكتاد ولا العادي عن العناد وقد قابل فيه اجلة المحدثين  
 بالتحويل والتوهين حيث قال في جواب قول الامام احمد في علي بن عراب كان يدلس  
 بما اراه الا كان صدقا فهذا الكلام في مقابلة الامام ليس الا كالحفاش يتصور من  
 ضوء الشمس ويعيه ومشتان ما بينه وبين هذا الامام الهمام وهو في هذا الشأن  
 من اجلة المحدثين واقد مبهم كان عارفا بصير ايا سباب الجرح والتعديل حافظا  
 لبيع ماته الف تحسين القام للحديث يعني طرقها كذا في بستان المحدثين ايضا



حسنہ میں روایت ابن ماجہ پر پس لگیا اور حکم ابن جوزی کا اور قصہ روایت کرنے امام کا اس حدیث کو نیسا پر میں دینی کے نزدیک بلا سند اور یہ جملہ کی ہے اطلاع میں اور سیوطی نے اسکو جامع صغیر میں بروایت ابن ماجہ نقل کیا ہے اور اسکے حاشیہ میں اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور قدر منتشرہ میں کہا بعد اسکے کہ ذکر کیا زکشی کا نقل کرنا اس حدیث کو ابن ماجہ سے (میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں نقل کیا ہے یہ امر ناموافق ہے) اور سیوطی نے لالی مصنوعہ میں ذکر کیا ہے اکثر طرق مذکورہ کو اور ابن جوزی نے اسنی المطالب میں ہروی کی حدیث کے باب میں کہا ہے کہ لفظ معنی اسکے حسن میں راوی اسکی سند و نکتہ تقابلیں بجز ہروی کے اور ہروی امام رضا کا خدمتگار تھا پس اس کو حدیث میں نے ضعیف کہا ہے باوجود اس کی صلاح کے اور نیز مالک و حماد بن زید سے اس روایت کی ہے اور اس سے احمد بن ابی حنیمہ و عبد اللہ بن احمد اور ایک جماعت نے روایت کی اور لیکن ہروی کا تلخیص ہے اس حدیث کو امام رضی سے اس کے روایت کو یحییٰ محمد بن اسلم پھر ذکر کیا اسکو سیوطی سے شعبہ میں کہا کہ ابوالصلت اس حدیث کی ذمہ داری سے بری ہو گیا انتہی اور کلام حدیث ہروی کے باب میں مع وقوع کی اعتبار سے خوب بسط سے مذکور ہے اس مقام کے غیر میں انتہی میں کہتا ہوں خدا کی توفیق و مدد سے کہ مصنف نے اس قول میں خوب مبالغ کیا ہے ہروی کی حدیث کی توثیق میں اور اس کی تائید و تشدید و اصلاح میں اور پھر بھی سیر نہ ہوا یہاں تک کہ کہا کہ کلام اس میں مع وقوع کے اعتبار سے اس مقام کے غیر میں بسوط ہے اور یہ نہ سمجھا کہ پر کہنی والا دیکھتا ہے اور صاحب فرست و تقصیر اور عامل کو اتنا ارہ کافی ہوتا ہے اصکال کو نہ کوئی مکارہ مکر میں لاسکتی ہے اور نقل ماہ اسکو ہلاک کر سکتا ہے اور زیادہ گوشت سے تجاوز کر نیوالا ہو کر سے نہیں بچتا ہے اور اس قول میں مصنف نے اجابہ حدیث میں تجرید و توہین کیا ہے تہہ مقابلہ کیا ہے چنانچہ امام احمد کا قول علی بن غریب کے باب میں کہ وہ مدلس تھا اس طرح پر دیکھا رہا میرے علم میں وہ بڑا متجاہد تھا پس مصنف کا یہ کلام امام احمد کے مقابلہ میں ایسا ہے کہ جیسی چمکاؤر کو سورج کی روشنی میں پہونچتا ہے اور وہ اسکو عیب دار سمجھتی ہے اور مصنف میں اور امام احمد ضیل میں زمین آسمان کا فرق ہے امام احمد اس فن میں اعلیٰ درجہ کے محدث اور قدامت میں ہیں اسباب جرح و تعدیل کے عارف و بصیر تھے سالاکہ پچاس ہزار حدیثیں مع او نکلے طرق و احوال روات کے او نکلے حفظ تھے اور او نکلے مجموعہ سے چکر ایک مسند تصنیف کی جب اس کے مسودہ سے فارغ ہوئی تو اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ اس کتاب کو میں نے جمع کیا ہے اور سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں یعنی اون کے طرق سے اس کو اس کو انتخاب کیا ہے حبیب کہستان المحدثین میں مذکور ہے۔ اور نیز



قابل الدارقطني في توضيحه حديث الهروي بانه متهم بوضعه لم يحدث به الا من  
 سرقه منه فهو الابتداء في هذا الحديث وفي هذا القول تصريح بليغ لموضوعية  
 هذا الحديث باي طريق روى وعلى اي منوال يسبح لاني لا يخاف عن الاتهام الى الهروي في  
 جميع طرقه فمن رواه من الهروي فهو سارق له منه ومن اخذ من السارق بشيئا مشروفا  
 لا يملكه ولا يجل له بل هو ايضا ياتهم بالسرقه فلما اخذ المصنف هذا الحديث من  
 روى عن الهروي دخل في زمرة سارقيه وهكذا اكلن به ويدينه الى يوم القيامة  
 فبطل كمال ادعي به من توثيق طرقه والثناء على سنده من تحت الهروي او من فوقه  
 والدارقطني هذا والامام احمد ايضا ممن يقبل جرحهم مطلقا صبيها كان او مفسوا  
 كما نقل في الرفع والتكيل من ان الجرح والتعديل لا يلج بيا: سبب كل متهم اذا  
 كان الجراح وللعدل عار فالجراح باسبابهما مثل احمد وغيره الى الدارقطني انتهى  
 وقال صاحب فقه اهل البيت لمن تفقه في البيت في صفيه (١) ان اتفق المحدثون على  
 ان احمد بن حنبل حافظ ما هرو واقاف صراف نقلا ليس كمثله في طبقة وطبقة ما تحته  
 فاذا قال علمت هذا الكتاب اماما اذا اختلف الناس في سنة رسول الله صلى الله عليه  
 عليه وسلم رجع اليه وقال ان هذا الكتاب قد جمعت انتقيته من اكثر من سبع مائة  
 الف وخمسين الفا فاختلف المسلمون فيه من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فارجعوا اليه فان وجدتموه فيه والا فليس بحجة فلا بد ان يكون كتابه اصح الصحاح والثالث  
 ان ثلاثياته كثيرة من ان تختص ولا فخر له ولا غيره فخر كالبخاري في ثلاثياته وهي  
 اثنتان وعشرون والثالث انه الامام البارع للجمع على امامته وجلالته وورعه و  
 زهده وحفظه ووقور علمه وسيادته وزيادة فخره بمعرفة صحيح الحديث وسقيته



یہاں تک کہ اس میں کبھی کبھار حدیث کو نہ ہونے پر بھی لکھا ہے بایں طو کہ ہر وی اس کے وضع کرنے میں متہم ہے  
 اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر اسی شخص نے کہ ہر وی اس کو چھوڑا ہے پس اس حدیث کی وضع میں ہر وی پہلا شخص ہے اور قطعی  
 کے اس کلام میں پوری تہریر ہے اس حدیث کے موضوع ہونے پر جس بق سے روایت کیا جس لکڑی پر تہی جا اس لکڑی کے کل طہق  
 میں یہ حدیث ہر تہی تک پہنچنے سے خالی ہیں پس جس ہر وی سے اس کو نقل کیا پس وہ اس کا ہر وی ہے چھوڑا ہوا ہے اور جو شخص کہ چھوڑا  
 چھوڑا مال لیتا ہے تو نہ اس کا مال ہوتا ہے اور نہ اس کو وہ مال حلال بلکہ وہ بھی چھوڑی میں متہم ہوتا ہے پس جبکہ مصنف نے اس  
 حدیث کو ہر وی کے راویوں سے اخذ کیا تو وہ بھی اس کے ساتھ قون کی جماعت میں داخل ہو گیا اور اسی چھوڑے ہوئے شخص کہ قیامت تک  
 ہر وی سے اس کی روایت کرے گا پس جس قدر اس حدیث کے طرق کی مصنف نے توثیق بیان کی تھی اور ہر وی سے اوپر  
 اور نیچے کے لوگوں کی جو کچھ بنا کی تھی سب باطل ہو گئی اور دارقطنی و امام احمد اور محدثین میں سے ہیں کہ خلی جرح مطلقاً  
 مقبول ہے مگر ہر وی یا مفسر جیسا کہ کتاب الفرق والتکلیف میں منقول ہے کہ جرح و تعدیل کا سبب بیان کرنیکی ضرورت نہیں  
 ہے جبکہ جرح کرنے والا اور تعدیل کرنے والا ان دونوں کے اسباب واقف و بصیر ہو جیسے امام احمد وغیرہ دارقطنی  
 ایک انتہائی اور کتاب فقہ اہل بیت لمن تفقد فی البیت کے مصنف نے صفحہ ۷۷ میں لکھا ہے کہ تمام محدثوں کا اتفاق  
 ہے کہ امام احمد بن حنبل بڑے حافظ و باہر وقاف صرف نقاد ہیں کہ ان کے طبقہ میں کوئی محدث ان کے  
 مثل نہیں ہے اور نہ ان کے بعد ان کا مثل ہے پس جبکہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو  
 بنایا ہے ایسا امام کہ سنت رسول میں جب لوگوں کا اختلاف ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جاسے اور فرمایا کہ  
 اس کتاب کو میں نے جمع کیا اور منتخب کیا ہے سات لاکھ چھاس ہزار سے زیادہ احادیث سے پس جس حدیث  
 رسول صلعم میں اختلاف واقع ہو تو اس کتاب کی طرف رجوع کرو پس اوس حدیث کو اس میں پاؤ تو خیر و نہ حدیث  
 حجتہ نہیں ہے پس ضرور ہو کہ امام احمد کل صحاح سے صحیح ہو اور دوسرا امر یہ ہے امام احمد کی تلاشیات بیشمار ہیں اور  
 ان کو اس پر کچھ فخر نہیں ہے اور ان کے غیر کو فخر ہے جیسے بخاری کہ اپنی تلاشیات پر فخر کرتے ہیں اور وہ کل  
 بائیس ہیں اور تیسرا امر یہ ہے کہ امام احمد پر دست امام ہیں کہ جن کی امامت اور مرجع و زہد و حفظ اور وفور علم  
 و سیادت و زیادت فہم حدیث صحیح و ستقیم کی معرفت میں مجمع علیہ ہے ۔ اور جو فقہا امر یہ ہے



انه تلامذة جليل الخلاق لعبد الله وصالح وحبل بن ابي اسحاق وعبد النزهة ولحي  
 بن آدم والي الوليد وابن مهدي ويزيد بن هارون وعلي المديني والي الخاري وعلم  
 والي زعدة وخلافتك كثيرة انتهى وقال في بستان المحدثين في ترجمة الدارقطني فامرو  
 نسب ابي بن علي بن محمد بن مهدي بن سعود بن دينار بن عبد الله اسمت وكنيت  
 ابا الحسن من هاشمي سنت ودر مسكن بغداد دار قطف سنت ودر قطن  
 بصر قاف محله كلان سنت ودر بغداد ودر سال سنته صيد وشنش متولد شد  
 واز ابو الفاسم بغوي وابو بكر بن داود وابن صاعد وحسين محاملي وديكر علمي سببا  
 سهل حديث حاصل کرده ودر بغداد ودر كوفه ودر بصره ودر سامره ودر مصر ودر بابل  
 اسلام گريده وحاكم وعبدا اثنى من ذري صاحب ترغيب وترهيب وتمام را اثنى  
 صاحب فروع ودر مشهوره ودر ابو نعيم اصفهاني صاحب حلية الاوليا ازوي تلمذ ودر سامره  
 کرده اند ودر علم قرأت ودر نحو نیز دست گاه تمام داشت ودر فن معرفت علل الحديث  
 واسع بالرجال في نظير وقت ودر گاه در خود بود چنانچه خطيب حاكم وديكر  
 ائمه اين صنعت بتفوق او گواهي داده اند انتهى - فعلم من هذا المقلان الدارقطني  
 قطني امام في فن الجرح والتعديل وقد قيل الكل من رجال ولما صرح بوضع الهرازي  
 في الحديث فلا يجوز لمن بعد غير تقليد وبقول المصنف كلاهما اما لا يبرر  
 عليه ولا يثبت اليه لا ياول الا اليه وينطبق الاعلية ومما نشئت به من التنازع  
 في هذا القول ما نقلناه من تاريخ نسبا يور وقال فيه انه بسند ليس فيه من ذكر  
 الجرح وهذا لا يجدي به نفعا لان عخرجه ايضا ابو الصلت الهروي وقد علم من  
 تصحيح الثقات انه من الوضاعتين سيما في ما يرويه عن الامام علي الرضا فكيف يتمسك







به في مسألة الإيمان الذي لا يصلح للاستدلال عليه أوما يفيد العلم وهو  
 المتواتر لا غير وما أقل لفضية سنك ان سعو ط الحيا نين هذا ايضا من مقالات  
 الجي الصلت فلا يصلح للاقتنار ثم استشهد عليه برواية علي بن خراب وهو  
 ايضا مطعون بالغلو في التشيع والتدليس كما قال الخطيب انه تكلم فيه او جمل من  
 كان غاليا في التشيع وقال الامام الهمام احمد بن حنبل انه كان يذلس وكون الروا  
 خاليا في الرواية او غاليا في التشيع مما لا يحتاج الى البيان وصحرا التدليس عيب  
 يعد من تليس ابليس عن المحدثين كما اقله في الايات والنيات هكذا اوضح تليس  
 ابليس على علماء المحدثين رواية الحديث الموضوع من خيران بينوا انه موضوع  
 وهذا اخيانة منهم على الشيع ومقصودهم تنفيق احاديثهم وكثرة رواياتهم قد  
 قال النبي صلعم من روى عني حديثا يري انه كذب فهو واحد الكاذبين ومن  
 هذا القبيل تدليسهم في الرواية يقول احد هم فلان عن فلان يوهم انه سمع منه  
 ولم يسمع وهذا اقليل لانه يجعل المنقطع في مرتبة المتصل انتهى فسقط قوله وما  
 اداه الا كان صدوقا لان التعديل من المتأخر بعد جرح المتقدم غير مقبول  
 وما قال من انه وثقه ابن معين والدارقطني من غير نقل توثيقهم بعبادتهم  
 فلا يسمع في معض البيان واذا اختلف في احد بالجرح والتعديل وكان الجرح  
 مفسرا والمجرح عادفا بصيرا قدم الجرح على التعديل كما هو اصح في فن اصول  
 الحديث وما وثق برواية ابن صاحبه والنسائي عنه فهو لا يفيد لان مجرد الرواية  
 عن احد لا يفيد تعديله بل الرواية عن المرحومين والمطعونين يجعل الرواية  
 ساقطا من درجة الاعتبار لما روى الطبراني بسند جيد عن ابى قتادة قال  
 رسول الله صلعم هلاكم متى في ثلث في القدرية والعصية والرواية



ایمان کے مسئلہ میں کہ جس کے لئے وہی حدیث دلیل ہو سکتی ہے کہ جو مفید یقین ہے اور وہ متواتر کے سوا اور حدیث نہیں ہے اور چونکہ اس کی سند کی فضیلت میں نقل کی گئی ہے کہ وہ مجنون کی ناس ہے یہ جملہ بھی ابوالصلت کے اقوال میں سے ہے پس اقوال کے قابل نہیں ہے پھر اوپر شہدایا علی بن غریب کی روایت کو اور یہ شخص ہی غلو تشیع اور تدلیس کے سب سے مطعون ہے جیسا کہ خطیب کا قول ہے کہ اس میں کلام کیا گیا ہے یہ سبب اس کی مذہب کے تشیع میں غلو رکھتا تھا اور امام ہمام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ اس تھا اور راوی کا روایت میں خطا کر نیوالا یا تشیع میں غلو رکھنے والا ہونا تو بیان کا محتاج نہیں ہے اور صرف تدلیس ایک ایسا عیب ہے کہ محدثین کے نزدیک تدلیس ابلیس شمار کیا جاتا ہے چنانچہ آیات بینا میں اس طرح نقل کیا ہے اور ابلیس کی تدلیس سے ہے علماء محدثین پر روایت کرنا حدیث موضوع کہ بغیر اس کے موضوع ہونے کے بیان کر دینا اور یہ فعل اون کی ایک طرح کی خیانت ہے شرع کے اوپر اور اون کا مقصود اپنی حدیثوں کو رواج دینا اور اپنے روایات کا زیادہ سوجانا ہے حالانکہ نئی صلوٰۃ فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے حدیث روایت کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ ایک شخص دو جہوں میں اور اسی قبیل سے ہی محدثین کی تدلیس روایت میں کہ ایک اون میں کا کہتا ہے فلان عن فلان وہم ولا ہے اس کا کہ فلان نے فلان سے سنا ہے حالانکہ نہیں سنا ہے اور یہ بے اس لئے کہ وہ شخص منقطع کو متصل کے مرتبہ میں قرار دیتا ہے انتہی پس مصنف کا یہ قول کہ روایا الہ الاکان صدوقاً ساقط ہو گیا اس کی تعدیل متاخر کی متقدم کی جرح کے بعد غیر مقبول ہے اور یہ جو مصنف نے کہا ہے کہ ابن معین و دارقطنی نے اس کو ثقہ کہا بدون نقل کرنے اور انکی عبارت توثیق کے پس غیر مسموع ہے بیان آذکار کے مقام میں اور جبکہ کسی کے باب میں جرح و تعدیل دونوں پائی جائیں اور جرح مقدم ہو اور جرح کر نیوالا عارف بعیر ہو تو اس میں جرح مقدم ہوگی تعدیل پر جیسا کہ فن اصول حدیث میں تصریح ہے اور ابن ماجہ نسائی کے حدیث روایت کر نیکو ہر وہی اسکی توثیق میں لایا ہے تو یہ مصنف کو مفید نہیں اس لئے کہ صرف روایت کرنا کسی راوی سے اس کی تعدیل کا مفید نہیں ہے بلکہ مجرد مطعون اشخاص روایت کرنا راوی کو درجہ اعتبار سے گرا دیتا ہے اسوجہ کہ طبرانی نے بسند جیداً و متاودہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ میری امت کی ہلاکت تین امر میں ہے - مذہب قدرہ میں - اور ناحق کی طرف - داری میں اور غیر معتبر سے روایت کرنا



من غير تثبيت وقال الامام مالك رحمه الله اذا سئله اشيء عن الراية فقل لا كلمة لهم  
 ولا ترو عنهم وقال الحسن لا تقبلوا من اهل الهوى ولا تسمعوا منهم وقال ابن سيرين  
 لم يكونوا يسألون عن الاسناد حتى وقعت الفتنة فلما وقعت نظروا من كان من اهل السنة  
 اخذوا حديثه ومن كان اهل البدع تركوا حديثه وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الراية فضعوا فيهم فضول الاسلام وفي الباب احاديث  
 وآثار واقول الثقات تركناها خوفا لا طمنا وفي ما ذكرناه كفاية لاولي الاوليا  
 وما تمسك به من قول السيوطي ومثل هذا يصلح في المتابعة معناه انه يصلح في  
 المتابعة لما ورد في فضائل الاعمال واما في العقائد فلا لان فيها غير المتواترة لا يفيد  
 اصاد ولا يصلح للاستدلال به عليها وهكذا حال الجبل والغاوي لانهما من  
 المجهولين فلا يتمسك بهما وايضا في باب العقائد واما قوله وبالجملة فقد  
 استبعد به رواية هذا الحديث المجرد عن الامام الحارثي الحسن على الرضى مسلسلا  
 عن ابائه من جهة اهليته وتبعته جملة جماعته من حفاظ اهل السنة والجماعة  
 والله المنة على الصناعة في اطل كل البطلان ومغالبات عظيمة للمؤمنين في هذا  
 الشأن لان هذا الحديث ليس بمجود وانما المجود هو الحديث الاصح كما قلنا  
 من الصواعق وهو المتواتر ايضا استبعد به رواية الحفاظان محمد بن اسلم الطوسي  
 والوزير ع الراسي واستفادوا خلق كثير لا يحصى عدد هم من الحديثين في ذلك  
 الزمان وامام حديث الهوى هذا فهو موضوع من جهة ومخالف للمتواتر  
 من الحديث والقرآن ولهذا تركه كل من يتمسك بقولهم في هذا الشأن  
 وامتنعوا من فساد من جهة الهوى وكونه موضوعا منه فثبت  
 اصناعه صناعة المصنف ولو كان من الاتقياء لتبرأ كل التبرأ من هذا الصنيع القطيع



اور امام مالک کا قول سہ ہے جبکہ اون سے تشہیب نے رافضیوں کا حال پوچھا تو کہا کہ نہ تو اون سے بات کراؤ نہ اون سے روایت کراؤ حسن نے کہا ہے مت ابتدا کے کلام کرو اہل نہوی سے اور نہ حدیث سنو اون سے اور ابن سیرین کا قول سہ ہے کہ پہلے اسناد کی تحقیق نہیں کی جاتی تھی جب تک کہ فتنہ واقع ہو پر جبکہ واقع ہو گیا تو علماء نے جس کو اہل سنت دیکھا اوس کی حدیث کو لے لیا اور جس کو بدعتی دیکھا اوس کی حدیث کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جن کا نام روافض ہوگا چھوڑ دین گے وہ لوگ دین اسلام کو) اور اس باب میں اور بہت سی حدیثیں و آثار صحابہ اور ثقہ لوگوں کے اقوال ہیں کہ جنکو ہم نے ترک کر دیا ہے طوالت کتاب کے خوف سے اور ہمارا اس قد بیان عقلمندوں کے واسطے کافی ہے اور جو کہ مصنف نے سیوطی کے اس قول سے تمسک کیا ہے (و مثل هذا يصلح للمتابعة) اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص متابعت کی صلاحیت رکھتا ہے اون احادیث کے لئے کہ جو فضائل اعمال میں وارد ہیں اور لیکن عقائد میں پس ہرگز نہیں اس لئے کہ عقائد میں حدیث متواتر کے سوا اصلاً مفید نہیں ہے اور نہ غیر متواتر میں عقائد کے لئے دلیل لانے کی صلاحیت ہے اور یہی حال ہے بکلی اور غازی کا اس لئے کہ یہ دونوں مجہول الحال ہیں پس ان کی روایت سے تمسک کرنا خاص کر باب عقائد میں جائز نہیں اور لیکن مصنف کا یہ قول (وبالجملة فقد استبعد برؤایة هذا الحديث المجود عن الامام الهمام ابی الحسن علی الرضی سلسلہ عن آباء من جهة اهل بيته وتبعته جملة جماعة من حفاظ السنة والجماعة والله المنة على الصنعة) پخص بی دلیل ہے اور مسلمانوں کو مغالطہ دیتا ہے باب عقائد میں اس لئے کہ یہ حدیث مجود نہیں حدیث مجود تو حدیث الہی جیسا کہ ہم صواعق بنقل کر چکے ہیں اور وہی متواتر بھی ہے اور اسکی روایت سے اعلیٰ حدیث محمد بن اہلم طوسی ابو زرہ زنی اور اوسکو لکھ لیا خلق کثیر نے محدثین میں سے اوس نے نہیں جنکو عدد کو ضبط کرنا دشوار ہے اور لیکن ہری کی یہ حدیث پس ہری کی بہت سے موضوع ہے اور حدیث متواتر و قرآن کو مخالف اسوجہ فن حدیث کے ائمہ نے اسکو چھوڑ دیا ہے اور جب اوسکو روایت کیا تو ہری کی بہت سے اسکا فساد و موضوع ہو گیا پس مصنف کی یہ بناوٹ نہایت بُری ہے اور شعار علماء اہل تقویٰ سے بعید ہے ۔ ۔ ۔



والله المنة ومما قوله ولا يصح كون بعض الروايات عن الإمام محل الكلام يكون  
 آخرين ثقات الأئمة من الأعلام فلا يخلو أيضاً من تغليب وقوة له لأن المتبادر من  
 قوله بعض الروايات عن الإمام هم الذين روي عنه بلا واسطة وما رواه عنه بلا  
 واسطة الهروي وهو محل الكلام قطعاً كما مروا ما غير الهروي فانما رواه من  
 الهروي وقد قال الدارقطني فيه أنه سرقه من الهروي فكيف يصدق  
 قوله لكون آخرين ثقات الأئمة من الأعلام عليه لكونه من الساذقين في باب الدين  
 وما استشهد به عليه من تخارج الهيثم بن عبد الله وعلي بن الأدهم السرخسي لهذا  
 الحديث عن الإمام علي الرضا ومحمد بن صدقة ومحمد بن عيسى عن الإمام الكاظم  
 فلا يصلح فساد حديث الهروي لما ذكره ابن السبكي من أن الأدب عجب جاهل  
 وما استتبع بقول تمام في القوائد والغرائب لا يفي محمد بن أن في فوائد فهو أيضاً لا يخلو  
 عن شيء لأن مجرد ذكر الرواية بدون ذكر الرواية صحتها ومقبوليتها لا يكفي للا  
 ستشهاد كما صرح به في المقدمة منقولاً عن الخفاه وما نقل به من رواية ابن  
 مردويه فسنده ضعيف كما صرح به السيوطي فليراجع وأما قوله بالجملة فإنا  
 الحديث له عن المولى علي المرتضى طرق جمعة عند الأئمة الجملة فنقول في جوابه أن  
 كلها مجرورة مطعونة بالوضع أو الجبروتية أو الضعف فلا تصلح للاعتبار والاستشهاد  
 والاستدلال بها في باب العقائد وكذا رواية الشيرازي والديلمي عن عائشة  
 ورواية ابن الجوزي عن النبي فإسنادهما ضعيف فلا تستدل بهما في باب  
 العقائد وما اعترض به علي البيهقي في قوله وشاهد هذا الحديث ما أن  
 أبو نصر ابن قتادة بسنده عن أبي قتادة من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول  
 الله فذل بها لسانه وأطمان بها قلبه لم تطعمه النار فقوله قلت بل هو شاهد الحديث



[illegible]



الاثني في فرض الايمان الا جمل فاجمل فاقابل انتهى فانما يتوجه عليه لو استشهد  
 البيهقي به على حديث الهروي وليس كذا للعبد هو استشهدا ومنه على  
 الحد الاثني الذي رواه الحافظان ابو ذرعة ومحمد بن اسلم الا انه المقبول عند  
 اهل السنة والذي رواه ابو الصلت ماتروا من جهة فلا يستدل به  
 ولا يستشهد عليه عند هم فالنسبة الى البيهقي بالاستشهاد على حديث  
 الهروي لهذا الحديث والاعتراض عليه بعد صحته بناءً للفاسد  
 على الفاسد ففكر وما قوله ومع هذا كله فقل ان ادقطنى وزحروا  
 الهروي له وهو مسم بوضعه لم يجد ثبته الا من سرقه منه فهو لا  
 في حديث وقيل ابن الجوزي موضوع كلاهما عما لا يعول عليه ولا  
 يلتفت اليه انتهى فهو دليل على جادته على الأئمة وجراته على الأجلة  
 ومرايطاله منا في ابتدأ هذا الرد فليذكر وما قوله وكذا في ابن السبكي  
 هنا فقصروا ما اعترضوا ذكر في الهروي واقصروا نسخاوى على روايته ابن ماجه  
 وحكم ابن الجوزي وقصته رواية الدمام له نيسا بوجه عند الذي بلا سند  
 وكل ذلك قصور في القبول انتهى فاقول بتوفيق الله تعالى وحوته انه ليس كما  
 قال المصنف بل هو يدل على كمال عثوره في الروايات وجلالة عيوبهم في  
 احوال الرواية وعلى انهما قد نزل الناس على منادهم حيث تشبها بالمقبول وتكرار  
 المردود والمجهول واعتقد على اقوال الأئمة الفتن في باب الذين واعرضوا عن ما روي  
 عن المردودين او المجهولين والعجب من المصنف ان مع علمه بهذه الاقوال و  
 حواها بان من اهل السنة كيف يعترض على ائمتهم واجلهم في الروايات او الروايات  
 وكيف يتسلك باقوال المردودة التي صورت من الرواية المروحة وكيف يفتري



فالجمل فاصل اتھی پس یہاں عرض ہوتی ہے متوجہ ہو تاکہ جب وہ اس قول سے ہروی کی حدیث  
 پر شاہد لانا اور ایسا نہیں ہے بلکہ اس قول میں استہزاء ہے حدیث الہی پر جس کے راوی دو حافظ  
 ابو خدیجہ و محمد بن مسلم ہیں کیونکہ اہل سنت کے یہاں وہی حدیث مقبول ہے اور ہروی کی حدیث شیعہ  
 ہروی متروک ہے تو اس کو دلیل بنایا جاتا ہے اور نہ اوپر شاہد لایا جاتا ہے اہل سنت کے نزدیک  
 ہیں یہی کی طرف حدیث ہروی کے لئے شاہد بنانے کی نسبت کرنا اور پھر عدم صلاحیت استہزاء  
 کا اوپر عرض کرنا بنائے فاسد علی الفاسد ہے اس کو سمجھ لے اور لیکن قول مصنف کا (و مع هذا  
 كله فقل لا اذ قطنى وذخري رواية الهروي له وهو مخم بوضعه لم يحدت به  
 الا من سرقه منه فهو الا بدت اعني هذا الحديث وقيل ابن الجوزي موضوع  
 كلاما عما لا يعول عليه ولا يلتفت اليه انتهى) پس یہ دلیل ہے مصنف کے بیباک ہونے  
 اور دیری کرنے کی انکار کا بروین پر اس کا بطلان تو ہم اس رس کے شروع میں کر چکے ہیں پس  
 وہاں دیکھ لیا جاسکے اور لیکن مصنف کا قول (وكن اقصوا ابن السكيت لما اختلفا في ذكره في الهروي  
 واقصر البخاري في المقاصد الحسنة على رواية ابن ماجه وحكم ابن الجوزي قصة  
 رواية الامام لا مفسا بوجوه الدلي بلا سند وكل ذلك في الغشوة انتهى) پس میں کہتا ہوں خدا  
 کی توفیق سے کہ مرید کو ایسا نہیں ہے کہ جیسا مصنف نے کہا ہے بلکہ اس سے اون کا کمال علمی رعایا تین  
 اور اون کی جلالت شان احوال روایات میں ثابت ہے اور یہ کہ وہ دونوں لوگوں کا اون کے مرتبہ میں رکھتے تھے  
 اس لئے کہ ان دونوں نے مقبول حدیث کو مستانیر بتایا اور مرید و مجهول چھوڑ دیا اور دین کے باب میں انکار  
 اقوال پر اکتفا کیا ہے اور مرید و مجهول اشخاص کے روایات سے اعراض کیا ہے اور تعجب تو مصنف سے یہ کہ وہ ان  
 اقوال کو علم کہتا ہے اہل سنت میں اپنے داخل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پھر کیونکر اہل سنت کے انکار کا بروین روایت  
 یا روایت میں اعتراض کرتا ہے اور کیونکر دستاویز بتاتا ہے ان مرید و اقوال کو کہ جو  
 بحسب راویوں سے صادر ہوئے ہیں اور کس طرح یہ افتراء و کذب



ويكون على أهل بيت النبوة والتقية من الأقوال المردودة اللهم فإلى الله المشتكى  
 من صنع هذا الفتري وحارته وفضيلته هذا المدعى وجوراته وأما تمسكه  
 بأبي أدا السيوطي حديث الهروي في الجامع الصغير رواه ابن ماجه  
 والطبراني مع مره بإياه بالضعف فما يضحك الطلبة فضلا عن الكثرة وأيضا  
 سقط به تمسكه بما نقله من الدر المنشرة والاولى المصنوعة للسيوطي لأن غايته  
 ما يفهم من هذين الكتابين أنه حديث الهروي عندنا ليس بموضوع  
 ولكنه لا يخلو عن الضعف لا يتمسك به في العقائد، فبطل ما رده المصنف  
 من هذا القول من الاحتجاج وكسب ضاعه الفاسد في سبوتهم بآراء  
 وما راج وأما قوله وقال ابن الجوزي في اسنى المطالب في حديث الهروي  
 حديث حسن النقط والمعنى جال اسنانه ثقات شيوخ الهروي وهو خادم  
 الامام الرضوي فأنهم ضعفوه صلاحه اتفقوا فلا يفيد أنه كان هذا القول مخرج  
 بان الهروي غير ثقة دون المحسنين صنفوه وما روه الضعيف فلا يعتد به  
 ولا يعتد به وأما قوله مع صلاحه في الحنابلة لا في الرزائية بخلاف  
 تصور لمح المحسنين بوضع الهروي وكذب به لأن الصلاح في الشرع ضد  
 الفسق والفسق هو المعصية في العمل دون الاعتقاد لأنه داخل في البدعة  
 والبدعة اعتقاد الأمر بالمحذات الذي لم يوجد في القرون الثلاثة على  
 خلاف ما عرف في الدين كما في فقه أهل السنة والهروي مع كونه شيعيا  
 كيف براد صلاحه الشرع لأن التشيع ابتدأ في الاعتقاد العصمة للأئمة وبعض  
 الشيعيين والمخضرمين في الورد والمعلوم والمالم يجمع الصلاح مع الفسق  
 فكيف يجمع مع الابتداء الذي هو أعلى من الفسق وقواه وقد روي أيضا



کرتا ہے اہل بیت نبوت اور ان کے اماموں پر اقوال مردودہ کی نسبت کرنے میں ان کی طرف۔ پس خلیج اہی  
 کے سامنے ہماری شکایت ہے اس افتراء پر دازی کی حرکت اور اس مدعی کی جسارت و نفیوت و جبرائے کے باہین  
 اور لیکن دلیل لانا مصنف کا کہ اس امر کو سیوطی نے ہروی کی حدیث کو ابن ماجہ و طبرانی کی روایت سے جامع  
 میں نقل کیا ہے اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس کا ملین تو کجا طالب العلون کو اس پر  
 ہنسی آتی ہے اور نیز قول سیوطی سے ساقط ہو گیا تمسک کرنا مصنف کا اس کلام سے کہ جس کو  
 مصنف نے درر مششرہ و لالی مصنوعہ مولفہ سیوطی سے نقل کیا ہے اس لئے کہ غایت کلام ان دونوں  
 کتب سیوطی سے اسی قدر مفہوم ہے کہ حدیث ہروی سیوطی کے نزدیک موضوع نہیں ہے اور لیکن  
 حدیث ہروی ضعف کے خالی نہیں ہے اور ضعیف کے عقائد میں تمسک جائز نہیں پس مصنف کا جو مقصد  
 ان نقول سے تھا باطل ہو گیا اور اس کی متاع فاسد جانچنیوالمون کے بازار میں کا سد ہو گئی اور رائج نہ ہوئی  
 اور لیکن مصنف کا قول درو قال ابن الجہری فی اسفی المطالب فی حدیث الہروی تعدی  
 حسن اللفظ والمعانی رجال اسنادہ ثقات غیر الہروی ہو خادم الامام الہدی فافہم ضعفہ  
 مع صلاحہ اتہی) پس مصنف کو مفید نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس قول میں صراحت ہے اس امر کی کہ ہری  
 غیر ثقہ ہے کیونکہ محدثین نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ضعیف کی روایت غیر معتبرہ و غیر معتد بہ ہے بقول ابن جریر کا  
 مع صلاح اس سے مراد خدمت کی صلاحیت ہے نہ کہ صلاحیت فی الروایت تاکہ محدثین کی تصریح سے مخالفت نہ لازم  
 آئے جہاں ہونے ہروی کی حدیث وضع کرنے اور کذب فی الروایت میں فرمائی ہے اس لئے کہ شرع میں صلاح ضد  
 فسق کا اور فسق نام ہے عمل میں معصیت کرنا کہ اعتقاد میں اس لئے کہ معصیت فی الاعتقاد بدعت میں داخل ہے  
 بدعت اعتقاد کرنا ہے جدید امر کا کہ جس کا وجود قرون ثلاثہ میں نہ ہوا اور مخالف ہودین کو متعارف امر سے جیسا کہ قطعاً  
 میں مذکور ہے اور ہروی جبکہ شیعی ہے تو اسکی صلاح سے مراد صلاح شرعی کیونکہ ہو سکتی ہے اس لئے کہ تشیع بدعت نکالتا  
 اعتقاد میں اماموں کو معصوم ہونیکے باب میں اور شیخین و بعض رکبے ادا امامت کو عدم معین میں منحصر جانتے ہیں اور جبکہ فسق کیسی  
 صلاح کا اجتماع نہیں ہوتا پس ابتدا کیسیا تہہ کیونکہ جمع ہوگی کہ جو فسق ہو بڑا کہ ہے اور مصنف کا یہ قول درو قال الہروی



عن مالك وحماد بن زيد وروى عنه أحمد بن أبي خيثمة وعبد الله بن أحمد وعما  
 أقول هذا أيضا لا يد في الفساد ولا يفيد المراءاة الهروى لما كان متها كذب به على  
 الامام موسى الرضى الذى هو على وافضل من الامام مالك وغيره فكيف  
 تو من غائلته فيمن هو ادون منه كالا امام مالك وحماد بن زيد  
 وغيرهما واما الذين روى عن الهروى كابن أبي خيثمة وعبد الله بن أحمد  
 وغيرهما فروا يقيم مسروقة من الهروى كما صرح به الدارقطني امام من الجرح  
 والتعديل وقوله ولكن تابعه على روايته هذا الحديث عن الرضى محمد بن اسلم  
 فذكره عن البيهقي في الشعب قال فخرج ابو الصلت من عهدته انتهى أقول  
 يتوفيق الله تعالى وعونه هذا النقل يوهن كيد المصنف ونقش شيد لافه صريح  
 في ان يخرج هذا الحديث هو ابو الصلت لا غير وحماد بن اسلم انما هو تابع له  
 وان كان تبعيته للهروى غير ثابت على الاصح والمصنف قد خالف هذا النقل  
 عداً اقروى لجام هذا الحديث حيث جعله حديثاً محموداً في صدر الاستدلال  
 وجعل محمد بن اسلم مخترعاً له والهروى تابع له وهذا كيد عظيم لا يعرفه  
 الا العريف وخرج الهروى عن عهدته هذا الحديث انما ثبت اذا ثبت -  
 يخرج محمد بن اسلم لهذا الحديث وهو بعد غير ثابت قال وقوله سلام الله عليه  
 وطوله معرفة بالقلب اى بالالوهة للرب والنبوة لرسوله بما اوجب ولا حمد  
 في المسند عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الاسلام ان يسلم  
 قلبك وان يسلم المسلمون من لسانك ويدك قيل فای الاسلام  
 افضل قال الايمان قيل ما الايمان قال ان تو من بالله وما وليكته وكتبه ورسله والبعث  
 بعد الموت قيل فای الايمان افضل قال الجيرة قيل ما الجيرة قال ان تحجر السوء قيل



عن مالک و عمار بن زید و علی بن احمد بن ابی خنیفہ و عبد اللہ بن احمد و جماعۃ  
انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہی استدلال مصنف کے فساد کو دفع نہیں کرتا ہے اور نہ مفید مرا ہے اس لئے  
کہ ہر وی پر جبکہ امام علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کاذب ہونے کی تہمت ہے کہ جو امام مالک وغیرہ سے  
اعلیٰ و افضل ہیں پھر اس کی امتیاز شے کیونکر من ہو سکتا ہے ان لوگوں کے باب میں جو امام علی رضی اللہ عنہ سے  
کم درجہ ہیں مثلاً امام مالک و عمار بن زید وغیرہ کے اور لیکن جنہوں نے ہر وی سے روایت کی ہے جیسا کہ  
ابن حنیفہ و عبد اللہ بن احمد وغیرہ پس ان کی روایت مسترد کی گئی ہے ہر وی سے جیسا کہ دارقطنی فن جرح و تقدیر  
کے امام نے اس کی تصریح کی ہے اور مصنف کا قول (ولکن تابعہم وایتلہ هذا الحدیث عن النبی محمد  
بن اسلام فذکرہ عن البیہقی فی الشعب قال فخرج ابوالصلت من محمد قد انتہی) میں کہتا ہوں  
خدا تعالیٰ کی توفیق و مدد سے کہ یہ نقل مصنف کے کید کو کمزور کرتی ہے اور اس کے مکر کو ظاہر کر رہی ہے اس لئے کہ ہمیں  
صرحت ہے اس امر کی کہ اس حدیث کا اصل راوی ابوالصلت ہے اور محمد بن اسلام اس کا تابع ہے اگرچہ اس باب میں  
اس کا تابع ہونا قول اصح پر ثابت نہیں ہے اور مصنف نے جان بوجہ اس نقل کا خلاف کیا ہے اس حدیث کو روایت  
دینے کیواسطے اس طرح پر کہ اس کو استدلال کے شروع میں حدیث مجود قرار دیا اور محمد بن اسلام کو اس کا اصل راوی  
قرار دیا اور ہر وی کو اس کا تابع بنایا اور یہ ایک بڑا مکر ہے کہ جس کو بڑا ماہر حدیث جانتا ہے اور ہر وی کا اس حدیث کی  
ذمہ داری سے خارج ہونا جب ثابت ہو گا کہ جب محمد بن اسلام کا اصل راوی اس حدیث کا ہونا ثابت ہو جائے اور یہ  
ہنوز غیر ثابت ہے کہ مصنف نے اور قول حضرت صلح کا بچا سائل سے یعنی خدا کی الٰہییت اور رسول کی نبوت  
کو ساتھ ضروریات دین کے اور امام احمد کی روایتیں مسند میں حضرت علیؑ سے کہہاں ہوں نے فرمایا رسول خدا صلعم اسلام  
یہ ہے کہ تیرا دل مان کیو اور یہ کہ مسلمان تیرے دست و زبان سے سلامت رہیں پوچھا گیا کہ کون سا اسلام افضل ہے  
فرمایا کہ ایمان۔ پوچھا گیا کہ ایمان کیا شے ہے۔ فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اعتقاد رکھے اللہ پر اور اس کے  
فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر۔ پوچھا گیا پس کون سا  
ایمان افضل ہے۔ فرمایا کہ ہجرت۔ پوچھا گیا کہ ہجرت کیا شے ہے۔ فرمایا کہ ہجرت یہ ہے کہ تو بد کیو چوڑو سے۔ پوچھا گیا



فأي الجهرت أفضل قال الجهر الحديث واحد والطيراني في الكبير بسند ثقات  
 عن عمرو بن عبسة نحوه وهذا في الإيمان والاسلام والجهر وجهته من الشريعة  
 والعبد الزناقي وابن أبي شهبية وسنته في الإيمان والادراك في السنة واليهود  
 في الشعب وابن عساكر عن جبر بن عدي قال حدثنا علي بن أبي طالب ان الهو  
 نصف الايمان واني ظاهر هذه الاحاديث والآثار عن اهل البيت الاطهار  
 ونحوها ذهب اصحاب الحديث وما لا يذهب والشافعي واحمد والاوزاعي  
 كمن ذهب اهل البيت ان العمل داخل في الإيمان الا انه لا ينزل اصل الإيمان  
 بنوال العمل كما لا ينزل اصل الشجرة بنوال الفروع والتمر والرجل لا يخرج من جمعه  
 يقطع الايدي والارجل فالمعنى بالإيمان فيها هو الايمان الكامل الذي من  
 يفتر بعد الاثبات به الى ان بعد عن صاحبه وهو المقرون بالاسلام دون  
 المبرر عنه وقوله وهو يزيد وينقص أي في الاوصاف الثلاثة فالزائد فيها الإيمان  
 الخاصة والناقص إيمان العامة اما في المعرفة والصدق فمن جهة المقررات  
 والملازمة لا اصل للصدق فانه ان نقص كان شكاً مخرجاً من الإيمان واما  
 في الاقرار فانه كيف القتل ان اقرباً للإيمان فلم يغير فهو ناقص وان اقر فهو الزائد  
 الزائد الكامل واما في العمل بالادراك فلا يحتاج الى البيان وما يشيد ما ذكرنا  
 ما عن المولى المرتضى قال كانت السورة اذا نزلت على عهد رسول الله صلى الله  
 عليه وآله وسلم وآلايته واكثر نزلت المؤمنين ايماناً وخشوعاً ونهم فاتهم  
 اخبره محمد بن اسمعيل الوراق في اماليه والعسكري في الموايعط وابن مردود  
 في تفسيره وسند حسن قال في السيوطي وكذا الحديث الاطهر المسلسل  
 بالائمة العشرة الاكمل في فضل الإيمان انما هو ظاهر ظاهر في عدم دخول العمل



پس کوئی ہجرت افضل ہے فرمایا کہ جہاد و آخر حدیث تک (اور احمد اور طبرانی کی روایت ہے کہ میں شہرہ رافون کی سند کے ساتھ عمرو بن عبسہ سے مثل حدیث مذکور کے اور بھی ایمان و اسلام میں اور ہجرت کے باب میں ایک شرعی طریقہ ہے اور عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و رستم کی روایت ہے ایمان میں اور لا لکائی کی روایت ہے سنت میں اور یہ تھی کی روایت ہے شعب بن اور ابن عساکر کی روایت ہے حجر بن عدی سے کہا اوس نے کہ ہم سے بیان کیا علی بن ابی طالب نے کریا کی کرنا صفت ایمان ہے اور ان احادیث و آثار اہل بیت اطہار اور انکی مثال کے ظاہر معانی کی طرف محذرتین و مالک و شافعی و احمد و زاعمی کا مذہب ہے مثل مذہب اہل بیت کے اس مسئلہ میں کہ عمل ایمان میں داخل ہے مگر زوال عمل سے اہل ایمان زائل نہیں ہوتا جیسا کہ شاخون اور شمر کے زوال سے اہل درخت کا زوال نہیں ہوتا ہے اور ہاتھ پیر کاٹنے سے انسان اپنی نوع سے خارج نہیں ہوتا ہے پس ان احادیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے کہ جس کے جاہل کرنے کے بعد مومن کو حذر کرنے کی حاجت نہیں ہوتی اور وہ ایسا ایمان ہے کہ اسلام سے ملا ہوا ہے نہ وہ ایمان کہ اسلام سے بچر ہے اور قول حضرت کا (اور ایمان گہتا بڑھتا ہے) یعنی تینوں اوصاف مذکورہ میں پس اوصاف ثلثہ میں بڑھتے والا خاصہ کا ایمان ہے (یعنی شیعوں کا) اور کم ہونے والا عامہ کا ایمان ہے (یعنی سنیوں کا) لیکن معرفت و تصدیق میں پس باعتبار ثمرات و صلاوت کے نہ باعتبار اہل تصدیق کے اسلئے کہ اگر اہل تصدیق گھٹ جائے تو وہ شک ہو جائیگا جو ایمان سے نکال دیتا تھا اور لیکن اقرار میں پس جب کہ قتل سے ڈرایا جائے اگر ایمان کا اقرار کرے پس اقرار نہ کیا تو وہ ناقص ہے اور اگر اقرار کر لیا تو وہ ایمان نماید کامل ہے اور لیکن عمل بالارکان کے اعتبار سے پس اوسکے لئے بیان کی حاجت نہیں ہے اور مختل و ان دلائل کے جو ہمارے اس دعوے کو قوی کرتی ہیں وہ حدیث ہے کہ جو موسیٰ مرتضیٰ سے مروی ہے کہا انہوں نے کہ حضرت کے زمانہ میں جب کوئی صورت یا آیت زیادہ نازل ہوتی تو ایمان و خشیع مومنوں کا زیادہ ہو جاتا تھا اور وہ صورت عایت ان کو ممنوعات سے روکتی تھی روایت کیا کہ محمد بن اسماعیل و اقی نے امالی میں اور عسکری نے مواظبین اور ابن مردودہ نے اپنی تفسیر میں اوسکی زندگی بیان کیا اسکو سیوطی نے ہر سبط حدیث الہی جو درالم کامل کیسے منسلک اہل ایمان میں داخل ہوگی طرف ناظر و ظاہر ہے



في أصل الإيمان وسيروى النشاء الله تعالى أقول بتوفيق الله تعالى وعونه لما فرغ عن  
 سر والاولالة على اثبات دعواه وبيان طرقها وتعديل روايتها شرع في بيان بعض ما فيها  
 وما يترتب على ذلك في زعمه وقد بينا ان الأدلة بعضها غير مثبت لدعواه وبعضها  
 غير ثابت بنفسه فكيف ثبت به مدعاه والآن بين ما في هذا القول من الفساد  
 ونكشف الغطاء عن وجه ملحه كرهه على ما تقدم وما اراد ويعلم قبل بيان  
 المقصود ان لفظ العامة والخاصة هما اصطلاح عليهما محمد بن نفعان الذي كان في المائتين  
 الثمانية في زمان الخليفة المهدي وكفى بابي جعفر الاحول ويلقب بالشیطان  
 الطاق والشيعة تقول له الموصن الطاق فانه قد اخترع المذهب النعمانية  
 وصنف لاشيائه كتاباً فيها افعل لم فعلت ومنها افعل لا تفعل وذكر في بعضها  
 ان المذاهب اربعة القدريه والخوارج والعامة والخاصة واراد بالعامة اهل  
 السنة وبالخاصة الشيعة واشتت النجاة للخاصة دون من سواها كما ذكرنا  
 في المقدمة نقله عن الملائكة المصنف مسلكه في هذا الاصطلاح  
 فيه او لا على هذا الاصطلاح حيث قال في صفحته (١) حيث تسموا بالشيعة  
 والخاصة وتسموا اهل السنة بالعامة ثم جرى على هذا الاصطلاح ثانياً  
 حيث قال في صفحته (٢) وهو فقه العلم والإيمان العامة يستوي فيه الخاصة  
 والعامة ثم فصل الخاصة على العامة بالاصطلاح المذكور ثالثاً حيث قال  
 في صفحته (٣) فالنراة فيهما إيمان الخاصة والناقص إيمان العامة وتوحيدهما  
 ان الشيعة عند اكمل ايمان من اهل السنة وهو المعنى من المجتدين والذين  
 يكونون من المجتدين من بين المسلمين اذ تمهد هذا فلنشرع في جواب ما قاله في  
 قوله هذا اما قوله وقوله سلام الله عليه وطوله ليس على ما ينبغي الطول



اور وہ محقر سب روایت کیجائیگی۔ اگر خدا نے چاہا۔ میں کہتا ہوں خدا کی توفیق اور اس کی مدد سے کہ ہر گاہ مصنف فارغ ہوا بیان دلائل سے اپنے دعوے پر اور اون کے طرق و تعدیل دعاۃ کے بیان سے شروع کیا اور ان کے بعض معانی اور احکام کے بیان میں جو مصنف کے زعم میں تھے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بعض دلائل مصنف کے اس کے دعوے کو ثابت نہیں کرتے ہیں اور بعض اون میں سے بذات خود ثابت نہیں ہیں پھر اون سے مصنف کا دعوے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور اب ہم مصنف کے اس قول کا فساد بیان کرتے ہیں اور جس وجہ سے مصنف نے ما تقدم پر حکم لگایا ہے اور جو کچھ مراد لیا ہے اس کے چہرے سے پردہ کھول دیتے ہیں اور بیان مقصود سے پہلے جانتا چاہئے کہ لفظ عامہ و خاصہ محمد بن نعمان کے مصطلحات سے ہے جو کہ دوسری صدی میں خلیفہ مہدی کے زمانہ میں تھا اور اس کی کنیت ابو جعفر احوال ہے اور لقب اس کا شیطان طاق ہے اور شیعہ اس کو مومن طاق کہتے ہیں پس اس نے مذہب نعمانیہ کو اختراع کیا اور اس کے اثبات کیلئے چند کتب تصنیف کی ایک اون میں سے فعل لم فعلت ہی اور ایک کا نام فعل لا تفعل ہے اور اپنی اون بعض کتب میں ذکر کیا کہ اسل مذہب چار ہیں قدریہ و خوارج و عامہ و خاصہ اور عامہ سے اہل سنت کو ارادہ کیا اور خاصہ سے شیعہ کو اور نجات خاصہ کے واسطے ثابت کی اور بس جیسا کہ ہم نے اس کو مقدمہ میں مل و نخل سے نقل کیا ہے اور چونکہ اس اصطلاح میں مصنف نے شیطان طاق کا مسک اختیار کیا ہے لہذا پہلے اس اصطلاح کی طرف تنبیہ کی صفحہ ۶۶ میں اور کہا (حیث لشموا بالشیعہ والخاصۃ وسموا اہل السنۃ بالعامۃ) پھر دوسری مرتبہ اسی اصطلاح پر چلا صفحہ ۷۰ میں اور کہا (وہو فقہ العلم والایمان العامۃ لیستوی فیہ الخاصۃ والعامۃ) پھر تیسری مرتبہ اسی اصطلاح کے مطابق خاصہ کو عامہ پر فضیلت دی صفحہ ۷۲ میں اور کہا (فالزائد فیہا ایمان الخاصۃ والناقص ایمان العامۃ) اور اس حکم سے ظاہر ہو گیا کہ مصنف کے نزدیک ایمان میں شیعہ اکمل ہیں مینون سے اور یہی مطلب مصنف کا دین کی تجدید سے اور مسلمانوں میں محدود تہ سے۔ جب یہ تمہید ہو چکی تو اب ہم کو چاہئے کہ جو کچھ مصنف نے اس قول میں کہا ہے اسکا جواب شروع کریں لیکن قول مصنف کا (وقولہ سلام اللہ علیہ وطلوہ) عربیت کے خلاف ہے اس لئے کہ طو ل



في هذا القول معطوف على السلام وعليه في محل الخبر فلو لم يكن الطول ايضاً  
 نازلاً عليه كالسلام لان وهذا غلط فاحش لان الطول وهو القدر الصفة  
 لازمة لذات الله تعالى لا تتعدى منه الى غيره تعالى فكيف يصلح ان يقال  
 طول الله عليه كما لا يصلح ان يقال حيوة الله عليه وعلم الله عليه وقدوة  
 عليه واما قوله معرفة بالقلب اي بالالوهة للرب والنبوة ارسولاً او يجب  
 فهو ايضاً لا يتخلو عن الفساد لان المتبادر من تفسيره ان يكون تفسير القول <sup>بالقلب</sup>  
 والبراء فيه للاستعانة كما يقال في رأيت بالعين وسمعت بالاذن والبراء في قوله  
 بالالوهة انما هي الصفة لازمة للتغاير بين المفسر والمفسر به وهو غير جائز وان  
 اراد به تفسير مفعول المعرفة اشذوف من نظم الكلام فهو ايضاً لا يتخلو عن  
 قبح لان المعرفة لا يتعدى بالبراء بل هي متعدية بنفسها كما في من عرف نفسه  
 فقد عرف ربه وفيه ربي فيفسخ الغرام واليضاً قوله بما اوجب المتبادر منه انه  
 متعلق بالنبوة والبراء فيه للصحة وهو لا يصلح لان النبوة صفت لازمة للنبى غير  
 متعدية بالبراء ولا يبرهن علاقاته من هذه القبيل كثيرة في هذه الكتابات قد  
 ضفنا عنها خوفاً للاطناب <sup>بما يبرهن</sup> ان جواب مقصود الكتاب والله الهادي  
 الى الحق والموفق للصواب واما قوله ولا محمد في المسند عن علي قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه واله وسلم الاسلام ان يسلم قلبك وان يسلم المسلمون  
 من لسانك ويدك <sup>اي</sup> خير الحديث ان اردت منه ان الاشياء المذكورة في  
 هذا الحديث اجزاء واركان للاسلام والايان والهجرة كما هو المبادر من زيادة  
 هذا الحديث في هذا الباب فهو ممنوع لان سلامة القلب من السوء وسلامة  
 المسلمين من يد المسلم ولسانه انما هي من نتائج الاسلام واما ان كان



اس قول میں سلام پر معطوف ہے اور علیہ تجل خبر میں ہے پس لازم ہوا کہ طول بھی مثل سلام کے نازل ہوا اور یہ کہلی غلطی ہے کیونکہ طول قدرت کا نام ہے ایک ایسی صفت ہے کہ ذات الہی کا لازم ہے اور غیر کی طرف متعدی نہیں ہوتی ہے پس طول اللہ علیہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ حیوۃ اللہ علیہ و علم اللہ علیہ و قدرۃ اللہ علیہ کہنا صحیح نہیں ہے اور لیکن قول اس کا معرفتہ بالقلب ای بالالوہتہ للرب والنبوۃ لرسولہ بما اوجب پس یہ بھی فساد سے خالی نہیں اس لئے کہ مصنف کی تفسیر سے قیاد یہ ہے کہ وہ بالقلب کی تفسیر ہے اور بالقلب میں یہ استعانت کی ہے جیسا کہ رایت بالعين و سمعت بالاذن میں کہا جاتا ہے اور بے اس کے قول بالالوہتہ میں صلہ کی ہے پس مفسر و مفسرہ غیریت لازم آگئی اور یہ ناجائز ہے اور اگر اس سے مراد مفعول معرفت کی تفسیر ہے جو نظم کلام سے محذوف ہے تو یہ بھی قیاحت سے خالی نہیں اس لئے کہ معرفت متعدی ہے کے ساتھ نہیں ہے بلکہ بذات خود متعدی ہے جیسا کہ (من عرفہ نفہ فقد عرف ربہ) میں بنفسہ متعدی ہے اور عرفت ربی بفتح الغزایم میں ہے اور نیز اس کا قول بما اوجب ظاہر بھی ہے کہ نبوت کے متعلق ہے اور بے اس میں صلہ کی ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ نبوت نبی کی ایک صفت لازم ہے نہ بے کیساتھ متعدی ہوتی ہے نہ غیر با کے ساتھ اور اس قبیل کی علطیان اس کتاب میں بہت ہیں ہم نے طوالت کے خوف سے اون سے چشم پوشی کی ہے اور تیر ہماری نظر مقصود کتاب پر ہے اور خدا ہی امر حق کی طرف ہادی ہے اور صواب کی توفیق دینے والا ہے قول مصنف کا) ولاحد فی المسند عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یسلم قلباھ وان یسلم المسلمون من لساناھ ویدلک تآخر حدیث اگر مصنف کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ جو امور اس حدیث میں مذکور ہیں اسلام و ایمان و ہجرت کے اجزاء دارکان ہیں جیسا کہ اس حدیث کو اس باب میں لائف سے قیاد ہوتا ہے تو یہ امر غیر مسلم ہے اس لئے کہ دل کا سلامت رہنا بدی سے اور مسلمانوں کا سلامت رہنا مسلمان کے دست و زبان سے ایمان کے نتائج و علامات سے ہے نہ کہ اجزاء ایمان سے ۔ ورنہ اس سے



والله لم يخالف الحديث الصحيح في الاسباب على نفس الحديث وان ارد من غير  
 فلا يصح اتيان به في هذا المقام وحله عليه فيما بعد بقوله والى ظاهر هذه  
 الاحاديث والآثار عن اهل البيت الا طهاروا ما استدل الله بالحديث على رضى الله  
 ان الطهور نصف الايمان على جزئية الطهارة للايمان فليس بتمام بل لا يكاد يصح لان  
 المراد من الايمان في هذا الكلام الشريف المومن به والمراد من الطهارة طهارة  
 القلب والمومن به قسمان العقائد الباطنية والعقائد الحققة فالطهارة من  
 العقائد الباطنية نصف الايمان اى المومن به وكلام المصنف اتمامه في الايمان  
 بالمعنى المصدق اى فاي ادهذا في هذا الباب ايضا غير صحيح واما قوله والى ظاهر  
 هذه الاحاديث والآثار عن اهل البيت الا طهاروا فذهب اصحاب الحديث  
 ومالائى والشافعى واحمد والاوزاعى كذا ذهب اهل البيت ان العمل داخل في الايمان  
 فباطل كل البطلان وناشر من سوء الفهم وقلة العرفان لان هذه الاحاديث والآثار  
 متروكة عند من يكون بعضها موضوعا وبعضها مجهولا وبعضها ضعيفا عند من وكيف  
 يستدلون بظاهر على خبرئته العمل من الايمان وفى ايضا هذا القول كيد عظيم  
 وتشديد فحيم يعرفه العريف الماهر والعطريف المشاهر انه يوهم الى ان القول بخبرئته  
 العمل من الايمان الصادر من بعض اجلة الائمة والمحدثين من اهل السنة انما  
 هو بظاهر هذه الاحاديث والآثار ولما كان كذا فلهنهم ان يقولوا بخبرئته المعرفة  
 من الايمان ايضا لان هذه الاحاديث كمات دل بظاهرها على خبرئته العمل كذا  
 تدل اكثرها بخبرئته المعرفة ايضا وان لم يقولوا بخبرئتها منه لزم كونهم مصدقا  
 لكرمية اقومون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض فلهنهم القول بخبرئتها ايضا لا يحسن  
 وعلى هذا يلزم دخول اهل البيت الا طهاروا الاكثرين من اهل السنة الا خياسا



حدیث صحیح دینی الاسلام علیٰ حسن الحدیث کی مخالفت لہذا اس کے گلی اور اگر اس کا غیر مراد ہے تو اس حدیث کو اس باب میں لانا اور اس پر اس کے چلکر حکم لگانا اپنے اس قول سے (دو اہل ظاہر ہذا والاحادیث والادخار عن اہل البیت الا ظہار) نام درست ہوگا اور لیکن مصنف کا دلیل لانا حدیث ان الظہار نصف الايمان سے طہارت کے جزو ایمان ہونے پر پس ناتمام ہے بلکہ قریب صحت نہیں ہے اس لئے کہ اس حدیث میں ایمان سے مراد مومن اب ہے اور طہارت سے مراد طہارت قلب ہے اور مومن بہ کی دو قسم ہیں عقائد باطلہ و عقائد حقہ پس پاک کرنا دل کو عقائد باطلہ سے نصف ہے ایمان کا یعنی مومن کا اور مصنف کا کلام ایمان مصدق میں تھا پس اس حدیث کو اس باب میں لانا بھی صحیح نہیں ہے اور لیکن مصنف کا قول (دو اہل ظاہر ہذا والاحادیث والادخار عن اہل البیت الا ظہار و نحوہ) تا آخر پس محض بے اہل ہے اور سورہ فہم و قلت عرفان سے ناشی ہے اس لئے کہ یہہ احادیث و آثار ائمہ مذکورین کے نزدیک متروک ہیں اس لئے کہ بعض ان میں موضوع ہیں اور بعض مجہول اور بعض اون کے نزدیک ضعیف ہیں پھر وہ کیونکر ان کے ظاہر سے عمل کے جزو ایمان ہونے پر دلیل لائیں گے اور نیز اس قول میں ایک بڑا کلمہ اور قریب عظیم ہے کہ جس کو بڑا عارف و ماہر پہچانتا ہے اور وہ مکر یہ ہے کہ یہہ قول وہم و لا تا ہے کہ عمل کے جزو ہونے کا قول اہل سنت کے بعض ائمہ و اجلہ محدثین سے صادر ہوا ہے اور انہیں احادیث و آثار کے ظاہری معنی پر مبنی ہے اور جبکہ ایسا ہے تو اون کو لازم ہے کہ معرفت کے جزو ایمان ہونے کے بھی قائل ہوں اس لئے کہ احادیث جس طرح بظاہر عمل کے جزو ایمان ہونے پر دال ہیں اسی طرح اکثر ان میں سے معرفت کے جزو ایمان ہونے ہی دلالت کرتی ہیں اور اگر معرفت کے جزو ایمان ہونے کا قول نہ کریں تو لازم آئے کہ آیہ کریمہ و کیا تم ایمان لاتے ہو بعض کتاب پر اور بعض کتاب سے کفر و انکار کرتے ہو کے مصداق ہو جائیں پس لامحالہ معرفت کے جزو ایمان ہونے کا قول بھی اون پر لازم ہوا اور اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اہل بیت اطہار اور اکثر اہل سنت کے اخبار گروہ مرجعہ ضامہ میں داخل ہو جائیں



في الطائفة المرجئة الفسالة فغوبيا الله منه لان القائلين <sup>بشيء</sup> المعرفة من الايمان  
 هم المرجئة كما يظهر بمطالعة المل والنحل لشهرستانى وهذا القباضة نيا المجتهد  
 للدين تنبيهة انفس الله المسلمين ولما لزم على حكمة هذا اذ وال الايمان بنوال العمل لا  
 العمل لا محالة العمل لما كان جزء من الايمان واكمل من حيث اكل لا يبقى بعد  
 نوال جزء منه فلو انتفاع الايمان اذ اذا احتته بنظرين فقال الا انه لا ينزل  
 اصل الايمان بنوال العمل لا ينزل اصل الشجر بنوال الفروع والقرو الرجل لا يخرج  
 عن نوعه بقطع الايدى والارجل انقى وهذا الايدى مع الايدى ايضا لا يخلو  
 عن الفساد اما اول فلان انتفاع اكل من حيث اكل بعد ذوال جزئه لازم  
 في هذين النظيرين ايضا لان كل الشجر لا يبقى قطعاً بعد نوال الفروع والقرو  
 كل الرجل يبقى جدا بعد قطع الايدى والارجل وما بقى من الشجر والرجل بعد  
 بنوال ما ذهل ليس بكل انما هو جزء اخر لها غير ما ذال عظمها واما الثانى فلان  
 قياس مع الفارق لان الايمان بمعنى التصديق بسيطا لاجماع والذى فاسده  
 عليه من الشجر والرجل مركب فكيف يصلح هذا التقدير ان يتشبه به الخبير  
 وان اراد من الايمان المؤمن به فهو خارج عن البحث ومع ذلك لا يندفع  
 به الايراد وان ذال على هذا التقدير منه الفساد واما قوله والمعنى بالايمان فيها  
 هو الايمان الكامل الذى من يفتقر بعد الايمان به ان يعنى صاحبه و  
 هو المقرون بالاسلام دون المجر عنه فائضا لا يخلو عن الفساد ولا ينطبق على  
 المراد اما الاول فلان مقارنته الشئ بالشئ اتما تدل على اتصاله به لا على جزيته  
 له فالايان المقرون بالاسلام كيف يكون مركبا منه ومن غيره انما يكون مقرونا  
 به وموصولا اليه واما الثانى فلان كلامه كان فى الايمان بالمعنى المصدري



گروہ مرجیہ ضالیہ میں داخل ہونے والے ہاں نہ اس لئے معرفت کو ایمان کا جزو کہنے والے صرف مرجیہ ہیں جیسا  
 کہ مغل فاضل شہرستانی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک جہالت سے مصنف کی تجدید دین اور مسلمانوں  
 جماعت میں فساد و فحشاء ڈالنے کے نتائج سے اور جبکہ مصنف کے اس حکم سے لازم آیا کہ عمل کے زوال سے  
 ایمان ہی زائل ہو جائے اس لئے کہ عمل جب ایمان کا جزو نہیں اور کل بحیثیت کل جز کے زوال سے باقی نہیں  
 رہتا ہے پس ترک عمل سے ایمان کا عدم ضرور لازم آیا تو مصنف نے اس اعتراض کو دو نظریوں سے دفع کرنا چاہا اور کہا  
 الا انه لا يزيل اصل الايمان بزوال العمل كما لا يزيل اصل الشجر بزوال الفروع والفروع والرجل لا يخرج عن  
 نوعه بقطع الايدي والارجل انتهى اور یہ کلام نہ تو اعتراض مذکور کو دفع کرتا ہے اور نہ خود فساد سے خالی ہے امر  
 اول اسوجہ سے کہ کل بحیثیت کل کا زوال ہی جز کے زوال سے ان دونوں نظریوں میں ہی لازم ہی اس لئے کہ مجموعہ شجر کا  
 شاخ و ثمر کے زوال سے باقی ہوتا ہے اور مجموعہ مرکب کا قطع اعضاء کے کئے قطعاً فنا ہو جاتا ہے اور درخت و درجہ اس کے  
 اجزاء کی زوال کے بعد جو باقی ہی وہ کل نہیں ہی بلکہ وہ دوسرا جز رہتا ہے جزو معدوم کے سوا اور دوسرا امر اسوجہ سے کہ  
 ایمان معنی تصدیق بسیطہ ہی اجماع امت و اہل غری دونوں کے اعتبار سے اور درخت و درجہ کہ جس پر مصنف نے  
 ایمان کو قیاس کیا ہے مرکب ہے یہی یہ کہ مرکب پر قیاس کرنا واقفکار کے نزدیک کیونکر صحیح ہوگا اور اگر  
 ایمان سے مومن کو ارادہ کیا ہے تو یہ بحث سے خارج ہے اور باوجود اسکے اعتراض مذکور اس سے  
 دفع نہیں ہوتا ہے اگرچہ اس تصدیق پر اس کلام سے فساد دور ہو جائے گا اور لیکن  
 مصنف کا قول (فالمعنى بالايمان فيها هو الايمان الكامل الذى ليس يقترب بعد الايمان به الى  
 ان يعد عن صاحبه وهو المقرون بالاسلام دون المجرد عنه انتهى) اسوجہ سے  
 پس یہ بھی فساد سے خالی نہیں ہے اور نہ مراد مصنف پر منطبق ہے امر اول اسوجہ سے  
 کہ مقارنت ایک شے کی دوسری شے سے دلالت کرتی ہے متصل ہونے پر نہ کہ جز ہونے پر  
 پس چنانچہ ایمان کہ اسلام کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ اسلام غیر اسلام سے مرکب کیونکر ہوگا  
 ایمان اسلام سے مقرون نہ ہوا ہوگا اور امر ثانی اسوجہ سے کہ مصنف کا کلام ایمان صدیقین



وهو بسيط بالاجماع واللغة كما بسطته في المقدمة وهذا القول مناف له و  
يستلحق الخروج عن المبحث ويصم دعوى التجدد فليتكفروا ما قوله وقوله وهو  
يزيد وينقص في الاوصاف الثلاثة فالزائد فيها ايمان الخاصة والناقص  
ايمان العامة فقد مرفساده وبطلانه فلا نعيده واما قوله واما في المعرفة والتصديق  
فمن جهة الثمرات والحلاوة لا اصل للتصديق فانه ان نقص كان شكًا مخرجًا من  
الايمان واما في الاقرار فاذا خيف القتل ان اقربا لايمان فلم يقرب فهو ناقص وان اقر  
فهو الايمان الزائد الكامل واما في العمل بالادراك فلا يحتاج الى البيان فتقول في جوابه  
انه ايضا يتبين البطلان وغير قابل للاذعان لان عطف التصديق على المعرفة واما الثاني  
كما هو الاصل في العطف فيه او الاوصاف الثلاثة المذكورة ليس فيها ذكر التصديق  
فكيف ادخله في تفصيلها وايضا يلزم منه كونها اربعة لا ثلاثة واما التفسير  
كما هو الظاهر من كلامه ولذا افسرها بالتصديق فيما سياتي من قول الامام الاعظم  
المنقول من الوصية فهو مخالف للغة وقول جمهور اهل السنة لان التصديق  
ادراك ادعياي يحصل بالكسب والاختيار ويتقترن بالتسليم والانقياد بخلاف  
المعرفة فانها ادعان اضطراري يحصل للكفار ايضا كما قال الله تعالى يَعْرِفُونَهُ  
كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ وَلَا يَجِئُ التَّصْدِيقَ لَهُمْ اصْلًا وَلَا لَكَانُوا مَوْصِينَ وَيُقِيلُ  
ما في شرح العقائد من ان بعض القدرية ذهب الى ان الايمان هو المعرفة واطبق  
علمائنا على فساد ذلك لان اهل الكتاب كانوا يعرفون نبوة محمد كما يعرفونه ابناءهم مع القطع  
بكفرهم لعدم التصديق ولان من الكفار من كان يعرف الحق يقينا وانما كان ينكر عنادا  
واستكبارا قال الله تعالى وَحُجِّدْ فِيهَا وَاسْتَيْقَنْتَهَا أَنْفُسُهُمْ فَلَا يَدْرِي مِنْ بَيْنِ الْمَقَامَاتِ  
بَيْنَ الْمَعْرِفَةِ وَالْحُكْمِ وَاسْتَيْقَانُهَا وَبَيْنَ التَّصْدِيقِ بِهَا وَاعْتِقَادِهَا لِيَصْرَحَ كَوْنُ الثَّانِي



اور و باجماع و لغت بسط ہے جیسا کہ مقدمہ میں ہم نے اس کو بسیط سے لکھ دیا ہے اور یہ قول و  
 منافعی ہے اور خارج بحث سے ہوا جاتا ہے اور دعویٰ تجدید کو عیب لگاتا ہے پس فکر کرنا چاہئے  
 اور لیکن مصنف کا قول (و قوله وهو يزيد وينقص اي في الاوصاف الثلاثة فالزائد فيها ايمان  
 الخاصة والناقص ايمان العامة) پس اس کا فساد و بطلان گذر چکا لہذا ہم اس کو اعادہ نہیں  
 کرتے اور لیکن قول مصنف کا (واما في المعرفة والتصديق فمن جهة الثمرات والحلاوة  
 ولا اصل التصديق تا آخر) پس ہم اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی بین البطلان وغیرہ  
 قابلِ ادعانہ ہے اس لئے کہ تصدیق کا عطف معرفت پر یا مغائرت کیلئے ہے جیسا کہ عطف  
 بحر اصل ہے تو اس میں یہ کلام ہے کہ اوصاف ثلثہ مذکورہ میں تصدیق کا ذکر نہیں ہے پس  
 اوں کی تفصیل میں مصنف نے تصدیق کو کیونکر داخل کیا اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ  
 اوصاف مذکورہ چار ہو جائیں نہ کہ تین اور یا عطف تفسیری ہے جیسا کہ کلام مصنف سے  
 ظاہر ہے اور اسی وجہ سے معرفت کو تصدیق کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے امام اعظم کے قول میں جو  
 آئیوا لا ہے غقیب اور وصیتہ سے منقول ہے تو یہ مخالف لغت کی اور جمہور اہل سنت کے قول سے اس لئے تصدیق  
 اور اک اذعانہ ہے کہ کسب و اختیار سے حاصل ہوتا ہے اور تسلیم و انقیاد کے مقابلہ بخلاف  
 معرفت کے اسلئے کہ معرفت اذعان اضطراری ہے جو کفار کو بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ  
 نے فرمایا ہے (يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ) اور تصدیق کفار کو ہرگز حاصل نہیں ہوتی ورنہ وہ  
 مومن ہو جاتے اور اسکی تائید کرتا ہے جو کہ شرح عقاید نسفی میں مذکور ہے کہ بعض فاریہ اس طرف گم رہیں کہ ایمان معرفت  
 کا نام ہے اور ہمارے علماء متفق ہیں اسکے فساد پر اس لئے اہل کتاب کو نبوت محمد صلعم کی معرفت حاصل تھا  
 جس طرح کہ انکو اپنی اولاد کی معرفت حاصل بالانکہ وہ قطعاً کافر تھے تصدیق نہ کرنے کے سبب اور اس لئے کہ بعض کفار کو نبوت  
 طور پر حقیقی معرفت تھی اور انکا ضمیر غناد و استکبار کے سبب تھا فرمایا حق تعالیٰ نے (اور انکار کیا انہوں نے اس کلام  
 یقین کر لیا تھا انکو اوں کے نفسوں نے) پس معرفت احکام و تصدیق احکام میں فرق بتانا ضرور ہوتا تصدیق



ايماناً دون الاول انتهى بقدر الحاجة فتفسرها به مفضل الى عدم معرفة المعرفة  
 والتصديق وتحليطه بين مذهب اهل السنة والمرجئة وافترائه على الاجلة  
 والائمة معاذ الله منها وقوله فمن جهة القرات والحلاوة ان اراد به زيادة وصف  
 من اوصاف المعرفة فهو ليس من زيادة المعرفة في شيء لانه انما هو زيادة في وصفه  
 لا عينه وان اراد به زيادة نفس المعرفة فيناقض قوله لا اصل للتصديق وقوله  
 وامّا في الاقرار فاذا خيف القتل ان اقر بالايان فلم يقر فهو ناقص وان اقر فهو  
 الايمان الزائد الكامل فيه انه مخالف للكتاب وبعيد عن الصواب لان  
 الله تعالى قال في حق المكروه وقلبه مطمئن بالايمان فلا اثم عليه فلما كان  
 المكروه ما دون ما في اجراء كلمة الكفر على اللسان كيف يحكم عليه انه ناقص في  
 الايمان لانه في هذه الحالة غير مكلف بالاقرار وايضا قوله تعالى وقلبه  
 مطمئن بالايمان مصحح بان الايمان محله القلب فالقول بجزئية الاقرار والحكم  
 بنقصان الايمان عند الاضطرار من غير بينة ولا برهان وقوله وامّا في العمل  
 بالاركان فلا يحتاج الى البيان انتهى فيه انه ليس بينا بنفسه ولا مبيناً بالجهة  
 والذي عليه المحققون ان الاعمال تزيد وتنقص ولكن الايمان لا زيادة فيه  
 ولا نقصان كما قال في الشرح القوائد فاما الاعمال اى لطاعات فهي تتراكم  
 في انفسها والايمان لا يزيد ولا ينقص فالحكم بزيادة حقيقة الايمان بناء  
 على زيادة الاعمال وحالته الى البداهة تحكم جلي وتغسف منجلى وقوله و  
 مما يشهد ما ذكرنا ما عن المولى الميرزا قاضى قال كانت السورة اذا نزلت على عهد  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم والاية او اكثر زادت المومنين ايماناً  
 وخسوعاً ونهت بهم فانتبهوا انتهى فيه ان هذا لا اثر ليس مما يوشىء قوله بل هو كما



ایمان ہونا ثابت ہو جائے نہ معرفت کا تمام ہوا بقدر حاجت پس معرفت کی تفسیر تصدیق سیکرنا مقضی ہر سطر  
 عدم امتیاز معرفت و تصدیق کے اور ماننے مذہب اہل سنت و مذہب جہیکے اور جرات کرنے کے اکابر و آئمہ پر  
 خدا کی پناہ اس سے اور مصنف کا قول فمن جهة الثمرات والحلاوة اگر اس قول سے معرفت کے کئی صنف  
 کا زیادہ ہونا مراد لیا ہے تو اس سے معرفت کا زیادہ ہونا لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ یہ زیادتی وصف  
 معرفت کی ہے نہ عین معرفت کی اور اگر اس سے مراد عین معرفت کی زیادتی ہے تو یہ مناقض ہے قول مصنف  
 (لا اصل للتصديق) کے اور قول مصنف کا (واصاب في الاقرار فاذا خيف القتل ان اقر بالامانة  
 قلم يقرب فهو ناقص ان اقر فهو الايمان الزائد الكامل) اس میں یہ کلام ہے کہ یہ مخالف ہی قرآن کے  
 اور دور ہے صواب سے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے مکرہ کے حق میں فرمایا ہے (اور اس کا دل طینان رکھتا ہوا ایمان  
 تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہی پس جبکہ مکرہ کو زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہوئی تو اس کو ناقص الایمان  
 کہنا کیونکر صحیح ہو گا اس لئے کہ وہ اس حالت میں اقرار کا مکلف ہی نہیں اور نیز قول حق تعالیٰ کا وقبلة  
 مطمئنين بالایمان بوضاحت بیان کرتا ہے کہ ایمان کا محل قلب ہے پس اقرار کو جو ایمان کہنا اور اضطراب کے  
 وقت نقصان ایمان کا حکم کرنا بلا دلیل و بغیر بیان ہے اور مصنف کا قول (واصاب في العمل  
 بالاركان فلا يحتاج الى البيان انتهى) اس میں یہ کلام ہے کہ یہ کلام نہ تو بنفسہ ظاہر ہے اور نہ  
 دلیل سے بیان کیا گیا ہے اور جس امر پر اہل تحقیق متفق ہیں یہ ہے کہ اعمال میں کمی و بیشی ہوتی  
 ہے ولیکن ایمان میں نہ کمی ہے نہ بیشی ہے جیسا کہ شرح عقاید میں لکھا ہے (اور لیکن اعمال  
 یعنی طاعات پر بنفسہ زائد ہوتے ہیں اور ایمان کم و بیش نہیں ہوتا ہے آہ پس زیادت  
 اعمال کی بنا پر زیادت حقیقت ایمان کا حکم کرنا اور اس کو بدایت پر حوالہ کرنا تحکم جلی او ہٹ دہر کی  
 روشن ہی اور قول مصنف کا (ومما يشهد ما ذكرنا عن المولى الفضلي قال كانت السورة  
 اذ انزلت على محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم والايتى واكثر زادت المومنين  
 ايمانا وخشوعا ونحوه انتهى) اس قول میں یہ کلام ہے کہ یہ اثر مصنف کا قول کا مؤید نہیں ہے



يرد عليه لان قوله رضى الله عنه ايمانا وخشوعا يعطف الخشوع على الايمان عطف  
 تفسير وقوله ففتحهم فانفتحوا انما يدل على زيادة الايمان بوصفه واثره وهو الخشوع  
 والانتها عن المعاصي ولا يدل على زيادة نفس الايمان بزيادة جزء فيه وقوله  
 وكذا الحديث الا لى المسلسل بالائمة العشرة الكمل في فضل الايمان انما هو ناظر  
 ظاهر في عدم دخول العمل في اصل الايمان وسير في انشاء الله تعالى اقول في جوابه  
 بتوفيق الله وعونه ان هذا انما لا يخلو عن الاسقام اما اول فلان قوله وكذا  
 الحديث المسلسل اوه معطوف على قوله ومما يشهد ما ذكرنا ولا مناسبة بينهما  
 لان حديث علي رضى الله عنه انما اتى به للاستدلال على جزئية العمل للايمان  
 والحديث الا لى يدل على خلافه ولا بد للمعطوف والمعطوف عليه من المناسبة  
 بينهما فاعلم ان العطف بالواو ههنا غير صحيح واما ثاني فلان قوله المسلسل  
 بالائمة العشرة الكمل ممنوع بعدم الاتصال بين الامام علي الرضى وابنه محمد  
 النقي كما مر في المقدمة واما ثالث فلان هذا القول يناقض دعونه السابق  
 عليه لانه ادعى فيما مضى ان العمل من الايمان وصرح في هذا القول بانه ليس  
 منه وان تشبث بكون العمل دخلا في الكامل وغيره لخل في الناقص فهو مخالف  
 لما عليه الجمهور اهل السنة ومناقض للذهب المنصور من ان الايمان حتم لا زيادة فيه  
 ولا نقصان كما مر في هذا القول منقولا عن شرح العقائد واما رابع فلان هذا  
 الحديث الا لى والحديث الذي ورد في صدر البحث ولقبه بالوجود متناقضان  
 لكون العمل الاول دالا على خروج العمل من الايمان والثاني دالا على دخوله فيه  
 فهما امام مقبولان عند المصنف واما مردودان واما احدهما مقبول والاخر  
 مردود فعلى الاول يلزم اجتماع التقيضين وعلى الثاني والثالث كان على المصنف



بلکہ اوس کو رو کر تا ہے اس لئے کہ فرمانا علی کا دایما ناو خشوعاً عطف خشوع کیتا تھا ایمان پر عطف کی طرہ اور قول کا  
 (تحتہم فانتھوا) ایمان کی زیادت پر دلالت کرتا ہے بلحاظ اوس کے وصف اثر کے اور وہ خشوع اور معاصی  
 با زربہنا ہے اور نفس ایمان کی زیادت پر باعتبار زیادت کسی چیز کے دلالت نہیں کرتا ہے اور مصنف کا قول  
 وکذا الحدیث الالہی للسلسل بالاثمة العشرة الکمل فی فصل الايمان انما هو ناظر ظاہر فی عدم دخول  
 العمل فی اصل الايمان و سیروی انشاء اللہ تعالیٰ انتہا میں اوس کے جواب میں خدا کی توفیق و مدد سے کہتا  
 ہوں کہ یہ کلام چند استقامت سے خالی نہیں ہے پہلا سقم یہ ہے کہ مصنف کا قول وکذا الحدیث السلسل آہ معطوف ہے  
 اوس کے قول مما یشید ما ذکرنا پر اور ان دونوں قول میں کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ حدیث علی کو مصنف  
 اس غرض سے لایا ہے کہ عمل کو ایمان کا جزو ہونا ثابت کرے اور حدیث الہی اس کے خلاف پر دال ہے اور  
 معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت کا ہونا ضرور ہے پس معلوم ہوا کہ اس مقام میں عطف بالواو غیر  
 صحیح ہے دوسرا سقم یہ ہے کہ مصنف کا قول (السلسل بالاثمة العشرة الکمل) غیر مسلم ہے بسبب  
 عدم اتصال کے امام علی رضا اور ان کے فرزند محمد تقی میں جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا  
 تیسرا سقم یہ ہے کہ یہ قول مناقض ہے مصنف کے دعوے مذکور کے اس لئے کہ سابق میں مصنف  
 دعویٰ کر چکا ہے کہ عمل ایمان کا جزو ہے اور اس قول میں تصریح کی ہے کہ عمل جزا ایمان نہیں ہے اور اگر  
 مستلزم بزبانے اس امر کو کہ عمل ایمان کامل کا جزو ہے اور ناقص کا جزو نہیں ہے تو یہ مخالف ہی قول  
 جمہور و مذہب منصور کے اور وہ یہ ہے کہ نفس ایمان میں زیادت و نقصان نہیں ہے جیسا کہ  
 ہم اسی قول کے رد میں شرح عقائد کی عبارت نقل کر چکے ہیں چوتھا سقم یہ ہے کہ یہ حدیث الہی اور وہ حدیث  
 کہ جسکو آغاز بحث میں مصنف نے نقل کیا ہے اور اوسکا نام مجود رکھا ہے یہ دونوں حدیثیں متناقض ہیں کیونکہ  
 پہلی حدیث عمل کے ایمان سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث جزو ہونے پر پسند و نواہی بقول ابن  
 مصنف کے نزدیک مردہ ہیں یا ایک قبول ہے اور دوسری مردود شق اول پر اجتماع تفتیش لازم آتا ہے  
 اور شق ثانی اور شق ثالث پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف کو لازم تھا کہ



ان لا يذكر المرء عند هذه في هذا الكتاب والله الهادي الى الحق معلمهم الصادق  
 قال في فضل الايمان **الأكمل** قال لله المتعال بعد قوله  
 اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ  
 وعن قبيصة بن جابر الاسدي قال قام رجل الى علي فقال يا امير المؤمنين  
 ما الايمان قال الايمان على اربع دعائم علم الصبر واليقين والجهاد والعدل  
 فالصبر على اربع شعب علم الشوق والشفقة والزهادة والرقب فمن اشتاق الى الجنة  
 سلا عن الشهوات ومن اشفق على النار رجع عن المحرمات ومن ابصر  
 بالدنيا قهاون بالمصيبات ومن ارتقب الموت سارع الى الخيرات واليقين على  
 اربع شعب على تبصرة الفطنة وتناول الحكمة وموعظة العبرة وسنة الاولين  
 فمن تبصر في الفطنة تناول الحكمة ومن تناول الحكمة عرف العبرة ومن عرف العبرة  
 فكأنما كان في الاولين والعدل على اربع شعب على غاوص الفهم وزهرة العلم  
 وشرعية الحكم وروضة الحكم فمن فهم فشرح جميع العلم ومن علم عرف شرايع الحكم  
 ومن حكم ورد روضة الحكم ومن حكم لم يفرط امره وعاش في الناس وهو  
 في راحة والجهاد على اربع شعب مربع معروف ونهي عن المنكر والصدق في الموطن  
 وشنن الفاسقين فمن امر بالمعروف شد ظهر المؤمن ومن نهي عن المنكر اغم انف  
 المنافق ومن صدق في الموطن قضى ما عليه ومن شنن الفاسقين وغضب لله  
 غضب الله له فقام السائل عند هذا فقبل رأس علي اخرج به ابن ابي الدنيا في  
 الامر بالمعروف ونهي عن المنكر ولا الكافي في السنة وابن عساكر في تاريخ دمشق  
 ورواه البيهقي مختصرا عن العلاء بن عبد الرحمن الى اخر الجملة الاولى وعن  
 خلاس بن عمر قال كنت جالوسا عند علي بن ابي طالب اذا اتاه رجل من خزاعة



مروود کو اس کتاب میں ذکر نہ کرتا اور خدا ہی حق کے طرف راوی ہے اور صدق و صواب کا  
 الہام کرتا ہے (کہا مصنف نے) فضیلت ایمان اکمل کی فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے قول اُولَئِكَ هُمُ  
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کے بعد اولین کے واسطے درجات میں ان کے پروردگار کے یہاں اور مغفرت  
 ہے اور روزی عزت کی اور قبیصہ بن جابر اسدی سے مروی ہے کہا کہ ایک مرد کھڑا ہوا علی کے  
 سامنے پھر کہا کہ اے امیر المؤمنین ایمان کیا شے ہے کہا ایمان کی بنا چار ستونوں پر ہے صبر و یقین  
 و جہاد و عدل پھر صبر کی بنا چار پر ہے شوق و شغبت و زہادت و رقب پس جو شتاق ہو حنت  
 جدا ہو گیا خواہشات سے اور خوفناک ہوا آگ سے تاب ہو احرار سے اور جس نے دیکھا تھا  
 کوست ہو اصدیتوں میں اور جس نے انتظار کیا موت کا سبقت کی نیکیوں کے طرف اور  
 یقین کی بنا چار شعبوں پر ہے تبصر فطنت و تناول حکمت و موعظت و عبرت و سنت اولین  
 پر پس جس نے پناہی حاصل کی طبعی میں توجہ ہو حکمت میں اور جو توجہ ہو حکمت میں اوس نے بھی  
 یہ عبرت کہ اور جس نے پہچان لیا عبرت کو پس گویا داخل ہو گیا پھلون میں اور عدل چار شعبوں پر  
 ہے غائص فہم و زہرت علم و شریعت حکم و روضہ علم پس جو سمجھدار ہوا بیان کیا اوس نے تمام علم کو  
 اور جو عالم ہو پہچان کیا حکم راہوں کو اور جو حاکم ہوا داخل ہو حکم کے باغ میں اور جو حلیم ہوا نہ  
 افسر اکی دس نے کام میں اور زندہ رہا لوگوں میں راحت سے اور جہاد چار شعبوں پر ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر  
 و صدق فی الموطن و نشان فاسقین پس جس نے حکم کیا نیکی کا قوی کیا پشت مومن کو اور جس نے منع کیا بدی  
 خاک میں ملیدیا منافق کی ناک کو اور جو صادق ہوا موافع میں ادا کر دیا اوس نے اپنے حق کو اور جو ناخوش ہوا بدکار  
 و غصہ ناک ہوا خدا کی واسطے غصہ کیا خدا نے اوس کی وجہ سے پھر سائل کہہ رہا ہو گیا اس کلام کی وقت اور علی کے سر کو ہو  
 ویا روایت کیا اس کو ابن ابی الدیارس نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اور لا الکافی نے سنت میں اور ابن عباس نے  
 تاریخ دمشق میں اور روایت کیا اس کو بھتی نے اختصار کے ساتھ علاء بن عبد الرحمن سے پہلے جملہ کو آخر تک  
 اور خلاص بن عمرو سے مروی ہے کہا ہم بیٹھے تھے علی بن ابیطالب کے پاس کہ خراہ کے قبیحہ کا ایک روایا



فقال يا امير المؤمنين هل سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ينعت  
 الاسلام قال نعم سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول بني الاسلام على  
 اربعة اركان على الصبر واليقين والجهاد والعدل وللصبر اربع شعب الشوق والشفقة  
 والزهادة والتقرب فمن اشتاق الى الجنة سلا عن الشهوات ومن اشفق عن النار حج  
 عن المحرمات ومن زهد في الدنيا تقاوى بالمصائب ومن ارتقب الموت سارع في الخيرات  
 واليقين اربع شعب تبصرة الفطنة وتناول الحكمة ومعرفة العبرة واتباع السنة فمن  
 ابصر الفطنة تناول الحكمة ومن تناول الحكمة عرف العبرة ومن عرف العبرة اتبع السنة  
 فمن اتبع السنة فكان ما كان في الاولين والآخر اربع شعب الامر بالمعروف والنهي عن  
 المنكر والصدق في الموطن وشئان الفاسقين فمن امر بالمعروف شد ظهر المؤمن و  
 من نهى عن المنكر ارغم انفس المنافقين ومن صدق في الموطن قضى الذي عليه واجر  
 دينه ومن شئت الفاسقين فقد غضب الله ومن غضب الله يغضب الله له وللعالمين  
 اربع شعب غوص الفهم وزهرة العلم وشرائع الحكم وروضة الحكم فمن غاص الفهم  
 قَبِرَ جلال العلم ومن رعى زهرة العلم عرف شرائع الحكم ومن عرفت شرائع الحكم و  
 روضة الحكم ومن ورد روضة الحكم لم يفرط في امره وعاش في الناس وهو في  
 راحة اخبره ابو نعيم في الحلية وقال كذا رواه خلاس بن عمر مرفوعا ورواه  
 الحارث بن علي مرفوعا مختصرا ورواه قبيصة بن جابر عن علي من قوله ورواه  
 العلاء بن عبد الرحمن عن علي من قوله انتقم اقول بتوفيق الله تعالى وعونه  
 ان المصنف عقد هذا الفصل لبيان فضل الايمان الاكمل واستدل عليه بقرينة  
 اَوَّلَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ  
 وبالاثرين الذين روى احدهما برواية قبيصة بن جابر الاسدي عن علي رضي الله



پس کہا اوس نے اے امیر المؤمنین کیا آپ نے سنا ہے رسول خدا صلیم سے کہ فرماتے تھے کہ اسلام کی  
 بنا چار رکنوں پر ہے صبر و یقین و تہاد و عدل پر اور صبر کے چار شعبے ہیں شوق و شفقت و زحادت و قرب  
 پس شتاق ہو اجنت کا جدا ہوا خواہشوں سے اور جو خوفناک ہوا آگ سے ثابت ہو محرمات سے اور جو  
 بے رغبت ہو دنیا میں سست ہو ا مصائب میں اور جو منتظر ہو موت کا سبقت کی اوس شیکون کی  
 طرف اور یقین چار شعبوں پر ہے دیکھنا طبیعت کی تیزی کو اور رجوع ہونا حکمت کی طرف اور  
 پہچاننا عبرت کو اور پیروی سنت کی پس جس نے دیکھا تیزی طبع کو متوجہ ہوا حکمت میں اور جو متوجہ ہوا  
 حکمت میں پہچان گیا عبرت کو اور جو پہچان گیا عبرت کو پیرو ہوا سنت کا اور جو پیرو ہوا سنت کا  
 پس گویا داخل ہوا پہلوں میں اور چہاد کے چار شعبے ہیں حکم کرنا نیکی کا اور منع کرنا بدی سے اور  
 صادق ہونا مواقع میں اور ناخوشی بدون سے پس جس نے حکم کیا نیکی کا قوی کہا مومن کی پشت کو اور جس نے  
 منع کیا بدی سے خاک میں ملایا منافقوں کی ناک کو اور صادق ہوا مواقع میں ادا کر دیا اوس نے جو حق کہ  
 اس پر تھا اور محفوظ کر لیا اپنے دین کو اور جو ناخوش ہوا بدو اس پر غم نہاک ہوا خدا کی واسطے اور جو غصہ نہاک ہوا  
 خدا کی واسطے غصہ نہاک ہو گا خدا اوس کے واسطے اور عدل کے چار شعبے ہیں دو بنا فہم میں اور تازگی علم کی  
 اور راہیں حکم اور باغ علم کا پس جس نے غوطہ مارا فہم میں کہو لیا علم کی باتوں کو اور جس نے نگہبانی کی  
 تازگی علم کی پہچاننا حکم کی راہوں کو اور جس نے پہچاننا حکم کی راہوں کو داخل ہوا علم کی باغ میں اور جو داخل ہوا علم کی باغ میں  
 انرا طمکی اوس کام میں اور زندہ رہا لوگوں میں آرام سے روایت کیا اسکو ابو نعیم نے حلیہ میں اور کہا کہ ایسا ہی  
 روایت کیا اسکو خلاص بن عمر نے رفع کیساتھ اور روایت کیا اسکو عمار نے علی سے دفع و اختصار کیساتھ  
 اور روایت کیا اسکو قبیبہ بن جابر نے علی سے اوس کے کلام سے اور روایت کیا اسکو علاء عبد الرحمن نے علی سے اوس کے  
 قول سے اتنی امین کہتا ہوں جتنا کی توفیق و مدد سے کہ مصنف نے اس فصل کو مستفاد کیا ہے فضیلت ایمان اکمل کے بیان میں اور اس پر  
 رسل لایا آیت کریمہ اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَضَعْفَةٌ  
 وَ زَيْفٌ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ وَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ



وثانيهما عنه برواية خلاص بن عمرو وكلاهما متحدان معنى ومختلفان لفظاً لكن  
الاول شرعاً في جواب من سأل عن الايمان والثاني حديث رسول صلى الله عليه  
وعلى آله وسلم في جواب من سأله صلح عن الاسلام وهذه الادلة الثلاثة غير  
مطابقة لدعوىة اما الاول فلانه وارد في فضل من اتصفوا بالاعمال التي مر  
ذكرها قبل هذه الآية فالفضيلة المذكورة في هذه الآية راجعة الى تلك الاعمال  
لا الى نفس الايمان ولا الى اكمله واما الثاني فلانه ليس بوارد في فضل الايمان الذي  
هو صفة للايمان ومترتب عليه بل هو انما ورد في بيان مباديه التي هي الصبر  
واليقين والجهاد والعدل كما يظهر من قوله رضى الله عنه الايمان على اربع  
دعائم على الصبر واليقين والجهاد والعدل وفي بيان شعب هذه الاربعة كما  
يفهم مما بعده ولا بحث فيه عن فضل الايمان ولا عن درجاته واما الثالث فلا  
انما ورد في بيان مبادئ الاسلام وشعبا لما كان الاسلام متفرعاً على الايمان  
لان الايمان جزؤه مبادئ الايمان يكون من مبادئ الاسلام ايضاً لا محالة  
ولا ذكر فيه ايضاً لفضيلة الايمان فعلم من هذا البيان ان المصنف لا يقتصر  
بالمعاني ولا دراية له بمدارك المثاني والمباني ومن كان كذا الا يصلح للتجديد  
للمدين وان ادعى انه من المجددين والله المنة وهو ولي العصمة والعجب منه  
انه يدعى نصرة اهل السنة ومحبة اهل بيت النبوة وينحالفهم في المذهب والطريقة  
لانته ياتي في بيان ما هم عليه بالجاهيل والمناكير ويترك ما هو ما تورع عنهم بالتواتر  
المعنوي والطرق الصحيحة واجماع الامة كحديث سوال جبرئيل عن الايمان  
والاسلام والاحسان اخرجه الشيخان عن ابي هريرة واحمد عن ابن عباس  
وهو من اهل البيت عند اهل السنة ومسلم عن عمر بن الخطاب في ذروا البخاري



اور دوسری کو حضرت علیؑ سے بروایت خلاص بن عمرو اور دونوں معنی میں یکساں ہیں اور لفظوں میں مختلف ہیں لیکن پہلی حدیث علیؑ کا اثر ہے جواب میں اوش شخص کے کہ جس نے آپؐ ایمان کا سوال کیا تھا اور دوسری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اوش شخص کے جواب میں کہ جس نے سوال کیا بنی صمیم سے اسلام کا اور یہ تینوں دلیلین مصنف کے دعویٰ سے مطابق نہیں ہیں پہلی دلیل اسوجہ سے کہ وہ وارد ہے فضیلت میں ایسے اشخاص کے کہ جو موصوفہ میں اول اعمال سے کہ جو مذکور ہو چکے ہیں قبل اوس آیت کے پس جو فضیلت اس آیت میں مذکور ہے وہ راجع ہے اول اعمال کی طرف نہ نفسان کی طرف اور نہ ایمان کی طرف اور دوسری دلیل اسوجہ سے کہ وہ ایمان کی فضیلت میں کہ ایمان کی صفت ہی وارد نہیں ہے اور نہ اوس پر مترتب ہے بلکہ وہ وارد ہے فضیلت ایمان کی مبادی کے بیان میں کہ وہ صبر و یقین و جہاد و عدل ہیں جیسا کہ ظاہر ہے حضرت علیؑ کے اس قول سے (الایمان علی اربع دعائم علی الصبر والیقین والجهاد والعدل) اور نیز وارد ہے ان چاروں مبادی کے شعبوں کے بیان میں جیسا کہ قول مذکور کے مابعد سے سمجھا جاتا ہے اور ایمان کی فضیلت اور اوس کے درجات سے اس حدیث میں بحث نہیں ہے اور تیسری دلیل اسوجہ سے کہ وہ وارد ہے اسلام کے مبادی اور اون کے شعبوں کے بیان میں اور چونکہ اسلام متفرع ہے ایمان پر اسلئے کہ ایمان جزو اسلام ہے پس ایمان کی مبادی لازماً جزو اسلام کے مبادی میں داخل ہونگے اور اس حدیث میں ہی فضیلت ایمان کا ذکر نہیں ہے پس اس بیان معلوم ہوا کہ مصنف کو نہ معافی کی سچہ ہے اور نہ اس آیت والفاظ کا ادراک ہے اور ایسا شخص تجدد دین کا اہل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اپنے مجدد ہونیکا مدعی ہو اور خدا کا احسان ہو ورنہ ہمارا نگہ بیان ہے اور تعجب تو مصنف سے یہ ہے کہ وہ مدعی ہے اہل سنت کی نصرت اور اہل بیت نبوت کی محبت کا اور اونی خلا کرتا ہی مذہب اور طریقہ میں اسلئے کہ اونی مسلک کو ثابت کرتا ہے مجہول منکر حدیثوں سے اور ترک کرتا ہی اول احادیث کو جو اون کے متقول ہیں بتواتر معنوں و طرق صحیحہ و لجام امت مرحومہ جیسا کہ وہ حدیث کہ حسین جبریلؑ کا پوچھنا ایمان اسلام و احسان کو مذکور ہے کہ جس کی روایت کیا شیخین نے ابی ہریرہؓ سے اور امام احمد نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباسؓ اہل سنت کے نزدیک اہل بیت میں داخل ہیں اور مسلم و ابوداؤد و بخاری نے



في خلق افعال العباد عن انس وابوعوانة عن جرير الجلي وكحديث ائمة المؤمنين  
 ايماننا احسنهم خلقا اخرج به البخاري عن ابن عمر والحاكم عن ابي هريرة وعائشة و  
 رضي الله عنهما من كبار اهل البيت وابن ابي شيبة من مرسل الحسن وهو من كبار  
 التابعين ومن اجلة الاولياء والطبراني عن عمار بن قتادة وابي سعيد الخدري  
 وابو يعلى عن انس واليزار عن جابر وعن ابن عمر وكحديث الحياء من الايمان  
 اخرج به الشيخان عن ابي هريرة وابن عمر والترمذي والحاكم عن ابي امامة و  
 ابي بكرة وابو يعلى عن عبيد الله بن سلام والطبراني عن ابن عباس وهو من كبار  
 اهل البيت وابن مسعود وعمران بن حصين وابي موسى وقرة بن اياس كلهم  
 في الارهاق المتناثرة في اخبار المتواترة للسيوطي رحمه الله تعالى وكحديث ذاق  
 طعم الايمان من رضى بالله رباً وبالاسلام ديناً وتحمداً رسولاً اخرج به مسلم عن  
 العباس عم النبي صلى الله عليه وسلم وهو من اجلة اهل البيت كذا في المشكوة فترك الصفا  
 واخذ الكدر كما صنع المصنف ليس من اشارة المحدثين بل هو من عادات  
 المبتدعين الذين يتخذون من المذاهب اربعة وروون من الاحاديث اوها  
 اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ وَهَذِهِ الاحاديث التي ذكرناها والاخرى نحوها التي تركناها  
 خوف الاطباب مع كونها منقولة بالتواتر ومقبولة بالاجماع ودالة على فضل الايمان  
 قد تركها المصنف عمداً لما في نفسه من سوء الاعتقاد مع اجلة اهل السنة ومن  
 دعوى تجديده وحيائه العلوم اهل البيت ومن ضرورة الاحياء عدم الحياة قبله  
 فلهذا اخذ من المذاهب اربعة وروون من الاحاديث اوهاها وعدل وحسن رواها  
 المجروحين واخذ منهم اقوالهم مع كونهم فيها من الكذابين وقد قال النبي صلى  
 الله عليه وسلم من روى عني حديثاً يرى انه كذب فهو واحد الكذابين وقال صلى الله



خلق افعال عبادین انس سے اور ابوہریرہ نے خبر رکھائی ہے اور جیسے حدیث اکمل المؤمنین یا مانا احسنہم خلقاً بعد  
 کیا اسکو بخاری نے ابن عمر سے اور حاکم نے ابو ہریرہ و عائشہ سے اور حضرت عائشہ کبار اہل بیت سے  
 اور ابن شمیمہ نے مرسل حسن سے اور وہ کبار تابعین و اجلہ اولیاء سین اور طبرانی نے عمیر بن قنادہ اور ابوال  
 خدی سے اور ابویعلیٰ نے انس سے اور بزار نے جابر سے اور ابن عمر سے اور جیسے الاحیاء من الایمان  
 روایت کیا اسکو شیخین نے ابو ہریرہ و ابن عمر سے اور ترمذی حاکم نے ابوالامامہ و ابوبکرہ سے اور ابویعلیٰ نے محمد  
 بن سلام سے اور طبرانی نے ابن عباس سے اور وہ کبار اہل بیت ہیں اور ابن مسعود و عمران بن حصین و ابوبکر  
 و قرقہ بن ایاس سے جیسا کہ امام سیوطی لکھی ازہار متاثرہ فی اللغات المتواترہ میں مذکور ہے اور جیسے حدیث مذاق  
 طعم الایمان من رضی باللہ و بالاسلام و بشاؤن محمد و رسولہ روایت کیا مسلم نے حضرت عباس عم  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اجلہ اہل بیت سے ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ میں مذکور ہے پس صا کو چھوڑنا اور نہ اسکا  
 کو لینا جیسا کہ مصنف نے کیا ہے مجددون کی علامت نہیں بلکہ وہ اہل بدعت کی عادات ہیں  
 داخل ہے کہ جو بد مذہب کو اختیار کرتے ہیں اور ضعیف تر حدیثوں کو روایت  
 کرتے ہیں اسے خدا تو ہم کو اس فعل سے بچا اور یہ حدیثیں کہ جنکو ہم نے ذکر کیا  
 ان کے مثل وہ حدیثیں کہ جن کو ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا یا نہ کہ بتواتر نقل  
 ہیں مابور بالاجماع مقبول ہیں اور فضیلت ایمان پر دال ہیں ان کو مصنف نے عمداً  
 چھوڑ دیا مختصر اسوجہ سے کہ اس کو اکابر اہل سنت سے سوراقتقاد ہے اور مجدد ہونے  
 علوم اہل بیت کو زندہ کرنے کا دعویٰ ہے اور زندہ کرنے کی ضرورت چھپی ہوتی ہے کہ جب اس  
 پہلے زندگی موجود نہ ہو پس اسوجہ سے مذہب ردید و احادیث و امیہ کو لیکر انکی روایت مجروحین  
 کی تعدیل و تحمین شروع کر دی اور ان سے ان کے اقوال کو نقل کر دیا یا نہ کہ وہ ان اقوال  
 میں چھوٹے ہیں اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے طرف سے حدیث کو روایت  
 کیا اور وہ جانتا ہے کہ یہ چھوٹی حدیث ہے پس وہ یہی ایک دو چھوٹوں میں سے ہے اور فرمایا بنی صلی اللہ



علیہ وسلم من کذب علی متعمداً لیتبوا أممعه من النار وخرجه البخاری ومسلم  
 وغیرہا من حدیث علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ وغیرہ من سبعین صحابۃ بالتعلیل  
 المتواتر کما هو مبسوط فی الازہار المتناثرة للشیخ فحاول الأیام علماء اہل اللہ  
 وقصد التجديد لما أحقہ اللہ وأذهقه ولذا قال فی آخر هذا الفصل ورواه  
 الحارث عن علی مرفوعاً أنتقہ وھکذا روی عن الحارث حدیث علی رضی اللہ عنہ  
 فی کتاب الزالة الخفاء عن صلوة الخفاء حیث قال فی صفحہ (۱۶)، ولخرج ابو نعیم فی  
 دلائل النبوة عن سفیان الثوری عن ابی سحوق السبعی الحارثی ولما کان ہذا  
 الحارث مطعوناً بالغلو فی التشیع والکذب فی الروایۃ علی علی المرتضی عند  
 الثقات من المحدثین بما قال بن جبان کان الحارث غالباً فی التشیع وأیہا فی  
 الحدیث وعن سفیان انه قال کنا نعرف فضل حدیث عاصم علی حدیث الحارثی وقال  
 الشیخ فان الحارث کذا أباسمع مرة الحمدانی من الحارث أصراً فانکرہ فقال لا یلحقہ  
 اخرج الیک فدخل مرة فاشتعل علی سیفہ فاحس الحارث بالشر فذهباً ثم و فی  
 میزان الاعتدال الحارث بن عبد اللہ الحمدانی الأعور من کبار التابعین علی  
 ضعفہ ویکفی أبارہیر وروی عن علی وابن مسعود قال شیعۃ لم یسمع ابن  
 اسحاق منہ الا برة احادیث وعن شعبی قال ما کذب علی احد من الامة ما  
 کذب علی علی رضی اللہ عنہ وقال یوب کان ابن سیرین یرى ان عامة ما یروی  
 عن علی باطل الاماروی اصحاب ابن مسعود انتقہ حاول المصنف تریکۃ الخ  
 وقال فی الھندیۃ بلسان تلیدہ (حارث کی نسبت بعض محدثین نے ضعف کا اطلاق  
 بوجہ تشیع کیا ہے مگر ان کی نسبت شیعیت کا الزام برطرف ہوا اور وہی وجہ ضعف تھی تو حارث ثقہ  
 ہو گئے کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط انتقہ بعد ما نقلنا جروح الثقات علی الحارث



کہ جس نے دانستہ چھپوٹ بولا تو چاہئے کہ اپنا ہتھکانا لگ بین کر لے اسکو روایت کیا نہیں اور غیر جانے علی اور دوسرے صحابہ کی روایت سے نقل متواتر کی ساتھ جیسا کہ سیوطی کی ازہار متناثر میں مبسوط ہے پس مصنف نے اسکو زندہ کرنا چاہا کہ جسکو خدا نے مردہ کر دیا اور اسکو نیا بنانے کا قصد کیا کہ جسکو اللہ نے مٹا دیا اور معدوم کر دیا اور اسبوجہ سے اس فصل کے آخر میں کہا اور روایت کیا اسکو حارث نے علی سے مرفوعاً اور سطح بروایت حارث علی کی حدیث کو ازالۃ الخفاء عن صلوة الخفافین نقل کیا ہے چنانچہ اس کے صفحہ (۱۶) میں لکھا ہوا اخبر ابو نعیم فی دلائل النبوة عن سفیان الثوری عن ابی اسحق السبعی عن الحارث اور جبکہ یہ حارث ثقات محدثین کے نزدیک مطعون تھا بسبب غالی شیعہ ہونے اور علی مرتضیٰ کی روایت میں چھوٹا ہونے کے جیسا کہ ابن جتان نے کہا ہے کہ حارث غالی شیعہ تھا اور حدیث کی روایت میں باوہی تھا اور سفیان ثوری سے منقول ہی کہا انہوں نے حارث کی حدیث سے عاصم کی حدیث کو بہتر جانتے تھے اور شعبی نے کہا ہے کہ حارث کذاب تھا مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی بیہودہ بات سنی اور اس سے ناخوش ہو کر کہا تو بیچارہ یہاں تک کہ میں آدن پس مرہ نے گھر میں جا کر تلوار لی جبکہ حارث سمجھ گیا تو وہاں سے چل دیا انتہی او میسران اعتدال میں ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن عوف بڑے تابعین کے طبقے میں سے ہے اس میں ضعف تھا ابو ہریرہ اسکی کنیت ہے اور علی و ابن مسعود روایت کرتا ہے شعبہ نے کہا ہے کہ ابن الحماق نے اس سے کل چار حدیثیں سنی ہیں اور شعبی کا قول ہے کہ اس امت میں کسی پر اس قدر جھوٹ نہیں کہا گیا ہے جتنا علی پر کہا گیا ہے اور ابوبکر کا قول ہے کہ امام ابن سیرین کی رائے تھی کہ جو احادیث حضرت علی سے روایت کی جاتی ہیں عموماً بری اصل ہیں مگر جبکی روایت ابن مسعود کے صحابہ فی کی ہے لہذا مصنف نے حارث کی صفات ثابت کرنے کا قصد کیا اور اپنی شاگرد کی زبان اردو میں کہا کہ حارث کی نسبت بعض محدثین نے ضعف کا اطلاق بوجہ تشیع کیا ہے مگر انکی شیعیت کا الزام کسی کتاب سے اور کسی عقیدہ سے ثابت نہیں ہے جبکہ شیعیت کا الزام برطرف ہوا اور وہی وجہ ضعیف تھی تو حارث ثقات ہو گئے کیونکہ اذا فات الشوط فانت المشروط انتہی اور جبکہ ہم نے ثقات کی جرح جو حارث پر ہو ہیں نقل کر دی



کا امام ابن سیرین و الشعبي و سفیان و ابن جبران و شعبہ و غیرہم لا ینفخ علی ہاہوین  
 ضعف ما تکلم به و مخافة ما تقوه به المصنف في هذا القول في مقابلة هؤلاء المجاہدین  
 لانه جعل جملة باحوال الحارث دليلاً علی برائته من الشيعة و الكذب و جعل عدم  
 علمه علماً باحواله فتوجه عليه ما قاله مولانا انوار الله سلمه تعالی و ابقاه في  
 رسالة الكلام الموضوع فيما يتعلق بالحديث الموضوع بالهندية مقرر محمد شين جو قواعد جرح و  
 تعديل کے مقرر کئے ہیں مدار اوں کا تجربہ اور وجدان پر ہے ایسے جرح سے اس بدعت سے رویت لینے میں اختلاف  
 الحاصل اس سے صاف معلوم ہوا کہ قدام محمدین نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قاعدے ٹھہرائے اور بحسب  
 وجدان اپنے جرح و تعديل کی اور متاخرین نے اپنے اپنے معتقد علی کی تقلید کر کے ہر ایک پر حکم لگائے اور  
 اپنے وجدان یا تقلید کی وجہ سے ہر ایک کی نسبت جرح قسم کا اعتقاد رکھتے تھے اور ہر قایم رہے حالانکہ  
 محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعديل بعد جرح کے مفید نہیں چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی نے  
 قول خطیب کا نقل کیا ہے ترجمہ اوس کا یہ ہے یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر معدلین اگر زیادہ ہوں اور جارحین  
 کہ تو معدلین کا قول معتبر ہے سو یہ اوں کی خطا ہے مسئلہ کہ جو عنایت جارحین نے قایم کی ہے معدلین نے اوس کے  
 قایم ہونے کی خبر نہیں دی اور اگر دی ہے تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی کی گواہی باطل ہے انتہی اس سے یہ ثابت  
 ثابت ہوئی کہ قدامتے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اسی شخص کی متاخرین سے کسی نے تعديل کی  
 تو یہ تعديل تقلید ہوگی نہ تحقیق اس لئے کہ اگر معدلین کو درجہ شہود میں قایم کریں تو یہی یہ شہادت نفی کی ہوگی  
 جو باطل ہے خصوصاً مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے انتہی مما تشبہ بہ فی  
 تزکیة الحارث من قوله اذا فافت الشرط فافت المشروط لا ینبغي ان یلتفت الی لان  
 قوت الشرط فی الحارث یثبت بالبرهان ولا بالوجدان بل نقیض وہو وجود الشرط مخرج  
 و مبین بتصریح الثقات و بیانہم لحرى بالقول و الادعان و لله المنة و الاحسان  
 و علیہ الاعتقاد و التکلان



جیسے امام ابن سیرین و شعبی و سفیان ثوری و ابن جبران و شعبہ وغیرہ تو اب ماہرین پر مخفی نہیں کہ مصنف کا یہ قول مخفی نہیں رہا کہ مصنف کا یہ قول بمقابلہ اون اکابر کے نہایت ضعیف و نحیف ہی اسوجہ سے کہ مصنف نے اپنی لاعلمی کو حادث کے احوال سے اسکی صفائی پر کذب و تشبیہ سے دلیل بنایا ہے اور اپنے عدم علم کو اس کے احوال کا علم قرار دیا ہے پس صادق آگیا مصنف پر جو کچھ مولانا انوار اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ وابقا نے اپنے رسالہ الکلام الموضوع فیما يتعلق بالحديث الموضوع من اردو زبان میں لکھا ہے محدثین نے جو قواعد جرح و تعدیل کے مقرر کئے ہیں مدار اون کا تجربہ اور وجدان پر ہے اسی وجہ سے اہل بدعت سے روایت لینے میں اختلاف سے اکمال اس سے صاف معلوم ہوا کہ قدامت سے محدثین نے اپنے اجتہاد کے موافق قاعدے ٹھہرائے اور بحسب وجدان اپنی جرح و تعدیل کی اور متاخرین نے اپنے اپنے معتقد کی تقلید کر کے ہر ایک پر حکم لگائے اور اپنی وجدان یا تقلید کی وجہ سے ہر ایک کی نسبت جس قسم کا اعتقاد رکھتے تھے او سپر قایم رہے حالانکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں چنانچہ ترمذی المرادی میں امام سیوطی نے قول حلیب کا نقل کیا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ مدللین اگر زیادہ ہوں اور جارحین کم تو مدللین کا قول معتبر ہے سو یہ اونکی خطا ہے اس لئے کہ جو علت جارحین کو قائم کی ہے مدللین نے اس کے نہ ہونے کی خبر نہیں دی اور اگر دی ہے تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی کی گواہی باطل ہے انتہی اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قدامت سے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اسی شخص کی متاخرین سے کسی تعدیل کی تو یہ تعدیل تقلید یا ہوگی نہ تحقیقا اس لئے کہ اگر مدللین کو درجہ شہود میں قایم کرہن تو تہی شہادۃ نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصاً مقابلہ میں شہادت اثبات کی جو عدول نے دی ہے انتہی پس یہ جو مصنف نے حادث کی ترکیب کے باب میں اپنے قول انذافات الشرط فاف المشروط کو دستاویز بنایا ہے قابل التفات نہیں ہے اس لئے کہ شرط کافوت ہونا حادث کے باب میں نہ برہان سے ثابت ہے نہ وجدان سے بلکہ اس کا نفیض کہ وجود شرط مصرح و مبین ہے ثقات کی تصریح و بیان سے کہ جو قابل قبول و اذعان ہے اور خدا کا شکر و احسان ہے اس واسی پر اعتماد و التکلیان ہے



## قال فضل الأيماء الجليل الإجل

قال الله المتعال في سورة الحديد والذين آمنوا بالله ورسله أولئك هم الصديقون  
وقال في سورة التوبة وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الأنهار  
خليلين فيها ومساكن طيبة فحسب عداً من رضوان من الله ذلك هو الفوز العظيم  
وقال في سورة الفتح ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين  
فيها يكره عنهم شيئا تم وكان ذلك عند الله فوزاً عظيماً قال الحافظ البلاذري حدثنا  
الحسن بن علي بن محمد بن علي بن موسى بن جعفر أبو السيد المحبوب أبا بصير عن كزارة  
ثني بن علي بن محمد التقي قال ثني بن علي قال ثني بن أبي علي بن موسى الرضائي قال ثني  
أبي موسى بن جعفر الكاظم قال ثني بن أبي جعفر بن محمد بن الصادق قال ثني بن أبي محمد  
بن علي الباقر قال ثني بن أبي علي بن الحسين بن زين العابدين قال ثني بن أبي الحسين بن علي  
سيد الشهداء وثني بن أبي علي بن أبي طالب سيد الأولياء قال ثني بن محمد بن عبد الله  
سيد الأنبياء صلى الله عليه وآله وسلم قال ثني بن سيد الملائكة قال قال الله سيد  
السادات إني أنا الله لا إله إلا أنا من أقر لي بالتوحيد دخل حصني ومن دخل  
حصني أمن من عذابي ورواه من جهة البلاذري الحافظ العلامة مسند  
نيسابور أبو طاهر محمد بن أحمد حمش الزبادي قال الحافظ أبو صالح أحمد بن عبد الملك  
النيسابوري المودن ثم المحدث أبو طاهر عبد السلام بن أبي الربيع الخففي ثم المحدث  
سعيد الدين محمد بن مسعود الفارسي الكاذروني ثم الحافظ ابن الجزري في سني  
المطالب وغلط في سند الأئمة بعض من دوني الحافظ أبي صالح عن ليس من أهل  
المعرفة والمسطر هو المحرر قال ابن الجزري كذا وقع هذا الحديث بهذا السياق  
من المسلسلات السعيدية والعهد فيه علي البلاذري (قلت) هو أحد الروايات



## دکھامصنف، فضیلت ایمان مجمل بلکہ اجماع کی

فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ حٰجید میں (اور جو لوگ کہ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی سبباً  
ہیں، اور فرمایا سورہ توبہ میں (وعدہ فرمایا خدا نے مومنین و مومنات سے جنتوں کا کہ جن کے اندر  
نہرین جاری ہیں ہمیشہ بہنیکے اون ہیں اور عمدہ مکانات ہیں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں اور خدا کی بہت  
بڑی خوشنودی اونسے یہ ہے بڑی کامیابی، اور فرمایا سورہ فتح میں (تا کہ داخل کرے مومنین و مومنات  
کو ایسے باغوں میں کہ اون کے اندر نہرین جاری رہیں گی ہمیشہ رہیں گے اونہیں اور میث دی اون کی  
برائوں کو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے) کہنا حافظ بلاذری نے کہ بیان کیا ہے حسن بن علی  
بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر سید مجوس کے باپ نے کہ اپنے زمانہ کے امام تھے مکہ میں کہا بیان کیا ہے علی  
بن محمد ثقفی نے کہا بیان کیا مجھ سے میرے باپ محمد بن علی نے کہا بیان کیا مجھ سے باپ علی بن موسیٰ رضا  
نے کہا بیان کیا مجھ سے میرے باپ موسیٰ بن جعفر کاظم نے کہا بیان کیا مجھ سے میرے باپ جعفر بن محمد صادق نے کہا  
بیان کیا مجھ سے میرے باپ علی باقر نے کہا بیان کیا مجھ سے میرے باپ علی بن حسین بن الولید نے کہا بیان کیا  
محمد بن جابر بن علی بن ابی شہداء نے کہا بیان کیا میرے باپ علی بن ابی طالب سید الاولیاء نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن عبد  
سید الانبیاء صلعم نے کہا بیان کیا مجھ سے جبریل سید الملائکہ نے کہا فرمایا حق تعالیٰ سید السادات سے  
کہ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جس نے میری وحدانیت کا اقرار کیا میرے قلعہ میں  
داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا میرے عذاب سے محفوظ رہا اور اسکو روایت کیا بلاذری  
کی جہت سے حافظ علامہ سندنیسا پورا پوتا ہر محمد بن احمد عیسیٰ بادی پیر ابو صالح احمد بن عبد اللہ  
نيسا پوری مؤذن نے پرمحبت ابوطاہر عبد السلام بن ابی الربیع خفی نے پرمحدث سعید الدین محمد بن مسعود  
فارسی کا زرونی نے پرمحافظ ابن جزری نے اسنی المطالب میں اور مامون کی سند میں غلطی کی ہے بعض  
ناواقفوں نے بجز حافظ ابو صالح کے اور جو لکھا گیا ہے وہی ٹھیک ہے کہ ابن جزری نے اسی طرح واقعہ یہ حدیث  
اسی سیاق سے سلسلات سعیدیہ میں اور وہ بلاذری پر ہے (میں کہتا ہوں) کہ بلاذری ایک







نقد ماویظین سے ہی اپنے شہر میں بلکہ اپنے زمانہ کے بیدار مغر خا طر حدیث میں لکھا ہے کہ

دیکھا کہ حال ہی کہ امام قضا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے تاریخ نیا پور میں کہ بلاذری ابو زناہ کا لکھا تھا حفظ حدیث اور

گوئی میں اور اگر نیا پور میں قیام کہتا تھا ہر مہینہ میں ہوس کیلئے دو مجلسیں منعقد ہوتی تھیں شہر کو دور

ہو کہ حسن بھی جانو نہ جیدی کے بیان اور ہمارا شیخ ابوالہی حافظ احمد دوسرے ہمارے شیوخ اوس کے دخل

مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے اور وجہ سندین جو مجمع ذکر کرتا تھا اوس کے سینے سے خوش برز تھے

اور بیٹے اور شیوخ کو کہی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی اسناد یا اسم یا حدیث میں اوس پر شک کیا

ہوں محمد بن ایوب بکلی و تقیم بن محمد حافظ و عبد اللہ بن محمد بن شیروانیہ اہل اوس کے ہم طبقہ لوگوں

خراسان و عراق میں صلح حدیث کیا ہی اور امام ابن بیت ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ رضا

لکھن حدیث لکھی ہی اور کتاب مسلم کے وضع پر ایک صحیح تصنیف کی ہی اور حافظ ابو سعد سمانی نے کتاب

انساب میں لکھا ہی کہ بلاذری حافظ محمد امارت باحدیث تھا پراوسکی سماعت حدیث کو ذکر کیا انہ حدیث کی

ایک جماعت سے ملوس رہا پور و رستہ بغداد میں اور کلام حاکم کو ذکر کیا اور حافظ ابی زبیر طاقی تھا

میں بلاذری کے ترجمہ میں لکھا ہی امام حافظ باعطوسی بلاذری و اعظم ہر کلام حاکم کو اختصار کر کے ذکر کیا

پس سند و تصدیق کے قابل نہیں ہیں اور روایت کیا ابو نعیم حلیہ الاولیاء میں ہر سلفی علمین عساکر ابن الجار نے

ابو اعلست کی کہ بیان کیا ہے علی بن موسیٰ رضا نے کہا بیان کیا ہے میرے پاس موسیٰ بن جعفر نے کہا بیان کیا ہے

میرے پاس جعفر بن محمد نے کہا بیان کیا ہے میرے پاس محمد بن علی نے کہا بیان کیا ہے میرے پاس علی بن حسین نے کہا بیان کیا ہے

میرے پاس حسین بن علی نے کہا بیان کیا ہے میرے پاس علی بن ابی طالب نے کہا بیان کیا ہے میرے پاس محمد بن ابی طالب نے کہا بیان کیا ہے

عز وجل لا یزین علیہم منہم کوئی موجود نہیں ہی پس یہی عبادت کروا یہی بند ہیں جو کہ لایا بیسویں میں سے

لوہی میں کہ اس کو کوئی موجود نہیں ہی خلاص ہی داخل ہو گیا میرے قلم میں ابو عبد اللہ داخل ہو گیا میرے قلم میں ہر سلفی علمین

ابو نعیم نے کہ یہ حدیث ہی کہ اسناد ثابت و مشہور ہی بالآخر لوگوں کی روایت اپنی باطریقہ علیہ السلام

اور ہر سلفی علمین میں بکمال قرا تھا کہ حاکم ہر سلفی علمین کی روایت اسناد و محمول برتری جاوے تو اچھا ہوگا

ابو نعیم نے کہ یہ حدیث ہی کہ اسناد ثابت و مشہور ہی بالآخر لوگوں کی روایت اپنی باطریقہ علیہ السلام



قال ابو علي احمد بن علي الانصاري اى داويه عن ابي الصلت وقال لي احمد بن وشرين  
 سألت الرضى عن الاخلاص فقال طاعة الله عز وجل اى طوعاً وحرية الى الله لا  
 خوفاً ورهبة من خلق الله وعزى للشيرازى عن علي دفعه قال الله تعالى انا  
 الله لا اله الا انا من اقرئ بالتوحيد دخل حصنى ومن دخل حصنى آمن من عدائى  
 ولا بن الفجار عن علي دفعه قال الله تعالى لا اله الا الله كلامى وانا هو من قالها دخل  
 حصنى ومن دخل حصنى آمن من عدائى وقوله تعالى من اقرئ بالتوحيد اى من  
 جاء به امانة وسولى ان بلغه خبره انه رسولى وقال اعظم الفقهاء الاربعة ابو حنيفة  
 في الفقهاء الاكبر والايما هو الاقرار والتصديق وقال في الوصية الايمان اقر بالله  
 وتصديق بالجنان والاقرار وحده لا يكون ايماناً بالله لو كان ايماناً للكان المناقون  
 كلهم مومنين وكذلك المعرفة وحدها اى مجرد التصديق لا يكون ايماناً لانها  
 لو كانت ايماناً لكان اهل الكتاب كلهم مؤمنين قال الله تعالى فحق المناقون  
 والله يشهد ان المنفيين لكاذبون اى في دعوتهم الايمان حيث لا تصديق لهم  
 وقال في حق اهل الكتاب الذين اتيناهم يعرفونه كما يعرفون ابناءهم هم انتى اقول  
 بتوفيق الله تعالى وعونه ان المصنف قد عقد هذا الفصل لبيان فضل الايمان للجمل  
 بل الاجل وعقد الفصل الذى بعده لبيان فرضه على عكس ما قبله فانه بين فيه فرض  
 الايمان الاكمل قبل بيان فضل وهذا من فساد نظم الكتاب وايضاً بيان الفضل  
 قبل الفرض كما فعله في هذا الفصل لا يخلو عن قبل الموضوع لان الفضل صفة والامر  
 زكن والركن مقدم طبعاً على الصفة فما فعله من تقديم الصفة على الركن يخالف  
 للتقدم الطبعى وما اخترعه من اقسام الايمان التى هى الاكمل والجمل والاجل و  
 المفضل مع كونها مخالفة لما عليه الجمهور مخالفة للعقل ايضاً لان الذى يعتبر



اور بیان کیا ابو علی احمد بن انصاری یعنی اس حدیث کو ابوالصلت سے روایت کر والے نے کہ کہا مجھے  
احمد بن زبیر نے کہ پوچھا میں نے علی رضا سے اخلاص کو پس فرمایا کہ اندر عزوجل کی بندگی کرنا خوشی و رغبت کے  
طرف خدا کے نہ کہ خلق اللہ کے خوف و دہشت سے اور شیرازی کی طرف منسوب ہے رفع اس حدیث کا  
حضرت علیؑ سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جس نے میری وحدانیت  
کا اقرار کیا میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو داخل ہوا میرے قلعہ میں میرے عذاب سے محفوظ رہا اور  
اور ابن نجار کے طرف منسوب ہے رفع اس حدیث کا حضرت علیؑ سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لا الہ الا اللہ  
میرا کلام ہے اور میں اللہ ہوں پس جس نے یہ کلمہ کہا میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے  
محفوظ رہا اور قول حق تعالیٰ کا (جس نے میرا اقرار کیا وحدانیت کیساتھ) یعنی جس طرح کہ میرا رسول اوس کو  
لایا ہے اپنی امت میں اگر اوس شخص کو خبر ہو چکی کہ وہ میرا رسول ہے اور کہا اعظم فقہاء اربعہ ابو حنیفہ  
نے فقہ اکبر میں (اور ایمان صرف اقرار و تصدیق ہے) اور کھانا وصیت میں کہ ایمان زبان سے اقرار  
کرنا اور دل سے تصدیق کرنا ہے اور نہ اقرار ایمان نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایمان ہوتا تو سب منافق  
مومن ہو جاتے اور اسی طرح تنہا معرفت یعنی مجرد تصدیق ایمان نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایمان ہوتی تو سب  
اہل کتاب مومن ہو جاتے فرمایا اللہ تعالیٰ نے منافقون کے حق میں (اور اللہ ہی گواہی دیتا ہے کہ منافق  
جو تھے ہیں) یعنی اپنی دعویٰ ایمان میں اس لئے کہ ان کو تصدیق نہیں ہے اور اہل کتاب کے حق میں فرمایا  
(جن لوگوں نے کہنے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں اوسکو جس طرح کہ پہچانتے ہیں اپنی اولاد کو انتہی میں کہتا ہوں  
خدا کی توفیق اور اوسکی مدد کہ مصنف نے اس فصل کو مستعد کیا ہے فضیلت ایمان مجمل بلکہ اجل کو بیان میں اور اسکو بعد کی فصل کو مستعد  
کیا ہے اسکو فرض کو بیان میں بر خدا اسکو ماقبل کو اس لئے کہ اوجہ ایمان اہل کمال کو اسکو فصل پہ بیان کیا ہے اور یہ منظم کتاب کو فساد ہے اور بیان  
فضیلت کو قبل فرض کیجیسا کہ اہل میں کیا ہے قلب موضوع سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ فضیلت صفت ہے اور فرض کن ہے اور کن طبیعت میں مقدم  
صفت ہے پس جو کہ مصنف نہ صفت کو مقدم کیا ہے تقدیم طبعی کے خلاف ہے اور جو کہ ایمان کی قسمیں اہل و مجمل و اہل و مفصل مصنف نے ایمان  
مذہب جمہور کے مخالف ہو کر علماء و عقل کو بھی مخالف ہیں کیونکہ جمہور کے نزدیک ایمان کی قسمیں فصل و مفصل معتبر ہیں



عند الجمهور هو تقسيم الايمان الى الجمل والمفصل لا غير واعتراخ الاجمل والاجمل من  
دون ضرورة داعية الى مخالفة الكل من اهل الحق بدعة شنيعة وصنيعة قبيحة  
تفضي لصانعها الى الفضيحة وامّا مخالفة للعقل فلان الاكمل افعلى التفضيل ولا بد  
له من كامل يزيد هو عليه في الكمال وكذا الاجمل لا بد له من الجمل حيث  
لحركات بهما في الاقسام بقي تقسيمه غير حاصر لجملة الاقسام وخاليا عن اسلوب النظام  
وامّا ما استدلل به لاثبات مطلبه في هذا الفصل فهو اب عن اثباته وتفصيله  
انه ذكر في الاستدلال ثلاث آيات وحديثين في هذا الفصل احدهما برواية البلاء  
وثانيهما برواية الهروي ومتمهما واحد وهو الحديث الاطفي الذي وعده ذكره  
سابقا فالآية الاولى وهي ما نقلها عن سورة الحديد هكذا (والذين امنوا بالله ورسوله  
اولئك هم الصديقون اتقى غير خالية عن نحو تفصيله لان الايمان بالله ورسوله  
تفصيل للايمان الشرعي المعتبر في الشرع فالاستدلال بها لاثبات افضل الاجمل من  
الايمان غير صحيح والآية الثانية وهي ما نقلها عن سورة التوبة هكذا ادع  
الله المومنين والمومنات جنت تجري من تحتها الانهار خلدن فيها الاية انما هي  
ناظرة الى فضل المفصل لا الجمل لان اللام الداخلة على المومنين والمومنات للعهد  
والمراد من مدخلها الكاملون في صفة الايمان وهم الذين ذكرنا قبل هذه  
الآية فهذه ايضا سألته عن بيان فضل الاجمل والثالثة وهي ما نقلها عن سورة  
الفتح هكذا (ليدخل المومنين والمومنات جنت تجري من تحتها الانهار والآية  
حالتها حال الثانية انها ايضا نازلة في فضل الكاملين ولذا ذكر الله تعالى  
في اخرها الفوز العظيم الموعود للذين اكملوا الناس في صفة الايمان فعلم ان الاستدلال  
لكل واحدة منهما على فضل الاجمل على خلاف التفقة وامّا الحديث الاطفي الذي سره



اور اکمل و اجمل کی ایجاد بلا ضرورت برخلاف کل اہل حق کے بدعت مشنیع و حرکت قبیحہ ہے کہ اپنے فاعل کو رسوا کرتی ہے اور عقل کے مخالف اسوجہ سے ہے کہ اکملی افعال التفصیل کا مینر ہے اور اس کے لئے کامل کا وجود ضروری ہے کہ جس سے وہ زاید ہو کمال میں اور اسی طرح اجمل کے لئے جمیل کا ہونا ضرور ہے اور جبکہ ان دونوں کو اقسام میں ذکر نہیں کیا تو مصنف کی تقسیم جلد اقسام ایمان کو حاضر نہ ہوئی مگر اسلوب نظام سے خالی رہ گئی اور جس دلیل سے مصنف نے اس فصل میں اپنا مطلب ثابت کیا ہے وہ اس کا مطلب ثابت کرنے سے ابا کرتی ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مصنف نے استدلال میں تین آیتیں اور دو حدیثیں اس فصل میں ذکر کی ہیں ایک بلاذری روایت سے اور دوسری ہر وی کی روایت سے اور دونوں کا متن ایک ہے اور وہ حدیث الہی ہے کہ جس کا وعدہ سابق میں ذکر کیا تھا پس پہلی آیت کہ جس کو سورہ مدید سے اس طرح نقل کیا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ آیت ہی ایک طرح کی تفصیل ایمان سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ ایمان خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان شرعی کی کہ جو شرع میں مقبر تفصیل ہے پس اس آیت دلیل نا ایمان اجمل کی فضیلت پر صحیح نہیں ہے اور دوسری آیت کہ جس کو سورہ توبہ سے اس طرح نقل کیا ہے وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ صَائِدُونَ اٰیْمَانِ مَفْصَلِ كِی فَضِیْلَتِ پَر دال ہے نہ کی مجمل کی اس لئے کہ جوام کہ مومنین و مومنات پر داخل ہے عہد کا ہے اور مراد او مدخول سے وہ مومن ہیں کہ جو صفت ایمان میں کامل ہیں اور وہ لوگ ہیں کہ جن کا ذکر اس آیت سے پہلے ہو چکا ہے پس آیت ہی ایمان اجمل کی فضیلت کی بیان سے ساکت ہے اور تیسری آیت ہی کہ جس کو سورہ فتح سے اس طرح نقل کیا ہے وَلْيَدْخُلْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اٰیْمَانِ مَفْصَلِ كِی فَضِیْلَتِ پَر دال ہوئی ہے اور اسی وجہ سے حتمی نے ان دونوں آیتوں کو آخر میں فور غفریم کو ذکر فرمایا ہے کہ جیسا کہ ان دونوں کی وجہ سے موعود ہے کہ صفت ایمان میں کامل تر ہے پس معلوم ہوا کہ مصنف کا دلیل نا ایمان اجمل کی فضیلت پر لائق ہے اور لیکن حدیث الہی کہ جس کے



ههنا طرقه وفضيلة سنده ومخرجه بكمال التطويل والتعديل بما لا يزيد عليه ففيه  
نظروا من وجوه الأول من جهة مخرجه وهما أبو الصلت الهروي والبلاذري وقد مر  
بينا هما في بحث الحديث النبوي بالجماع ليسا من أهل السنة بل هما من الشيعة الغالية فلهذا  
غير مقبولة عند أهل السنة الثاني من جهة كونه سلسلة بالائمة العشرة وهذا انما يصح  
اذا ثبت رواية محمد بن التقي واستماعه الحديث من والده الامام علي بن موسى الرضي وكونه  
امام ايضا ولهذا ان الامران غير مسلمين عند الطائفتين كما صرحوا به مسلسلة بال  
ائمة العشرة باطل عند أهل السنة والامم اقتصر المحدثون في روايته الحديث ولا العارفون  
في شجرات الولاية على الائمة السبعة الأول ولما تركوا من تحتهم من الثلاثة الاخيرة  
الثالث كونه مسلسلة ايضا غير مسلم لان المسلسل من الحديث ما يتفق روايته  
في الصيغ او الاحوال اما الاتفاق في الصيغ فكما يقول كل واحد منهم حدثنا واخبرنا  
واما الاتفاق في الحالات فكما يقال حدثنا فلان الكوفي اخبرنا فلان الكوفي انبا فلان الكوفي  
او يقال حدثنا فلان واخذنا حديثه قال اخبرنا فلان واخذنا حديثه قال اخبرنا فلان واخذنا  
حديثه قال السيد السند في اصول الحديث والمسلسل ما يتابع رجال الاسناد الى  
رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وسلم على حاله ولم يلقه وحدثنا الحديث لما لم يثبت اتصاله  
من جهة محمد بن التقي رضي الله عنه بطل كونه مسلسلة ايضا والحديث الذي يقال  
لسنده سلسلة الذهب في المحدثين هو حديث الامام علي بن موسى الرضي عن  
عن النبي صلى الله عليه وسلم كما قلنا عن فقهاء أهل البيت فليذكر في جعل  
حديث الهروي او البلاذري مسلسلة بالائمة العشرة الكل كما ارتكب المصنف  
خروج عن اصطلاح المحدثين وايضا وطعن عظيم على اولياء الطريقة سيما القائلين  
وعلى علماء أهل السنة والجماعة بانهم تركوا كلهم طريقة ائمة أهل البيت ومدعيهم



حق کو اور حسن و جمال سے جسکی غیبت کو کمال قبول و تحویل سے بیان کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ  
 و شواہد میں اور بہینہ و صحت سے نظر سے پہلے اوس کے زوہون کے صحت سے اور وہ دو قسم ہیں  
 بالصلحت ہر وی اور بلا ذری اور ان دونوں کا بیان حدیث نبوی کی بحث میں گذر چکا ہے کہ وہ  
 اہل سنت میں سے نہیں ہیں بلکہ خالی شعہ میں ہیں انکی روایت اہل سنت کے نزدیک مقبول نہیں ہے  
 نظر حدیث ہذا کے مسلسل بائمہ عشرہ ہونے کی صحت سے ہے اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ جب محمد تعالیٰ کی  
 روایت سے اس حدیث اپنے والد امام علی بن موسیٰ رضا سے اور نیز اوٹھا امام ثابت ہو اور یہ دونوں امام  
 شیعیہ و دونوں گروہوں کے نزدیک غیر مسلم ہے چنانچہ گذر چکا ہیں حدیث ہذا کا مسلسل بائمہ عشرہ ہونا اہل سنت  
 کے نزدیک باطل ہے ورنہ ہرگز اہل حدیث روایت حدیث میں اور اہل معرفت ہلکے تھوڑوں میں پہلے سنات  
 امامو نیز کہتے کرتے اور اخیر سے نیچے کے تین اماموں کو ترک نہ کرنے تیسری نظر حدیث ہذا کا مسلسل ہونا  
 ہی غیر مسلم ہے اسلئے کہ وہ حدیث مسلسل ہے کہ جس کے راوی حنیفون اور علما میں یکساں ہوں یعنی حنیفوں کا ہونا اسطرح ہے کہ ہر ایک ان  
 سے حدیث یا خبر نہ لکھے اور احوال میں یکساں ہونا اسطرح ہے کہ کہا جاوے یا نہ کیا ہم سے فلاں کوئی نے خبر  
 دی ہم کو فلاں کوئی نے آگاہ کیا ہم کو فلاں کوئی نے یا یوں کہا جاوے کہ بیان کیا ہم سے فلاں نے اور اپنی نظر  
 پڑ لیا کہا کہ آگاہ کیا ہم کو فلاں نے اور اپنی ریش کو پڑ لیا کہا کہ خبر دی ہم کو فلاں نے اور اپنی ریش کو پڑ لیا کہا کہ خبر  
 اصول حدیث میں اور مسلسل وہ حدیث ہے جسکی سند رجال اصول حدیث کے ایک حالت پر موافق ہوں انتہی اور حدیث  
 کا اتصال جبکہ محمد تعالیٰ کی صحت سے ثابت نہیں ہے تو اس کا مسلسل ہونا ہی باطل ہو گیا اور جس حدیث کی سند کو اصطلاح  
 محدثین میں سلسلۃ الذمیب کہا جاتا ہے وہ امام علی بن موسیٰ رضا کی حدیث ہے جو روایت اوٹھا بار کے نبی صلعم سے مروی ہے  
 نہ کہ حدیث جراحون کے و انون سے مروی ہے جیسا کہ اسلئے ہم نے فقہ اہل بیت سے نقل کر دیا ہے پس یاد دلایا  
 پس مروی یا بلا ذری کی حدیث کو مسلسل بائمہ عشرہ کی قرار دینے میں جیسا کہ مصلف نے از کتاب کیا ہے  
 محدثین کی اصطلاح سے خروج ہے اور نیز اولیائے طریقت خصوصاً قادریہ پر اور علمائے  
 اہل سنت و جماعت پر بہت بڑا طعن ہے بلکہ طور کہ ان میںوں نے ائمہ اہل بیت کے طریقے و مذہب کو چھوڑ دیا اور ان



وانما المجتبي لما والاخذ بهما منهم هو المصنف لا غير ولذا ادعى بكونه مجرد الدين ومجيا  
لعلوم اهل البيت وطريقتهم اجمعين ولولم يتثبت برواية الهروي او البلاذري مع  
كونهما طعونين عند اهل السنة اجمعين لما تيسر له هذا الادعاء ولما يتلاني طعنه على  
الكبر من المحدثين والاولياء فهذا الذي اوقعه في الورطة الظلماء وجولة كالعيلة  
متية في الغبراء وتعمد في الصخراء او قطع في البيداء تحت الصخرة الصماء ولان كونه لا يحتاج  
وقتهير التجدد في الامصار تسليم الرواية عن محمد التقي عن ابيه فما الحاجة الى الاقتصاد  
في الرواية على الائمة العشرة بل تقول حينئذ في مقابلته ان لنا حديثا مسلسلا بالائمة  
الثلاثين الذين كلهم من اولاد الحسين رضي الله عنهم اجمعين وبيانهم ان في الصلح  
حديثا روى بتخيخ المسعودي مسلسلا بالائمة الخمسة هكذا (عن موسى الجون عن  
ابيه السيد عبد الله الخضر عن ابيه السيد الحسن المثنى عن ابيه السيد الحسن  
المجتبي عن ابيه سيدنا علي بن ابي طالب عن رسول الله صلى الله عليه قال ما من احد  
يحلف بيميننا بحد الله فيها الاستحى عن عقوبة وما من احد حلف بيميننا كاذبة فادع  
الله تعالى فيها حوله وقوته الا جعل الله له عقوبة قبل ثلاث ائنه وبا اتصال الشجرة  
العالية القادسية النسبية الى هذه الخمسة الكل يبلغ عدد الائمة الرواة لثلاثين  
هكذا عن السيد الامام ابراهيم طال الله عمره عن ابيه السيد الامام المصطفى القاسم  
عن عمه السيد الامام عبد الرحمن الخضر عن اخيه السيد الامام سنان الاقندي  
عن ابيه السيد الامام مصطفى عن ابيه السيد الامام زين الدين عن ابيه السيد  
الامام محمد بن ريش عن ابيه السيد الامام حسام الدين عن ابيه السيد الامام  
نور الدين عن ابيه السيد الامام ولي الدين عن ابيه السيد الامام زين الدين عن  
ابيه السيد الامام شرف الدين عن ابيه السيد الامام محمد الهادي عن ابيه السيد



دونوں کو نقل کرنا والا اور اپنے عمل کو نیا والا اہل سنت میں ہر مصنف کے اور بس اس سے جو مصنف دعویٰ  
 کیا ہے کہ میں دین کا مجدد ہوں اور اہل بیت کے علوم و طریقے کو زندہ کرنے والا ہوں اور اگر مصنف ہر  
 بلاذری کی روایت کو حالاً تکبیرہ دونوں اہل سنت کے یہاں مطعون ہیں دستاویز نہ بنانا تو یہ دعویٰ اس کو  
 نصیب نہ ہوتا اور اس کا طعن کبرائے محدثین و اولیاء پر وارد نہ ہوتا پس یہی امر ہے کہ جس نے مصنف کو تیار  
 بھنور میں گرا دیا ہے اور شب کو رکی طرح بنا دیا ہے کہ جو زمین میں سرکش ہے یا جنگل میں سرگردان بہرتی ہے  
 یا میدان میں سرکشی کرتی ہے ٹھوس چٹان کے نیچے اور اگر افتخار اور شہروں میں مجدد ہونے کی شہرت  
 دینے کے واسطے محمد تقی کی روایت کو اوں کے بلین لینا کافی ہے تو روایت کرنے میں دس مامون پر  
 بس کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ ہم اس وقت مصنف کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک حدیث ہے  
 کہ تیس مامون سے مسلسل ہے کہ جنہیں سب کے سب حسین کی اولاد سے ہیں اور بیان اس کا یہ ہے کہ عقیق  
 میں مسعودی کی روایت سے ایک حدیث پانچ مامون سے مسلسل اس طرح سے مروی ہے (روایت  
 کی موسیٰ جون نے اپنی باپ سید عبداللہ محض سے انہوں نے باپ سید حسن ثقی سے انہوں نے اپنی باپ  
 سید حسن مجتبیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سیدنا علی بن ابی طالب سے انہوں رسول خدا صلعم سے فرمایا  
 حضرت بنی کوئی شخص کہ کھاوے ایسی قسم کہ جس میں خدا کی عظمت بیان کرے مگر یہ کہ خدا شرماتا ہے اس کے  
 عذاب سے اور نہیں ہی کوئی شخص کہ کھاوی جھوٹی قسم کہ جس میں کیونچ تو اسے اپنی بول و قوت کو مگر یہ کہ خدا جبریت ہے  
 اس کو عذاب تین دن پہلے انتہی اور شجرہ عالیہ قادریہ نسبتہ کو ملائیے ان پانچوں کا ملین کیا تھا اس حدیث کے  
 راویوں کی تعداد تیس تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ سید امام ابیہم طال شہر عمرہ فریوٹا کی اپنی باپ سید امام مصطفیٰ قادری سے انہوں نے اپنے  
 چاچا سید امام عبدالرحمن محض سے انہوں نے اپنی باپ سید امام سلمان غندی سے انہوں نے اپنی باپ سید امام علی سے انہوں نے اپنی باپ سید امام سلمان انہوں نے  
 باپ سید امام مصطفیٰ سے انہوں نے اپنی باپ سید امام زین الدین سے انہوں نے اپنی باپ سید امام محمد و شمس سے انہوں نے اپنی باپ سید امام حماد الدین سے انہوں نے  
 باپ سید امام نور الدین سے انہوں نے اپنی باپ سید امام ولی الدین سے انہوں نے اپنے سید امام زین الدین سے انہوں نے  
 اپنے باپ سید امام شرف الدین سے انہوں نے اپنی باپ سید امام محمد شاک سے انہوں نے اپنے باپ سید امام



عبد العزيز عن ابيه السادات امام الامة الشيخ عبد القادر الجيلاني عن السيد الامام  
ابي صالح موسى بن جني دوست عن ابيه السيد الامام عبد الله الجيلاني عن ابيه السيد  
يحيى بن زاهد عن ابيه السيد الامام محمد بن ابيه السيد الامام داود عن ابيه السيد  
الامام موسى بن ابيه السيد الامام عبد الله عن السيد الامام موسى بن الجون بن الخ  
فان السند العالي هو السلسلة الذهبية اوسحة اللآلي اذا قرع على الميت الحي  
او على الاصم لا تسمع او على الابكم لا تكلم او على المجنون لا فاق ولم يتشرف  
احد من صنف واشتهر ما صنف بالرواياته عن هذه الائمة الثلاثة من اهل السنة  
وبالله المنة فما هو جوابه عن هذا فهو جوابنا عما نقربه واغتر ببقوله الرابع من جهة  
قوله في اثناء السند ابا السيد المحبوب امام عصره بمكة ولهذا القول محمد بن من  
جهتين الاولى ان كنية الامام الحسن العسكري بومحمد كما هو مشهور متعارف بين العلماء  
لما كتبه به المصنف اعني ابا السيد المحبوب في موضع الثاني مع كونه مختصا  
بموضع الاول مع كونه متعارفا اثارا لناثرة لفتنة واناقة للعداوة الكمينة بين  
اهل السنة والشيعة وبيان ان الشيعة تعتقد ان المهدي علي المرتضى هو السيد  
المحبوب لا غير واهل السنة يعتقدون بانه غيره والدليل عليه ما قال الشيخ بن حجر في الصواعق  
والاشهر ان خروج المهدي قبل نزول عيسى وقيل بعده قال ابو الحسن الكاظمي  
قد تواترت الاخبار واستفاضت بكثرة رواها عن المصطفی صلي الله عليه وسلم  
بمخروجه وانه من اهل البيت وانه يملك سبع سنين وانه يملأ الارض عدلا و  
انه يخرج مع عيسى علي نبينا وعليه افضل الصلوة والسلام فيساعده على قتل  
الدجال ببالدبارض فلسطين وانه يامر هذه الامة ويصل عيسى خلفه وحي  
السبكي عن جمهور الرافضة انهم قائلون بانه لا عقب للعسكري وانه لم يثبت الى



عبدالغیر ز سے انہوں نے باپ سید السادات امام الزامہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے انہوں نے پڑھنا پڑھا  
 سید امام ابو صالح موسیٰ جنگی دوست سے انہوں نے اپنے باپ سید امام عبدالجیلانی سے انہوں نے پڑھنا پڑھا  
 سید امام محمد بن زاہد سے انہوں نے اپنے باپ سید امام محمد سے انہوں نے اپنے باپ سید امام عبدالقادر سے  
 انہوں نے اپنے باپ سید امام موسیٰ بن جوں سے آخر تک پس یہ سند عالی سونکی: زنجیر ہے یا مورتوں کی  
 تسبیح ہے جبکہ مردہ پر پڑھی جاوے تو حی اوٹھے یا بھرے پر تو سننے لگے یا گونگے پر تو بولنے لگے یا خطی پر  
 تو اچھا ہو جاوے یا مجنون پر تو ہوشیار بن جاوے اور اہل حدیث کے مصنفین میں سے کہ جن کی  
 تصانیف مشہور ہیں کوئی ان تیسوں اماموں کی روایت سے مشرف نہیں ہوا ہے بخیر اہل سنت  
 کے اور خدا کا احسان ہے پس جو کچھ اس کا جواب مصنف دے گا تو وہی ہمارا جواب ہے اوس  
 سند سے کہ جس پر مصنف نے افتخار کیا ہے اور اوسکی نقل پر مغرور ہو گیا ہے چوتھی نظر اٹھا  
 سند میں اوسکے قول (ابو السید المحبوب امام عصرہ بکۃ) کی جہت سے ہے اور یہ قول دو وجہ سے محدو  
 ہے اول یہ کہ امام حسن عسکری کی کنیت ابو محمد ہے جیسا کہ مشہور و متعارف ہے علما میں مذکور وہ جسکے  
 ساتھ مصنف یا راوی نے اون سے کنایہ کیا ہے یعنی ابو السید المحبوب پس دوسری کنیت کرنا ایک  
 اختراعی ہے پہلی کی جگہ میں رکھنا بانکہ پہلی متعارف ہے فتنہ کی آگ کو بھڑکانا ہے اور اوس  
 عداوت کو ظاہر کرنا ہے جو سنی و شیعہ کے دلوں میں مخفی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ  
 شیعہ کے اعتقاد میں مہدی بشر سید محبوب ہی ہیں اور بس اہل سنت کے اعتقاد میں دوسرے  
 شخص ہوں گے دیں اس قول کی تیغ ابن حجر کا یہ قول ہے صواعق میں (اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ خرون  
 امام مہدی کا قتل عیسیٰ کے قبل ہوگا اور کیا گیا ہے کہ بعد ہوگا اور ابو الحسن ابری نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم  
 ترا تراخار و شہرت رواست مخرج مہدی ثابت ہوا کہ مہدی اہل بیت ہوں گے اور سب برتر کی سلطنت کریں گے اور دوزخ میں  
 انصاف ہوگا اور انکا خروج عیسیٰ کے بعد ہوگا پس عیسیٰ قتل جان میں اولیٰ کے بعد ہوں گے سرزمین فلسطین کے باشندے  
 اور وہ اس وقت کہ امام حسن عسکری کے چچا پڑنے لگے اور سبکی زبیر کی ہر کہ جہود و نصاریٰ کا مل میں امام حسن عسکری اور مہدی پڑنے لگے



آخر ما قال والخاصل انهم يتنازعون في المنتظر بعد وفاته على عشرين فرقة وان  
 الجمهور غير امامية على ان المهدي غير حجة قال بعضهم قطعه ما ازلسر باب بل ان  
 كلقوه بجمالك ما انا: فلي عقولكم العفاء فانكم: ثلثم العنقاء والغيلان: انتم فلما  
 كان مقصود المصنف تايد الامامية في باب الاثنى عشر وتقوية قولهم في باب  
 المهدي المنتظر وتضعيف اهل السنة وتزيف مقالتهم في هذا الباب من اختراع  
 المصنف لهذه الكنية في اثناء السند واحال قصتها على الشهرة في الحاشية كما  
 قلناه في المقدمة كي يتم به المقصود وينطبق العدد على المعدود ولهذا  
 رده مولانا محمد انوار الله سلمه الله وابقامه رسالة المرسل الى المصنف  
 (ثم انك ذكرت فيه السبيل المحبوب واحلت قصته على الشهرة هل هو الامر معتقدا  
 الشيعة الذين ينتظرون خروجه عند الساعة المنتظرة والعذر بانك ذكرت  
 ضمن الاسناد لا يجوز فانه عن شائبة الري لا يخلو هل هو لا تشيد مباني المقصود  
 كي ينطبق العدد على المعدود فانك اثبتت وجود الائمة السبعة في اسناد وزدت  
 اربعة في اسناد حتى كملت اثناعشر اما بزيادة الامام الحسن المجتبي السلام عند  
 جميع اهل العلم والاجتهاد وهذا اذا تد على ما اظهرت في اول الكتاب بل ضاف له في  
 الجملة وهو سبب يعرفها المهرة الكلمة فانه خصصهم من سائر الائمة العترة  
 فكان الامامة عندك فيهم منحصره وان هذا الامذهب الرافضة انتم بقدر الحق  
 الثانية قوله امام عصره بجملة يدل دلالة نيرة على ان قائله ليس من اهل السنة  
 بل هو من الامامية المبتدعة لان الامامية يعتقدون ان العصر لا يخلو عن ام  
 ولذا قالوا باختفاء السبيل المحبوب وبقاء حياته وظهوره عند الساعة المنتظرة  
 فالتائل بهذا القول لا بد ان يكون الامامية لان كل ناعير مشحون بما فيه فلذا افلنا



اُن کے آخر قول تک اور اصل امر یہ ہے کہ شیعوں نے باخود با نزاع کی ہے ہندی منتظر کے باب میں حسن  
 کے وفات کے بارہ نہ قویہ اور مجہور غیر امامیہ کے اسپرین کہ ہندی عجت کے غیرین بعض اہل سنت یہ قطعہ  
 شیعہ کے جواب لکھا ہے (سرواب کے لئے وقت نہیں آیا کہ بنے اس شی کو جب کا تھے اپنی نادانی سے قول کیا  
 ہے پس تمہاری عقل و پیر پروردہ پڑ گیا ہے اس لئے کہ تھے غفقا و غیلان کے سوا تیسری شے بھی بجا کی ہو انتہی  
 پس جبکہ مصنف کا مقصد وہ تھا کہ بارہ اماموں کے باب میں امامی کی تائید ہو جائے اور ہندی منتظر کے  
 باب میں اُن کے قول کی تقویت اور اہل سنت کا ضعف اور اُن کے کمزوری ان دونوں باتوں میں  
 ثابت کیا جائے تو مصنف نے سند کے درمیان یہ کنیت تراشی اور اُس کا قصہ حاشیہ میں شہرت پر محمول کیا  
 جیسا کہ ہم مقدمہ میں اُس کو نقل کر چکے ہیں تاکہ اس کنیت سے مقصود تمام ہو جاوے اور عدد ائمہ پر منطبق ہو جاوے اور اس وجہ سے  
 مولانا محمد انوار اللہ نے اُس رسالہ میں کہ مصنف کے پاس بھیجا تھا اُس کو رد کیا ہے اس طرح چہرہ پر تو نے سندین  
 سید مجو بھگو ذکر اور اُس کے قصہ کو شہرت حوالہ کیا اور یہ امر شیعوں کی ہی عقاید سے ہے کہ جو اُس کے خروج کا  
 وقت منتظر رہ انتظار کر رہے ہیں اور تیرا یہ عذر کہ تو نے اُس کو اثنا عشرین ذکر کیا ہے واضح نہیں ہے اور شیعہ کی ملاوٹ  
 خالی نہیں ہے یہ تو مقصود کے مکانات کو بلند کرنا ہے تاکہ عدد اپنے معدود پر منطبق ہو جائے اس لئے کہ تو نے  
 ایک سندین سات اماموں کو ثابت کیا اور چار کو دوسری سندین بڑھایا یہاں تک کہ امام حسن مجتبیٰ کو ملائیے  
 جو کہ تمام علماء و مجتہدین کے نزدیک مسلمین بارہ امام پورے ہو گئے اور یہ امر زاید ہے اُس سے کہ تو نے  
 اس کتاب کے شروع میں ظاہر کیا ہے بلکہ نے اجماع اُس کے منافی ہے اور یہ ایک ایسا فریب ہے کہ جس کو ماہرین کا ملین  
 پہچانتے ہیں اس لئے کہ تو نے انہیں بارہ کو ائمہ عشرتین خاص کر لیا پس گویا امامت تیرے نزدیک انہیں بارہ میں  
 منحصر ہے اور یہی تو افضیون کا مذہب ہے انتہی بقدر حاجت دوسری وجہ یہ ہے کہ قول مصنف امام عصرہ بکہ صاف  
 دلالت کرتا ہے اس پر کہ اس قول کا قائل نہیں ہے بلکہ وہ امامیہ متبعین سے اس لئے کہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ نانا امام سرخا  
 نہیں ہوئے اور اس وجہ سے امامیہ سید مجو بھگو کے مخفی رہنے اور اُن کے بقائے حیات اور شانظرہ میں اُن کو ظاہر ہو کر  
 قایل ہیں اس قول کا قائل ضرور امامیہ سے ہے اس لئے کہ ہر طرف سے وہ ٹیکتا ہے جو اُن میں بھاری پس اس وجہ سے ہم نے کہا ہے



ان البلاد الذي هو مخرج هذا الحديث من الشيعة لا من اهل السنة والا  
 لما قال بلفظ ابو الشيد المحبوب امام عصره بركة في اثناء السند واما مخرج الحديث  
 الا لفي المذكور بالسند المعتبر لما تورد عند اصحاب المذهب المنصور اهل السنة والجماعة  
 واعتماد الجمهور وهو ما لا ماسين الجليلين ابي ذرعة الرازي استاذ الامام محمد  
 ومحمد بن اسلم الطوسي عن الامام علي بن موسى الرضائي عن ابيه في فضل هذا السند  
 قال امام احمد حنبل لو دعت هذا الاسناد على مجنون لبوأ من حقيقه وايضا يقال له  
 مسألة المذهب لكونه ما تورد عن الائمة السبعة من اهل البيت النبوة كما نقلته  
 من الشيعة في مفسر في السابق فكيف انصرفت في هذا الكتاب اعجب افحش من غيره  
 من المبتدعين حيث روي في هذا الكتاب حديثين بسندين احدهما مردود عند  
 اهل السنة والثاني مقبول فوضع المقبول الا لفي موضع المردود اهر وي وضع  
 المردود اهر وي مكار المتبول الا لفي ليحصل له الاستدلال بكليهما ما يتيسر له  
 الاقتدار بسنديهما وقد من الله علينا باظهار مكائده ودفع مفسده في الدين  
 وشدائده وكشف ما في عباراته وفوائده ثم وقفنا بالتوجه التام الى الرد عليه  
 بالحق وبيان ما تشب به من الاقوال الرديئة والمذاهب الواهية بالصدق  
 والله ولي المداية ومنه العناية والعانة قوله وقال اعظم الفقهاء الادوية  
 ابو حنيفة في الفقه الاكبر والايما هو الاقرار والتصديق وقال في الوصية الايمان  
 اقرار باللسان وتصديق بالجنان والاقرار وحده لا يكون ايمانا لانه لو كان ايمانا  
 لكان المتفقون كلهم موافقين وكذا لك المعرفة وحدها اي مجرى التصديق  
 لا يكون ايمانا اذ اقول بتوفيق الله تعالى وعونه ما صنف هذا الكتاب في مقابلة  
 الفقه الاكبر الحنفية وكان المشهور بين الحنفية ان الايمان هو التصديق



بلاذری جو اس حدیث کا راوی ہے شیعی ہے نہ کہ سنی ورنہ ہرگز (ابو السید محبوب المصنوع) کا  
 اثنا عشر سند میں نہ کہتا اور لیکن حدیث الہی مذکور کی روایت بسند معتبر حوالہ مذہب منصور ہشت  
 و جماعت اور اولیٰ کے جمہور ائمہ کے یہاں منقول ہے وہ ہے کہ جبکہ و امام جلیل القدر فن  
 حدیث کے ابو ذر رازی، استاد امام مسلم و محمد بن اسلم طوسی امام علی بن موسیٰ رضا سے بروایت اوکے  
 آبا کے نقل کیا ہے اور اسی سند کی فضیلت میں امام احمد حنبل نے کہا ہے کہ (اگر تو اس سند کو  
 مجنون پر پڑھ دے تو اپنے خیر سے اچھا ہو جائے اور نیز اس سند کو سننا الذہب کہا جاتا ہے  
 اس لئے کہ یہ منقول ہے اہل بیت نبوت کے سات اماموں سے جیسا کہ ہم نے اسکو سابق میں صحت  
 سے بہ تفصیل نقل کیا ہے پس مصنف کا مکر اس کتاب میں عجیب تر و فاضل تر ہے دو سراہل بیت  
 سے اس لئے کہ اس کتاب میں دو حدیثیں دو روایت سے نقل کی ایک او نہیں اہل سنت کے  
 نزدیک۔ مردود ہے اور در سری مقبول پس مقبول الہی کو مردود و ہر وی کی جگہ میں رکھا اور مردود  
 ہر وی کو مقبول الہی کی جگہ میں ذکر کیا تاکہ دونوں حدیثوں سے استدلال ہو سکے اور دونوں کی  
 سند پر فخر کا موقع ملے اور خدا نے ہم پر احسان فرمایا مصنف کے مکاتیب میں کرنے اور  
 دین میں اوس کی خرابیاں و سختیاں دور کرے اور اسکی عبارات و زوائد کا حال کھولے  
 پھر ہم کو توفیق دی اوسکے رد کرنے میں پوری توفیق کرنے اور اہل اقوال ردیہ مذاہب و  
 کو بیان کر دینے میں سچے ملو پر کہ جن کو مصنف نے دستاویز بنایا ہے اور خدا ہی الگ ہے  
 بدایت کیا اور اسی کے طرف سے عنایت و اعانت ہے قول مصنف کا (اور کہا امام اعظم فقہا و ربوہ  
 ابو حنیفہ سے فقہ اکبر میں اقرار و تصدیق ہے اور کہا وصیت میں ایمان اقرار زبان سے  
 اور سچا جاننا دل سے اور تنہا اقرار ایمان نہیں ہے اسلئے کہ اگر ایمان ہو تو سارے شائق ایمان ہوں اور  
 اسی طرح تنہا معرفت یعنی محدود تصدیق ایمان نہیں ہے اگر ترک نہیں کہتا ہوں حقیقت کی توفیق و مدد سے ہر گاہ کہ مصنف نے  
 یہ کتاب خدا اکبر بھیجے۔ تیار بادین بیعت کی ہر خطیہ پر مشہور تھا کہ ایمان ابو حنیفہ کے نزدیک صرف تصدیق کا



عند أبي حنيفة والمصنف قد اثبت في الصدور ان الايمان عند اهل البيت <sup>عليهم السلام</sup> الحق  
 اقرار ومعرفة وعمل فاذا ان يبين مخالفة قول الامام <sup>عليه السلام</sup> بحقيقة لقول الجمهور  
 من اهل السنة في مسألة الايمان فلهذا انقل عن الوصية والفقهاء الاكبر الحنفى  
 عبارتين يحصل عن مجموعهما ان العمل ليس من الايمان عند أبي حنيفة خلافا لما  
 عليه جمهور اهل السنة من ان العمل داخل في الايمان واذا ايضا ان يبين  
 ان الامام اعظم موافق لهم فان الاقرار داخل في الايمان وصح التصديق ليس  
 بايمان عند كما يدل عليه هذا القولان له فها هو المشهور بين الحنفية  
 للتحقيق من مذهبه ولهذا فسر المعرفة في قول الامام وكذا العلم المعرفة وحدها لقول  
 ابي محمد التصديق وقد بينا فيما مر ان المعرفة شيى اخر عند جمهور اهل السنة  
 المعتبر في الايمان هو التصديق والمعرفة ليست عند جمهور معتبرة في الايمان خلافا  
 للرجحة القدسية فتفسير المعرفة بالتصديق خلاف للتحقيق ومستلزم لكون  
 الامام اعظم من الرجحة والمصنف قد وافق ابن تيمية في هذا التفسير اهانة  
 للامام وايداء مقلدية من كافة الانام كما اشار اليه مولانا المولوى ابو الحسنات  
 محمد عبد الحى اللكنوى في الرفع والتكيل حيث قال وقد قشيت بعض الشيعة كصا  
 الاستقصاء وغيره لقول السليمانى للذكور في الميزان في ان ابل حنيفة من الرجحة  
 ولم يعلم انه قول مردود او ما قول عند الجمهور من اهل السنة واقتدى بهم  
 في هذا الطعن كثير من اهل السنة ممن له تعصب وافروعتتظاهريا بحقيقة  
 ومقلد به فاوردوه في معرض معائبه ومثالبه ايداء مقلديه ولا عجب من  
 الشيعة فانهم من اعداء اهل السنة يسبون اكابر الصحابة ويطعنون على سلف  
 صاحب الهداية قبالا لكتابي حنيفة وطريقته المرضية انما العجب من هؤلاء الذين



امام سے اور مصنف حد کتاب میں ثابت کر چکا ہے کہ اہل بیت و محدثین کے نزدیک ایمان اقرہ و سہل  
 و عمل کے مجموعہ سے عبارت ہے پس ارادہ کیا کہ قول امام ابو حنیفہ کی مخالفت کو جمہور اہل سنت کے  
 قول سے مسئلہ ایمان بیان کرے پس اس سوجہ سے وصیت فقہ اکبر حنفی سے دو عبارتیں نقل کی کہ  
 دونوں کے مجموعہ سے ثابت ہو جائے کہ عمل ایمان کا جزو نہیں ہے ابو حنیفہ کے نزدیک بزعم  
 جمہور اہل سنت کے کہ اون کے نزدیک عمل ایمان میں سے اور نیز ارادہ کیا کہ یہ امر بھی بیان کر دوں کہ امام عظیم  
 جمہور کے اس امر میں موافق ہیں کہ اقرار ایمان کا جزو ہے اذنتہما تصدیق امام اعظم کے نزدیک ایمان نہیں ہے جیسا  
 کہ یہ دو قول مذکور امام کو اس پر دلالت کرتے ہیں پس حقیقہ میں جو مشہور ہے امام کے مذہب کی تحقیق سے مخالف  
 اور ابو اسے مصنف نے معرفت کی تفسیر قول امام (و کذا لا یستلزمہ وحدها) میں اس قول باری مجرود  
 تصدیق سے ایمان کی اور ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں کہ معرفت اور شے سے تادم جمہور اہل سنت کے نزدیک معتبر ایمان میں تصدیق  
 ہی ہے اور معرفت اور ذکر نزدیک ایمان میں معتبر نہیں بلکہ مخالف ہے حقیقہ کے یہ معرفت کی تفسیر تصدیق سے خلاف تحقیق ہے  
 اور مستلزم ہے کہ امام اعظم مرجعہ میں داخل ہو جائیں اور مصنف نے اتفاق کیا ہے ابن تیمیہ سے  
 اس تفسیر میں امام کی اہانت اور اون کے مقلدین کی بڑی جماعت کو ابذا رسائی کے واسطے جیسا کہ  
 مولانا مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی نے رفع والتکلیل میں اس کے طرف سلیمانی کے  
 قول کو جو میزان میں مذکور ہے اس باب میں کہ امام ابو حنیفہ مرجعہ میں داخل تھے اور یہ سخا نا کہ یہ قول  
 مردود ہے یا تاویل کیا گیا ہے اکابر اہل سنت کے نزدیک اور اس طعن میں شیعہ کے پیروں کو  
 بہت لوگ اہل سنت کے جنکو امام اعظم اور اون کے متعلدون کے ساتھ تعصب وافر و سرکشی  
 ظاہر ہے پس یہ لوگ قول سلیمانی کو امام اعظم کے معائب و قبایح کے محل میں بیان کرتے ہیں اون کے  
 متعلدون کی ایذا دہی کی واسطے اور شیعوں سے تعجب نہیں ہے اس لئے کہ شیعہ اہل سنت کے شہر  
 میں اکابر صحابہ کو گالیان دیتے ہیں اور اہل بدایت کے سلف پر طعن کرتے ہیں پھر ابو حنیفہ اور اون کے  
 پسندیدہ طریقہ پر طعن کرنے میں مشکوکیا تعجب ہے بڑا تعجب تو ان لوگوں سے ہے



هم أهل السنة ويدعون أنهم من متبعي الكتب والسنة ومع ذلك يطعنون على أول  
 هذه الأئمة وصدر الأئمة من دون بصيرة ولا بصارة انتهى فاعلم من هذا أن المصنف أيضاً  
 يدين ببيعة العمل على آثار الحساد المتعصبين للإمام أبي حنيفة ويدعي ظاهراً وموافقة  
 ونصراً في مذهبه ولا بد فهمنا من أن يبين النسبة بين الحنفية وأهل السنة  
 ليتبين كون المصنف من المبتدعين مع ادعائه أنه من أهل السنة فنقول أن  
 سيدنا ومرشدنا السيد عبد الرحمن الأندلسي رحمه الله تعالى قد صرح في  
 كتبه الفتح المبين في صفحة (١٢) هكذا (ومنهم من قال أن المراد فهمنا بالحنفية <sup>ثلاث</sup> القائلون  
 بأن الإيمان هو المعرفة بالله وحده ونحو ذلك من خرافات المرجئة الحاصلة وتوضيحه  
 على ما في الرسالة الفخرية أن النسبة بين أهل السنة سواء كان حنفياً أو شافعياً  
 أو حنبلياً أو مالكياً وبين المرجئة الضالة نسبة التباين الكلي والنسبة بين الحنفية  
 بمعنى المتابعين له أصلاً وفرعاً بين أهل السنة عموم وخصوص مطابق لكل حنفية  
 من أهل السنة وليس أن كل أهل السنة حنفية والنسبة بين الحنفية بمعنى قلدية  
 في الفروع فقط وهذا المعنى اعم من الأول وبين أهل السنة عموم وخصوص زجج  
 فادعنا الافتراق من يكون حنفياً ولا يكون من أهل السنة كالمروية الحنفية  
 والمعتزلة الحنفية ومن يكون من أهل الشيعة شافعية مثلاً ومادة الاجتماع من  
 يكون موافقاً لأبي حنيفة في الفروع والعقيدة انتهى ثم قال أيضاً فيه إذا عرفت هذا  
 فنقول مفاد عبارة الغنية أن الحنفية الذين هم فرع من فروع المرجئة الضالة  
 أصحاب أبي حنيفة الذين يقولون أن الإيمان هو المعرفة والاعتراف بالله ورسوله  
 وهذا لا ينطبق إلا على المشتافعية كون هذا المراد من الحنفية لما عرفت سابقاً أنه  
 غير النكبة كان يحل مذهب النجاشية عن أبي حنيفة وبعد فكيف من المرجئة التي <sup>تنبأ</sup>



کہ مبنی ہیں اور کتاب و سنت کی اتباع کے مدعی ہیں اور اسکے ساتھ طعن کر سکتے ہیں اس سلامت کے اولیٰ اور  
صدر الانتم پر بلا بصیرت و بصارت کے انتہی پس اس سے معلوم ہوا کہ مصنف ہی چوتھی کی طرح دلی حال میں  
ہے ماسدوں کے نقش قدم پر کھنکوا، امام ابو حنیفہ سے نصیب اور ظاہر مبنی مدعی ہے اور انکی موافقت کا اور انکی  
ذہب کی نفرت کا اور اس ختام میں ضرورت ہے کہ حنفیہ اہل سنت میں نسبت بیان کی جائے تاکہ مصنف کا  
بدعتی ہونا ظاہر ہو جائے باوجود اسکے مدعی ہونیکے کہ مبنی ہوں پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے سرور و مرشد  
عبدالرحمن افندی نے خدا سلامت رکھے انکو اپنی کتاب فتح البین کے صفحہ ۱۲ میں اس طرح تصریح فرمائی ہے  
اور بعض نے اہل مبنی سے کہا ہے کہ مراد حنفیہ سے اس مقام میں وہ لوگ ہیں جو قائل ہیں کہ ایمان صرف  
خدا کی معرفت کا نام ہے اور اسکے سوا جو کچھ مرجعہ خالصہ کی حرکات مبنی اور اسکی توضیح حسب طور پر کہ رسالہ فخریہ  
میں مذکور ہے یہ ہم نسبت اہل سنت میں خفی ہوں یا ناشی یا مالکی یا حنبلی اور مرجعہ خالصہ میں بتائیں کلی کی  
ہے اور نسبت حنفیہ میں یعنی پیروی کرنیوالے امام ابو حنیفہ کے اعتقادات و مسائل فرجیہ میں اور درمیان  
اہل سنت کے عموم و خصوص مطلق کی ہے اور نسبت درمیان حنفیہ کے یعنی پیروی کرنیوالے امام ابو حنیفہ  
کے فقط مسائل فرجیہ میں اور یہ معنی عام ہیں پہلے سے اور درمیان اہل سنت کے عموم و خصوص  
میں وجہ کی ہے پس دو مادے افتراق کے وہ لوگ ہیں کہ خفی ہیں اور اہل سنت سے خارج  
ہیں جیسے کہ مرجعہ حنفیہ و معتزلہ حنفیہ اور وہ لوگ ہیں کہ اہل سنت سے ہیں اور مثلاً شافعی ہیں  
اور مادہ اجتماع کا وہ لوگ ہیں کہ مسائل فرجیہ و اعتقاد میں امام ابو حنیفہ کے موافق ہیں انتہی  
پر اسی کتاب میں کہا ہے (جبکہ تو نے اسکو معلوم کر لیا پس ہم کہتے ہیں کہ حنفیہ  
کی سب رست کا حامل یہ ہے کہ حنفیہ جو کہ مرجعہ خالصہ کی ایک شاخ ہیں امام ابو حنیفہ کے  
مقلد ہیں جو کہ کہتے ہیں ایمان معرفت خدا و رسول و امت کا نام ہے اور یہ قول  
مناہی ہی پر حسابان ہے پس یہی مراد ہے حنفیہ سے اسلئے کہ سابق میں شجرہ معلوم  
ہو چکا ہے کہ خصال کوئی اپنے ذہب جمیث کو امام ابو حنیفہ نقل کرتا تھا اور شریکوں کو بھی مرجعین بنا کر لیتا تھا اسکی تائید



سلف الملل والنحل انما يجب ان يغيب ان كان يحل عن ابي حنيفة رحمه الله مثل  
 من ذهب له بعد من المرجحة ولعل كذب واعرى كما يقال لا يجنبه واصحابه  
 مرجحة السنة رعله كثير من اخب المقاتل من جملة المرجحة ولعل السبب فيه  
 انه لما كان يقول الايمان هو ان تصدق بالقلب وهو لا يزيد ولا ينقص فلو انما يوجب  
 العمل عن الايمان وله سبب اخر وهو انه كان يخالف القدرة والمعتزلة الذين ظهروا  
 في الصدر الاول والمعتزلة كانوا يقولون كل من خالفهم في القدر مرجح او كذا لك السبب  
 في الخواارج فلا يبعد ان اللقب لانه الزم من فريق المعتزلة والخواارج والله اعلم انما  
 لما تمهد هذا القول ان المصنف قد تفرغ الى الامام الاعظم اقراء عظيم بذكره لان  
 المرجحة الظاهلية حيث فر المعرفة في قوله بالتصديق لانه يلزم منه ان المعرفة و  
 التصديق عنده بمعنى واحد والمعرفة وحدها لو كذا الاقرار وحده ليس بايمان عينة  
 كما صرح به في الوصية فلزم منه ان يكون مجموع المعرفة والاقرار له انما عند وهو  
 عين من هب الفسائية المرجحة وهذا انما الرمز من تفسير المصنف بعرفته بالتصديق  
 ويؤخذ عليه في هذا القول بان المراجعة الى الفقه الاكبر وكتب الوصية فان كانت  
 العبارة فيها هكذا وكذلك المعرفة وحدها لا يمكن ايمان بالخيار عليه ولكن تفسير  
 المعرفة بقوله (اي مجرد التصديق) بلتان على ابي حنيفة وصرف له عن مذهبه  
 لان مجرد التصديق عنده ايمان كما هو مصرح في متن الفتاوى فلهذا التفسير ترجح  
 الكلام بما لا يرضى به قائله ويفضى الى تسفاد طائفة - قال في فرض الايمان  
 الاجل فلجل قال الله المتعال اسئوا بالله ورسوله ولا بن جريم في التفسير عن علي  
 قال الايمان منذ بعث الله ادم شهادة ان لا اله الا الله والاقرار بما جاء من عند الله  
 لكل قوم صلحاء هم من شريعة ومنهاج ولا يكون المقر تلو كما ولكنه مضى وقال الله



جو کہ تل و تل زین نگار است کہ (جیسے یہ ہے کہ غسان امام حقیقت ہے مذہب کو تقابل کرتا ہے نہ اور کو مرجعہ میں  
 شمار کرتا ہے) جیسا کہ تور و خط و روش تھا اور چنانکہ ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجعہ النبی کا پہلا تھا اور ان کو بہت  
 سے اہل تعالیف نے یہ سلسلہ مرجعہ کے شمار کیا ہے اور شاید اس کا سبب یہ ہے کہ یہ نگاہ ابو حنیفہ کے ہوتے  
 کہ ایمان تصدیق ہے دل سے اور نہ ذایہ برون اور مذاقص تو اگر ن کے گمان کر لیا کہ ابو حنیفہ نے گواہان سے  
 پیچھے رکھے ہیں اور اس کا ایک اور یہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ خلافت کرتے تھے نہ یہ نہ کہ ان کے جھکا  
 صدر اول میں ہوا تھا اور معتزلہ ہر ادب میں شغف کو کہ قدر میں اور ان کے مخالف ہوتا تھا مرجعہ کہتے تھے اور یہی حال ہے  
 خوارج میں ہے فرقہ وید یہ کاپس کو کہ بعد نہیں ہے کہ یہ لقب امام ابو حنیفہ پر معتزلہ اور خوارج کی طرف سے لازم  
 ہوا ہے اور خدا زیادہ جانتے و دانستہ انتہی اور جلد یہ بتیہ ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ مصنف سے امام عظیم پر بہت  
 اختصار کیا ہے کہ او کو مرجعہ ضالہ میں داخل کر دیا باوجود کہ معرفت کی تفسیر اس کے قول میں نہ توفیق سے کوئی  
 اسے کہ اس تفسیر سے لازم آتا ہے کہ معرفت اور تصدیق ادا م کے نزدیک ایک ہی معنی ہیں اور نہ بمعرفت  
 اور اسی طرح تھا اور ان کے نزدیک ایمان نہیں ہے جیسا کہ بہت میں ابو حنیفہ نے اس کی تفسیر کیا ہے پس  
 اس سے لازم آگیا کہ معرفت و اقرار کا مجموعہ اس کے نزدیک ایمان ہے اور یہ بعینہ مرجعہ ضالیہ کا مذہب ہے نہ  
 اور یہ قیاحت مصنف نے بہت کی تفسیر تصدیق سے کر لیا وجہ سے لازم آتا ہے کہ اسے پس مصنف پر اس کے  
 اس قول میں مواخذہ ہے بجا بن طور کہ خدا اکبر و کتاب الوصیۃ کی طرف رجوع کیا جائے پس اگر ادا و دلوں میں  
 عبارت اسطر یہ ہے رو کہ لکن المعترضة و جدا ہو گوں ایمان تو اس کلام پر کچھ غبار نہیں ہے اور لیکن معرفت کی  
 تفسیر مصنف کے قول لای مجر و التصدیق سے امام ابو حنیفہ پر بیان ہے اور ان کے مذہب سے پیروی ہے اسلئے  
 کہ مجر و تصدیق کو نزدیک ایمان ہی جیسا کہ عقائد کے دن میں بصراحت بیان کیا گیا ہے یہ تفسیر کلام کی ہمیں توجہ  
 کہ جس سے اس کا قائل راضی نہیں ہوتا ہے اور اس کا قائل معفو ہے صرف خدا کو کہیے مصنف نے غزل بیان جل میں بھی لکھا  
 فرمایا تھا اور ایمان لا و خدا و رسول پر اور ابن جریر کی روایت میں بھی ہے کہ فرمایا ایمان جیسے یہ ہے کیا خدا و آدم کو اگر اس میں اس کی ہر کہ خدا  
 کو کوئی معجزہ نہیں اور اولیٰ احکام کا جو ہر قوم کو خدا کی طرف سے نہیں بھیجے نہ نبوت طرہ و کوئی بیان اور نہ کفر یا ایمان جو کہ ایمان کا اور نہ کفر



المتعال ربي انك تعلم انك تبارك وتعالى وامن بالبر من امن  
بالله واليوم الآخر والملك والكتاب والنبين وقال رامن الرسول بما انزل اليه  
من ربه والمؤمنون كل امن بالله وملكه وكتبه ورسله الى قوله والياك  
المضمر وقال تعالى يا ايها الذين امنوا امنوا بالله ورسوله والكتاب الذي انزل  
على رسوله والكتاب الذي انزل من قبل ومن يكفر بالله وملكه وكتبه  
واليوم الآخر فقد ضل صلا لا يعبد ا قال ابو داود الطيالسي في مسنده ان ابن  
شعبة عن منصور عن ربي بن حراش عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله صلى  
الله عليه واله وسلم لا يؤمن عبد حتى يؤمن بربع يشهد ان لا اله الا الله و  
رسول الله بعثني بالحق ويؤمن بالموت ويؤمن بالبعث بعد الموت ويؤمن بالقد  
وعن ابي داود اخرج الترمذي في جامععه عن محمود بن غيلان عنه فقوله  
بالموت ويؤمن بالبعث اي يكون ايمانه بالموت مقرونا بالايان بالبعث فاكثير  
من الكفار لا يؤمنون بالبعث ويزيد وضوحا الرواية الاتية وانه صيت ثم مبعوث  
من بعد الموت وفيه ايضا انه لا بد من الموت قبل البعث وان طالت الحياة فافهم  
ولا تتوهم وقال احمد في المسند ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة فذكره به لا يؤمن عبد  
حتى يؤمن بربع حتى يشهد ان لا اله الا الله واتي رسول الله بعثني بالحق ويؤمن  
بالموت ويؤمن بالبعث بعد الموت ويؤمن بالقد وكذا اخرج عثمان بن ابي شيبة  
وجعفر النرياني في القدر و ابن ماجة وابو يعلى والحاكم هكذا رواه الطيالسي  
وغند وعز شعبة به هكذا رواه جرير وزائدة وشريك عن منصور به وجعله  
الترمذي اصح من حديث النضر بن شميل عن شعبة عن منصور عن ربي عن  
رجل عن علي قال هكذا روي غير واحد عن منصور عن ربي عن علي وعلي بن عوف



حق تعالیٰ نے نیکی ہی نہیں ہے کہ تم اپنا رخ بیت المقدس یا کعبہ کی طرف کر لو لیکن نیک وہ شخص ہے  
 کہ ایمان لایا خدا پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں و کتابوں و نبیوں پر اور فرمایا ایمان لایا رسول  
 اس کتاب پر کہ اسکی طرف اشارہ کی گئی اس کے رب کی طرف سے اور سب ایمان والے ہر ایک ایمان  
 لایا خدا پر اور اس کے فرشتوں و کتابوں و رسولوں پر اور اس کے قول (اور اسی کی طرف ٹوٹنا ہے) تک اور  
 فرمایا اے ایمان والو ایمان لاؤ تم خدا پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کتاب پر جو اشارہ کی گئی اس کے  
 رسول پر اور اس کتاب پر جو اشارہ کی گئی پہلے سے اور جس نے کفر کیا خدا سے اور اس کے فرشتوں و  
 کتابوں و رسولوں و قیامت کے دن سے پس وہ بہک گیا اور کاہکنا کہا ابوداؤد طیالسی نے اپنے  
 سند میں کہ بھونہ دی شعبہ نے منصور سے اونہوں نے ربیع بن حراش سے اونہوں نے علی بن ابی طالب سے  
 کہا کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے نہیں مومن ہوتا ہے بندہ بہا تک کہ ایمان لائے چار پر گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی  
 معبود نہیں اور میں خدا کا رسول ہوں بھگو حق کے ساتھ پیجا ہے اور ایمان لائے موت پر اور ایمان لائے میرے بعد کو  
 اور ایمان لائے تقدیر پر اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ جبکو ترمذی ذاتی جامع میں محمود بن خیلان سے روایت کیا اور اونہوں نے  
 علی بن یسقل حضرت کا اور ایمان لادے میرے پر اور ایمان لادے اپنے پر یعنی ہوسے ایمان اسس کا مریض ہوا ایمان  
 بستے اسلو کہ بستے کا فرادے اپنے پر ایمان نہیں لاتی ہیں اور اسکو زیادہ واضح کرتی چودہ روایت کہ آنیوالی پر اور اس پر وہ میرزا  
 پر اور وہاں جا گیا مرنے کے بعد اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ موت کا ہونا ضروری اور اپنے سے پہلے اگرچہ زندگی و از مویں بچنے  
 اور وہم مت کر اور کہا احمد نے اپنی سند میں بیان کیا ہے محمد بن جعفر نے کہ بیان گیسے شعبہ نے نہیں ذکر کیا حدیث کو بسند مذکور  
 (بندہ مومن نہیں ہوتا بہا تک کہ ایمان لادے چار پر بہا تک کہ گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں خدا کا رسول ہوں بھگو حق  
 ساتھ پیجا پر اور ایمان لادے موت پر اور ایمان لادے میرے پیچھے اپنے پر اور ایمان لادے تقدیر پر اور اسی طرح روایت کیا اس حدیث کے  
 بن ابی شیبہ و جعفر فرمایا ابی زبیر بن ہریرہ ابو داؤد علی حاکم نے اس طرح روایت کیا اسکی سی اور غیر شعبہ پر روایت مکر اور ترمذی اور اسکو زیادہ صحیح  
 دیا پر اس حدیث کے جبکو روایت کیا نصر بن شمیل نے شعبہ سے اونہوں نے منصور سے اونہوں نے ربیع بن حراش سے اونہوں نے ابی دوسرے  
 علی بن ابی اسیر طرح روایت کیا متعدد و گونے منصور سے اونہوں نے ربیع بن حراش سے اونہوں نے علی بن حراش سے اور یہی قول بھری کا ہے



وقال أحمد شناو كيع ثنا سفيان عن منصور عن ربيع عن رجل عن علي بن روي دون الرجل  
 سلسلة الاثمة وكذا رواه ما لبغوي عن يعلى بن عبيد وعبيد الله بن موسى وإني  
 عن سفيان زاد عبيد الله خبره وثنا سفيان عن منصور عن اصح من غير عنه  
 كما ذكره ابن الميار وكذا رواه جعفر الفريابي عن عبيد الله وعثمان بن أبي شيبة  
 عن الجلاء عن حماد بن سليمان عن منصور عن ربيع عن بنى اسد عن علي بن ربيعة  
 لم يجد اخذ طعم الايمان حتى يؤمن بهن ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وإني  
 رسول الله بعثني بالحق وانه ميت ثم مبعوث من بعد الموت ويؤمن بالقدر كله  
 وكذا رواه الفريابي عن عبيد الله بن معاذ عن ابيه عن شعبة والحاصل ان شعبة في رواية  
 الطيالسي وغندر رواه عن منصور ورواه شعبة في رواية النضر بن سمير ومعاذ  
 بن معاذ عن منصور عن ربيع عن رجل عن علي وكذا رواه سفيان وسلام  
 بن سليم عن منصور وزيادة الشقة مقبولة فكيف بزيادة الثقات وهو من باب  
 المزيد متصل لا سائبا فيجعل على ان ربيعة سمع اولاه من رجل عن علي ثم سمعه  
 من علي فرواه مرة كذا تارة كذا كما رواه ايتا عن كل ذي حق حقه وان كان لم يسمه  
 الا من الرجل فما رجل ان جعل فحديثه متابعات وشواهد هو بها متعاضدا  
 عليه السلام يعني بالحق يتضمن الايمان بحكم صاحبه يرويه الايمان بالملئكة  
 والكتب والرسول وسينور من خبر اخر ان شاء الله تعالى وهذه الاحاديث  
 صريحة في ان الايمان هو الايقان بالشهادة لا يدخل فيه العمل وانما العمل من  
 الاسلام كما يرشد عبده قوله تعالى قالت الاعراب ائمتنا قل لم تؤمنوا ولكن  
 قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان في قلوبكم ويشهد به حد يثبته عليه  
 السلام وهو اعظم حجة في ملئمة وحد يثبته احمد وابن مردويه بسند صحيح والبراز



اور کہا احمد نے بیان کیا ہے کہ بیان کیا ہے سفیان نے منصور کی روایت اور ہون لیا ایک سرگرم راوی ہے  
کل روایت بخاروس ہرگز امانو کو سلسلہ میں ہوا اور اس کی روایت کیا اور سکو نبوی نے یحییٰ بن عبیدہ و عبد اللہ بن موسیٰ و ابو  
نعم سے اور ہون نے سفیان سے عبید اللہ نے زیاد کیا ہے لاؤ اسکے خیر اور اونس کے شر سے اور سفیان کی روایت منصور  
سے صحیح ترین ہے فیہ کے روایت سے جو منصور سے لگتی ہے جیسا کہ اسکو ابن مبارک نے ذکر کیا ہے اور اس کی روایت کیا  
جعفر فریابی و عبد اللہ و عثمان بن ابی شیبہ کے دو بیٹوں سے اور ہون نے ابو الاوصیٰ سلام بن مسلم سے اور ہون نے منصور سے ہون نے  
رمی سے ہون نے ایک بنی اسکندر سے روایت کی اسکندر نے کو راہ انور میں کہ ہرگز کوئی شخص بیان کا منہ نہ پائے گا یا تاکہ کہ انہیں  
یہ کہ خدا کو کوئی معبود نہیں وہ کہتا ہے اور اسکا کوئی شریک نہ کہ میں خدا کا رسول ہوں مجاہد بن یوسف کے ساتھ بیجا اور یہ کہ وہ شخص نبی والا  
ہو رہی ہے بیجا و بیجا و بیجا اور ایمان لاؤ کل تقدیر پر اور اس کی روایت کیا فریابی نے عبید اللہ بن معاذ سے اور ہون نے اپنے باپ  
شعبہ سے اور حامل یہ ہے کہ شعبہ نے طیبی سے روایت کی اور روایت میں اسکندر روایت کیا ہے منصور سے اور ہون نے رمی سے اور ہون نے  
علی سے اور بیس طرح اسکندر روایت کیا ہے بیس طرح اسکندر روایت کیا ہے منصور سے اور روایت کیا اسکندر شعبہ نے نصر بن شہیل و معاذ بن  
معاذ کی روایت میں منصور سے اور ہون نے رمی سے ایک حل سے سے روایت علی اور اس طرح اسکندر روایت کیا  
سفیان و سلام بن مسلم نے منصور سے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے پر کیا حال ہے ثقات کی زیادتی کا اور وہ ثقہ ہے مقبول تھا  
کے باب الحزین میں پس اس پر حل کیا جائیگا کہ رمی نے اسکندر سے روایت کی ہے علی سے ہر رمی نے اسکندر سے روایت کی ہے علی سے ہر رمی نے اسکندر سے  
روایت کیا اور دوسری بار اس طرح روایت کیا جیسا کہ اسکندر روایت کیا تھا ہر ثقہ کا حق اور اگر نیکو اسے اور اگر حل ہے ہر اسکندر سے  
پس وہ حل کو مقبول ہے ہر اس کی حدیث کے لئے بہت سے متابعات و شواہد میں کہ جن سے وہ قوی ہو گئی ہے پس قول حضرت علیہ السلام  
کہ جو حق کو ساتھ بیجا ہی مثال ہے ایمان کو حلال حکام شرعیہ کو اور بخلاؤ اسکے ایمان ہے فرشتوں و کتا فون و در سولون و بعد فقریہ نقل  
کیا جائیگا دوسری حدیث سے اگر خدا نے چاہا اور یہ حدیث صحیحہ میں اس باب میں کہ ایمان بھر یقین لا نا ہے  
مع اقرار کے علی و میں داخل نہیں ہوا و علی السلام ہی کا جز ہے جیسا کہ اسکی طرف ہر رمی نے قول ثقہ کا لکھا  
عربوں نے ایمان لائے کہ کہہ کہ ایمان نہیں لائے کہ یہ کہہ کہ ہم سلام لائے اور منور ہمارے دل میں ایمان لائے نہیں ہوا ہی اور اسکی حدیث  
دینی ہے حدیث جبر علیہ السلام کا اور وہ حدیث بہت ہی صحیحہ ہے کہ اسلام میں ہوا و عبد بن عمرو نے کہا کہ حدیث صحیحہ سے اور ہزار



وأبي يعلى عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الاسلام علانية والايمان في  
 القلب ثم يشير بيده الى صدره ثلاث مرات الحديث لا يحق بن راهويه و  
 عبد بن حماد في تفسيرهما عن عكرمة قال سئل الحسن مقبل من الشام عن ايمان  
 فقراء (ليس البر ان تؤثروا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن  
 بالله واليوم الآخر والملائكة والكتب والنبين واتى المال على حبه ذوى القربى  
 واليتامى) الاية وكذا روى مجاهد عن النبي صلى الله عليه واله وسلم ان  
 ابا ذر سئله عليه السلام عن الايمان فقراء الاية اخرج به عبد الزراق في تفسيره  
 واسحاق وعبد وروى عنه عليه واله السلام من وجه اخر متصل عن القاسم  
 بن عبد الرحمن جاء رجل الى النبي فقال ما الايمان فقال عليه هذه الاية فقال ليس  
 عن البر سالتك فقال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فسأله  
 مما سألتني فقرأ عليه هذه الاية (الحديث اخرج به اسحق وعبد بن حماد  
 واخرج ابن ابي حاتم والحاكم وصححه عن ابي ذر انه سئل رسول الله صلى الله  
 عليه واله وسلم عن الايمان فتلا هذه الاية ثم سئله فتلا ثم سئله فتلاها  
 (الحديث) ومعناه ان الايمان هو الايقان بما ذكر ولكنه مقرون بالعمل بما  
 امر وانه البر والايمان الاكل ومن هنا قال ابو ميسرة من عمل بهذه الاية فقد  
 استكمل الايمان اخرج به وكيع وابن ابي شيبة والمندرز ولا بن شاهين في  
 السنة والحاكم في تاريخه والديلمي في المسند الفردوس عن علي رفعه الايمان  
 والعمل اخوان شريكان في قران لا يقبل الله تعالى احدهما الا بصاحبه ولا بن  
 شاهين عن محمد بن علي بن عيسى الا الايمان والعمل قرنان لا يصلح كل واحد  
 منهما الا مع صاحبه ولا بن عيسى في الحلية عن محمد بن علي الناقري قال الايمان



اور ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمان لائے اور اسے پچھراپ اور شاکرتے تھے انہیں سے کہے کہ طرف تین منزلیہ آخر حدیث تک اور اسحاق بن دہانہ وغیرہ سے روایت کی گئی ہے۔  
 لیکن یہ دونوں کی تفسیر میں عکریہ سے کہا انہوں نے حسن بن علیؓ سے کہ وہ شام سے آئے تھے ایمان کا سوال کیا گیا  
 پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی لا نبی ہی نہیں، یہی کہ تم اپنا رخ کر لو مشرق و مغرب کے طرف اور لیکن یہ شخص ہی کہہ رہا تھا  
 خدا پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں و کتاب و انبیاء پر اور خیرات کیا مال خدا کی محبت میں عزیزوں و یتیموں پر اس  
 آیت تک اور اسی طرح مجاہد سے مرسل روایت کی گئی ہے نبی کریم ﷺ سے کہ ابو ذر نے حضرت سہیلؓ کو دریافت کیا یاں حضرت  
 آیت مذکورہ کو تلاوت فرمایا اس حدیث کو عبدالرزاق فی ازنی تفسیر میں اور اسحاق و عبد رزاق روایت کیا ہے اور حضرت مسلم  
 مروی ہے اور طریقہ سے قاسم بن عبد الرحمن کی متصل روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو ذر کے پاس آکر کہا کہ ایمان  
 کیا ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ آیت مذکورہ اس کے سامنے پڑھ دی پس اس شخص نے کہا کہ میں نے آیت سے نیکی کا  
 سوال نہیں کیا تھا پس کہا ابو ذر نے کہ ایک شخص آیا تھا رسول خدا ﷺ کے پاس پھر اس نے پوچھا حضرت  
 جو کچھ کہتے تھے مجھے پوچھا تو حضرت نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی آخر حدیث تک اس کو روایت کیا گیا  
 و عبد بن حمید و ابن ماریہ و ابن ابی حاتم و حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے ابو ذر سے کہ انہوں نے پوچھا  
 نبی کریم ﷺ ایمان کو پس حضرت نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا پھر انہوں نے پوچھا حضرت نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا پھر انہوں نے  
 پوچھا تب ہی حضرت نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا آخر حدیث تک اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان صرف یقین لانا اور ذکر  
 پر تکیہ نہ ملا ہوا ہی عمل کرنی اور امید پر کہ جب کا حکم ہوا ہے اندوہی نیکی اور ایمان اکمل ہے اور یہ ہیں سب ائمہ  
 کہا ہے کہ جن نے اس آیت پر عمل کیا پس بیشک پورا کر لیا ایمان کو روایت کیا اس کو وکیع و ابن ابی شیبہ و ابن منذر  
 اور ابن شہر بن کی روایت ہے سند میں اور عاکم کی اور سنن ترمذی میں اور دیلمی کی سند فروس میں حضرت علیؓ سے رفع ارا کہ راہ ان  
 و عمل دونوں پہنچی ہیں کہ شریک ہیں اتصال میں نہیں قبول کرتا ہی خدا تعالیٰ ایک اور نہیں سے گراؤ کل شریک کیا تھا اور ابن  
 شاہین کی روایت ہے مرسل ہے محمد بن علیؓ سے کہ ایمان و عمل دونوں ساتھی ہیں نہیں درست ہوتا  
 ہے ایک اور نہیں کا گراؤ ساتھی کے ساتھ اور ابو نعیم کی روایت ہے حلیہ میں محمد بن علیؓ باقر سے کہا کہ ایمان



ثابت في القلب وهذا هو من ذهب أبي حنيفة وأصحابه من الأعمال غير داخله في  
 أصل الإيمان قال في الرخصة ثم العمل غير الإيمان والإيمان غير العمل يدلان على كثير من الأوقات  
 يرتفع العمل عن المؤمن ولا يجوز أن يقال يرتفع عنه الإيمان فإن الحائض ترفع عنها  
 الصلوة ولا يجوز أن يقال رفع الإيمان عنها وأمرها بترك الإيمان وقد قال طحا الشافعي  
 دعوى الصوم ثم أقضيه ويجوز أن يقال ليس على الفقير ركوة ولا يجوز أن يقال على الفقير  
 الإيمان أنته والشيروازي في إرفاقه عن علي بن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال  
 كذا وانتم بني عبد مناف فحن وانتم اليوم بنو عبد الله وسرواه الطحاوي في شرح معاني  
 الآثار عن النزال بن سبرة قال لنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فذكره نحوه والظاهر  
 أنه من رواية النزال عن علي والمعنى أنه من شأن الإيمان أن لا يدعى اليوم بنو بني  
 عبد مناف بل يدعى بنو بني عبد الله فذلك من فضل الإيمان بالله الرحمن والرحيم  
 الله المنان على الأحسان والامتنان أقول ومن الله التوفيق إن المصنف قد عمد  
 هذه الفصل لبيان الإيمان الأجل فالجمل وطوله بذكريات وأحاديث وبيان تفاسير  
 وطرقها وكل هذا تطويل بلا طائل وأيضا التعبير بالأجل فالجمل اختراع جديد  
 وأبتدأه غير سديد لأن المتعارف بين علماء الأمة من السلف والخلف إنما هو  
 تقسيم الإيمان إلى الجمل والمفصل لا غير وأيضا ما ذكره من قوله تعالى ليس البر أن تولوا  
 وجوهكم الآية وقوله تعالى آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه الآية وقوله تعالى  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الآية إنما هو من دلائل الإيمان المفصل  
 لا الجمل كما فهمه المصنف ولهذا ظاهر على من فلا هذه الآية الثالثة والتقرير ليس تام  
 وأيضا ما ذكره من حديث لا يؤمن عبد حتى يؤمن بأربع الحديث وشيد أركانه  
 يذكر التوابع الشواهد من حديث أربع لن يحيد حديث الإيمان حتى يؤمن بأربع



اہل بیت میں باہر بنی تہذیب کے پوختہ اور ان کے اصحاب کا کہ اعمال و اعمال میں میں اصل ایمان میں کیا  
 کتاب و وصیت میں پھر عمل غیر ایمان ہے اور ایمان غیر عمل ہے اس دلیل سے کہ بسا اوقات عمل مومن  
 اٹھ جاتا ہے اور نہیں جانتا ہے کہ کہا جائے کہ ایمان مومن سے اٹھ جاتا ہے اس لئے کہ مائش سے نماز  
 اٹھ جاتی ہے اور نہیں جانتا ہے کہ کہا جائے کہ ایمان اٹھ گیا ہے اور ایمان چھوڑ دینا حکم مومن ہے اور  
 تحقیق شارع اوسکو کہا ہے کہ تو روزہ چھوڑ دے پھر اوسکو قضا کر لے اور جانتا ہے کہ یہ کہنا کہ فقیر پر زکوٰۃ  
 نہیں ہے اور نہیں جانتا ہے کہ یہ کہنا کہ فقیر پر ایمان لانا واجب نہیں ہے اتنی اور شیرازی کی روایت سے  
 نقاب میں علی کہ بنی مسلم نے فرمایا کہ ہم اور تم بنی عبد مناف تھے تمہارا جہنم تم بنی عبد مناف میں اور روایت کیا کہ  
 طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نزال بن سبر سے کہ فرمایا ہم سے رسول خدا سلام نے پس ذکر کیا مثل حدیث  
 مذکور کے افراط ہے کہ یہ نزال کی روایت سے علی سے اور مطلب سے کہ علی کی مثل جو کہ فوج مثل بنی عبد مناف کے  
 نہ پکارا جائے بلکہ مثل بنی عبد مناف کے پکارا جائے پس یہ اللہ رحمن پر ایمان لایا کی فضیلت سے ہے اور کہ  
 خدا نے منان کا ہی احسان و امتنان پر انتہی میں کہتا ہوں اور خدا کی طرف سے توفیق ہے کہ مصنف نے اس فصل  
 ایمان اجل پس مجمل کے بیان میں اور اسکو طویل دیا ہے چند آیات و احادیث کے ذکر سے اور ان کی تفاسیر  
 و طرق کے بیان سے اور یہ غلط طوالت دینا ہے اور نیز اجل پس مجمل کے ساتھ اوسکو تعبیر کرنا اختراع جدید  
 و ابتداء غیر سدید ہے اس لئے کہ تمام سلف و خلف کے علماء امت میں متعارف تقسیم ایمان کی مجمل و مفصل  
 کے طرف سے اور بس اور نیز چونکہ ذکر کیا مصنف نے قواحق تعالیٰ کا ایسے ایمان تو لو اوچھو حکم آخر  
 تک اور قول حق تعالیٰ کا آمن الرسول بما انزل الیہ من ویدہ آخر تک اور قول حق تعالیٰ کا یا ایہا الذین  
 آمنوا امنوا باللہ ورسولہ آخر تک یہ سب ایمان مفصل کے دلائل ہیں سے نہ کہ ایمان مجمل کے جیسا کہ مصنف  
 سمجھا تو اور یہ امر ظاہر ہے اوس شخص پر کہ جس نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی ہی نہیں تقریباً تمام ہی اور نیز مصنف  
 یہ جو حدیث ذکر کی ہے لایہ من عبد حتی یومن باربع آخر تک اور اوس کے ارکان کو مضبوط کیا ہے تو اربع  
 و شواہد کے ذکر سے اور دوسری حدیث اربع لن یجدا احدا ثم الایمان حتی یومن بہن آخر



الحديث وقوى سنداً ثبت كطريقه ليس من دلائل الجمل كما هو الظاهر من متن  
الحديثين ثم قوله بعد ذكر الحديث وهذا الاحاديث صريحة في ان الايمان  
هو الايقان بالشهاد ولا يدخل فيه العمل وانما العمل من الاسلام متناقص و  
متعارض لما قاله في صدر هذا الكتاب من ان العمل داخل في الايمان وما ذكره  
من الادلة على خروج العمل من الايمان فهو مما ليس فيه كلام فلا نفيه وما ذكره  
في آخر هذا البحث من حديث كذا وانتم بنى عبد مناف فحن وانتم اليوم بنو عبد الله  
الحديث ثم قال بعده ذلك مع فضل الايمان بالله الرحمن انكم قلت هذا مسلم  
ولكنه اتيان هذه الحديث في بيان فوض الايمان ليس في محله وقد علم ما ذكرنا ان  
المصنف لم يأت في هذا الكتاب بما يعينه ويفيد مفعلاً لباب بل جمع من اللزوم  
ارداً ما واخل من الإلتاويل ادهاها وسردھا في مطاوی العبارات، واورد عھا  
في مواضع متفرقة ومتشعبة من الصفحات لترويج الباطل وتمويه الكاسد والطل  
فحن ايضاً بالمرصاد ونقدح وناقش عليه فيما نجد في هذا الكتاب من الخل  
والفساد واما المواضع التي فيها شيء من المطارحت وذكرها المصنف للتطويل  
والتعقيد والتمويه والتمهيد فنظر فيها بالاجمال ولا تطيل الكلام بتفاسير الروح  
عليها والله الموفق قال الكفر بالطاغوت مع الايمان برب الملكوت فلا الله تعالى  
من يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى الاية قال ابو اي  
شيه ثلحاتم بن اسمعيل عن جعفر عن ابيه قال كان علي بن الحسين يعلم ولده  
يقول قولوا امنت بالله وكفرت بالطاغوت انكم تقول بحوله تعالى وقول ليس  
في هذا الفصل شيء مما يعتد به ويليق ان يبين مستقلاً ومع ذلك افرده ملاحظاً  
بالذكر وعنوان الكفر بالطاغوت مع الايمان برب الملكوت تجد يد اللد



اور اسکی سند کا تقویہ کیا ہے اور اسکی طرق کے ذکر سے ایمان محفل کے دلائل میں سے نہیں ہیں جیسا کہ حدیثوں  
 حدیثوں کے متن سے ظاہر ہے پھر قول مصنف کا احادیث کے ذکر کے بعد اور ہمیشہ میں صحیح میں اس امر  
 میں کہ ایمان صرف یقین لانا ہے اقرار کیا ہے ائمہ عمل و سہم داخل نہیں ہیں عمل اسلام میں داخل ہے، تناقض و حصار  
 ہے اس کے اور مقول سے جو اس نے اس کتاب کے شروع میں کہا ہے کہ عمل ایمان میں داخل ہے اور جو دلیلیں کیا ایمان  
 عمل کے خارج ہونے پر ذکر کی ہیں اور نہیں ہم کو کچھ کا نام نہیں ہے پس ہم اہل ان کا اعادہ نہیں کرتے اور جو حدیث کہ  
 اس بحث کے اخیر میں ذکر کی ہے کہ ہم تم نبی عبد مناف تھے پس آج سے ہم تم نبی عبد اللہ میں آخر تک پھر اسکی بعد  
 مصنف نے کہا کہ پس یہ حدیث ایمان بالاسلام حسن کی فضیلت سے ہے انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم  
 ہے لیکن اس حدیث کو فرض ایمان کے بیان میں لانا بے محل ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے معلوم  
 ہو گیا کہ مصنف نے اس کتاب میں وہ دلائل پیش نہیں کی جو باب ایمان میں اسکو مفید اور معین ہوں بلکہ مذہب  
 روایہ کو جمع کر دیا ہے اور ضعف ترا قوال کو اخذ کیا ہے اور عبارتوں کے پیٹوں میں اسکو داخل کر دیا ہے اور  
 اور متفرق مقامات و مختلف صفحات میں اسکو درج کر دیا ہے باطل کو رد و راجح دینے و کاسد و بی کار کو  
 راستہ کرنے کی غرض سے پس ہم بھی تاک میں ہیں اور اس پر ترجیح و مناقشہ کرنے کے جہان کہیں  
 اس کتاب میں خلل و فساد پائیں گے اور لیکن وہ مقامات کہ جن میں کچھ اعتراض نہیں ہے اور مصنف  
 نے اسکو تطویل و تعقید و تمویہ و تمہید کیلئے ذکر کیا ہے پس اور نہیں ہم اجمالی نظر کریں گے اور کلام کو اوپر  
 تفصیلی رد کرنے سے طول نہ دیں گے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے (کلی مصنف نے) کفر کرنا طاغوت سے اور  
 ساتھ ایمان لائیکے رب الملوکوت پر فرمایا حق تعالیٰ نے (پس نے) کفر کیا طاغوت سے اور ایمان لایا خدا پر پس تحقیق  
 اس نے پکڑ لیا مضبوط کرے کو آخر تک) کہا ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے جعفر کی روایت سے اور  
 نے روایت کی اپنے باپ سے کہا کہ علی بن حسین اپنی اولاد کو تعلیم کرتے تھے کہ ہر تم کیا ایمان لایا میں خدا پر اور کفر کیا میں طاغوت  
 سے انتہی میں کہتا ہوں خدا کی حول و قوت کو اس فصل میں کوئی ایسا مقدمہ امن نہیں ہے کہ مستقل طور بیان کر نیکی لائق ہو اور پھر بھی  
 مصنف نے اس کا ذکر علی رو کیا اور کفر باطاغوت مع الایمان رب الملوکوت اس کا عنوان قرار دیا دین کی تجدید



وتنبيهها على كونه من المجددين ولم يبين ما معنى الطاغوت وما معنى  
الكفرية فالرد عليه بافراده بالذكرا ولا ثم بتركه مجملا ثانيا قال الامام  
المفصل الايمان بالذات الاحدية والصفات الواحدية والاسماء  
الالهية قال ذو الجلال المتعال (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ  
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) وقال (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ  
لَفَسَدَتَا) وقال (مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا أَتَى  
كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَعَلَىٰ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ) وقال المتعال (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ  
الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذُرُوا الدِّينَ يُبْلَغُ وَرَفَعْنَا سَمَاوَهُمْ سَيَجْزُونَ مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ) قال مسدد صاحب المسند ناعبد الوارث بن سعيد عن  
محمد بن اسحق عن النعمان بن سعد قال كنت بالكوفة في دار الامارة دار  
علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه اذ دخل علينا نوف بن عبد الله  
فقال يا امير المؤمنين يا بابا رب عوز رجلا من اليهود فقال علي بهم  
فلما وقفوا بين يديه قالوا له يا علي صف لنا ربك هذا الذي هو في السماء  
كيف هو وكيف كان وصي كازو علي اي شئ هو فاستوى علي جالسا وقال يا  
مشراليهود اسمعوا مني ولا تبالوا ان لا تسئلوا احدا غيري ان ربي  
عز وجل هو الاول لم يبدء مما ولا ما زج مما ولا اسمال وهما ولا شئ يتقصر ولا  
محجب فيكون ولا كان بعد ان لم يكن فيقال حاد ثبل جل ان يكيف  
المكيف للاشياء بكيف كان بل لم يزل ولا يزل ولا اختلاف الارضاز ولا  
لتقلب شاز بعد شان فكيف يوصف بالاشباح وكيف ينعت بالالفصل  
من لم يكن في الاشياء فيقال كائن ولم يكن منها فيقال بائن بل هو بلا كيفية



اور اپنے مجدد ہونے پر تہیہ کے واسطے اور یہ بھی نہ بنایا کہ طاغوت کے کیا منی ہیں اور اس سے کفر کر نیک کیب  
 مطلب ہے پس پہلا اعتراض اسکو جدا فصل قرار دینے پر ہے پھر دوسرا اعتراض اسکو چھوڑ دینے پر ہے کہ  
 مصنف نے ایمان لانا ذات احدیت پر اور صفات واحدیت لانا الہیہ پر فرمایا خدا سے بزرگ و برتر ہے کہ اس  
 کو خدا ایک ہے خدا بے نیاز ہے نہ اسنے کسی کو جنم دیا نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ کوئی اس کا کھوہے اور فرمایا  
 کہ اگر زمین و آسمان میں چند معبود تھے تو ضرور دونوں تباہ ہو جاتے اور فرمایا کہ خدا نے کسی کو اپنا بیٹا  
 نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ایک معبود دوسرے  
 معبود پر چڑھائی کرتا اور فرمایا خدا سے برتر ہے اور خدا ہی کے لئے ہیں نیک نام ہیں اور اسکو  
 ادن کے ساتھ پکارو اور چھوڑ دو ادن لوگوں کو جو خدا کے ناموں میں بے دینی کرتے ہیں قرب  
 اپنے عمل کی سزا پائیں گے کہا مسدود صاحب سند نے کہ روایت کی ہم سے عبد الوارث بن سعید نے  
 محمد بن اسحاق سے اور انہوں نے نعمان بن سعد سے کہا انھوں نے کہ میں کوفہ کے دارالاموت علی  
 بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا کہ یکایک نوٹ بن عبد اللہ نے ہمارے پاس آکر کہا  
 کہ اے امیر المومنین دروازے پر چالیس یہودی مرد موجود ہیں علی نے فرمایا کہ انکو میرے  
 پاس لے آ پس جب کہ وہ حضرت امیر کے سامنے آکر کھڑے ہوئے تو کہنے لگے اے علی ہم سے  
 اپنے رب کی صفت بیان کر کہ جو آسمان میں ہے نہ وہ کیونکر اور کیونکر تھا اور کب تھا اور کس شے پر ہے  
 پس علی سید ہے ہویشے اور فرمایا کہ اے یہودیوں کی جماعت سنو تم مجھ سے اور اس کا پاک نکر و  
 کہ میرے سوا اور کسی سے نہ پوجو بیشک میرا رب عزت و جلال والا ہے سب سے اول ہے کسی شے پر  
 طاہر نہیں ہے اور نہ کسی شے کیساتھ ملا ہوا ہے اور نہ وہ ہم میں آتا ہے اور نہ وہ جسم کی منتہی ہو جاوی اور نہ چھایا  
 ہوا ہے کہ گہیر جاوی اور نہ موجود ہوا عدم کے بعد کہ اسکو حادث کہا جائے بلکہ اشیا کو کیفیت سے موصوف کرنا لا اس  
 برتری کو چھایا کہ نہ نہ کر تھا بلکہ وہ ہمیشہ ہی ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ نہ نیاں ہوگا یا نہ اختلاف سے اور نہ صفات کا بدلہ ہم پھر  
 جو نہ موصوف کی جائے کہ اس طرح بیان کیا جائے یا نہ کہ جو اشیا میں داخل نہیں ہے کہ کہا جائے نہ ہوا ہے اور نہ نہ ہوا ہے بلکہ جو



وهو اقرب من جبل الوريد وابعد في الشبه من كل بعيد لا يخفى عليه من  
عباده شخص لحظة ولا كروير لحظة ولا ازديان ربوة ولا انبساط خطوة في  
غسق ليل داج ولا ادلاج لا يتغشى عليه القمر للنير ولا انبساط الشمس  
ذات النور وضوئها في الكرور ولا اقبال ليل قبل ولا ادبار نها ومدبر الا  
وهو محيط بما يريد من تكوينه فهو العالم بكل مكان وكل حين واوان  
وكل نهاية ومدة فالامد الى الخلق مضروب والحد الى غيره منسوب لم  
يخلق الاشياء من اصول وولية ولا ياوا فل كانت قبله بدية بل خلق خلقا  
تاقام خلقه وصورها صورها حسن صورته توحد في علوه فليس شيء  
منه امتناع ولا له بطاعة شيء من خلقه انتفاع اجابته للداعين سيرة  
والمشكلة في السموات والارضين له مطبوعة علمه بالاموات البائدين  
كعلمه بالاحياء المتقلبين وعلمه بما في السموات العلى كعلمه بما في  
الارضين السفلى وعلمه بكل شيء لا تحيره الاصوات ولا تشغله اللغات سمع  
للاصوات المختلفة بلا جوارح له موقوفة مدبر بصير عالم بالامور حتى قيوم  
سبحانه كالموسى تكليما بلا جوارح ولا ادوات ولا شفة ولا اهوات سبحانه  
وتعالى عن تكيف الصفات من زعم ان المتشاهد ود فقد جعل الخالق  
المعبود من ذكر الالماكن به تحيط لزمته الحيرة والتغليب بل هو المحيط بكل  
مكان فان كنت صاهدا قايما ايها المتكلف ووصف الرحمن بخلاف التنزيل  
والبرهان فصف لنا جبرئيل وميكائيل واسرافيل هيمايات اعجز عن  
وصف مخلوق مثلك وتصف الخالق المعبود وانما تدرك صفة رب  
المهيمنة والادوات فكيف من لم تأخذ سنة ولا نوم له ما في السموات







وما في الارض وما بين يديها وهو رب العرش العظيم، وعن  
مسدد أخرجه ابو نعيم في الحلية قال انا ابو بكر احمد بن محمد بن  
الحارث قال ثنا الفضل بن جباب الجعفي نا مسدد به وعزي الاثر للحكيم  
الترمذي في نوادر الاصول فليراجع قال ابو نعيم غريب من حديث  
النعمان كذا رواه ابن اسحاق عنه مرسل والنعمان قال جباب الميزابي  
ما روى عنه سوى عبد الرحمن بن اسحق احد الضعفاء وهو ابن  
اخيه قلت قال ابن حبان في الثقات يروى عن علي بن ابي طالب  
وزيد بن ارقم روى عنه ابنه وعبد الرحمن بن اسحاق وروى له  
الترمذي في قبيل الذهب في المغني مجهول غير مقبول ولذا اقال في النسخ  
مقبول ولو اجماع الصحة ظاهرة على صفحات هذا المتن وليس يقدر  
على الاثبات عند من دون علي كما لا يخفى على من صفا ولبنين معا  
بعض الفاظ الاثر ف قوله زاد له من الله رضوانه وطوله (هو  
الاول لمريد عما) اي هو الاول بلا ابتداء فلم يظهر من شيء  
يعبر عنه بما ولا مما زج معما) اي ولا مختلط مع شيء يعبر عنه  
بما فيه رد صريح على اهل الاتحاد القائلين بالحلول والاتحاد الذين  
يتشبهون بكلام اهل التحقيق لمذاهبهم الباطل وهم برئيون منه  
قال شيخ المعرفة محي الدين بن العربي في الباب (٥٥٥) الثامن والخمسين  
وخمسة من الفتوحات المكية بعد بسط فكما ان الناظر في  
المرايا المختلفة المتقابلة يرى صورته فيها بحسبها مع القطع بان  
تلك الصورة المختلفة والتعينات باختلاف المرايا ليس شيء منها



اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اور وہ پروردگار ہے۔  
 عرش عظیم کا) اور مسدد سے اس حدیث کو ابوالخیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ انہی  
 خبر دی ہکو ابوبکر احمد بن محمد بن حارث نے کہا کہ بیان کیا ہم سے فضل بن حباب جمعی نے کہ خبر دی  
 ہکو مسدد نے حدیث مذکور کی اور اثر مذکور حکیم ترمذی کی طرف منسوب ہوا در الاصول میں پس چاہیے  
 کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ کہا ابوالخیم نے کہ اثر غریب ہے حدیث نعمان بن اسباط مرسل روایت کیا  
 اسکو ابن اسحق نے اس سے اور نعمان نے کہا صاحب میزان نے نہیں روایت کی اس سے بخیر عبد الرحمن  
 ابن اسحق کے کہ ضعیف و نہیں ہے اور اس کا یہاں بجا ہے میں کہتا ہوں کہا ابن حبان نے کہ ثقہ و لوگوں  
 داخل ہے علی بن ابی طالب سے روایت کرتا ہے اور زید بن ارقم سے اوکر بیٹے نے روایت کی ہے  
 اور عبد الرحمن بن اسحق نے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے پس وہی کا قول مغنی میں کہ  
 مہول ہے غیر مقبول ہے اور انہی وجہ سے ذہبی نے تقریب میں کہا ہے کہ مقبول ہے۔ اور صحت  
 کی علامتین ظاہر ہیں۔ اس متن کے صفحہ پر اور بخیر علی کے ایسی حدیث لانے پر کوئی قادر نہیں ہے  
 چنانچہ یہ امر صاف طینت پر پوشیدہ نہیں ہے اور چاہیے کہ ہم اس اثر کے بعض الفاظ کے معانی بیان کریں  
 پس قول حضرت امیر کا زیادہ ہوا و کثر حق میں خدا کی خوشنودی اور قوت اسکی (ہو کا اول امید نما)  
 یعنی وہی اول ہوا ابتدا کر پس نہیں ظاہر ہوا کسی ایسی شے سے کہ جس کی تعبیر لفظ ماسی کی جائے (ولا  
 ملائج معما) یعنی او نہیں مختلط ہو کسی ایسی شے کے ساتھ کہ جس کی تعبیر لفظ ماسی کی جائے اور اس قول میں  
 صاف رد ہوا و نہر جو قایل ہیں حلول و اتحاد کے جو دستاویز بناتے ہیں محققین کے کلام کو  
 اپنے باطل مذہب کے لئے اور وہ بری ہیں اس سے کہ شیخ معرفت علی الدین  
 بن عسری نے غزوات مکہ کے باب ۵۵۸ میں بسط کے بعد اس جفرج کو دیکھنے والا  
 مختلف آئینوں میں جو اس کے سامنے ہیں اپنی صورت کو ان میں بقرا و ن کے دیکھتا ہے  
 حالانکہ یہ امر یقینی ہے کہ وہ صورت مختلف تعینات کی آئینوں کا اختلاف ہی کوئی اس میں سے



أعين الناظر الخارج عن المرأة القايم بنفسه المتعين بتعين خاص  
 لا اختلاف فيه وأنه ما انتقل بذاته إلى المراتيا ولا حل فيه فكذا  
 الحق تعالى يتجلى في مرأيا الحقائق المختلفة الاستعدادات بحسبها مع  
 أنه تعالى ما انتقل إليها ولا حل فيها وقال قدس سرم في هذا الباب بعد  
 بسط ما نصه وهذا يدل لك صريحا على أن العالم ما هو عين الحق إذ  
 لو كان عين الحق تعالى لما صح كونه يد بعاله وقال في الباب (٢٥٢) ألا  
 والتسعين وما تئين بعد بسط قنور الشمس إذا تجلى في البدن يعط  
 من الحكم ما لا يعطيه بغير الله لا شك في ذلك كذا الاقتدار إلى  
 إذا تجلى في العبد فظهرت الأفعال عن الخلق فهو أن كان بالاعتقاد  
 إلا لكن يختلف الحكم بواسطة هذا الجلي لذي كان مثل المرأة لتجليه  
 كما يعلم عقلا أن القمر في نفسه ليس فيه من نور الشمس شيء وإن  
 الشمس ما انتقلت إليه بذاتها وإنما كان لها جلي كذا لك العبد ليس  
 فيه شيء من خالقه ولا حل فيه وإنما هو صيغته خاصة ومظهره وقال  
 في الباب الرابع عشر وثلاث مائة لوصح أن يترقى الإنسان عن الانسانية  
 والملا عن الملاكية ويتجلى بخالقه تعالى لصح انقلاب الحقائق وخروج الأذن  
 كونه لها الأسبيل في الحقائق أبد أو قد أكثر الشيء وغيره من أهل  
 المعرفة السالفة بخالقه في قصا نيفهم من ذلك مثال الظل الإنسان  
 وعكسه في المرأة فتولد موافق لقول علماء السلف أن الله على عرشه  
 بائن من خلقه فان الإنسان بائن من ظله وعكسه قال الشيخ تدرج  
 الصوف السور في كشف الغيب عن كرام أهل الغيب وأعلم أن جماعة



بین ناظر نہیں ہے جو آئینہ سے خارج ہے قائم بنفسہ ہے متعین متعین خاص ہے ناظر نہیں  
 اختلاف ہے اور نہ وہ بنفسہ اور آئینوں میں منتقل ہوا ہے اور نہ تو قن میں اور تر آیا ہے پس  
 اسی طرح حق تعالیٰ حقایق مختلف الاستعداد کے آئینوں میں جلوہ فرماتا ہے بقداون کے  
 بانکہ حق تعالیٰ نہ اون کے طرف منتقل ہوا ہے اور نہ اون میں اور تر آیا ہے اور فرمایا قدس سرہ نے  
 اسی باب میں بسط کے بعد اس عبارت سے (اور یہ بیان تجکو صاف بتاتا ہے کہ عالم عین حق نہیں  
 ہے مسئلہ کہ اگر حق تعالیٰ کا عین ہوتا تو حق کا موجود عالم ہونا صحیح نہ ہوتا اور کہا باب ۲۵ میں  
 بسط کے بعد پس نور آفتاب کا جبکہ چاند میں جلوہ گر ہوتا ہے تو اسکو ایسا حکم دیا جاتا  
 ہے کہ غیر پر کو نہیں دیا جاتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے اسی طرح قدرت الہی  
 جب بندہ میں جلوہ گر ہوتی ہے پس مخلوق سے افعال ظاہر ہونے لگتے ہیں پس حدود  
 اس فعل کا اگرچہ قدرت الہی سے ہے لیکن حکم مختلف ہے اس منظر کے واسطے سے  
 کہ جو حق کی تجلی کے لئے مثال آئینہ کے ہے جیسا کہ عقلا معلوم ہے کہ چاند میں فی بنفسہ  
 نور شمس سے کچھ نہیں ہے اور نہ شمس بذات خود اس کے طرف منتقل ہوا ہے لہذا  
 اسے قدرت ہے کہ چاند اس کا محل تجلی ہے اسی طرح بندہ میں خالق کی کوئی شے نہیں ہے  
 اور نہ خالق نے اس میں حلول کیا ہے اور بندہ فقط اس کا خاص کر جلوہ گاہ و منظر ہے  
 اور باب (۳۱۴) میں کہا ہے (اگر ثابت ہوتا یہ کہ انسان انسانیت سے ترقی کر جاتا اور فرشتہ  
 ملکیت سے اور اپنے خالق کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتا اور حقایق کا بدل جانا بھی ثابت ہو جاتا  
 اور معبود معبود ہونے سے نکل جاتا حالانکہ انقلاب حقایق کی وائے کوئی دلیل نہیں ہے)  
 اور شیخ وغیرہ سلف و خلف کے اہل معرفت نے اکثر اپنی کتابوں میں انسان کے ظل اور اس کے  
 آئینہ میں عکس کا مثال بیان کی ہے پس ادھکا قول علما سلف کو موافق ہے کہ خدا اپنے عرش پر اپنی مخلوق پر جدا ہے  
 اس لئے کہ انسان اپنے ظل و عکس سے جدا ہے شیخ محمد یوسف صوفی سورقہ کشف الغیوب میں کہا ہے اور جانور کو ایک عکس



خلطوا وفهموا من كلام الصوفية أن الحق سبحانه هو الكل الموجود في  
 خمن أن أرادوا وليس له وجود وراء ذلك وطائفة فهموا أنه كان موجودا  
 مستقلا ثم تجلى وظهر بصورة الأكوان فلم يبق له بعد ظهوره بها وجود  
 مستقل وراء هذه الموجودات الكونية وهذه الطائفة بعد أن  
 فارقوا الأولى بإثباتهم له وجودا مستقلا قبل الظهور والبروز شاركوها  
 الأولى في نفي الوجود المستقل عنه من غير فرق وكل من هذا هو الذهبين  
 بطلانه أظهر من أن يخفى كذا قال العلامة جلال الدين الدواني  
 قد مرسته في شرح رباعياته كما نقله المحقق عبد الملك المشتصر  
 بالشيخ أمان في رسالة اثبات الأحادية ذكره الشيخ عبد الحق الدهلوي  
 في أخبار الأخيار وقال الشيخ محمد فارس البخاري في تحقیقاته ما نصه  
 من قال أنه ليس له تعين في ذاته إلا في الكون فقد أسد العقاييد  
 وأحمد وقال الشيخ محمد يوسف في موضع آخر نعم طائفة ضالة  
 يزيون بزي الصوفية وهم الملاحدة عن طريق الحق وسبيل  
 الصديق تقول ما قلته الأما تری تعنی از هله المذكرات الحسية هي  
 هو ليس فيها شيء فهم والذهرية سواء قال تعالى عنهم وما يملكون  
 إلا الدهر بل هم أشد كفر من الدهرية لأن كلام الدهرية يمكن  
 تأويله على قول من يقول أن الدهر من الأسماء الحسنی وأما قول الملاحدة  
 ما ثمة الأما تری فانكار لوجود الحق سبحانه وتعالى على حدة لأنهم  
 يقولون العالم كله هو الله وليس غيره شيء معه موجود في الخارج  
 كالكل الطبعي وجزئياته ليس غيرها موجودا ولا شك أن قبيلة



غلطی کی ہے اور صوفیہ کے کلام سے یہ سمجھ لیا ہے کہ حق سبحانہ ایک کلی ہے کراپنے اور اپنے ضمن میں  
 موجود ہے اور اسکا سوا اسکا اور کوئی وجود نہیں ہے اور ایک کروہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ حق سبحانہ  
 مستقل موجود تھا پھر موجودات کی صورتوں میں جلوہ کرا و ظاہر ہو گیا پس ان صورتوں میں  
 ظاہر ہونے کے بعد بجز ان موجودات کو نہ کے اور کیلئے کوئی وجود مستقل باقی نہیں رہا ہے  
 اور یہ گروہ بعد اسکے کہ پہلی جماعت سے ظاہر ہو گیا ہے اس امت میں کہ خدا کے لئے قبل ظہور  
 و بروز کے اس نے ایک وجود مستقل نام ہے پہلی جماعت میں داخل ہو گیا ہے بہ سبب نفی کرنے  
 وجود مستقل کے حق تعالیٰ سے بلا فرق کے اور ان دونوں مذہب کا بطلان بیت ظاہر و اسطرح  
 علامہ جلال الدین دوانی نے قدس سرہ، شرح رباعیات میں کہا ہے جیسا اسکو نقل کیا ہے  
 محقق عبد الملک نے جو مشہور ہے شیخ امان کے نام سے رسالہ اثبات اہدیت میں اسکو ذکر کیا ہے  
 شیخ عبد الحق دہلوی نے اخبار الانبیاء میں اور کہا شیخ محمد نجاری نے اپنی کتاب تحقیقات میں کہ  
 جس نے یہ کہا کہ خدا کے لئے تعین فی ذاتہ سوائے اس عالم کے نہیں ہے تو اس نے عقائد اسلام  
 کو فاسد کر دیا اور اوکا منکر ہو گیا اور شیخ محمد یوسف نے دوسرے مقام میں کہا ہے کہ (ہاں ایک گمراہ  
 گروہ کہ صوفیوں کی صورت بناتے ہیں حالانکہ دے طریق حق و راہ صدق سے برگشتہ ہیں کہتے  
 ہیں کہ یہاں پر کچھ نہیں ہے مگر جو کچھ نظر آتا ہے) اس سے مراد اونکی یہ ہے کہ یہی مذہبات مسیح  
 عین حق ہیں ان کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے پس یہ گروہ اور دوسرے برابر میں حق تعالیٰ  
 نے دھریوں کا قول نقل فرمایا ہے کہ ہکو دھری ہلاک کرتا ہے) بلکہ یہ گروہ دھریوں سے کفر ہیں  
 بڑے ہیں اس لئے کہ دھریوں کے کلام کی تاویل ہو سکتی ہے وں شخص کے قول کی نہ پر جس کے نزدیک  
 دہر اسمائے حسنی ہیں سے ہی اور لیکن ان محدود کا یہ قول کہ بیان پر وہی ہے کچھ نظر آتا ہے اس سے  
 وجود جداگانہ حقیقی کا انکار لازم آتا ہے اس لئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عالم تمام ذات حق ہی و عالم کے سوا  
 کوئی شے عالم کیسے خارج ہو جو نہیں ہی اسطرح کہ کلی علی اور کبریا سوا اور کچھ موجود نہیں ہی اور اس میں شک نہیں کہ عین کا



الخينية بهذا المعنى كفر صريح بل أشد كفر إذ ليس كافراً ولا مشركاً ينكر  
 وجود الحق على حدة عز و تعالى عما يقول الظالمون علواً كبيراً قال شيخ المعرفة  
 في الفتوحات قد زلت أقدام طائفة عن مجرى التحقيق وقالوا ما نتم  
 إلا ما ترى فجعلوا العالم هو الله والله نفس العالم إلا أن قالوا المحققون مرادهم  
 اثبات الحق وفي الغير كما قال لبيد رضي الله عنه إلا كل شيء مالا لله  
 باطل ومقصود الملاحدة مشتتة نفوسهم الحيوانية هذه حيوتهم  
 وما لهم في الآخرة من خلاق أنتج لهم هذا أو قد نشأ هذا المذهب  
 الباطل في زماننا فوقع الكثيرون في الاتحاد والزندقة وأشاعوا  
 أقوالهم في النظم والنثر وطغوا في تصانيفهم على مثال الظل وعكس المראה  
 وقالوا إن أهل هذا المثال ما فهموا حقيقة هذه المسئلة فهم طاعنون  
 على جميع أهل المعرفة الأجلة وفي الحقيقة هم أنفسهم مطعونون من  
 جميع أئمة الملة بل خارجون من الملة والمشتكى إلى الله تعالى أنتج بقدر  
 الحاجة أقول بتوفيق الله تعالى وعونه قد عقد المصنف هذا الفصل  
 لبيان الإيمان المفصل صدره بعنوان الإيمان بالذات الاحدية والصفات  
 الواحدية والاسماء الالهية ثم استدلل عليه بعدة آيات ولحاظ  
 وبحث في أسنادها بالتقوية والتعديل وشرح معانيها بالبسط والتفصيل  
 بحيث يثبت به ما هو بصددها ثباته من اثبات البيئونة لله تعالى عن الخلق  
 واستقراره على العرش وكونه في جهة العلو وغيرها من العقائد الباطلة  
 المشبهة والحسية والتجديدية الخالفين في المتشابهات وقد هو عنه ابتغاء  
 للفتنة وابتغاء لتأويلها وما يعلم تأويلها إلا الله وأما الراجحون في العلم



قول بلا معنی کھلا کفر ہے بلکہ کفر سے بدتر ہے اسلئے کہ کوئی کافر اور مشرک وجود استقلال حق کا انکار نہیں کرتا ہے برتر ہے خدا بہت برتر ہونا ظالموں کے قول سے۔ شیخ معرفت نے فتوحات میں کہا ہے کہ بیشک بگروہ کے تقدم مقام تحقیق سے ہٹ گئے ہیں کہ جنکا قول یہ ہے کہ بیان کچھ نہیں ہے مگر یہی کہ جنکو نظر آتا ہے پس انہوں نے عالم کو عین حق اور حق کو عین عالم قرار دے لیا ہے یہاں تک کہ کہا اوداہل تحقیق کی مراد اثبات حق و نفی غیر حق ہے جیسا کہ آئینہ نے کہا ہے کہ آگاہ رہو کہ ہر شے خدا کے سوا باطل ہے اور مقصود ان مخلوق کا ہونے کے نفوس حیوانیہ کا امر مرغوب ہے پس انکی زندگی یہی ہے اور آخرت میں کچھ ان کا حصہ نہیں ہے انتہی اور یہ باطل مذہب ہمارے اس زمانہ میں فاش ہو گیا ہے پس بہت سے لوگ انکا دوزند قبر میں مبتلا ہو گئے ہیں اور انہوں نے ان مخلوق کے اقوال کو نظم و نشر میں شائع کر دیا ہے اور اپنی کتابوں میں نطل و عکس آئینہ کی مثال پر طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ اس مثال کے دینے والوں نے اس مسئلہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہے پس یہ لوگ تمام اکابر اہل معرفت پر طعن کرنے والے ہیں اور درحقیقت تمام اہل ملت کے طرف سے یہ لوگ خود مطعون ہیں یکایک ملت اسلام سے خارج ہیں اور ہم کو ان کا شکوہ حق تعالیٰ سے ہے انتہی بقدر حاجت۔ میں کہتا ہوں خدا کی توفیق و مدد سے کہ مصنف نے اس فصل کو ایمان مفصل کے بیان میں منعقد کیا ہے اور اس کو شروع کیا ہے ایمان ذات احدیت و صفات و احدیت و اسما الہیہ کے عنوان سے پہر اس پر چند آیات و احادیث سے دلیل لایا اور انکی سند میں تقویت و تعمیل سے بحث کی ہے اور ان کے معانی کو بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے بطریق کہ اس مصنف کا درجہ کہ جس کے مصنف درپے ہے یعنی خدا کا مخلوق سے جدا ہونا اور عرش پر بیٹھنا اور بخندی کی جانب میں ہونا اور اس کے سوا دوسرے عقاید فرقہ مشبہ و مجسمہ و تجذیب کا انبات ہو جائے ان لوگوں نے آیات و تشابہہ میں خوضر کیا ہے حالانکہ یہ امر منع ہے فتنہ پرانی اور انکی تلوین طلب کے نیکو اسطے حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے اور جو کہ عالم میں تہا قدم ہیں



وهم أهل السنة والجماعة كثرهم الله تعالى فهم برثيون عن تلك العقائد  
 الفاسدة ولا يخوضون في المنتهات بل يؤمنون بها كما وردت و  
 يقولون كل من عند ربنا وحاول في إثبات ذلك البحث الرد على من خالف  
 تلك العقائد الباطلة من المحققين من أهل المعرفة والمتكلمين وافق  
 بكفرهم وكونهم من المبتدعين أعاننا الله منه ومن هفوت المحدثين  
 وخرافات الزائغين أمين أما الآيت المتسكة بها فليس فيها من مساع  
 الكرامة ولا يتعلق بها المرام وأما الأحاديث التي استدلت بها في هذا المقام  
 فالأول منها ما أخرج برواية مسند صاحب المسند بسند عن علي  
 بعبارة طويلة كما نقلته في قوله هذا أو تقول أن هذا الحديث جامع  
 لأصول اعتقاد أهل السنة في ذاته وصفاته تعالى وفيه تصريح بتنزيهه  
 الذات عن كونه محصورا ومحدودا وكونه متماثا في المكان فيلزمه التنزيه  
 الجلية مع التليخ والتلويح إلى بطلان اعتقاد المشبهة في التخييم و  
 النجواح والانتقال وغير ذلك كما نص عليه العلامة المفتي محمد سعيد بن  
 وهبة في التبيين في صفحته ٢٢ من شاء فليرجع إليه قال استدلال به  
 على ما زعمه المصنف من عقائده الباطلة المذكورة باطل كما سيعلم من  
 الكلام فيما شرح به المصنف في هذا الحديث قوله وليسين معاذ بعض  
 النفاذ الأشر فقول له زاد له من الله وضوانه وطوله (هو الأول لم يبدعه)  
 أي من أول بل ابتداء خلقه لم يزل يبرئ به برعنه لا ما خرج معاه أي لا خلاف  
 مع غيره من برعنه بما وفيه وقصير على من لا يخاف القائلين بالحار والاعتقاد الذين  
 يشتركون فيهم أهل النجس لهذا العلم بالحق في قوله أقول من انتبه التوفيق ليس في هذا الكلام إلا



اور وہ اہل سنت کا گروہ سے خدا و نکو بڑھاوے پس وہ ان عقائد فاسدہ سے بری ہیں اور آیات متشابہات میں غرض نہیں کرتے ہیں بلکہ اوپر ایمان لاتے ہیں جس طرح کہ اونکا دعوہ ہوا ہی اور کہتے ہیں کہ یہ سب متشابہات وغیرہ ہمارے پروردگار کے جانب سے ہیں اور مصنف نے اسی بحث کے اندر اون لوگوں پر دکرنا اپنی قصد کر لیا ہے جو اون عقائد باطلہ میں اوس کے مخالفین اور وہ محققین صوفیہ و متکلمین میں اور اون کے کفر و بدعتی ہونے کا فتویٰ دیا ہے خدا ہما کو اس اور ملحدون کے بیودہ باتون اور گمراہون کی خرافات سے نہاہ میں رکھے آمین لیکن جن آیات سے مصنف نے تمسک کرا ہے پس اذن میں ہم کو نہ کلام کرنے کی گنجائش ہے اور نہ اولیٰ ہمارے مقصد کو تعلق ہے اور لیکن جن احادیث کو اسمقام میں مصنف نے دلیل بنایا ہے پس اذن میں پہلی حدیث وہ ہے کہ جسکو مسند و صاحب مسند کی روایت سے علیؑ کی جانب سے عبارت طویلہ میں نقل کیا ہے جیسا کہ ہم اس قول میں اس کو نقل کر چکے ہیں یحییٰ بن یحییٰ کہ یہ حدیث جامع ہے اہل سنت کے اصول عقاید کی ذات و صفات حق تعالیٰ کے باب میں اور اس حدیث میں تصریح ہے ذات حق کے پاک ہونے پر محصور و محدود ثابت فی المسکان ہو نیسے اور اس امر کو لازم ہے پاک ہونا جہت سے مع اشارۃ عقائد مشہرہ کے بطلان کی طرف اثبات جہت و جوارح و انتقال وغیرہ کے باب میں جیسا کہ اسکو بیان کیا ہے علامہ مفتی محمد سعید قدس سرہ نے تنبیہ کے صفحہ ۲۴ میں تحریر کیا ہے چاہے تنبیہ کو دیکھ لے پس اس حدیث سے دلیل لانا مصنف کا اپنے عقائد باطلہ مذکورہ پر باطل ہے جیسا کہ غفر رب ہمارے اس کلام سے معلوم ہو جائے گا کہ جسکو ہم نے مصنف کی اس حدیث کی شرح پر وارد کیا ہے قول مصنف کا ولینہین معانی بعض الفاظ الاثر فقونہ زاد لہ من اللہ رضوانہ و طولہ ہوا اول لم یبدل معانی اوی ہوا اول بلا ابتداء فلیظہر من شئی یعبر عنہ ہما (ولا مخرج معانی) اوی ولا مختلف وضع شئی یعبر عنہ ہما فیہ ردیم علی اہل الاتحاد القائلین بالکلول والاتحاد الذین یلشون بکلام اعلیٰ التحقیق لہذا ہم الباطل و ہم برئون خدا میں کتابوں اور نیز کی طرف توفیق ہو کہ اس کلام میں منہ کی نفی کو سوا کچھ نہیں



وهي نسبة بين الممازجين والنسبة تستدعي عن المغايرة فانتفاها لا يدل  
على المباينة والمغايرة لا مكان احتمال العينية كما هو مذهب الصوفية من  
أرباب الوحدة فالاستدلال به على نفي مذهب العينية كما هو مذهب المصنف  
ليمكنه إثبات المباينة والاستقرار على العرش وكونه من جهة العلو باطل وما  
استدل به على نفي العينية من أقوال شيخ المعرفة وغيره فلا يجد به نفعا  
لأنها لا تدل على نفيها مطلقا بل إنما تدل على نفي عينية يلزم منها إثبات  
وجود الغير ونفي وجود الحق ومراد المحققين من أرباب الوحدة إثبات الحق  
ونفي الغير كما نص عليه شيخ المعرفة واستشهد عليه بقول أبيه الأكل  
شيء ما خلا الله باطل ومراد المصنف إثبات نفي العينية بكلا المعنيين  
فما ثبت ليس بمبراد له وما هو مراد ليس بثابت به ونعكس به على المباينة  
ونفي العينية من مثال الظل والعكس فهو أيضا غير مفيد له لأن حقيقةهما  
ليست إلا أصلهما فالتميز بهما يقوى العينية ونفي المباينة فالاستدلال  
بهما على إثبات المباينة ونفي العينية المطلقة باطل وقوله وقد أكثر الشيخ  
وغيره من المعرفة السائفة والخالفة في تصانيفهم من ذكر مثال ظل الإنسان  
وعكسه في المرآة فقولهم موافق لقول علماء السلف أن الله على عرشه بائن من خلقه  
فإن الإنسان بائن من ظل وعكسه انبثق ساقط عن درجة التحقيق لا القليل  
بالفلا والعكس ينادى بأعلى نداء أن ذات الإله الحق هي قائمة بالذات موجودة  
بالحقيقة والعالم بأسره بجميع أجزائه قائم بها وموجود بوجودها وليس له وجود بالحقيقة  
سوى وجود الحق وإنما إذا أصل غير مفارق ولا مباين من ظل وعكسه فكذا الحق لا يفارق  
ولا مباين ولا يغيب عن العالم طرفه عين فعلم منه أن استنباط المصنف بينونة الحق من



اور ملنا ایک نسبت سے دولی والی چیزوں میں اور نسبت غیر ملنے کو چاہی ہے پس ملنے کی نفی تجلہ ہونا اور  
 علحدہ ہونا نہیں سمجھا جاتا ہے بسبب ممکن ہونے احتمال عین ہونے کے جیسا صوفیہ ارباب وحدت وجود کا  
 مذہب کے پس اس قول سے دلیل لانا مذہب عینیت کی نفی پر جیسا کہ مصنف کا عقیدہ ہے تاکہ مصنف کو  
 خدا کے جدا ہونے اور عرش پر بیٹھنے اور بنیادی حجت میں ہونیکا ثابت کرنا ممکن ہو یا باطل ہے اور جو کہ مصنف شیخ  
 مسرت وغیرہ کے اقوال سے عینیت کی نفی پر دلیل لایا ہے مصنف کو مفید نہیں ہے اس لئے کہ ان اقوال سے  
 مطلق عینیت کی نفی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ انکی دلالت ایسی عینیت کی نفی پر ہے کہ جس سے وجود غیر کا اثبات  
 اور وجود حق کی نفی لازم آئے اور محققین ارباب وحدت وجود کی مراد اثبات حق کا اور غیر کی نفی ہے  
 جیسا کہ شیخ معرفت نے اسکی تصریح کی ہے اور بقید کے قول (خبردار ہو جو کہ خدا کے سوا ہے باطل) سے اور پیش  
 لایا ہے اور مصنف کی مراد عینیت کی دونوں معنی کی نفی ہے اور جو کہ ان اقوال سے ثابت ہے مصنف کی مراد نہیں ہے اور  
 جو کہ مصنف کی مراد ہے وہ کلام مذکور سے ثابت نہیں ہوتی اور جو کہ اثبات مبائنت و نفی عینیت کیلئے مصنف  
 ظل و عکس کی مثال کو دستاویز بنایا ہے یہ بھی مصنف کو مفید نہیں ہے اسلئے کہ ظل و عکس کی حقیقت بجز اونکی  
 اصل کے اور کچھ نہیں ہے پس ان دونوں کی مثال دینا عینیت کو قوی کرتا ہے اور مبائنت کی نفی کرتا ہے  
 پس ان دونوں سے اثبات مبائنت اور عینیت مطلق کی نفی پر دلیل لانا باطل ہے اور قول مصنف کا  
 قد اکثر الشیخ وغیرہ من اهل المعرفة السالفة والخالفة فی تصانیفہم من ذکیمثال ظل  
 الانسان وعکسہ فی المرآة فقولہم موافق لقول علماء السلف ان الله علی عرشہ بائن من  
 خلقہ فان الانسان بائن من ظله وعکسہ انتھ) درجہ تحقیق سے گرا ہوا ہے اس لئے کہ ظل و عکس کی  
 تمثیل ملنا واز سے پکار رہی ہے کہ ذات معبود حق ہی بالذات قائم ہے اور حقیقت میں موجود ہے اور عالم بالکل مع  
 اپنی تمام اجزاء کے ذات حق سے قائم ہے اور اسی کے وجود سے موجود ہے اور وجود حق کے سوا حقیقت میں عالم  
 کے لئے کوئی وجود نہیں ہے اور جس طرح کہ اصل اپنے ظل و عکس سے علحدہ و جدا نہیں ہے اسی طرح حق  
 عالم سے ایک لمحہ علحدہ و جدا نہیں ہے پس اس میان سے معلوم ہو گیا ظل و عکس کی مثال جو مصنف نے عالم سے



في المعالي من مثال الظل والعكس عزائه هذه العقيدة الفاسدة التي هي وعلماء  
 السلف والخلف انما انشأ من سوء فهمه ومعونته وهو كيف قد صرح الشيخ قدس  
 سره بان النظام اصاب في قوله بان العالم اعراض مجتمعة ولخطاء في ان لم يقل  
 بقيام تلك الاعراض بذات واحدة قيومة لها فلما لم يثبت حقيقة غير حقيقة  
 الحق بطلته على نحو الاستقلال قالت الصوفية حقائق العالم كلها اعراض مجتمعة  
 بعضها الى بعض وقيام جملة تلك الاعراض بالذات القائمة بالذات القيوم  
 بغيرها فانك لو فصلت حقيقة الانسان وحملتها لم تجد فيها الا اعراضا  
 متعددة وهي لتطق والحسن والحركة اه والعجب كل العجب من المصنف انه يشرح  
 معاني هذا الاثر ويثبت به بدينونة الحق تعالى عن الخلق ولا ينظر الى السياق  
 والسباق ولو نظر لما اثبت لان عليا رضي الله عنه قد صرح بعدم الدينونة  
 في هذا الاثر حيث وكيف ينعت بالاكس الفصاح من لم يكن في الاشياء عفا  
 كان ولم يبين منها فيقال بائن بل هو بلا كيفية وهو اقرب من جبل الوردية  
 انتم فاعتبروا يا اولي الابصار والنظر والتدبر ولا اعتبار الى جوار هذا  
 المكثار وخيانتهم في الاظهار والاطهار في معاني الاحاديث والآثار والى الله  
 المشتكى وهو الموثل والمليح والتحقيق لهذه الصيغة الصافية في مسألة العينية  
 قد فرغنا عن بيانه في المقدسة قليلا جمع اليها قال وقوله زاد الله  
 رضوانه وطوله والاحال وهما اى ولا هو مما يستطيع الا وهما والافهام  
 از قد ذكره اصلا ولا شبه يتقضى الشبه الشخص ويتقضى يطلب اقصاه  
 ويدخل فيه قوله ولا محجوب فيجوز وقوله ولا كان بعد ان لم يذكر فيقال  
 حادث جواب سواهم كيف كان ويتقضى منه بقوله بل جل ان يكيف



حقمانے کے جدا ہونیکا استنباط کیا ہے اور اس عقیدہ فاسد کو شیخ نہایت دہشتناک و علمات سلف مخالف کی طرف منسوب  
 کیا ہے یہ امر مصنف کی سو فہم و محنت و ہم کا نتیجہ ہے کیونکہ خود شیخ اکبر نے تصریح فرمائی ہے کہ نظام مصیبت  
 اپنے اس قول میں کہ عالم چندا عرض جمع کا نام ہے اور اس نے خطا کی ہے اس میں کہ اون اعتراض کے ایک ذات میں  
 کہ جو اونکو قائم رکھنے والی ہے قائم ہونیکا قائل نہیں ہوا پس جبکہ بحر حقیقت حق سبحانہ کے بطور مستقلال کسی  
 حقیقت کا ثبوت نہیں ہوا ہے صوفیہ نے کہا کہ تسلم عالم کی حقیقت میں چندا عرض ہیں کہ بعض اون کے بعض صوفیہ  
 ساتھ جمع ہو گئے ہیں اور اون سب کا قیام ایک ذات سے ہے کہ جو بذات خود قائم ہے اور اپنے غیر کو قائم  
 رکھنے والی ہے اس لئے کہ تو اگر انسان کی حقیقت کی تفصیل و تحلیل کرے تو اس میں چندا عرض کے  
 سوا کہ نطق و حس و حرکت ہیں اور کچھ نہایت گناہا اور بڑا تعجب مصنف سے یہ ہے کہ وہ اس حدیث کے معانی کی  
 شرح کرتا ہے اور اسی حدیث سے خدا کا جدا ہونا مخلوق سے ثابت کرتا ہے اور اس کے سیاق و سباق کو  
 نہیں دیکھتا ہے اور اگر دیکھتا تو ثابت نہ کرتا اس لئے کہ حضرت علیؑ نے اسی حدیث میں خدا کے جدا ہونیکا تصریح  
 فرمادی ہے چنانچہ فرمایا ہے اور کیونکر تعریف کی جائے فصیح زبانوں سے کہ وہ اشیاء میں داخل نہیں  
 ہے کہ اسکو ہونوالا کہا جائے اور نہ اون سے جدا ہے کہ اس کو باتن کہا جائے بلکہ وہ بے کیفیت ہے  
 اور شبہ رگ سے زیادہ نزدیک ہی انتہی پس عبرت لو اسے عقل والو اور تدبر و اعتبار اس زیادہ گوئی دلیری و غفلت  
 کو دیکھو معافی احادیث انما کے کہنے اور چھپانے کے باب میں اور خدا ہی کے طرف ہمارا مشکوہ ہے اور وہی  
 ہمارا مرجع و ملتجی ہے مذہب صوفیہ صافیہ کی تحقیق عنایت کے سلیہ میں ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں پس مقدمہ  
 کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ مصنف نے اور قول اس کا زیادہ ہونا خدا کے طرف سے اس کے حق میں  
 خوشنودی اور طول و سکلا اور نہ او ترنے والا ہے وہم میں) یعنی اور نہ وہ ایسی شے ہے کہ اوہام و افہام سے  
 اس کا ادراک کر سکیں (اور نہ بدن ہے کہ منتہی ہو جاوے) شیخ بمعنی بدن ہے اور ترقی یعنی طلکے اپنی نہایت تک  
 اور اسی میں داخل ہے قول اس کا (اور نہ محسوس ہے کہ گیر جاوے) اور قول اس کا (اور نہ موجود  
 ہو بعد اس کے کہ تھا کہ اسکو نوپا کھا جائے) جو اسے یہودیوں کے سوالیہ فکاکان کا اور اس سے ترقی کی ہی یہی قول ہے



المكيف للأشياء كيف كان أي جل المكيف للأشياء أي كيف كان  
 وقوله بل لم يزل ولا يزول لاختلاف الأزمان جواب السؤال متى كان ولا  
 لتقلب شأن بعد شأن أي المشار إليه بقوله تعالى كل يوم هو في شأن  
 وقوله فكيف يوصف بالأشباح توضيحه لقوله جل أي كيف أه وقوله ولا  
 شيء أه وكيف ينعت بالانس الفصاح أي الماطقة بالصفات من لم يكن  
 في الأشياء فيقال كائن ولم يكن منها فيقال بائن بل هو بلا كيفية وهو  
 أقرب من جل الموريل وأبعد في الشبه أي التشابه من كل بعيد  
 وفي جواب المرتضى عن سؤاله غلب أي في قريب من الأشياء غير ملائم  
 بعيد منها غير مبائن وفي خطبة المرتضى أي جل في الأشياء فيقال هو فيها  
 كائن ولم يثن عنها فيقال هو منها بائن وفي خطبة أخرى لم يقرب من  
 الأشياء بالتصاق ولم يبعد عنها بافتراق لا يخفى عليه من عباده شخص  
 لحظة أي مالا يبصر بلا حركة تجفن ولا كبر ولا فظة أي تكرار اللفظة و  
 رجوعها ولا ازدلاف رجوة صعود أشار إلى رجوعه من الأرض  
 أي مضع مرتفع ولا انبساط خطره أي في أرض مستوية في غسق  
 أي ظلمة ليل داج أي مظلم ولا ادلاج في القاموس الدجر حركة و  
 الدجة بالضم والقح السير من أهل الليل وقد دلحوقان سادوا من آخره فادجو  
 بالتشديد لم يخلق الأشياء من أصول زلية ولا باوایل كانت قبل يديته في خطبة  
 له لم يخلق الأشياء من أصول زلية ولا من أوائل أي في يديه وفيه إبطال القيلة بعض فلا  
 الضلال كذا في مبائن هذه الأوشادات أي في قول فرق من الباطل عليه ما  
 في السور العلى كعلمه على الأجناس السفل وعلى كل شيء أي سوى ذاته لا سائر ولا نوا



از کبر و غلبہ جان سے کہ اشیا کو موصوف بکثرت کر موالا خود کیفیت کے ساتھ موصوف ہوں یعنی برتر ہے اشیا  
 کو موصوف بکثرت کر موالا اس سے کہ کیف کان سے بیان کیا جائے اور قول ادسکا (بلکہ نہ زائل ہوا اور نہ زائل نہ ہوگا  
 زانوں کے اختلاف سے) جواب ہے اور کہ قول ہی کان کا (اور احوال کے بدلنے سے) نہیں ہو سکتا  
 اشارہ ہے حق ثنائے کے قول کل یوم ہونی شان میں اور قول ادسکا (پھر کہو موصوف ہو صورتوں سے)  
 توضیح ہے اور کہ قول جن ان بکثرت کی اور اسکے قول ولا شیء اہ کی (اور کہو کر بیان کیا جائے فصیح زبانوں  
 سے) یعنی اون زبانوں سے کہ صفات کو بیان کر نیوالی میں (وہ کہ نہیں ہے اشیا میں کہ کہا جائے اور سکو کان  
 اور نہ اون سے ملجہ ہے کہ کہا جائے اور سکو بائن بلکہ وہ ہے کیفیت اور سرگ سے زیادہ نزدیک سے  
 اور دور تر ہے شبای شبہت میں ہر دور سے) اور دغلبہ مانی کے سوال کا جواب مرتفع علی نے  
 یون دیا ہے از نزدیک سے اشیا سے بدون سٹنے کے دور ہے اون سے بدون جدا ہو سکے) اور تفریق بیانی  
 کے خطبہ میں یون ہے زمین اور ترابہ اشیا میں حتی کہ کہا جائے کہ اون میں کائنات ہے اور نہ اون سے دور ہو  
 حتی کہ کہا جائے اون جدا و بائن ہے اور دوسرے خطبہ میں یون ہے زمین و ترابہ اشیا سے کہ زمین و ترابہ  
 ہوا اون سے جدا ہو کر زمین چھپا ہے اور پرنہ دگی نظر و نگاہ کا ایسے بینا کی کو دراز ترابہ پہلے ایشی کے (اور نہ زنا  
 لفظ کا) یعنی بار بار بولا جانا لفظ کا اور رجوع کرنا ادسکا (اور نہ قریب ہونا ٹیلے کے) یعنی چڑھنا آدمی یا جانور کا زمین کے  
 ٹیلے یعنی اونچی جگہ پر اور نہ پہلنا قدم کا یعنی ہوار زمین میں (تاریکی میں) یعنی اندھیرے میں اتار یک شب کی  
 یعنی اندھیرے کی (اور نہ اول شب چائنا) قاموس میں ہے دلج بالحرکت اور دلجہ عمدہ فتحہ سے چلنا اسکے  
 شروع میں اور اس سے پہلے کہ ہے فی الجواب پس اگر آخر نصب میں چلے ہیں تو کہا جاتا ہے ادلجوا لتشدید ال سے و اشیا کو  
 احوال اولیہ سے نہیں پہنچا کر نہ ان سے کہ اس سے پہلے ظاہر تھے) اور ایک وجہ میں بولی علی کے ہے  
 زمین پیدا کیا اشیا کو موصوف بکثرت ایسا کہ اول ابیہ سے اور اس قول میں بعض گمراہ غلط فہمی کے قول کا ابطال ہے  
 اسی طرح ان تمام ارشادات میں باطل ہے کہ فہم کا قول کا ابطال ہے (جاننا اور کا جتنا سمانو کی تمام اشیا کو کوشل دے جانے  
 کے جوست زمین کی کل کائنات کو دیکھا علم بر شے کے شقاق ہے) یعنی اسکے سوا از قیاس و ادراک و انوار



والمعارف الذاتية والمواقف الصفاتية والتجليات الالهية وغير ذلك مما لا يعرف لان يعرف مسلك من المسالك المشار اليه جملة بقوله تعالى وهو بكل شيء عليم كل موسى تكليما بلا جوارح ولا آدوات ولا شفة ولا هوات سبحانه وتعالى عن تكيف الصفات فيه ابطال المقالة التهمية في تكليم الله موسى انه امر غيره فكله وقيلة المعازلة انه خلق الكلام في جسم فاسمعه موسى عليه السلام وكلهم نفاة الصفات عن حضرة الذات من زعم ان الهنا محدود فقد جعل الخالق المعبود هذا اجواب سوال اليهود وعلى اي شيء هو فانه يفهم منه انه محدود وفي خطبة للمولى المرتضى ايضا ومن قال على ما قد اخلا منه اي غير ذلك المكان مع ان المحدود لا يغيره منسوب كما مضى عن المرتضى ايضا وفي جواب الامام الرضا عن سوال زنديق كيف هو وابن هو قال ويالك ان الذي ذهبت اليه غلط هو آتين الاين وكيف وكيف فلا يعرف بالكينونة ولا بالايانة ومن علم كونه تعالى غير محدود يعلم الجواب عما يسئل في النصوص على النزول هل يجلو عرش الكبرياء من الاستواء حين النزول فان الخلو يلزم منه انه تعالى محدود وهو سبحانه تعالى عز الحدود به وقال حماد بن زيد فيما رواه الخلال في السنة وابن بطة في الابانة وابن راهويه فيما رواه ابن بطة واحمد في رسالة الى مسدد المشهور عند اهل الحديث والسنة من اصحاب احمد وجمهور اهل الحديث فيما حكى ابن تيمية في رسالة في النزول قال وهو لما ثور عن سلف الامة واعتمتها انه لا ينزل فوق العرش ولا يجلو العرش منه مع دنوه ونزوله الى السماء الدنيا



وسارف ذاتیہ ومواقف صفاتیہ وتجلیات الیہ اور اوسکے سوا وہ امور کہ جنکے طریقی سے ایک طریقہ کی معرفت بھی  
 دشوار ہے اور تنگی طرف اجمالی اشارہ ہے خدا کے قول (وہو کل شیء علیم) سے (موسیٰ سے) اوستے کلام کیا بدون  
 جوارح اور بدون اسباب کے اور بغیر ایک اور بغیر لموات کے پاک و برتر ہے وہ صفات کی کیفیت کے بیان سے  
 اس قول میں جو یہ کہ اس قول کا ابطال ہے خدا کے کلام کر سیکے باب میں کہ خدا نے اپنے غیر کو حکم دیا پس اس غیر  
 نے موسیٰ سے حکم کیا اور مقتضیہ کے قول کا کہ خدا نے کلام کو پس دیا کیا ایک جسم میں پہر وہ کلام موسیٰ کو سنا دیا اور یہ  
 سب لوگ صفات کی نفی کر دیا ہے میں حضرت ذات حق سے جس نے کہا کہ ہمارا معبود محدود ہے تو وہ خالق معبود ہے  
 (اور ان رب) یہ کلام جواب ہے یہودیوں کے اس سوال کا کہ خدا کس شے پر ہے اسلئے کہ اس سوال سے سمجھا جاتا  
 ہے کہ خدا محدود ہے اور نیز ایک خطبہ میں مولیٰ مرتضیٰ علی کے یوں ہے (اور جس نے کہا کہ کس شے پر ہے تو  
 اوستے خالی کر دیا اس سے) یعنی اس مکان غیر کو با انکہ خدا کی طرف منسوب ہے جیسا کہ مذکور ہوا نیز مرتضیٰ علی  
 علیہ السلام حدیث میں اور امام علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں کہ جو ایک بے دین کے اس سوال پر فرمایا تھا کہ خدا کیونکر ہے اور کہاں  
 ہے اس طرح واقع ہوا ہے (خرابی ہو تیری جبروت تو کیا ہے غلط ہے خدا آئین کو آئین اور کیف کو کیف بنا دیا ہے پس  
 وہ نہ کیفیت سے پیدا ہوتا ہے اور نہ ظرف میں ہو نیسے اور جس نے خدا کے غیر محدود ہونے کو جان لیا ہے تو اسکو اون  
 سوالات کا جواب معلوم ہو جاتا ہے جو نفوس میں نزول پکے جاتے ہیں کہ آیا خدا کا عرش استوار ہے خالی ہو جاتا ہے  
 نزول کے وقت اسلئے کہ خالی ہونے سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ محدود ہے اور وہ پاک و برتر ہے محدود  
 ہونے سے اور کہا حماد بن زید نے اس قول میں کہ روایت کیا اسکو خلال نے سنت میں اور ابن بطہ نے  
 ابانہ میں اور ابن راہویہ نے اس قول میں کہ روایت کیا اسکو ابن بطہ نے اور احمد نے اپنے رسالہ میں  
 جو سد کے پاس پہنچا تھا اور وہ مشہور ہے نزدیک اصحاب امام احمد کے و جمہور محدثین نے اس قول میں  
 کہ اسکو ابن تیمیہ نے رسالہ نزول میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قول امت مرحومہ کے سلف نے ائمہ  
 سے منقول ہے کہ خدا ہمیشہ عرش پر ہے اور عرش اس سے خالی نہیں ہوتا  
 ہے یا وجود اس کے نزدیک ہے ہونے اور نزول اس کے نزدیک آسمان دنیا کی طرف



ولا يكون العرش فوق وكذا الك يوم القيمة كما جاء به الكتاب والسنة  
وليس نزوله كنزول اجسام بني آدم من السطح الى الارض بحيث يبقى الشفق  
فوقهم بل الله منزله عند ذلك وانما تدرك صفة رب الهيئة والادوات  
فكيف من امر تأخذ سنة ولا نوم له ما في السموات وما في الارض وما  
بينهما وهو رب العرش العظيم اى ان الادراك منحصرة في صفة رب  
الهيئة والادوات من المخلوقات والمخلوقات وما انحصرت فيها فكيف تدرك  
صفة رب العرش العظيم ورب الارض والسموات وفي خطبة للمولى  
المرتضى وانما يدرك بالصفات ذوات الهيئات والادوات هذه الفتوى وقال  
في حاشية لاختفاء على العرفاء بان هذه الاسئلة المشككة المشرشرة  
وتلك الاجوبة المعضلة المرشدة كل ذلك لم يعلم في هذه الامة مرة قط  
بل هو مما كان مختصا بهذه الامة في تلك الايام فقط ولا كلام في ان كلام  
الامام امام الكلام واحمد لله العزيز العلام ولقد صدق نبى الله فيما  
نطق عن الله انا مدينة العلم على بابها فمن اراد العلم فليأت الباب  
ذلك منه اقول ويجوز له تعالى اصول لا يخفى على الناطقين الماهرين  
ان هذه الكلام المليف للمولى المرتضى الشريف وما نقله المصنف في انشاء  
شرحه من جملة ارشاداته وخطباته رضى الله عنه يدل دلالة واضحة  
على انه تعالى منزله عن صفات الكائنات مقدس عن الجسم والجسمانيات  
ولا تدرك صفاته كما لا تدرك ذاته وقد قال الله تعالى ليس كمثله شئ  
وقال تعالى لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار فالتنزيه لذاته تعالى  
وصفاته عن صفات المخلوقين من ضروريات الدين والمصنف قد اثبت



اور عرش اوہا دسکے نہیں ہوتا ہے اور اسے طرح ہو گا قیامت کے دن جیسا کہ کتاب و سنت میں وارد ہوتا ہے اور اس کا نزول مثل نزول نبی آدم کے چہت سے زمین کی طرف نہیں ہے اس طرح ہر کہ چہت اس کے اوپر ہو جاتی ہے بلکہ حق تعالیٰ اس سے پاک ہے اور صفت تو ذی ہست وادوات کی درک ہوتی ہے پس وہ کہ نہ او سکوا و نکسالی ہے نہ عینا و سی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور وہ ہے عرش عظیم کا کیونکر ادراک میں آوے۔ یعنی ادراک منحصر ہے ذی ہست وادوات کی صفت میں کہ از تسع مخلوق ہے اور جبکہ ادراک او میں منحصر ہے پس کیونکر ادراک کیجاوے صفت پر درکار عرش عظیم اور پروردگار میں و آسمان کی اور ربوبی و تقویٰ کے ایک ذیل میں اس طرح ہے اور انہیں چیزوں کی صفات کا ادراک ہوتا ہے کہ جو شکلوں اور اعضا والی ہیں انتہی اور اس کے واسطے یہ صفت یہ لکھا ہے رابل معرفت پرچہ نہیں ہے کہ یہ شکل سوالات راستی کے طلب کرنا واسلے اور بہ دشوار بات ماہ راست کے بتانے واسلے یہ تمام ایک مرتبہ بھی اس وقت میں کسی کی نسبت معلوم نہیں ہوتے بلکہ یہ ایسا ہے کہ اسی امام سے خاص دن بام خصوصیت رکھتا ہے اور زمین کلام نہیں ہے کہ کلام اس امام کا امام کا ہے اور تعریف خدا کو ہی تاج ہے کہ عزت و علم والا ہے اور بیشک خدا ہی سچا ہے اس قول میں کہ اس نے کچھ فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور حق اوس کا دروازہ ہے پس جو شخص کہ علم کا خواہ لڑا ہو تو اوس کو اس دروازہ میں آنا پڑے انہی میں کہتا ہوں اور حق تعالیٰ کی توت سے حکم کرتا ہوں ناظرین ماہرین پر مخفی نہیں ہے کہ یہ کلام بزرگ مولیٰ مرتضیٰ شریف کا ہے اور جو کچھ صفت ہے اسکی شرح کے درمیان اوس کے ارشادات پر خطبہ نقل کئے ہیں صاف دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ حق تعالیٰ مخلوقات کی صفات سے پاک ہے اور جسم و جسمانی اسور سے بہرہ ہے اور اوسکی صفات ادراک سے باہر ہیں جس طرح کہ اوس کی قدرت اوس کے باہر ہے اور تحقیق کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کے مانند کوئی شے نہیں ہے اور نہ فرمایا ہے کہ جیسا کہ وہ سکوا و دراک نہیں کرتی اور وہ بنیائون کو ادراک کرتا ہے پس ذات و صفات توتہ کی پاکی کا اعتقاد رکھتا مخلوق کی صفات سے دین کی ضرورت بالقرآن میں سنت ہے اور صفت سے اسے اسباب میں مشہور



في هذا الباب باقوال المشبهة الذين اثبتوا جهة الفوق لله تعالى عز الجرات  
 والاستقرار على العرش وتمسك بما اوردته ابن تيمية في رسالة النزول  
 وفتاواه الجوعية مستدلا على دعاويه في هذا الكتاب كما سيأتي تفصيله  
 في مقامه فوجب علينا ان نبين اقوال اهل السنة في باب التازيه عز الجرات  
 والاستقرار وغيرها من صفات الجسمانيات ثم نجيب عما وقع من المصنف  
 في هذا الكتاب من الاقاويل الواهيات قال ابو العباس المبرور في كتاب  
 الكامل قال قائل لعلي بن ابي طالب رضي الله عنه اين كان ربنا قبل ان  
 يخلق السموات والارض فقال علي رضي الله عنه اين سوال عن مكان وكان  
 ولا مكان قال الامام الثعلبي في تفسيره قال بعض المحققين الموفقين اظنه  
 علي بن ابي طالب رضي الله عنه من زعم ان الله تعالى في شيء او من شيء  
 او على شيء فقد ألحد لانه لو كان من شيء لكان محدثا ولو كان في شيء لكان  
 محصورا ولو كان على شيء لكان محمولا ونقله الامام ابو القاسم القشيري رحمه الله  
 في رسالة عن الامام جعفر صادق رضي الله عنه وفي الفقه الاكبر للامام  
 ابي حنيفة برواية ابي مطيع الحكم بن عبد الله البلخي رايت لوقيل ابن تقيا  
 فقال يقال له كان الله قبل ان يخلق ويقال له كان الله ولم يكن ايز ولا  
 خلق ولا شيء وهو خالق كل شيء قال ابو عوانة في صحيحه في تحييد الله تعالى  
 الذي لا يشتمل عليه زمان ولا يحيط به مكان فخلق الاماكن والازمان  
 وقال الامام ابو الحسن الاشعري في كتاب اصول الكبير لا يجوز ان تكون  
 نفس الباري عز وجل جبريا او جوهر او محدودا او في مكان دون مكان  
 وغير ذلك مما لا يجوز عليه من صفاتنا المفارقة لنا قال الامام ابو منصور



اقوال کو دستاویز بنایا ہے کہ جنہوں نے حق تعالیٰ کے لئے بہت فوج اور عرش اور بیٹے کا ثبات  
 کیا ہے اور دلیل بنالیا ہے اور احوال کو کہ جنکو ابن تیمیہ نے رسالہ نزول و قیامی صوریہ میں لکھا ہے وہ  
 اس کے واسطے اپنے دعوے پر اس کتاب میں چنانچہ اسکی تفصیل اپنے مقدم میں آئے گی پس میرا واجب  
 ہوا کہ اہلسنت کے وہ اقوال بیان کر دوں جو کہ جہت و استقامت علی الوتر وغیرہ صفات جہانیت سے قطعاً  
 کے منکر جو تنیکے باب میں وارد ہیں کہا ابو العباس میرے نے کتاب کالی میں کہا ایک کہنے والے نے علی بن  
 ابی طالب سے کہا کہ ان تھا ہمارا پروردگار آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے پس علیؑ نے فرمایا  
 کہ کیا ان سوال ہے مکان سے اور خدا موجود ہے مکان کے پہلے سے امام ثعلبی پہلے اپنی تفسیر میں کہا ہے  
 کہ بعض اہل تحقیق نے کہ خدا کی طرف سے توفیق دیکھی تھی اور میرے گمان میں وہ حضرت علیؑ میں فرمایا  
 ہے کہ جس نے اعتقاد کیا کہ خدا کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے تو وہ شخص بے دین  
 ہو گیا اس لئے کہ اگر خدا کسی شے سے پیدا ہوتا تو نہ پیدا ہوتا اور اگر کسی سے میں ہوتا تو گھبرا ہوا ہوتا اور اگر کسی  
 شے پر ہوتا تو اوٹھایا ہوتا اور اس کلام کو امام ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ تشریح میں امام حنفی صادق  
 سے نقل کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کی فقہ کبریٰ میں ابو سلیح حکم بن عبداللہ طحی کی روایت سے مذکور ہے کہ اگر کہا جائے  
 کہ خدا کہان ہے تو آپ کیا جواب دینگے پس فرمایا امام اعظمؒ نے کہ سائل سے کہا جائیگا کہ خدا موجود ہے پیدا کر کے پہلی  
 سے اور کہا جائیگا کہ خدا موجود تھا اور نہ تھا مکان اور نہ مخلوق اور نہ کوئی شے اور نہ وہیر شے کا پیدا کر نیوالا ہے  
 ابو حوانہ نے اپنی صحیح میں خدا کی حمد میں کہا ہے کہ وہ ایسی ذات ہے کہ نہ زمان اور نہ گزرتا ہے  
 اور نہ مکان اور نہ گزرتا ہے اس لئے تمام زمانوں اور مکانوں کو اس نے پیدا کیا ہے اور  
 امام ابوالحسن اشعریؒ نے کتاب اصول کبیر میں فرمایا ہے کہ نہیں چاہئے ہے یہ  
 کہ ذات باری عزوجل جسم ہو یا جوہر ہو یا محدود ہو یا ایک مکان میں ہو نہ دوسرے  
 مکان میں یا اسکے سوا اور کچھ ہو اور صفات میں سے جو اسکے حق میں جائز  
 نہیں ہیں یعنی ہماری صفات کے قیام سے کیونکہ خدا اپنے سے فرالا ہے۔ امام ابو منصور



لما تريد في عقيدته ان الله تعالى كان لم يزل ولم يكن له شيء سواه  
 لامكان ولا زمان ولا غم ولا عرش ولا سماء ولا هواء فهو كما كان ويكون  
 كما هو لا يتغير عليه الاحوال وهو خالق الاحوال قال البيهقي في كتاب الاسماء  
 والصفات انه تعالى لامكان له قال الحافظ جلال الدين السيوطي في منظومه  
 المسماة بالكواكب الساطع في نظم جمع الجوامع: ولم يزل سبحة ولا مكان  
 متفرج في ذاته ولا زمان: وقال في شرحه واما كونه لم يزل فحده ولا  
 مكان ولا زمان فقد دل على ذلك حديث عمران السائي في تفسيره عن  
 المكان والزمان والحلول كما قال تعالى في كتابه العزيز ليس كمثله شيء  
 وهو السميع البصير انتقم والحديث وواه البخاري في صحيحه عن عمران  
 بن حصين رضي الله عنه ما قال جاء نفر من اليمن فقالوا يا رسول الله جئنا لك  
 نتفقه في الدين ونسئلك عن اول هذا الامر فقال كان الله ولم يكن شيء  
 قبله وكان عرشه على الماء وكتب في الذكر كل شيء الحديث واخرج ابو يعلى  
 عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن  
 ان احدث عزمك قد صرقت رجلاه السابعة والعرش على منكبيه  
 يقول سبختك ايز كنت واين تكون قال الحافظ العسقلاني في المطالب  
 العالية صحيح وذكر الحافظ ابو نعيم في حلية الاولياء عن ذي النون المصري  
 اشعار رب تعالى فلا شيء يحيط به: وهو المحيط بنا في كل مرتصد  
 لا اله الا هو والتكليف يدركه ولا يحسد مقداره ولا امله  
 وكيف يدركه احد ولم يره بعين وليس له في المثل من احد  
 وايضا قال فيه عن سهل بن عبد الله التستري لا يخرجكم تنزيه الله



مقرر عیناً سے اپنے عقیدہ میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ سے تھا اور خداوند کے سوا کوئی مخلوق  
 نہیں تھا نہ مکان نہ زمان نہ ابرہہ نہ عرش نہ آسمان نہ ہوں پس وہ ایسا ہی ایسا ہے کہ مبینا تھا اور عیناً کہ اپنے  
 دیا ہی رہے گا اور سہر حالات کا تفسیر نہیں ہوتا ہے اور وہ احوال کا پیدا کر نیا والا ہے چوتھی بات ہے  
 کتاب الاسماء والصفات میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ مکان سے پاک ہے حافظ جلال الدین سیوطی  
 نے اپنے منظوم میں کہ جگہ نام کو اکب سا طح فی نظم جمع الحواس ہے کہا ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے  
 خدا سے پاک اور مکان جب موجود نہ تھا اپنی ذات میں یکتا ہو کر اور زمانہ ہی نہ تھا اور اسکی شریعت میں  
 کہا ہے اور لیکن اسکا یکتا ہونا ہمیشہ سے جبکہ زمانہ تھا نہ مکان پس اسپر حدیث سابق عمران کی روایت  
 کرتی ہے پس وہ پاک ہے مکان و زمان و حلول سے جیسا کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا  
 ہے (نہیں) اوسکے مانند کوئی شے اور وہی مستند دیکھتا ہے انتہی اور حدیث مذکور کو اپنی صحیح میں بھیجا  
 نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہا کہ یمن سے چند لوگ آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے  
 پاس آئے ہیں کہ دین میں پیچہ حال کر میں اور اس امر کے آغاز کو آپ سے پوچھیں پس حضرت نے فرمایا  
 کہ خدا موجود تھا اور اوسکے پہلے کچھ نہ تھا اور اسکا عرش پانی کے اوپر تھا اور اوس نے کعبہ یا ذکر  
 میں ہر شے کو آخر حدیث تک اور ابوالعلی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم  
 نے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ حال بیان کروں اوس فرشتے کا کہ اوسکے دونوں پیر نے پہاڑ دیا ہے ساتویں  
 زمین کو اور عرش اوسکے دونوں کندھوں پر ہے وہ کہتا ہے کہ تو پاک ہے تو کہاں تھا اور کہاں ہو گا حافظ  
 حنفی نے مطالب عالیہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذوالنون مصری سے  
 روایت کی ہے پروردگار برتر ہے پس نہیں ہے کوئی شے کہ اوسکا احاطہ کرتے اور وہی پہلوا احاطہ کر نیا والا ہے  
 ہر تار کے مقام میں زمان و مکان و کیفیت اوسکو نہیں پاسکتی اور نہ وہ مقادیرت نے محدود ہوتا ہے  
 اور کیونکر کوئی اوسکا ادراک کر سکے حالانکہ نہ اوسکو آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کوئی اوسکے نہ مثل  
 ہے اور نیز اوس کتاب میں پہل بن عبد اللہ شری سے روایت کی ہے کہ تکوین خدا کی تشریح



الى التلاشي ولا يخرجكم التثبيت الى الجسد الله يتجلى كيف يشاء قد ثبتت  
هذه الروايات تنزيه الله تعالى عن المكان في اعتقاد السلف واذ لم يكن  
في المكان لم يكن في الجهة ضرورة انها المكان المستلزمة له فان الجهة  
تطلق عند اهل العربية على المكان المبهم فامام ورواء ويمين وشمال  
وفوق وتحت تسمي الجهات الست وذلك باعتبار الكائن في المكان فان له  
ست جهات قال المولى عبد الرحمن الجامي قد سرس في الفوائد النضائية  
وفسر المبهم من المكان بالجهات الست وهي امام وخلف ويمين وشمال  
وفوق وتحت انتهى وقال في التوضيح وشرحه التصريح من اسماء المكارح  
المبهمة هو ما افقر الى غيره في صورة مسماه كاسم الجهات الست انتهى وقال  
الحكمة الجهة منتهى الاشارة الحسية او منتهى الحركة المستقيمة في نهاية  
البعد الذي هو المكان ولا تكون الا الجسم او جسماني ومعنى كوز الجسم  
في جهة على هذا انه متمكن في مكان يقرب من تلك الجهة وقال المتكلمون  
هو المكان الذي يقرب من منتهى الاشارة لتسمية له باسمها لمجاورته  
اياتها كما فوق الارض وتحتها في نفس المكان عند المتكلمين باعتبار اضافة  
ما اليه فالجهة بامى معنى كانت من عوارض الجسم والجسماني ومرجعها  
الى نفس الممكنة اوحدها واطرافها وهي مستحيلة على الله تعالى باتفاق  
اهل السنة لوجوب مخالفته تعالى للحوادث قال الله تعالى اليس كمثله  
شيء وهو السميع البصير ولو كان في جهة بذلك الاعتبار لكان له امثال  
فضله لا عز مثل واحد وهذا المعتقد هو ما اعتقده جميع المتكلمين واهل  
اصول الدين لا يخالف فيه بالتحقيق سني لا محدث ولا فقيه ولا غيرهم لم يجز



سب صفات کی طرف نہ نکال دے اور صفات کا ثابت کرنا جسم کا اصل نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ  
 چند باتیں ہیں جن کا بیان ہے جس طرح کہ ان کے واسطے حق تعالیٰ کا ایک ہی مکان ہے  
 اتفاقاً سب میں ثابت ہو گیا اور ہر مکان میں تہو تو جہت میں نہ ہو گا بلکہ ضرورت سے کہ جہت ہی  
 مکان ہے یا مکان کو سب سے اس لئے کہ جہت کا اطلاق اہل حریت کے نزدیک مکان میں ہوتا  
 ہے پس آگے بیٹھے رہنے بائیں اور نیچے جہات سے کہلائے ہیں اور یہ اطلاق لحاظ مکان میں  
 ہوتا ہے کہ اس لئے کہ اس کے لئے جہت میں مولیٰ عبد الرحمن مانی قدس سرہ نے نہایت  
 ضابطہ میں کہا ہے اور مکان میں کی تفسیر جہات سے کہلائی ہے اور وہ آگے بیٹھے رہنے بائیں اور  
 نیچے میں انتہی اور تو فیج اور اس کی شرح تصریح میں لکھا ہے کہ اس کے مکان میں ہے ایک قسم  
 بہم ہے اور وہ ایسا اسم مکان ہے کہ اسے معنی کی نہیں ہیں جو کا تعلق ہو جیسے اسامی سب جہات  
 کے انتہی اور حکم کا قول ہے کہ جہت اشارہ سید یا حرکت مستقیمہ کا انتہی ہے پس جہت بعد مکان کی  
 نہایت کا ناخ ہے پس جہت یا جسم ہے یا جسمانی ہے اور اس معنی کی بنا پر جسم کی جہت میں ہو گیا  
 یہ ہے کہ جسم رہنے والا ہے ایسی جگہ میں کہ اس جہت سے قریب اور شکلیں کا قول ہے کہ  
 جہت نام ہے اس جگہ کا جو انتہی اشارہ کے قریب ہے اور یہ نام اس مکان کا اس کے قریب جہت کی  
 وجہ سے ہے جس طرح کہ زمین کا افوق و اس تحت پس جہت شکلیں کے نزدیک خود مکان ہے باعتبار  
 اس کی نسبت اپنے قریب ہے پس جہت جس معنی میں لیا ہے جسم یا جسمانی کے عوارض میں اس کے  
 اور مال جہت کا نفس مکان کی طرف سے اور حد و اطراف مکان کی طرف اور یہاں حق تعالیٰ  
 کی نسبت مال میں تمام نسبت کے اتفاق سے بسبب وجوب مخالفت حق تعالیٰ کے حوادث سے  
 نہایت احتیاط سے کہ نہیں ہے کہ اس کے اند کوئی اشارہ ہی نہ ہو کہ اس سے اور اگر حق تعالیٰ جہت میں نہ  
 تو اس کے لئے ایک مثل کیا بہت سے مثل ہوتے اور یہ وہ عقیدہ ہے کہ جس پر تمام شکلیں  
 و اہل عقائد ہیں کا اعتقاد ہے درحقیقت اس کا مخالف نہ کوئی کسبی ہے نہ محدث نہ فقہ نہ اکابر



قطعی الشریع علی لسان نبوعلیه القبلوة والسلام التصریح بلفظ الجهة کذا  
 فی التنبیه وقال الامام ابو جعفر احمد بن سلامه الطحطاوی فی عقیدتہ التي  
 فکر فیہا بیا بن عقیدة اهل السنة والجماعة علی مذہب فقہاء الملة ابی حنیفة  
 النعمان بن ثابت وابی یوسف یعقوب بن ابراهیم الافصاری وابی عبد اللہ  
 محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہم تعالیٰ اللہ عن وجل عن العلود  
 والنفایت والادکان والاعضاء والادوات ثم از تحویہ الجهات الست کسائر  
 المبدعات وقال بن اہمام فی المسائرہ انه تعالیٰ لیس مختصا بجهة وقال النسفی  
 فی عمدۃ العقائد و لیس بذی جهة ولا بذی صورة لاختلاف الصور والجات  
 وقال سراج الدین الاوشسی فی بدع الامالی فی اقا عن جهات الست خالی  
 قال علی القادری فی شرحہ ضوالمعانی وفیہ رد علی المعتزلة والقدریة فی  
 قولہم ان اللہ فی کل مکان وعلی المشبهة والکرامیة انه علی العرش سبخنہ  
 وتعالیٰ قال العلامة محمد بن ابراهیم الولی القرشی الخنفی فی شرحہ اذ وجودہ  
 فی جمیع الجهات محال وتخصیصہ بالبعض مقتقر الی تخصیص والملازمة منتف  
 انتہی وقال فی عقیدة الشیبانی فلا جهة تحوی لاله ولا لہ مکار تعالیٰ ما وتجد  
 اذ الکون مخلوق و ربی خالق لہ لکان قبل الی لکون رباً وسیداً انتہی وقال  
 طاهر بن السلام الخوارزمی الخنفی فی جواهر الفقہ ولا یتکون فی مکان ولا مستقر  
 علی العرش وقال الفاضل محمد البرکوی فی الطہرۃ الحمدیة و لیس لہ جهة من جهات  
 الست وقال الشیخ عبد الحق الدہلوی فی تکیل الایمان ولا فی جهة ولا فی مکان  
 ولا فی زمان و درجہ نیست یعنی در بالا و پائین و پیش و پس و راست و چپ نیست  
 و در جائے نیست و در زمانے نیست چہ اینہا ہمہ از صفات عالم است و پروردگار عالم بر صفات



اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شرع میں ہرگز وارد نہیں ہوئی تصریح لفظ جہت کی جیسا کہ نبیہ میں  
 مذکور ہے اور امام ابو جعفر احمد بن سلامت طحاوی نے اپنے عقیدہ میں کہ جس میں اہل سنت کا عقیدہ یہ  
 کیا ہے مطابق مذہب فقہائے ملت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اور ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری  
 و ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فرمایا ہے کہ خدا عزوجل برتر ہے حدود و مقامات  
 اور امکان و اعضا و ادوات سے پھر اس سے کہ جہات ستہ او سکو گہیرین مثل تمام نوپیدا چیزوں کے  
 اور ابن ہمام نے مسائرہ میں کہا ہے کہ حق تعالیٰ کو کسی جہت سے خصوصیت نہیں ہے اور نسفی  
 عمدۃ العقائد میں کہا ہے کہ حق تعالیٰ نہ ذی جہت ہے اور نہ ذی صورت ہے اس لئے کہ صورتیں اور جہات  
 بدلتے رہتے ہیں اور سراج الدین اوشی نے قصیدہ بدرالامانی میں کہا ہے اور وہ ایسی ذات کہ جہات  
 ستہ سے خالی ہے ملا علی قاری اسکی شرح ضورالمعانی میں کہا ہے کہ اس قول میں معتزلہ و قدریہ کے اس  
 قول کا رد ہے کہ حق تعالیٰ ہر جگہ میں ہے اور مشہد کرامیہ کے اس کا رد ہے کہ حق تعالیٰ عرش کے اوپر بیٹھا ہے علامہ محمد ابراہیم  
 ولی قرشی حنفی نے قول مذکور کی شرح میں کہا ہے (اس لئے کہ وجود حق تعالیٰ کا تمام جہات میں تو محال ہے اور بعض  
 جہت میں او سکو خاص کرنا مختصر کا محتاج ہے اور ملازمہ ثابت نہیں ہے انتہی اور عقیدہ شیبانی میں لکھا ہے پس  
 کوئی جہت خدا کو گہیر نے والی نہیں ہے اور نہ خدا کے لئے کوئی جگہ ہے حق تعالیٰ ان دونوں سے منزہ  
 و برتر ہے اس لئے کہ مکان میں ہونا مخلوق کو ہے اور میرا رب خالق ہے وہ مخلوق سے پہلے بھی رب  
 و سید تھا انتہی اور طاہر بن سلام خوارزمی حنفی نے جواہر العقائد میں لکھا ہے (اور نہ وہ رہنے والا ہے اور  
 نہ ٹھہرنے والا ہے عرش پر اور فاضل محمد برکوی نے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے (اور نہ اس کے لئے کوئی جہت  
 چہ جہتوں سے) اور شیخ عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں لکھا ہے (اور نہ جہت میں  
 ہے نہ مکان میں اور نہ زمان میں اور جہت میں نہیں ہے یعنی اوپر نیچے آگے پیچھے  
 دہنے بائیں نہیں ہے اور نہ کسی جگہ میں ہے اور نہ کسی زبان میں اسلئے کہ یہ سب  
 اشیاء عالم کی صفات سے ہیں اور عالم کا پروردگار عالم کی صفات سے پاک ہے انتہی



عالم بنود انتفى وقال بحر العلوم ملك العلماء مولانا عبد الله علي رحمه الله في شرح  
السلم وتعالى عن الجهات الست بل الجهات الغير المتناهية لان التوجه الى  
الجهات يستدعي الوضع والتخير الذين هما من عوارض الجسم للمادى وهو  
مبني على بصرى عنها وقال المولى الى الله الداهلوى في القول الجليل منزوع عن جميع  
سمات النقص والزوال من الجسمية والتخير والعرضية والجهة والا لوان الاشكال  
وقال في كتاب الاعتقاد الصحيح ولا في حيز وجهة وقال مولانا عبد العزيز  
الداهلوى في التحفة حق تعالى را مكان نيت اورا جتے از فوق وتحت متصور نيت  
وسمين است مذہب اہل سنت وجماعت انتہی کذا فی التنبیہ وكانت هذه اقاويل  
الجملة الخفية واقا اقاويل الشافعية فقال ابي يحيى في كتيب الاعتقاد وهو يتعالى عن  
الجهة في الشرطى في التذكرة ان القاضى ابا بكر بن العربى المالكى قال اخبرني غير واحد  
من اصحابنا من امام الحرمين ابا عبد الملك بن عبد الله بن يوسف الجوينى انه  
سئل هل البارى تعالى في جهة فقال لا هو يتعالى عز وجل قيل له ما الدليل عليه  
قال الدليل عليه قول النبى صلى الله عليه وسلم ولا تقضوا لى على يونس برصته فقل  
له ما وجه الدليل من هذا الخبر قال لا اقول له حتى ياخذني في هذا الفدينار يفضى بها منه  
فقال دجلا فقال لا يا ابن آدم لا يتبع بها شئ لانه يشق عليه فقال واحدا على فقال ان يونس بن  
صديق رضى بنفسه في ان يبرز بالثقة المحرمة وصار في قعر البحر في ظلمات ثلاث  
ونادى لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين كما اخبر الله تعالى عنه  
واخر بين عثمان بن جندب على الرفرف الا اخضر واد تقي به صبيحتى انتم ابر  
الى موضع نسمع فيه صرير الاقلام وناجاء به بما ناجاه فادعى اليه  
ما ادعى باقرب الى الله صريره ينشئ في ظلمة البحر انه سبحانه تعالى قريب من عباده



اور بکبر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العالیؒ نے سلم کی شجہ میں لکھا ہے (اور برتر ہے چہ چشمن  
 بلکہ جہات غیر متناہی سے) اس لئے کہ جہات کے طرف توجہ چاہتی ہے وضع تجیز کو کہ جو جسم مادی ہے  
 عوارض سے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ عوارض جسم سے پاک ہے۔ اور مولانا ولی احمد دہلویؒ نے  
 قول جمیل میں فرمایا ہے کہ خدا پاک ہے نقصان و زوال کی جملہ علامات سے جیسے جسم ہونا اور خیریت  
 اور عرض ہونا اور جہت والوں کا اشکال اور کتاب اعتقاد صحیح میں لکھا ہے (اور نہ وہ چیز جہت میں  
 ہے) اور مولانا عبد العزیز دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کیلئے مکان نہیں اور اس کے  
 لئے جہت تحت و فوق کے قبیل سے متصور نہیں اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا انتہی اسطرح  
 مذکور ہے تنبیہ میں اور یہ اقوال ائمہ حنفیہ کے تھے اور لیکن شافعیہ کے اقوال پس کہا بیہقی نے کتاب  
 الاعتقاد میں اور وہ برتر ہے جہت سے قطبی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ قاضی ابوبکر بن عسبر  
 مالکیؒ نے کہا کہ مجھ کو ہمارے اصحاب میں سے متعدد لوگوں نے خبر دی ہے کہ امام اکبرؒ میں ایوان المعالی  
 عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی سے پہچایا گیا کہ اسپر کیا دلیل ہے کہا اسپر دلیل ربی علیہ السلام کا قول ہے کہ میں  
 یونس بن متی پر فضیلت نہ دیکھ کر کہا گیا کہ اس حدیث سے کیا توجہ یہ ہے کہا کہ میں وجہ نہ بیان کروں گناہ تو  
 میرا یہ مہمان ہزار اشرفیان نہ یوسے کہ جن سے اپنا دین ادا کر لیا پس دو مردوں نے کہہ کرے ہو کہا کہ وہ  
 ہمارے ذمہ پر ہیں پس کہا کہ دو شخصوں کا وصال کرنا اسپر شاق ہو گا پس ایک شخص نے کہا کہ وہ میرے ذمہ  
 ہیں پس کہا یونس بن متی نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا تھا پس اونکو مچھلی نکل گئی اور دریا کی تہ میں علی  
 گئی کہ تین ظلمتوں کا مجموعہ ہے اور پوزش نے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہی تو پاک ہے  
 میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا جیسا کہ تعالیٰ نے اون کے حال سے خبر دی ہے اور محمد علیہ  
 جبکہ رفرف سبز پٹھے اور وہ اونکو بلند مقام پر لے چڑھا پہا تک کہ آپ کو پہنچا دیا اس مقام میں کہ  
 قلموں کی آواز سنی جاتی تھی اور پروردگار نے اسے خفیہ کلام کیا جو کچھ کیا اور وحی بھیجی جو کچھ بھیجی  
 خدا سے زیادہ نزدیک تھے بہ نسبت پوزشؒ دریا کی ظلمت میں بیشک حق تعالیٰ بزرگوار سے قریب ہے



يسمع دعائهم ولا يخفى عليه حالهم كيف ما تصرفت من غير مسافة بينه وبينهم  
فيسمع ويرى ديباً لنملة السوداء على الصخرة الصماء في الليلة الظلماء تحت  
الأرض لسفل كما يسمع ويرى تسبيح حملة العرش من فوق السموات السبع  
العللى لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة احاط بكل شئ علماً واحصى كل شئ  
عدداً وقال الامام الغزالي في الاحياء انه ليس مختصاً بجهة ولا مستقر على  
مكان وقال منهاج العابدين ولا يتضمنه الاماكن والجهات وقال في معارج  
القدس ان جميع ما يهدى به المشبهة من اثبات الجهات والفوقية والفقو  
والمكان والانتقال كله باطل وقال الامام الرازي في المحصل انه تعالى ليس  
في شئ من الجهات خلافاً للكرامية وقال الامام مفتي الاناه عز الدين بن  
سعيد السلام في عقيدته المشهورة ولا تحيط به الجهات ولا تكتنف الارضون  
ولا السموات كان قبل ان تكون المكان ودبر المكان وهو الان على ما عليه كان  
وقال تاج السبكي وهذه العقيدة الجميلة المشهورة قد توافق عليها  
علماء المسلمين من الشافعية والمالكية والحنفية والفضلاء من الحنبلية  
ولا يخالف في ذلك الارعاع لا يعاب الله بهم وقال البيضاوي في توابع الانوار  
ولا في جهة ولا حين خلافاً للكرامية والمشبهة وقال الطيبي في حاشية  
المشكوة وهو تعالى منزوع عن الجهة والمكان وقال ابو حبان في التفسير  
البحر في قوله تعالى فايما تقولوا فثم وجه الله رد على من يقول انه في جهة  
جهة لانه لا حين في استقبال جميع الجهات دل على انه ليس في جهة ولا حين  
ولو كان في حين لكان استقباله والتوجه اليه احق من جميع الاماكن فحيث  
لم يخص مكاناً علماً انه ليس في جهة ولا حين وقال الامام النووي في شرح



اون کی دعا کو مستجاب ہے اور اون کا حال اوپر مخفی نہیں ہے کسی طرح بھی کیون نہ بدلے بدون مسافت کے درمیان خدا اور اسکے بندوں کے پس وہ سنتا دیکھتا ہے سیاہ چوٹی کی دلی جال کو ٹھہرس چٹان پر اندھیری رات میں ساتوین زمین کے نیچے جیسا کہ سنتا دیکھتا ہے عاتین عرش کی نیچ کو ساٹا آسمان بلند کے اوپر کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ جانتے والا ہے چھپے اور کھلے کا اور ہر شے کو گہیر لیا ہے علم سے اور ضبط کر لیا ہے ہر شے کے عدد کو۔ اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی جہت سے خصوصیت رکھتا ہے اور نہ کسی جگہ میں ٹھہرتا ہے اور شجاع العابدین میں کہا ہے (اور زمین شامل ہیں خدا کو مکانات اور جہات) اور معارج قدس میں کہا ہے کہ فرقہ مشبہ کے تمام ہدیانات از قسم اثبات جہت و فوقیت و صورت مکان و انتقال بالکل باطل ہیں۔ اور امام غزالی نے محصل میں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کسی جہت میں نہیں ہے برخلاف کرامیہ کے اور مفتی امام غزالی بن سلام نے اپنے عقیدہ مشہورہ میں فرمایا ہے کہ خدا کو جہات احاطہ کرتی ہیں اور نہ زمینیں اور نہ سموات اور نہ شامل ہیں وہ موجود تھا قبل اسکے کہ مکان کو پیدا کرے اور مکان کی تدبیر فرماوے اور وہ اب بھی اسی صفت پر ہے کہ جس پر بھلے تھا اور تاج الدین سبکی نے کہا ہے۔ اور اسی پسندیدہ و مشہور عقیدہ پر متفق ہیں کل مسلمانوں شافعی و مالکی و حنفی کے علما اور حنبلیہ کے فضلا اور اسکے مخالف نہیں ہیں مگر چرواہے کہ جنکی خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور بیضاوی نے طوابع الانوار میں کہا ہے اور نہ جہت نہ چیزیں بخلاف کرامیہ و مشبہ کے اور علامہ طبری نے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے اور حق تعالیٰ منزہ ہے جہت و مکان سے اور ابو حیان۔ تبیح میں جنی تعالیٰ کے قول (پس ہر تمہ موہتہ پھیر و پس وہی ذات خدا ہے) کی تفسیر فرمایا ہے کہ یہ قول رد ہے اون لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جہت کے چیز میں ہے اسلئے کہ خدا جبکہ جہات سے منزہ ہے نتیجہ ہونے میں رہا ہے۔ اور اسلئے کہ وہ جہت و چیز میں نہیں ہے اور انکو چیز میں ہوتا تو اسکیلئے موہتہ کرنا اور متوجہ ہونا زیادہ حق و ارہوتا تمام مسکانون سے پس جبکہ کسی مکان کو خاص نہ کیا تو ہتھے جان لیا کہ وہ چیز و جہت میں نہیں ہے اور امام نووی نے



صلى الله عليه وآله تعالى منزله عن التجسيم والانتقال والتحيز في جهة وعن سائر صفات  
المخلوق وقال العلامة الحلبي عقيدتنا ان الله تعالى قديم ازلي لا يشبه  
شيئا ولا يشبه شيئا ليس بجهة ولا مكان ولا يجري عليه وقت ولا زمان وهو  
الآن على ما عليه كان هذا مذهب اهل السنة وعقيدة مشايخ الطيريق قال  
قاج الدين السبكي في جمع الجوامع وشارحه للحافظ ولي الدين العراقي لم يرد  
محدده ولا زمان ولا مكان فقد دل على ذلك قوله في حديثه ان بن حنين  
كان الله ولا شيء معه قال الامدي ولم ينقل عليه خلاف وان مذهب الحنابلة  
يجري الى التحيز والمكان وقال المحقق التفتازاني في شرح العقائد والم  
يكن في مكان لم يكن في جهة لاعلو ولا سفلى ولا غيرهما لانها اما حدود  
واطراف الامكنة او نفس الامكنة باعتبار عرضها لا صرافة الى شيء وقال  
في تهذيب الكلام والقول بانه تعالى جسم على صورة انسان او غير  
في جهة العلوم مما سألهم من او محاذيا له مقسكا بان كل موجود جسم او  
جسماني ومتحيز او حال فيرومتصل العالم ومنفصل جمالي والنصوص  
متناولة وقال في المواقف وشرحه انه تعالى ليس في جهة من الجهات ولا في  
مكان من الامكنة وقال القاضى عضد الدين في العقائد المضدية  
والمحقق الدواني في شرحه ولا في جهة لانها من خواص الاجسام والجسمانيات  
ولا يشار اليه فينا ولا هناك ولا يصح عليه الحركة والانتقال وقال القسطلاني  
في شرح التلويح ان الله تعالى منزله عن المكان والجهة وكانت هذه  
اقوال علماء الشافعية واما اقوال علماء المالكية فقال بن فورك وهو محمد بن  
حسن بن فورك الاستاذ ابو بكر الاصفهاني الامام الجليل والفقيه المتكلم



مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ حق تعالیٰ پاکر جسے جسم ہونے اور منتقل ہونے اور جہت میں ہونے اور تمام صفات مخلوق سے اور علامہ جنس نے کہا ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ قدیم ہے انہی ہے کسی شے کی مشابہہ نہیں ہے اور نہ کوئی شے اس کے مشابہہ ہے نہ جہت میں ہے نہ مکان میں اور نہ اوپر وقت و زمانہ گذرتا ہے اور وہ اب بھی اسی صفت پر ہے کہ جس پر پھلے تھا یہی مذہب اہل سنت کا ہے اور یہی طریقہ عقیدہ مشایخ طریقت کا ہے تاج الدین سبکی نے جمع الجوامع میں اور اسکے شارح حافظ ولی الدین عراقی نے کہا ہے کہ ہمیشہ سے ہے وہ یکتا اور نہ زمان تھا نہ مکان تھا اور اس پر دلیل ہے قول اس کا حدیث عمر ابن حصین میں کہ تھا خدا اور نہ تھی کوئی سے اسکے ساتھ آمدی نے کہا ہے اور اس کا خلاف منقول نہیں ہے اور مجسمہ کا مذہب کبھی لپچاتا ہے تجز و مکان کے طرف اور محقق تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے اور جبکہ مکان میں نہ ہوا تو جہت میں بھی نہ ہو گا نہ علو میں نہ سفلی میں اور نہ او سوا میں اس لئے کہ جہات یا حدود و اطراف مکانات کے ہیں یا خود مکانات ہیں باعتبار عارض ہونے نسبت بعض اشیاء کے اور تہذیب الکلام میں لکھا ہے (اور یہ کہنا کہ حق تعالیٰ جسم ہے انسان وغیرہ کی صورتیں اور جہت علو میں ہے عرش سے ملا ہوا یا اسکے محاذی اس دلیل سے کہ ہر موجود جسم ہے یا جسمانی ہی اور تجز و حال ہے جسم میں اور عالم سے ملا ہوا ہے یا جدا ہے محض نادانی ہے اور وہ نصوص کہ جسے ایسا سمجھا جائے ظاہر معنی سے پھیری ہوئی ہے اور مواقف میں اور اسکی شرح میں لکھا ہے حق تعالیٰ نہ کسی جہت میں ہے جہات سے اور نہ کسی مکان میں ہے مکانات سے اور فاضی عضد الدین نے عقائد عضد الدین اور محقق دوانی نے اسکی شرح میں کہا ہے اور نہ وہ جہت میں ہے اس لئے کہ یہ دونوں جسم حیاتیات کے خواص سے ہیں اور نہ اس کے طرف یہاں یا وہاں کے ساتھ اشارہ جائز ہے اور نہ حرکت و انتقال اس کے حق میں درست ہے اور قسطلانی نے بخاری کی شرح میں کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات پاک ہر مکان و جہت اور ہر اقوال علمائے شافعیہ کے تھے اور لیکن اتواں علمائے مالکیہ کے پس کہا ابن خورک نے اور وہ محمد بن حسن بن خورک ہیں اور سنا۔ والوبکر اصفہانی کے امام حلیل القدر فقہ و مشکلم



ولا صولى الاديب النحوى الوعظ اخذ طريقة الشيخ الجالحسن الاشعري نوحى  
سنة ست واربع مائة قال الحافظ ابن عساكر وهو من ائمة الممالكة وذكر ان  
ابن شهاب في طبقات الشافعية كذا في التنبية (ان الله تعالى ليس بجسم ولا  
جهة ومحمد و) وقال السنوسى في شرح عقائده ولم يقل بالجهة من اهل السنة  
وانما قال بها طائفة من المبتدعة وهم الحشوية والكرامية وقال السنوسى في  
ام البراهين والعلامة محمد بن ابراهيم الملا التلمسانى رحمه الله في شرحه  
اوله هو جهة هذا ايضا من انواع المماثلة المستحيلة عليه تعالى وهي اثبات  
الجهة له لان الجهة من خواص الاجرام التي يلازمها الطول وانقصر واليمين  
والشمال وتتخذ الشمس من اوجها في الاجرام وهو تعالى ليس بجرم فليس له جهة  
جسدية وعلا من استدل بالجهة في حق تعالى فقيل انه يكفر وقيل لا يكفر بل هو  
فاسد مبتدع وقال الدسوقي المالكى في حاشية ام البراهين قوله او يكون  
هو في جهة الجرم بان يكون بين الجرم كالعرش مثلا او شمالا وفوقه او  
تحتا او امامه او خلفه لان التحليل في الجهات لا يعلم الا للجرم فلما ذكر استحالة  
الجسمية عليه تعالى ذكر استحالة لوازمها وقال وكذا استحالة التحليل في المكان  
لا على الزبد اذ بان يكون فوقه اذ في السماء وتعالى ابراهيم المقاي في الجوهرة  
ويستحيل تحريك الصفات في حقه تعالى كالتكون في الجهات وقال  
المشير احمد بن ابي ربيعة في الخريدة البصية ص ١٢٠ ح ١٢٠١ بالخير والبر  
وكانت هذه اقوال علماء المالكية وما اورد من ائمة الحديث في  
الدين والدين الخبير النجاشي نزيل نابل في سنة ١٢٠٢ في قول الجاهل  
في سنة ١٢٠٢ في قول النجاشي في سنة ١٢٠٢ في سنة ١٢٠٢ في سنة ١٢٠٢



اصولی و ادیب نحوی و واعظ کہ جنہوں نے شیخ ابو الحسن اشعری کے طریقہ کو اخذ کیا ہے اور فلسفہ میں وفات پائی ہے اور حافظ ابن حسا کرنے کہا ہے کہ وہ مالکیہ کے امام ہیں اور قاضی ابن شیبہ نے انکو شافعیہ کے طبقہ میں ذکر کیا ہے جیسا کہ تنبیہ میں مذکور ہے (کہ حق تعالیٰ جسم و جہت محدود نہیں ہے) اور سنوسی نے اپنے عقاید کی شرح میں کہا ہے کہ اہل سنت میں سے کوئی جہت کا قائل نہیں ہوا اور جہت کا قول اہل بدعت کی ایک جماعت نے کیا ہے کہ وہ حشویہ و کترامیہ ہیں اور سنوسی نے امام البراہین میں اور علامہ محمد بن ابراہیم غللی تلمسانی نے اوسکی شرح میں لکھا ہے یا واسطے اسکے جہت ہے یہ قول ہی مخالفت کے اقسام سے ہے جو کہ حق تعالیٰ کے حق میں محال ہیں اور وہ ثابت کرنا جہت کا ہے حق تعالیٰ کے لئے اس لئے کہ جہت اجسام کے خواص سے ہے کہ جنکو بڑائی چوٹائی اور دہنا بایان لازم ہے اور اسکے سوا صفات اجسام سے اور حق تعالیٰ جسم سے پاک ہے پس جہت سے بھی پاک و برتر ہے اور جو شخص کہ حق تعالیٰ کیلئے جہت کا اعتقاد رکھنے پس ایک قول میں کافر ہو جاتا ہے اور ایک قول میں کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ فاسق بدعتی ہے اور دسوقی مالکی نے ام الابرار کے حاشیہ میں کہا ہے کہ قول اوس کا یا وہ جسم کی جہت پرانہ طور یا منظور کہ جسم کے دہنے جانب ہو مثل عرش کے یا اوسکے بائیں جانب یا اوپر نیچے یا آگے یا پیچھے) اس لئے کہ جہات میں اور ترنا جسم ہی کفاحہ ہے پس جبکہ جسم کا محال ہونا حق تعالیٰ کے حقیقین مذکور ہو چکا ہے تو لازم جسمیت کے محال ہونے کو ذکر کیا ہے اور کہا اسی طرح محال ہے ترنا مکان میں اچھا نا یا منظور کہ اوپر ہوا آسمان میں ہو اور ابراہیم لقانی نے جوہرہ میں کہا ہے اور محال ہے خداون صفات کا حق تعالیٰ کے حق میں مثلاً جہات میں ہونا اور شیخ احمد درویر نے خزیدہ پیہ میں کہا ہے کہ جہت تعالیٰ پاک بھلول اور جہت و اتصال و انفصال سے اور یہ اقوال علمائے مالکیہ کے تھے اور لیکن ائمہ حنبلیہ کے اقوال پس سید صفی الدین حنفی بخاری نے جو نا بس میں قیام پذیر تھے اور ۹۹۰ھ میں ان کی وفات ہے قول جلی فی ترجمہ ابن تیمیہ حنبلی میں کہا ہے پس قول اس کا یعنی ابن نجیمہ کا (بدون کیفیت بیان کرنے کے اور بدون مثال لانے کے) لے کر تا ہے



باطل وقد ذكر الشيخ ابي بن تيمية هذا القول في غير موضع ومقصوده  
 من ذلك في الحجة والجسمية وقال واثبات الحجة بدعته بلائشك ونقول كما قال  
 السلف امرؤها كما جاءت بلا كيف ولما كان هذا من ابن تيمية موافقا لأهل  
 الحق وصانفا للمذهب الباطل المشهور له قال العلامة محمد سعيد في التبيين  
 قلت قوله من غير تكيف وتمثيل مخالف ومعارض لقوله في الفوق على الحقيقة  
 وهو يوهم الحجة فلو كان اعتقاده ما ذكره الحنفية المذكور فلا مخالفة لنا وقال ابن  
 ابي بعل الفراء الحنبلي في الطبقات نقلا عن والده رحمه الله وكما يقع في الخطاب  
 من حد او تشبيه او تكيف فانه سبحانه تعالى عن ذلك والله ليس كمثله شيء  
 ولا يجوز عليه ما يجوز عليهما من التغير من حال الى حال انتهى الحمد بمعنى الطر  
 وانهائية وهو من خواص المقادير فلا يصح في حقه تعالى فبطل به قول من  
 قال انه في جهة العرش اذ يلزم به تحديده وقوله ولا يجوز انما اشارة الى التثنية  
 عن النزول بمعنى الانتقال والاستواء بمعنى الاستقرار على العرش وقوله او تكيف  
 اشارة الى رد من حمل الصفات المشككة على لظاهر فلا يكون فوق العرش على  
 المعنى الظاهر فانه تكيف وقال اجمع اهل القبلة ان اثبات الذات للبار سبحانه  
 انما هو اثبات وجوده لا اثبات تحديد وكيفيته انتهى وقال الشيخ محمد المسفار بيني  
 الحنبلي في الدرة المضية وليس ربنا بجوهر ولا عرض ولا جسم تعالى فوالاعلا  
 سبحانه قد استترى كما ورد من غير كيف قد تعالى ان يحده قلت فقوله كما ورد  
 اشارة الى عدم تفسيره ومن غير كيف اشارة الى تنزيهه تعالى عن المعنى الجسمي  
 وقوله ان يحده اشارة الى تنزيهه تعالى عن الجهة فان تعيين الجهة لله تعالى يبرز  
 التحديد والله اعلم كذلك في التبيين وقال الشيخ عبد الباقي الحنبلي في عقيدة اهل



بر باطل کی اور شیخ ابن تیمیہ نے اس قول کو بہت جگہ ذکر کیا ہے اور اس سے اسکا مقصود جہت و جہنہ کی نفی کرنا ہے اور اس کا قول ہے کہ جہت کا ثابت کرنا بیشک بدعت ہے۔ وہم بھی کہتے ہیں جس طرح کہ سلف نے کہا ہے کہ آیات صفات کو جاری کر و جس طرح کہ وہ نازل ہوئی ہیں بدون کیفیت کے، اور جبکہ ابن تیمیہ کا یہ قول اہل حق کے موافق تھا اور اسکے مذہب باطل مشہور کے خلاف تھا لہذا علامہ محمد سعید تنبیہ میں کہا کہ میں کہتا ہوں کہ قول و سکامن غیر تکلیف و تمثیل مخالف و معارض ہی اس کے قول (فی الفوق حقیقتہ) کے اور یہ قول ثانی جہت کا وہم دلاتا ہے پس اگر ابن تیمیہ کا اعتقاد وہی ہے کہ جبکہ کو خفی مذکور نے ذکر کیا ہے تو ہوا اس سے کچھ خلاف نہیں ہے اور ابن یعلیٰ فراہنبلی نے طبقات میں اپنے والد سے نقل کر کے کہا ہے اور جو کچھ کہ خیالات میں آتا ہے حدیث تشبیہ یا تکلیف پس حق سبحانہ اس سے پاک ہے اور خدا کے مثل کوئی شے نہیں ہے اور اس کے حق میں وہ امور ناجائز نہیں جو بندوں کے حق میں ہو سکتے ہیں مثلاً ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنا انتہی حد خفی میں کنارہ و نہایت کے ہی اور وہ مقداروں کے خواص سے ہے پس حق تعالیٰ کے حق میں جائز نہ ہوگی پس اس سے باطل ہو گیا قول و شخص کا کہ جس نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ عرش کی جہت میں ہی اس لئے کہ اس سے اسکو محدود کرنا لازم آتا ہے اور قول و سکامن کا او نہیں جائز ہے آخر تک اشارہ ہر طرف پاک ہوئے حقیقت کے نزول یعنی انتقال ہی اور استواء یعنی استقرار سے اور قول و سکامن یا تکلیف اشارہ ہے طرف رد او شخص کے کہ جس نے صفات تشابہ کو ظاہر معنی حل کیا ہے پس نہ ہو کا حقیقتاً عرش کا اور نہ ظاہر معنی کر اعتبار سے اس لئے کہ یہ ذی کیفیت ہونا ہی اور کہا کہ اہل قبلہ کا اجماع ہے اس پر کہ ثابت کرنا ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرنا ہی اس کے وجود کو نہ کہ ثابت کرنا تجدد و کیفیت کا لاشعری اور شیخ محمد سعید یحییٰ حنبلی نے دتہ مضیین میں کہا ہے اور ہمارا رب نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے نہ جسم ہے پر تر ہے صاحب بلندی کا پاک ہے بیشک وہ مستوی ہی جیسا کہ وارد ہوا بغیر کیفیت کو کیونکہ حق تعالیٰ محدود ہوئے پاک ہی میں کہتا ہوں کہ اس کا قول جیسا کہ وارد ہوا ہی اشارہ ہی استوی کے معنی نہ بیان کرنے کی طرف اور بدولت کیفیت کی اشارہ ہی حقیقت کے پاک ہوئے کی طرف استوی کے معنی حقیقی سے اور قول و سکامن محدود ہوئے پاک ہی اشارہ ہی حق تعالیٰ کی طرف استوی کے معنی حقیقی سے جہت کو مقرر کر نیے اور اسکا محدود ہونا لازم تھا ہی اور شد زیادہ جائز ہوا ہی اسطرح مذکور ہے تنبیہ میں اور شیخ عبد الباقی حنبلی نے عقیدہ اہل لائز



الأثر من اعتقاد أو قال إن الله تعالى بذاته في كل مكان أو في مكان فكافر  
 ثم قال من اعتقد أن الله سبحانه مقتدر العرش أو لغيره من المخلوقات أو أن  
 استوائه على العرش كاستواء المخلوق على كرسيه فهو ضال مبتدع فكان  
 الله ولا زمان ولا مكان وهو الآن كما كان آنفًا وهذه كانت أقاويل الخبايا  
 وأما أقوال الصوفية الصافية فقال الاستاذ الإمام أبو القاسم القشيري في  
 رسالة لاله تعالى جهة ومكان ولا يجري عليه وقت وزمان وقال سمعت الشيخ  
 أبا عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي رحمه الله يقول سمعت عبد الله بن موسى السلمي  
 يقول سمعت الشبلي يقول جل الواحد المعروف قبل الحروف دأى الجهات وقبل  
 الحروف وهذا أصح من الشبلي أن القديم سبحانه لا حد لذاته ولا حروف  
 لكلامه وقال سمعت الشيخ أبا عبد الرحمن السلمي يقول سمعت منصور بن  
 عبد الله يقول بالحسن العنبري يقول سمعت سهل بن عبد الله التستاري  
 يقول ينظر إليه تعالى المومنون أي في الآخرة بالابصار من غير إحاطة ولا  
 أدراك نهاية وقال الشيخ شهاب الدين السهروردي قدس سره في حقيقته  
 في توحيدة تعالى لا في المكان إذ لو كان في مكان تسلسل وقال في الجهات من  
 جملة العالم وقد علمت نسبه إلى عظمة الله فتبارك أنه رب العالمين وقال  
 الشيخ محمد بن العربي قدس سره في الفتوحات المكية في المقدمة مقدس  
 عن الجهات والاقطار وقال أبو بكر محمد بن أسحق الكلاباذي في التعرف  
 لمذهب التصوف في تنزيهه تعالى ليس يذى أبعاض ولا أجزاء ولا جوارح  
 ولا أعضاء ولا يذى جهات وقال الإمام الرباني الشيخ عفيف الدين البلي في  
 في نشر المحاسن تعالى عن الجهات والاقطار والحدود والمقدار ولا يحمل



میں کہا ہے کہ جس نے اعتقاد کیا یا کہا کہ حق تعالیٰ بذات خود سب جگہ میں ہے یا ایک جگہ میں ہے پس  
 وہ شخص کافر ہے پھر کہا کہ جس نے اعتقاد کیا کہ حق تعالیٰ عرش یا غیر عرش کا مخلوقات میں سے  
 محتاج ہے اور اس کا مستوی ہونا عرش پر مانند مستوی ہونے مخلوق کے ہے اپنی کرسی پر پس وہ  
 شخص گمراہ ہے بدعتی ہے اس لئے کہ خدا تھا لہذا نہ زمان تھا نہ مکان اور وہ اب بھی اسی صفت پر ہے کہ چہر  
 پہلے تھا۔ اتنی اور یہ اقوال علمائے حنبلیہ کے تھے اور لیکن احوال صوفیہ صافیہ کے پس کہا استاد امام ابو  
 قشیری نے رسالہ قشیریہ میں نہ خدائے تعالیٰ کے لئے محبت و مکان ہے اور ۱۰ اوس پروردگار وقت و زمان  
 ہے اور کہا کہ میں نے شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمیٰ کو کہتے تھے سنا کہ سنا میں نے عبد اللہ بن موسیٰ  
 سلامی سے کہتے تھے کہ سنا میں نے شبلی سے کہ وہ کہتے تھے پاک ہے واحد معروف قبل حدود یعنی جہات کے  
 اور قبل حروف کے اور شبلی کا کلام کہلا ہوا ہے اسباب میں کہ قدیم پاک کی نہ ذات کیلئے حد ہے  
 اور نہ اس کے کلام کے لئے حروف ہیں اور کہا کہ سنا میں نے شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے کہتے تھے کہ سنا  
 میں نے منصور بن عبد اللہ سے کہتے تھے کہ سنا میں نے ابوالحسن غیری سے کہنے تھے کہ سنا میں نے سہل بن عبد اللہ  
 ستیری سے کہتے تھے کہ حق تعالیٰ کے طرف مومن دیکھیں گے یعنی آخرت میں نظرون سے بغیر احاطہ  
 کے ادبلا اور اک نہایت کے اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے اپنے عقیدہ میں حق تعالیٰ کی توحید  
 فرمایا ہے نہ وہ مکان میں ہے اس لئے کہ وہ اگر مکان میں ہوتا تو تسلسل لازم آتا اور کہا کہ جہات بخیر علل  
 کے ہیں اور شجکو معلوم ہو چکی ہے عالم کی نسبت عظمت الہی کے طرف پس وہ برکت والا ہے بیشک  
 وہ ربیے سب جہان کا اور شیخ محی الدین بن العربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ کے  
 مقدمہ میں کہا ہے کہ پاک ہے وہ جہات و اطراف سے اور کہا محمد بن ابوبکر کلا بازی نے کتاب  
 تعرف لمدرب التصوف میں حقیقی کی تشریح کے بیان میں (نہ وہ ابغاض کہتا ہے اور نہ اجزاء جواح  
 اور نہ اعضا اور نہ جہات والا ہے) اور امام ربانی شیخ حقیف الدین یا فہمی نے نشر المحاسن میں  
 کہا ہے برتر ہے وہ جہات اور اقطار سے اور حدود و مقدار سے اور نہ حلول کرتا ہے



في شيء ولا يجده شيء وقال قيل للشيخ أبي الحسن الشاذلي عرشى انت أم موسى  
 فقال لا طينة أرضية والنفس سماوية والقلب عرشى والروح كرسى والسير  
 مع الله بلا اين قال ليا فني وهذا القول صريح في نفى الجهة عن خالقها  
 المتعال عن الحركات والسكنات وسائر سمات المخلوقات وقال الامام الشعراني  
 في اليواقيت انه تعالى مستوي على العرش بالوجه الذي قاله وعلى المعنى الذي  
 اراده بالاستواء منزها عن الاستقرار والتمكن والتحين والتحد والجهة بل انه  
 كان ولا عرش ولا مكان ولا جهة ولا زمان وهو الان على ما عليه كان وقال  
 الامام الرباني محمد دال الف الثاني الشيخ احمد السرهندي قدس الله سره  
 واذقنا ما اذاقه في المکتوب (٢٦٦) من الجلد الاول او تعالى از جميع صفات نقصان  
 وسمات حدوث وامكان منزه ومبراست جسم وجسماني نيت مكانه وزمانه وقال  
 في المکتوب السابع والستين من الجلد الثاني زمان ومكان وجهت را وحضرت  
 او تعالى كنجایش نيت اينهمه مخلوقات اويند واما اقوال الامامية فقال العلامة  
 القوشجي في شرح التجريد للحقق الطوسي ويدل اعوجوب الوجود على نفى  
 الجهة لان كل ما هو في جهة فهو جسم او جسماني وكل منهما ممكن بل حادث لما  
 بينا من حدوث الاحسام وقال في فحج المسترشددين في اصول الدين من كتب  
 الشيعة انه تعالى ليس في جهة قال العلامة الحقة محمد سعيد رحمه الله في التبيين  
 بعد ذكر هذه النقول (هذه اقوال المحدثين سيما قول الامام الطحاوي والبيهقي  
 من اهل الرواية والذراية والحققين من الفقهاء والمتكلمين والصوفية وغيرهم  
 ادل دليل على انه تعالى منزّه عن الجهة باتفاق اهل السنة وخالف في ذلك  
 المشبهة فخصصوه بجهة الفوق اتفاقا ثم اختلفوا فيما بينهم فذهب ابو عبد الله



کسی شے میں اور نہ اوس میں کوئی شے حلول کرتی ہے اور کہا کہ شیخ ابو الحسن شاذلی سے پوچھا گیا کہ تم عرشی ہو یا کرسی پس انہوں نے جواب دیا کہ میرا خمیر مٹی کا ہے اور نفس آسمانی ہے اور قلب عرشی ہے اور روح کرسی ہے اور سیر خدا کے ساتھ بدون مکان کے ہے کہا امام یا بھی نے کہ یہ قول کہلا ہوا ہے جہت کی نفی میں خالق جہات سے جو برتر ہے حرکات و سکنات سے اور تمام علامات مخلوقات سے اور امام شعرانی نے یواقیت میں کہا کہ حق تعالیٰ عرش پرستوی ہے جس وجہ سے کہ اوسے فرمایا ہے اور جس معنی سے کہ اوسے ارادہ کیا ہے پاک ہو کر استقرار و تمکن و تخیر و عدد و جہت سے بلکہ وہ تھا اور نہ عرش تھا نہ مکان نہ جہت تھی نہ زمان اور وہ اب بھی اوسی صفت پر ہے کہ جس پر تھا اور کہا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے پاک کرے اعداد و اشیاء کو اور چکھا و بے ہم کو جو کہ چکھا یا اون کو جلد اول مکتوب میں حق تعالیٰ تمام صفات نقصان و سمات حدوث و امکان سے منسوخ و مبرا ہے نہ جسم و جسمانی ہے نہ مکان و زمانی اور جہت کو حق تعالیٰ کی درگاہ میں گنجائش نہیں ہے یہ تمام امور اوسکی مخلوقات ہیں اور لیکن شیعہ کے اقوال پس علامہ قوشچی نے تجرید محقق طوسی کی شرح میں کہا ہے اور دلالت کرتا ہے یعنی وجوب وجود جہت کی نفی پر اس لئے کہ جو چیز کہ جہت میں ہیں وہ جسم ہے یا جسمانی ہے اور یہ دونوں ممکن بلکہ نوید ہیں کیونکہ اجسام کا نوید ہونا ہم بیان کر چکے ہیں اور پنج المسترشدین فی اصول الدین میں کہ شیعہ کی کتاب ہے کہا ہے کہ حقتعالیٰ جہت میں نہیں ہے۔ علامہ مفتی محمد عبد نے تبنیہ میں ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے یہ اقوال محدثین کے خصوصاً قول امام طحاوی و بیہقی کا اہل ہدایت و درایت میں سے اور محققین فقہاء و متکلمین و صوفیہ وغیرہم کے بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ جہت سے پاک ہے تمام اہل سنت کے نزدیک اور اس عقیدہ میں مشہورہ نے خلاف کیا ہے پس سب نے حق تعالیٰ کو جہت فوق میں خاص کیا پھر آپس میں مختلف ہو گئے پس ابو عبد اللہ



محمد بن كرام الى ان كونه في الجهة تكون الاجسام فيها قليل وهو مما سأل الصفة  
 العليا من العرش ويجوز عليه الحركة والانتقال وتبدل الجهات وعليه اليهود  
 حتى قالوا العرش يأت من تحت الطيطال رحل الجديد وانه يفضل على العرش  
 من كل جهة اربع اصابع ومنهم من قال هو محاذي للعرش غير مما سأل له قليل  
 بمسافة متناهية وقيل غير متناهية ومنهم من قال ليس كونه في الجهة لا كون  
 الاجسام في الجهة يعني انه ينفع عنه جميع خواص الاجسام حتى لا يتبع الاسم للجنس  
 كذا في المواقف قال العلامة الشريف والمنازعة مع هذا القائل راجعه الى  
 اللفظ دون المعنى والاطلاق اللفظ متوقف على ورود الشرع به انتفى قلت هذا  
 ظاهر لا خفاء فيه فانه لم يرد في الشرع لفظ الجسم ولا لفظ الخيز او الجهة فتبصر  
 والله اعلم انتفى ثم قال العلامة المفتي فيه وقريب من هذا مذهب ابن تيمية و  
 لهذا قال المحقق الدواني في شرح العضدية ولا بتيمية واصحابه صيل عظيم  
 الى اثبات الجهة ومبالغة في القبح في نفيها وقد صرح يكون الفرق جهة الله  
 تعالى حقيقة من غير تجوز انتفى قلت قد رأيت في فتاويه المسماة بالجموية انه  
 قال في هذا كتاب الله تعالى من اقره واخره وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 من اولها الى اخرها ثم عامة كلام الصحابة والتابعين ثم كلام سائر الامة عملوا  
 بما هو نص واما ظاهر في ان الله سبحانه وتعالى فوق كل شيء وانه فوق العرش  
 وانه فوق السماء ثم استدلل بالآية مثل قوله تعالى ثم استوى على العرش  
 واليه يصعد الكلم الطيب وغير ذلك والاحاديث مثل قصة المعراج ونزول  
 الملائكة وقال في اثراء كلامه واخر ما زعمه انه فوق العرش حقيقة قال  
 العلامة الحلي في رده فليت شمر ان هذا في كلام الله تعالى على هذه الصفة



محمد بن کرام اس طرف کیا ہے کہ خدا کا جہت میں ہونا مثل اجسام کے جہت میں ہونے کے ہے  
 کہا کہ خدا ملا ہوا عرش کے اوپر ہے صفحہ سے اور اس کے حق میں حرکت و انتقال و تبدل جہت  
 جائز ہے اور یہی مذہب یہود کا ہے یہاں تک کہ یہود نے کہا ہے کہ عرش حق تعالیٰ کے نیچے  
 آواز کرتا ہے جس طرح کہ نیا کجاوہ چرچراتا ہے اور خدا عرش کے ہر جانب چاروں گول بڑا ہوا  
 ہے اور بعض نے اونہیں سے کہا ہے کہ خدا عرش کے سامنے ہے اس سے ملا ہوا نہیں ہے  
 پھر کہا گیا کہ مسافت محدود پر ہے اور کہا گیا ہے کہ فاصلہ غیر محدود ہے اور بعض نے کہا  
 ہے کہ اس کا جہت میں ہونا اور اجسام کی طرح نہیں ہے یہ شخص خدا سے تمام خواص اجسام  
 کی نفی کا قصد کرتا ہے یہاں تک کہ صرف اسم جنس کو باقی رکھتا ہے اس طرح مذکور ہے فتوا  
 میں علامہ سید شریف نے کہا ہے کہ اس قائل سے نزاع لفظ کی طرف مراجع ہے معنی طرف نہیں  
 اور اطلاق لفظی پر موقوف ہے و رد شرع پر انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ امر ظاہر ہے کچھ اخفا میں  
 نہیں ہے اس لئے کہ شرع میں نہ جسم کا لفظ وارد ہوا ہے اور نہ چیز یا جہت کا لفظ پس تو بھلے  
 والد علم انتہی پھر معنی علامہ نے تنبیہ میں کہا اور اسی کے قریب ابن تیمیہ کا مذہب ہے اور سیوہ  
 سے محقق دوانی نے عقد یہ کی شرح میں کہا ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے اصحاب کو میل عظیم ہے  
 اثبات جہت کی طرف اور نفی جہت پر اعتراض کرنے میں مبالغہ ہے اور اس نے تصریح کی ہے  
 کہ فوق حقیقتہ حق تعالیٰ کی جہت ہے بلا تجوز کے انتہی میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کے فتوائے  
 مسما حمویہ میں دیکھا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے اول سے آخر تک اور سنت رسول اللہ  
 ہے اول سے آخر تک پھر عموماً کلام صحابہ و تابعین ہے پھر کلام تمام ائمہ کا ہے یہوں نے حمل کیا ہی نفس پر یا  
 یا ظاہر اسباب میں کہ حق سبحانہ ہر شے کے فوق ہے اور ہر شے کے اوپر ہے اور وہ عرش پر ہے اور وہ آسمان کے اوپر  
 اور پھر اس پر دلیل لایا آیات جیسے کہ ثم استوی علی العرش اودالہ یبعد الکلم الطیب وغیرہ اور احادیث میں جیسے قصہ علیہ السلام کا  
 اور نزول فرشتوں کا اور کہا اپنی کلام کے درمیان اور پھر اعتقاد آخر میں کہ حق تعالیٰ عرش کے اوپر ہے علیٰ طہی اس میں کہا ہے کہ اس کا

معلوم ہوتا کہ خدا کے کلام میں ہے جس صورت میں



التي نقلها عن كتاب ربه وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم وهل في  
 كتاب الله تعالى كلمة مما قاله حتى يقول أن فيه نصاً والنص هو الذي لا  
 يحتمل التأويل البتة وهذا امرأه فانه جعله غير الظاهر لعطفه له عليه وامي  
 اية في كتاب الله تعالى نص بهذا الاعتبار انتم قلت اثبات الفوقية  
 والاستدلال بالآيات والاحاديث وكلام الائمة وكونها حقيقة والبالغة  
 في التدريج في نفيها يدل على ان عقيدة البهية راسخة في ذهنه وهذا مقتضى  
 مذهبه لا لازم مذهب كما وهم حتى يقال لازم المذهب ليس بمذهب  
 انتم كلام المفتي العلامة اقول وللصنف ايضا ميل عظيم وشغف فحيم كشيخه  
 ابن تيمية في اثبات كونه تعالى قاعداً على العرش واضعاً رجليه على الكرسي  
 وكون الفوق جهة لله تعالى حقيقة ولذا استدلل عليه برفع الايدي في  
 الدعاء الى الفوق ومجديت التجار به السوداء وغير ذلك كما سيجهي واغما  
 اطنبنا الكلام بذلك لا قاييل في هذا المقام وان كان في بادي النظر غريباً  
 لان هذا البحث هو للمطلب الاعلى والغاية القصوى يجمع هذا الكتاب ولذا  
 اودعه في مطاوي كلامه متفرقة وادرجه في مواضع كتابه مقتضية كيلا  
 يظهر كونه مخالفاً لاهل السنة في هذه العقائد ويستتر توافق لاهل البدع  
 في هذه المقاصد فممن القول مبتدأ لعقائده الباطلة سيما في خبره بعد بحث  
 الاسمي مقترناً بالتفصيل والتعليل والنقص والجرح والتعديل فليست  
 ثم لما فرغ من الاستدلال بان شرع على رضى الله عنه شرع في الاستدلال بقول  
 الامام جعفر الصادق رضى الله عنه تناقلا عن الرسالة القشيرية فقال  
 ان قال حافظ الصوفية ابو القاسم عبد الكريم القشيري في الرسالة القشيرية



این تہمید نے نقل کیا ہے اپنے رب کی کتاب سے اور بنی صالح علیہ السلام کی حیثیت سے اور ایک کتاب اللہ  
 میں ایک لفظ یہی ہے اسکے قول میں ہے یہاں تک کہ یہ کہتا ہے کہ اس میں منصوص ہے اور مخصوص  
 وہ ہے کہ جس میں قطعاً تاویل کا احتمال نہ ہو اور یہی نص ہے اس کی مراد یہی ہے اس لئے کہ اس نے  
 نص کو غیر ظاہر قرار دیا ہے ظاہر کو نص پر معطوف بنا کر اس اعتبار سے کہ کونسی آیت کتاب میں  
 ہے انتہائی میں کہتا ہوں کہ فوق کو حق تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اور آیات و احادیث و کلام ائمہ سے  
 دلیل لانا اور بہت فوق کا حقیقتاً ہونا اور اس کی نفی پر اعتراض کرنے میں مبالغہ کرنا دلیل ہے اس  
 امر کی کہ جہت کا عقیدہ اس کے ذہن میں جا ہوا ہے اور یہ اس کے مذہب کا متفقہ ہے لازم  
 مذہب نہیں ہے جیسا کہ وہم کیا گیا ہے یہاں تک کہ کہا جائے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا  
 ہے تمام ہو کلام مفتی علامہ کا میں کہتا ہوں کہ مصنف کو بھی میل عظیم و شفقت غنی ہے مثل  
 اس کے شیخ ابن تیمیہ کے اس عقیدہ کے ثابت کرنے میں کہ حق تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے کریم  
 پر اس کے دونوں پیر میں اور فوق حقیقتاً خدا کی جہت ہے اور اس وجہ سے اس پر دلیل لایا ہے  
 دعائیں اوپر کے طرف ہاتھ اوٹھانے سے اور حدیث جاریہ سودا و وغیرہ سے جیسا کہ مختصر کیا گیا  
 اور چمنہ اس مقام میں ان اقوال کو ذکر سے اس وجہ سے کلام کو دور از کیا ہے اگر چہ ظاہر ہو  
 اجنبی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہی بحث مصنف کی اس کتاب کے تصنیف کرنے سے اعلیٰ  
 درجہ کا مطلب اور اتہاد درجہ کی غایت ہے اور اس وجہ سے اس بحث کو مصنف اس کتاب کے  
 مختلف مقامات میں و رعیت رکھا ہے اور متفرق جگہوں میں درج کیا ہے تاکہ اہل عقائد میں  
 مصنف کی مخالفت اہل سنت ظاہر نہ ہو جاوے اور اس کی موافقت اہل بدعت سے ان مقاصد میں بھی رہے  
 پس یہ قول مصنف کے عقائد باطل کی جہت ہے کہ جس کی خبر بحث اس کے بعد تفصیل و تعلیل و نقص و جرح و  
 تعدیل کے ساتھ ایسی ہی نظر کرتا چاہئے پھر جبکہ علی بن ابی ثور سے استدلال کو غیبی فارغ ہوا تو امام جعفر صادق کے قول سے  
 دلیل لائیں شروع کیا رسالہ تفسیر سے نقل کر کے پس کہلا اور کہا حافظ صوفیہ ابوالقاسم عبد الکریم قشیری نے رسالہ مشہور میں



وقال جعفر الصادق من زعم ان الله في شيء او من شيء او على شيء فقد اضر  
 اذ لو كان على شيء لكان محمولا اي وليس محمولا بل هو حاصل بقدرته وحاشا  
 برحمته كل حاصل ومحمول ولو كان في شيء لكان محصورا اي وليس محصورا  
 ولا مقصور بل هو حاصر وقاصر لكل محصور ومقصور وانما نحو قوله  
 تعالى الرحمن على العرش استوى وقوله تعالى امنتم من في السماء تجل على  
 عظيم وتعل جلي فخيم من تجلياته وتعليانته من غير ان تكون له حاجة الى  
 العرش ولا يبغي من العرش وسبيين ولو كان من شيء لكان محدثا اي وهو  
 متنع مطلقا انتهى بقدر الحاجة اقول ومن الله التوفيق لهذا الكلام الشريف  
 والبيان المينف للامام جعفر الصادق رضي الله عنه لما كان من البراهيين  
 الدالة على نفي الجهة عن الله سبحانه غريب المصنف في نقله حيث ما نقله  
 بما هو بل ادرج بين شقوقه جملة من عند نفسه وصرفه الى ما هو  
 بضدد اثباته من كوز الفوق جهة له تعالى وبيانه ان هذا القول مشتمل  
 على شقوق ثلاثة كلها متنع مطلقا في حقه تعالى ومقصود المصنف لما  
 كان ينتفي بالشقين الاولين صرف الامتناع الى الشق الاخير بقوله بعده  
 وهو متنع مطلقا ويعلم من قيده الامتناع بالاطلاق على طور المفهوم  
 المخالف از شقين الاولين ليس امتناعها في حقه تعالى على الاطلاق بل كما  
 ممكن ان فيه تعالى صرح كما هو موعود المصنف وشيخه ابن تيمية وممتنعا  
 من وجه كما هو موعود غيره من اليهود والمشبهة كما صرح في ضمن ما ذكره  
 انفا من الاقاويل المنقولة من النبيه وهذه جسارة عظيمة وخيانة  
 فحمة في امر الدين لا يجترأ بها الا من لا يخاف عليه سوء الخاتمة وهو



فرمایا جعفر صادقؑ نے کہ جس نے گمان کیا کہ خدا کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے تو وہ  
 مشرک ہو گیا اس لئے کہ خدا کسی شے پر ہوتا تو اوٹھایا ہوا ہوتا یعنی اور وہ اٹھایا ہوا نہیں ہے بلکہ وہی اٹھانے  
 والا ہے اپنی قدرت سے اور گہمان ہی اپنی رحمت سے ہر اٹھانے والے اور اٹھائے ہوئے کو اور اگر کسی شے میں  
 ہوتا تو گہیرا ہوا ہوتا یعنی اور وہ گہیرا ہوا نہیں ہے اور نہ روکا ہوا بلکہ وہی گہیرا ہوا والا اور روکنے والا ہے  
 ہر گہیرے ہوئے اور روکے ہوئے کو اور مانند قول حق تعالیٰ کے کہ رحمن عرش پر مستوی ہو گیا ہے اور  
 قول حق تعالیٰ کا کیا تم بخوف ہو گئے ہو اس ذات سے کہ آسمان میں ہے ایک تجلی بلند عظمت والے اور  
 ایک تعالیٰ روشن بزرگ سے خدا کی تجلیات و تعلیات میں سے بغیر اس کے کہ اس کو حاجت ہو عرش یا کسی  
 شے کی فرش سے اور اس کا بیان قریب آئیگا اور اگر کسی شے سے ہوتا تو نوپیدا ہوتا یعنی اور یہ تو مطلقاً محال  
 ہے انتہی میں کہتا ہوں اور خدا ہی کے طرف سے توفیق ہے کہ یہ کلام شریف و بیان نبی امام جعفر صادقؑ کا  
 جبکہ ان براہین میں سے تھا جو خدا سے جہت کی نفی پر دلالت کرتی ہیں مصنف نے اسکی نقل میں ایک  
 نادر کلام کیا اس طرح پر کہ اس کلام کو عیساکہ تھا اتمل نہ کیا بلکہ اس کے حقوق میں اپنے جانب سے کچھ جمع کر  
 کر دئے اور اسکو اپنی مدعا کے طرف کہ جسکے ثابت کرنے کے لئے مصنف دیر ہے یعنی جہت فوق حق تعالیٰ  
 کیلئے ثابت کرنے کی طرف پھیر دیا اور بیان اس کا یہ ہے کہ یہ قول امام کا شامل ہے میں حقوق پر کہ ہر ایک  
 اذکی حق تعالیٰ کے حق میں مطلقاً محال ہے اور مصنف نے عجبکہ پہلی دو ثقیون سے باطل ہوتا تھا تو امتناع مطلق کو  
 شق اخیر کے طرف پھیر دیا اس کے بعد اپنا قول دیا متنع مطلقاً بڑا کر اور امتناع کو اطلاق کے ساتھ مصنف کے  
 مقید کر نیسے بطور مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ پہلی دو ثقیون حق تعالیٰ کے حق میں مطلقاً متنع نہیں ہیں بلکہ وہ وہ  
 حق تعالیٰ کے حق میں ایک وجہ سے ممکن ہیں کہ جیسے مصنف اور اس کے شیخ ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے اور دوسری وجہ  
 متنع ہیں کہ جیسے مصنف کے غیر کا عقیدہ ہے پہرہ و شبہ میں جیسا کہ ان اقوال میں گذر چکا ہے کہ جن کو ہم نے  
 ابھی کتاب تنبیہ سے نقل کیا ہے اور یہ بہت بڑی جرات اور کمال درجہ کی خیانت ہے دین کے  
 معاملہ میں کہ جسکی جرات وہی شخص کر سکتا ہے کہ جسکو اپنے سوا خاتم کا خوف نہ ہو اور وہ اپنے



في اعمال من الاخيرين كما قال الله تعالى قل هل ننبئكم بالآخرين اعمالا  
 الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا  
 ولما اختلفت تحليط المصنف ما هو مقصود الامام من هذا الكلام ونفسا جهة والقوة  
 على العرش بالمعنى الحقيقية عن الحق سبحانه لا بد لنا ان نحقق فحواه وتنقلها هو  
 منقول في الرسالة القشيرية بسياقة وسياقة الحاق شي في معناه قال صاحب  
 القشيرية رضي الله عنه فيها في صفحة (١٠٠) وسئل ذو النون المصري عن  
 قوله تعالى الرحمن على العرش استوى فقال ثبت ذاته وفي مكانه فهو موجود  
 بذاته والاشياء موجودة بحكمه كما شاء سبحانه وسئل الشبلي عن قوله الرحمن  
 على العرش استوى فقال استوى علمه بكل شيء فليس شيء اقرب اليه من شيء  
 وقال جعفر الصادق من زعم ان الله في شيء او من شيء او على شيء فقد اشرك  
 اذ لو كان على شيء لكان محمولا ولو كان في شيء لكان محصورا ولو كان من شيء  
 لكان محدثا وقال جعفر الصادق ايضا في قوله ثم دنا فتدلى من توهم انه  
 بنفسه دنا جعل همسافة انما اللذان انه كلما قرب منه بعد عن اذواع المعاد  
 اذ لا دنا ولا بعد انما فعل من هذا النقل ان كلام الامام في هذا المقام  
 انما اورد لنفي جهة الفوق عن الله تعالى وتقريره على ما نقله المفاتيح القلامية  
 في التبيين هكذا (ابرهان الاول وهو المنقبس من ذيل الحسب الزكي والنسب  
 على سيد العلماء ووارث شيعتنا الانبياء جعفر الصادق رضي الله عنه قال  
 لو كان الله في شيء لكان محصورا وتقرير هذه الدلالة انه لو كان في جهة  
 مشار اليه لزم تناهيه وذلك لاننا اذا كان في هذه الجهة دون غيرها فقد  
 حصل فيها دون غيرها ولا معنى لتناهيه الا ذلك وكل متناه محدث



اعمال میں زیادہ نقصان والا ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا ہم تمہیں بتا دیں۔  
 دن لوگ زیادہ نقصان والے ہیں اعمال میں وہ ایسے لوگ ہیں کہ جنکی کوشش دنیا کی زندگی میں بہک گئی ہے  
 اور ان کو کمان ہے کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں اور جبکہ مصنف کی انمیرش سے مقصود کلام زامام کا کہ جہت  
 فوقیت کی حقیقی کنفی حد حق سبحانہ سے نفی ہو گیا تو ہم کو ضرور ہوا اوس کا ماحصل بیان کر دین اور جس طرح کہ  
 رسالہ قشیریہ میں مذکور ہے اوس طرح پر مع اوس کے سیاق و سباق کے بدون ملائے کسی شے کے اوس کے  
 معنی میں اوس کو نقل کریں کہ صاحب قشیریہ رسالہ قشیریہ کے مفہود میں اوس والوں مصری سے پوچھا گیا  
 قول حق تعالیٰ کا (رحمن عرش پرستوی ہوا) پس کہا کہ خدا نے اس قول میں ثابت کیا ہے اپنی ذات کو  
 اور نفی کی ہے اپنے سے مکان کی پس وہ بذات خود موجود ہے اور اشیا اوس کے حکم سے موجود ہیں جس طرح پر  
 کہ حق سبحانہ نے چاہا ہے اور شبلی سے آیت مذکورہ کا مطلب پوچھا گیا پس کہا کہ اوس کا علم ثابت ہو گیا ہر شے  
 میں پس اوس کے نسبت ایک شے زیادہ قریب نہیں ہے دوسری شے سے اور کہا جعفر صادق نے کہ جس نے  
 گمان کیا کہ خدا کسی شے میں ہی یا کسی شے پر ہے یا کسی شے پر ہے پس وہ بیشک مشرک ہو گیا اس لئے کہ اگر خدا کسی شے  
 پر ہوتا تو اوٹھایا ہوتا اور کسی شے میں ہوتا تو گھبرا ہوا ہوتا اگر کسی شے سے ہوتا تو فربہ ہوتا اور کہا امام جعفر صادق نے  
 حق تعالیٰ کے قول پھر وہ قریب ہوا پس زیادہ نزدیک ہو گیا کی تفسیر میں جسے وہم کیا کہ وہ بذات خود نزدیک  
 ہوا تو اوس نے وہاں مسافت قرار دی وہاں تو نزدیک ہو نیکی معنی میں کہ جو چون اوس سے قریب ہوا  
 انواع معارف سے دور ہو گیا اس لئے کہ وہاں نہ قریب ہے نہ بعد ہے انتہی پس اس لقل سے معلوم ہوا کہ امام کا  
 کلام اس مقام میں جہت فوق کی حق تعالیٰ سے نفی کے لئے وارد کیا گیا ہے اور اس کا بیان جس طور پر مفتی علامہ  
 تبنیہ میں نقل کیا ہے یہ ہے (پہلی برہان اور وہ حاصل کی گئی ہے صاحب زکی و نسب علی سید علما و وارث  
 خیر الانبیاء جعفر صادق رضی اللہ عنہ کلام سے فرمایا انہوں نے کہ اگر خدا کسی شے میں ہوتا تو گھبرا ہوا ہوتا اور بیان اس دلیل کا  
 یہ ہے کہ خدا اگر ہوتا کسی جہت میں کہ جسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اوس کا محدود ہونا لازم آتا اور یہ اس وجہ سے کہ جبکہ  
 اسی جہت میں ہونا اوس کو غیر میں تو اسی میں حاصل ہونا کہ اسکے غیر میں اوس کے محدود ہونے کی نفی اور محدود ہونا



لان تخصيص هذه المقدار دون سائر المقدار لا بد ان لا يكون من مخصص فقد ظهر  
 بهذا البرهان الذي يدهر العقول ان القول بالحجة يوجب كون الخالق مخلوقا والرب  
 مروجبا وان ذاته متصرف فيها وقبل الزيادة والتقصان تعالى الله عما يقول  
 الظالمين علوا كبيرا انتهى ولما فرغ المصنف عن بيان قول الامام حنيفة الصادق  
 والاستدلال به على دعونه ادخل بحث الاسماء بين بحث الصفات ودلائله  
 وهذا خارج من داب البحث وايضا مخالف لتنظيم التاليف لانه قال في صدر  
 هذا الفصل الايمان بالذات الاحدية والصفات الواحدية والاسماء الاحدية  
 فهذا الترتيب يقتضيان يكون بحث الاسماء مواخرا من بحث الصفات ولما رأينا  
 بحث الاسماء وعلم الله تعالى بما يكون قبل ان يكون في كتابه هذا اما وجدنا فيه  
 شيئا قابلا للمواخذة غير مواضع عديدة وهي ايضا ليست معتدا بها في هذا  
 الوجه نترك التعرض عن بحث الاسماء وما بعده ونشرع في بحث الصفات  
 بتوفيق الله تعالى وعونه قال الصفات المتشابهة قال الله المتعال  
 هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب واخر  
 متشابهة فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة  
 وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراشخون في العلم يقولون امنا به  
 كل امر عند ربنا الآية اخرج ابن جرير وابن المنذر وابن الانباري في الوقف  
 بسند جيد عن طريق حماد عن ابن عباس في قوله تعالى (وما يعلم تاويله  
 الا الله والراشخون في العلم) قال انا نحن يعلم تاويله وقد استفاضت عن رسول الله  
 صلى الله عليه وآله وسلم دعائه اللهم فقهني في الدين وعلمني التأويل وفي لفظ الامام  
 علي عليه السلام وتأويل الكتاب لعبد بن حميد في التفسير وابن الانباري في كتاب



اس لئے کہ اس کی خصوصیت کیلئے اس مقدار کیساتھ بدون دوسری مقداروں کے کوئی خصوصیت پیدا کرنا  
 ضروری ہونا چاہئے پس تحقیق کہ ظاہر ہو گیا اس پر ان سے جو عقول کو ذمہ کرتی ہے کہ جہت کا قول واجب  
 کہ کتاب خالق کے مخلوق ہونے کو اور پالنے والیکے پرورش یافتہ ہو جانے کو اور اس امر کو ذات الہی میں ظہر  
 ہو سکتا ہے اور وہ کمی بیشی کو قبول کرتی ہے برتیبہ خدا عالموں کے قول سے بہت برتر ہونا انتہی اور جبکہ مصنف  
 فارغ ہوا امام جعفر صادق کے قول کو بیان کرنے اور اس سے دلیل لانیسے اپنے دعوے پر بحث اسما کو بحث  
 صفات اور اس کے دلائل کے درمیان داخل اور یہ طریق بحث سے خارج ہے اور نیز نظم تالیف کے برخلاف اس لئے کہ  
 مصنف نے اس فصل کے شروع میں کہا ہے ایمان ذات احدیت و صفات واحدیت و اسماء الہیہ پر پس تیسرے  
 چاہتی ہے کہ اسماء کی بحث صفات کی بحث سے پیچھے ہو۔ اور ہم نے جبکہ بحث اسماء و بحث علم اللہ تعالیٰ ہما یکون کو  
 اس کتاب میں دیکھا تو اوس میں کوئی بات قابل گرفت کے نہ پائی بخیر مقامات کے اور وہ ہی چند اعتبار کے قابل تھے  
 پس ان وجوہ سے ہم بحث اسماء اور اس کے بعد سے تعرض کر نیکو چہرہ دیتے ہیں اور بحث صفات میں شروع  
 کرتے ہیں حق تعالیٰ کی توفیق و مدد سے لکھا مصنف نے صفات تشابہات (قرایا حق تعالیٰ نے) وہ ایسی  
 ذات ہے کہ جس نے اتاری تجھ پر کتاب بعض اوس آیات محکمات ہیں کہ وہ کتاب کی اصل ہیں اور بعض دوسری  
 آیات تشابہات ہیں پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں اوس کتاب کے متشابہات کی طلب  
 فقہ و طلب تاویل کی غرض سے حالانکہ اوسکی تاویل غیر خدا کو معلوم نہیں ہے اور جو لوگ علم میں ثابت قدم ہیں کہتے  
 کہ ہم اوس پر ایمان لائے سب ہمارے یکطرفے ہی آخر تک روایت کی ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی شیبہ نے وقت  
 عمر مسند مجاہد سطریق سے ابن عباس سے حقیقاً کہ قول دوم ما یعلم تاویلہ الا اللہ والواسخون فی العلم کہ  
 باب میں کہا ابن عباس نے میں اون میں سے ہوں جو کہ اوسکی تاویل جانتے ہیں اور ابن عباس سے شایع  
 ہو گیا ہے یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کے واسطے دعا کی اے خدا تو  
 اوس کو دین میں سمجھ عطا کر اور تاویل کتاب اس کو سکھا دے اور ایک حدیث میں ہے اے خدا  
 تو اسکو حکمت و تاویل کتاب سکھا دے اور عبد بن حمید کی روایت ہے تفسیر میں اور ابن ابی شیبہ



انه قد ادع عن مجاهد وابن جري عن الربيع في قوله تعالى (وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ)   
 قالوا يعلمون تاويله ويقولون امثابه وقال نجم الدين عمر الشافعي في تفسيره اكثر   
 اهل العلم على ان الراسخين في العلم يعلمون المتشابهة قالوا ولو لم يكن للراسخين   
 في العلم حظ في علم المتشابهة الا ان يقولوا امثابه كل من عند ربنا لم يكن لصاحب   
 فضل على الجاهل لانهم جميعا يقولون ذلك وان الله تعالى لم يمتو بين خلقه   
 في العلم بالمتشابهة وقال النووي انه لا يصح لانه يبعد ان يخاطب الله تعالى عباده   
 بما لا سبيل لاحد من الخلق الى معرفته وقال ابن الحاجب انه الظاهر واختاره   
 القتيبي وهو قول المشافعي قال في مختصر البويطي لا يحل تفسير المتشابهة الا بسنة   
 عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم او خبر عن احد من اصحابه واجماع   
 العلماء قلوا لان علم تاويل المتشابهة مما انبئ سبيل لما قال ذلك هذا وقد قال   
 ابن عباس كما عرفت في الخطابي وابن الاثير على بالقرآن في علم على كمال القراءة   
 في المشعوري الغدير الصغير في وسط البحر ولا في نعيم في حلية الاولياء عن ابن   
 مسعود قال ان القرآن انزل على سبعة احرف ما منها حروف الاو لها ظهرو   
 وبيان واز على بن ابي طالب عنده منها الظاهر والباطن وقد صح حديث   
 حتى مع القرآن والقرآن مع على وحديث انا مدينة العلم وعلى بابها اذا علمت   
 هذا فاعلم ان الحسن بن علي الحلواني في السنن محمد بن عثمان بن ابي شيبه   
 في كتاب العرش والقاضي ابي حملا الغسال الاصفهاني في المعرفة تاليفه قال   
 وابي الشيخ وابن مسعود عن عمار بن محمد الملقب بالملح قال في خطبنا على قال حدثني   
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن ربه عز وجل قال وعزني وجلالي   
 وارتفعني فوق عرش ذي جلال وعز وجلالي وارتفعني فوق عرش ذي جلال



کتاب الاضداد میں مجاہد سے اور ابن جریر کی ربیع سے حق تعالیٰ کے قول **وَاللّٰهُ لَا يَخُونُ فِيْ الْعِلْمِ** کے ہیں  
 کہا اہل دونوں نے کہ جانتے ہیں ہم اسکی تاویل اور کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور کہا ہم الین  
 عمری نے اس کی تفسیر میں کہ اکثر اہل علم اسپرین اگر راہنہ میں فی العلم ثنابہ کو جانتے ہیں اور ان قول  
 ہے کہ اگر راہنہ میں فی العلم کو ہی متشابہ کے علم میں حصہ نہ ہو پھر اس کے کہ وہ یہ کہہیں کہ ہم اسپر ایمان لائے سب ہمارے  
 رب کے طرف سے ہے تو انکو جانوں پر کچھ فضیلت نہو گی اس لئے کہ وہ سب ہی ہی کہتے ہیں اور حق تعالیٰ نے متشابہ کے  
 علم میں اپنے مخلوق میں سبکو برابر نہیں رکھا ہے اور نو دی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ یہاں ہر جگہ  
 کہ حق تعالیٰ اپنے عباد سے اس چیز کا خطاب کرے کہ جسکی معرفت کی طرف اسکی مخلوق میں سے کسیکو کوئی راہ نہ ملے اور  
 ابن حبان نے کہا ہے کہ یہی قول ظاہر ہے اور اسکی قیاسی نے اختیار کیا ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے مقرر بولبی میں کہہا  
 کہ متشابہ کی تفسیر ناجائز ہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے یا کسی صحابی کے قول سے یا علماء کا جماع سے پس اگر یہ ثابت  
 نہ ہوتی کہ تاویل متشابہ کے علم کی طرف راستہ ہے تو بولبی ایسا نہ کہتے اسکو یاد رکھا اور تحقیق کہ ابن حبان نے کہا ہے  
 جیسا کہ خطابی و ابن اثیر نے ان سے روایت کی ہے کہ جب کو علم قرآن کا بہ نسبت علم علی کے بہتر نہ ایک پہلے طرف  
 کے ہے سمجھ کے بیچ میں اور ابو نعیم کی روایت ہے عیثہ الاولیاء میں ابن مسعود سے کہا اوہوں نے کہ قرآن کا تزلزل بات  
 حرف نہیں ہوتا ہے اوہیں سے ہر حرف کے لئے ظاہر و باطن ہے اور علی بن ابی طالب کے پاس قرآن کا ظاہر و باطن دونوں میں  
 ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے اور یہ حدیث  
 کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جبکہ تنجو یہ معلوم ہو چکا پس جان لو کہ حسن بن علی مسلمان  
 کی روایت ہے سن میں پھر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی روایت ہے کتاب العرش میں اور قساصی ابو احمد  
 غسال اصفہانی کی روایت ہے کہ جب کو اس نے تالیف کیا ہے صفات کے بیان میں اور ابو الشیخ و ابن مردودہ کے  
 روایت ہے عمیر بن عبد الملک سے کہا اس نے کہ کہ غلبہ سنایا ہو جس کے لئے کہا کہ بیان کیا  
 ہے کہ بل نہ معلوم نے اپنے رب عزوجل کی طرف سے کہ کہا اس نے قسم ہے اپنے عزت و جلال کی عوا اپنے ہاتھ  
 ہونے کی عرش کے دو پر کہ میں کو یہاں ہر شخص یا کسی گہرا ایک یا جنفل کا مرد کہ جو قساصی میں ہیں



على ما كرهت من مصيبي فتحولوا عنها الى ما اجمعت من طاعتى الا تحولت لهم عما  
يكرهون من عند ابي الى ما يحبون من رحمتى وما من اهل بيت ولا قرية ولا جبل  
سادية كانوا على ما اجمعت من طاعتى ثم تحولوا عنها الى ما كرهت من مصيبي  
الا تحولت لهم عما يحبون من رحمتى الى ما يكرهون من غضبي وعن محمد بن زهرا  
على صاحب الملك انا الحارث بن عمارنا جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن  
علي بن ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اوقاتنا الكتب  
داية الكرسي واثنين من آل عمران (شهد الله انه لا اله الا هو الملك  
الى قوله ان الدين عند الله الاسلام) وقوله (قل اللهم مالك الملك) الى قوله  
(غير حساب) مشفعات معلقات بالعرش ما بينهن وبين الله حجاب  
الحديث آخره جماعة من الحديثين وبسطنا الكلام عليه في اجلاء المهتة بفقته  
اهل البيت وله شاهد عند الديلمي في مسند الفردوس عن ابي ايوب الانصاري  
وفيه تعلقن بالعرش وقلنا انزلنا على قوم يعملون بمعاصيك فقال عز في جلال  
وارتفاع مكانى الحديث وللطبراني في الاوسط والشيخ في الديلمي والبيهقي  
في شعب الايمان والهرودي في ذم الكلام وعبيد الله بن محمد بن حفص  
العبشمي في حديثه وعبد القادر الرهاوي في اربعينه عن الحارث  
عز على قال كل دعاء محبوب عن السماء حتى يصل على محمد وعلى آل محمد  
قال ابن الجوزي في آخر النشر واسناده جيد وفي تلخيص مسند الفردوس  
لابن حجر حديث الدعاء محبوب عن الله عز وجل حتى يصل على محمد واهل بيته  
ابو الشيخ عن علي بن ابي رافع وسنده ضعيف وهو عند الترمذي ولعله الحكيم  
فليراجع قال مبرك ورواه الحسن بن عرفة عن علي بن رافع وسنده ضعيف



معصیت پر کہ جسکو میں بڑا جانتا ہوں پہر اوسکو اونہوں نے چوڑ دیا میری طاعت پر ہو کر کہ جسکو میں دوست  
 رکھتا ہوں مگر یہ کہ میں نے چوڑ دیا اوسکے عذاب کو کہ جسکو وہ برا جانتے ہیں بسبب اپنی رحمت کے کہ  
 جس سے وہ خوش ہیں اور نہیں کوئی گہر کا مالک اور نہ گانوں کا رہنے والا یا جنگل کا مرد کہ قایم ہوں میری طاعت  
 پر کہ جسکو میں دوست رکھتا ہوں پہر اونہوں نے اوسکو چوڑ دیا بسبب میری معصیت کے کہ جسکو میں بڑا  
 جانتا ہوں مگر یہ کہ میں چوڑ دیتا ہوں اپنی رحمت کو کہ جسکو وہ دوست رکھتے ہیں بسبب اپنے غصہ کے  
 کہ جسکو وہ برا جانتے ہیں اور محمد بن زبور ابو صلیح کی سے روایت ہے کہ ہجو خبیری عمارت بن عیسر نے  
 کہ ہجو خبیری جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے اونہوں نے اپنے دادا سے اونہوں نے علی بن ابی  
 طالب سے کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ سورۃ فاتحہ اور ایۃ الکرسی اور ال عمران کی دو آیتیں ایک شہد اللہ آتھ  
 لا الہ الا هو واللہ شکہ تعلق کے قول ان الذین عند اللہ لا یسئلکم احد و دوسری قول لا الہ الا اللہ مالک اللہ اوس  
 قول بغیر حساب تک مقبول الشفاعۃ میں کہ عرش سے معلق ہیں اونہیں اور خدا میں کوئی برہنہ نہیں ہے آخر حدیث تک اس کو روایت کیا ہے  
 محدثین کی بڑی جماعت نے اور اسکے تحقیق کو پہنچنے احیاء البیت میں بسط سے لکھا ہے اور اس حدیث کا  
 ایک بخاری ہے دیلمی کے پاس سند الفردوس میں ابو ایوب انصاری سے اور ادھم یون ہے کہ لنگی ہیں عر  
 سے اور کہا کہ کیا تو سہو نازل فرماتا ہے ایسے قوم پر کہ تیری نافرمانی پر عمل کرتے ہیں پس فرمایا حق تعالیٰ نے  
 قسم ہے اپنی عزت و جلال اور اپنے بلند مکان کی آخر حدیث تک اور طبرانی کی روایت ہے اوسط میں اور  
 ابوالشیخ کی بس دیلمی و بیہقی کی روایت ہے شعب الایمان میں اور ہر دی کی ذم الکلام میں اور عبید اللہ بن محمد بن جعفر عینی کی  
 اوسکی حدیث میں اور عبد القادر رماوی کی اوسکی ابن عیینہ میں حدیث ہے اوسنے روایت کی علی سے کہ کہا اونہوں نے کہ ہر دعا مجھ  
 آسمان سے یہاں تک کہ درود پہنچا جائے محمد پر والی محمد پر کہا ابن جرزی نے نشر کے آخر میں کہ اس حدیث کی اس  
 جید ہے اور تلخیص سند الفردوس مولانا ابن حجر میں ہے کہ حدیث کہ دعا مجھ سے خدا عزوجل سے یہاں تک کہ درود پہنچا جائے محمد پر  
 پر اسکو روایت کیا مرفوعاً ابوالشیخ نے علی سے اور اسکی سند ضعیف ہے ترمذی کے نزدیک اور شاید وہ حکیم بن یسار جمع کرنا چاہے  
 سنن ترمذی کی طرف کہا میرک و اسکو روایت کیا ہے حسن بن عرفہ نے علی سے مرفوعاً اور اسکی سند ضعیف ہے



والصحيح وقفه لكن قال المحققون من علماء الحديث ان مثل هذا لا يقال من قبل  
الراي فهو مرفوع حكما انتقد وعن الحارث عن علي رقا ما من دلع الاينه وبين  
السماء حجاب حتى يصل على محمد وعلى آل محمد فاذا فعل ذلك انخرق ذلك الحجاب  
ودخل الدعاء الحديث رواه البيهقي وابو القاسم التيمي والديلمي وابن ابي  
شرية فابو اليمن بن عساكر وابن بشكوال وغيرهم ورواه الطبراني والبيهقي  
عن الحارث عن عاصم بن خمره كلاهما عن علي موقوفوا وأشار اليه ابو اليمن ولا يزي  
شبهة عن حذيفة بن اسيد قال رايت علي بن ابي طالب اذا زالت الشمس  
صلى اربعاً طوافاً فسأله فقال رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
يصليها فسأله فقال ان ابواب السماء تغلق اذا زالت الشمس فلا تترجح حتى يصل  
الظهر فاجب ان يرفع الى الله عمل ولله ارقط في حديث ابن منزول  
والخطيب في الجامع لا داب القاري والتامع واي غنائم الشري في انس العاقل  
والن عساكر عن علي قال يا حلة القران اعملوا به الى ان قال وسيكون اقوام يحملون  
العلم لا يحاوضون تراقيم تخالف سر يرقم علايتهم الى قوله اولئك لا يصعد  
اعمالهم في مجالسهم تلك الى الله ولا سحى وابن ابي عاصم وابن جرير والمحا على  
في الامالى بسند صحيح عن علي في خبر خم وقد تركت فيكم ما ان اخذتم به لن  
تضلوا بعده كتب الله سببه بيده وسببه بايديكم الحديث (رواه ابن سناء  
واحمد والطبراني في معجمه الكبير عن ابي سعيد الخدري وابن ابي شيبة واحمد  
عن زيد بن ثابت كتب الله عز وجل جلد ممدود ما بين السماء والارض في  
لفظ للطبراني في الكبير عن زيد كتب الله عز وجل سبط فرسيد الله و  
طوفه بايديكم ولا بن اسحق فيعقوب بن ابراهيم الدورقي فائد راجح واحمد



اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن محققین اہل حدیث نے کہا ہے کہ ایسی حدیث راوی اپنی جانب سے  
 نہیں کہتا ہے پس یہ مرفوع ہے حکما انتہی اور عارض نے علی سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی دھماکہ  
 یہ کہا وہیں اور آسمان میں پردہ ہے یہاں تک کہ درود پڑھا جائے محمد پر پس جبکہ ایسا کیا جائے تو وہ پردہ ہٹ جاتا ہے  
 اور دوا داخل ہوا جاتی ہے تا آخر حدیث اسکو روایت کیا ہے بیہقی و ابوالقاسم تیمی و دہلی و ابن ابوشریح نے پرا تو  
 بن عساکر اور ابن بشکوال وغیرہم نے اور روایت کیا اسکو طبرانی و بیہقی نے عارض و عاصم بن صمرہ سے اول  
 دونوں نے علی سے مرفوعاً اور اسکی طرف اشارہ کیا ہے ابوالیمین نے اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے بیہقی  
 بن اسید سے کہا اوستے کہ دیکھا میں نے علی کو کہ زوال آفتاب کے بعد اونہوں نے چار کعبین دراز پڑھی پس اوستے  
 پوچھا تو فرمایا کہ آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جبکہ آفتاب زایل ہو جاتا ہے پس برابر کھلے رہتے ہیں جبکہ  
 کہ ظہر کی نماز پڑھ لی جاتی پس مجھ کو مجھ سے یہ کہ میرا کوئی عمل خدا کی طرف اوشایا جائی اور وارفتگی کی روایت ہوا بن منذر کی حدیث  
 اور خلیفہ کی جامع لا داب القاری والسمع میں اور ابو غنیمہ ترمذی کی (السنن البعل) میں اور ابن عساکر علی سے کہا اونہوں نے  
 (ای قرآن کو اوشایا الوقارن پر عمل کر دیا تاکہ کہا اور قریب ہے کہ کچھ لوگ ہونگے کہ علم کو سیکھینگے پر علم اوستے ہنسیوں سو نیچے خدا ترنگا  
 اذکا باطن مخالف ہوگا اوستے ظاہر کے یہاں تک کہ کہا کہ اون لوگوں کے اعمال انکی محاسن سے خدا  
 کی طرف بلند ہونگے اور اسحق و ابن ابی عاصم و ابن جریر و محلی کی روایت ہے امالی میں بسند  
 صحیح علی سے حدیث غم میں یہ کہ اور تحقیق کہ میں نے تم میں وہ شے چوڑی ہے کہ اگر تھے اس پر عمل  
 کیا تو پھر تم پر گزرا ہونگے خدا کی کتاب کہ اسکی ایک ڈوری تمہارے ہاتھوں میں ہے اور ایک  
 ڈوری خدا کے ہاتھ میں ہے آخر حدیث تک اور اسکو روایت کیا ہے ابن سعد و احمد و طبرانی نے  
 ابنی بکیر بن ابوسعید خدری سے اور ابن ابی شیبہ و احمد نے زید بن ثابت سے دکتا خیر و جل کی  
 ایک سی ہے ورازی کی ہوئی درمیان آسمان و زمین کے اور طبرانی کی بکیر بن ابی شیبہ سے کتاب  
 خدا عزوجل کی ایک ڈوری ہے کہ جکا ایک سدا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سر اٹھا  
 ہاتھوں میں اور ابن اسحق کی روایت ہے پر یعقوب بن ابراہیم و برقی کی پیر داری و احمد



وابي يعلى ومسايندهم وابن جرير في تهذيب الآثار والمخطيب في تاريخه عن  
 عبيد الله بن ابي رافع عن ابيه عن علي عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه  
 قال لولا ان اشق على امتي لاصرقهم بالسواك عند كل صلاة ولا خربت العشاء  
 الاخرة الى ثلث اليل فانه اذا مضت ثلث اليل الاول هبط الله تعالى الى السماء  
 الدنيا قلم ينزل هناك حتى يطلع الفجر فيقول قائل الاسائل يعطى الاداغ يجنا  
 الاسقيم يستشف فيشفى الامذنب يستغفر فيغفر له وليس عند ابي يعلى جملة  
 الاسائل يعطى تابعه ابوهريرة عند ابن اسحاق فبيعقوب الدورقي فالدار  
 وعبد الزقاق واحمد وابن نصر وابي يعلى وابن جرير ومسلم عند ذكر النزول  
 فقط والصابورة في الانصار عن عبيد الله بن ابي رافع عن علي رفعه ينزل  
 ربنا تبارك وتعالى في كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث اليل الاخر  
 فيقول من يدعوني فاستجب له ومن يسألني فاعطيه ومن يستغفر فياغفر له  
 تابعه ابوهريرة ايضا عند مالك في روايته يحيى ومسلم ورواية القعنبى  
 فابي داود وعند بقية ائمة الحديث الستة والدارمى وابي يعلى والصابورى  
 بطرق كثيرة عنه وجبير بن مطعم وعبادة بن الصامت وجابر وعبد الله  
 وابو الدرداء والحبر وعائشة وامرسة اخرجها الصابورة زاد النسا وابن ماجه  
 عن ابىهريرة حتى يطلع الفجر وفي النزول كل ليلة احاديث ذكرها يطول قال  
 القاضى عياض في حديث ابىهريرة الصحيح رواية حيزب في ثلث اليل  
 الاخر كذا قال شيونخ الحديث وهو الذى تظاهرت عليه الاخبار بلفظه و  
 معناه قال النووى ويحتمل ان يكون النبي صلى الله عليه وآله وسلم اعلم باعد  
 الامرين في وقت فاخبر به ثم اعلم بالآخر في وقت اخر فاعلم به وسمع ابوهريرة



و ابو یعلیٰ کی او کی سندوں میں اور ابن جریر کی تہذیب الآثار میں اور خطیب کی او کی تاریخ میں عبید اللہ  
 بن ابی رافع سے اور انہوں نے روایت کی اپنے پاس سے اور انہوں نے علی سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 کہ فرمایا حضرت نے کہ اگر مجھ کو اپنے شائق ہو بیجا خیال نہوتا تو او کو ہر نماز کے وقت میں مسواک کا حکم کرتا اور  
 عشا کی نماز کو تہائی رات تک بٹا دیتا اسلئے کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو حق تعالیٰ نیچے  
 کے آسمان کی طرف او ترتا ہے پس برابر میں رہتا ہے طلوع فجر ہوئے تک پس کہنے والا کہتا ہے کہ کیا  
 نہیں کوئی مانگنے والا کہ جب کو دیا جائے کیا کوئی نہیں دعا کرے یا لا کہ او کی دعا قبول کی جائے کیا نہیں ہے کوئی  
 بیمار شفا کا طلبگار کہ او کو شفا دیا جائے کیا نہیں ہے کوئی گنہگار معافی کا خواستگار کہ او کو معافی بخش دیا جائے  
 اور ابو یعلیٰ کی روایت میں الاسامیٰ معنی کا ترجمہ نہیں ہے اسکا تابع ابو ہریرہ ہے ابن اسحق کی روایت میں  
 یعقوب دورقی پر دارمی و عبد الرزاق و احمد و ابو نعیم و ابو یعلیٰ و ابن جریر کی روایت میں اور مسلم کی روایت  
 میں او نے صرف نزول کا ذکر نہیں ہے اور صاحبونی کی روایت ہے اتصاف میں عبید اللہ بن رافع سے اور انہوں نے روایت کی فرماتا  
 کہ ہمارا رب و تعالیٰ ہر رات کیونچہ کہ آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے جبکہ رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے پس فرماتا ہے کہ کون  
 دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مانگتا ہے مجھے کہ میں اس کو دوں اور کون ہے کہ  
 مجھ سے طلب مغفرت کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں اس کے تابع بھی ابو ہریرہ ہیں امام مالک کے نزدیک بخیلی کی روایت  
 میں یہ مسلم کی اور بعضی کی روایت میں ہے ابو داؤد کی اور نزدیک باقی ائمہ صحاح ستہ کے اور دارمی و ابو یعلیٰ  
 و صاحبونی کی طرق کثیرہ سے ابو ہریرہ کی روایت سے اور جریر بن مطعم و عیادہ بن صامت و جابر و عبد اللہ بن  
 وجیہ و عائشہ و ام سلمہ روایت کیا اسکو صاحبونی نے زیادہ کیا نسائی و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث روایت کی ہے  
 بخیر اور ہر رات کے نزول میں بہت حدیثیں ہیں کہ جکا ذکر طویل ہے کہنا فاضی عباس نے ابو ہریرہ کی حدیث میں کہ  
 روایت ہے وقت باقی رہنے نیک آخر شب کی ہے ایسا ہی کہا ہے ائمہ حدیث نے اور اسی پر احادیث کا غلبہ ہے اس کے نفرد  
 میں نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صورت کا علم ہوا ہو ایک وقت میں پس  
 او کی خبر دی کہ دوسری صورت کا علم دوسرے وقت ہوا ہو پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی کہ دوسری صورت کا علم



أخبرين فنقلها جميعا ولعبد الزقاق في مصنفه والحسن بن علي الخلال العلوي  
 وابن ماجة القزويني والبيهقي في شعب الايمان والمزي في تهذيب الكمال عن  
 ابي هريرة عن ابي سبرة عن ابراهيم بن محمد هو ابن علي بن عبد الله بن جعفر  
 بن ابي طالب عن معاوية بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب عن ابيه عن عمه  
 علي بن ابي طالب قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا كانت  
 ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله عز وجل  
 ينزل فيها الغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول الا تستغفروا غفر الله  
 تايب فاقوبسبيرا لا ميتة فاعافيه الا مستترق فاقزقه الا يباكل فاعطيه  
 الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر وضعف بابي بكر بن عبد الله بن محمد بن  
 ابي سبرة المدني ورعى بالوضع والظاهر انه لمثل هذا الحديث ولا يخفى ان له  
 شواهد كثيرة عن ابي بكر وعائشة ومعاذ والي ثعلبة وابن عمرو واليموي  
 وثمان بن ابي العاصي وراشد بن سعد وابي هريرة وقد جرح جمع من الثقات  
 باحاديث الصفات وابوبكر قاضي مكة وفتح المدينة ثم القاضي العراقي قبل  
 ابي يوسف فقيه كثير الحديث من انباء الصحابة الاجلاء وسال المنصور والكا  
 من بقر بالمدينة من المشيخة فقال ابن ابي ذئب وابن ابي سلمة وابن ابي سبرة  
 وكان عبد الملك بن جريح يروي عنه وقال مصعب الزبيري كان من علماء  
 قریش وقال ابن سعد كان كثير العلم والدين ورواية وقال البخاري عن  
 ابي داود وفيه صفات المدينة ولا يبي القاسم الاصبهاني في كتب التفسير والترهيب  
 عن علي رفعه ينزل الله تعالى ليلة النصف من شعبان فيغفر لكل مسلم الا  
 لمشرك او مشاكك او قاطع رحم واسراة تبغى بفرجها فليبراجع سندوه في



دونوں صورتوں کو مستحکم ہو پس دونوں کو نقل کر دیا اور عبدالرزاق کی روایت سے مصنف میں اور حسن بن  
 علی خلال حلوانی کی اور ابن ماجہ قزوینی اور بیہقی کی شعبہ بالایمان میں اور مزنی کی تہذیب الکمال میں ابو بکر بن ابی  
 سعید انہوں نے روایت کی ابراہیم بن محمد سے کہ وہ ابن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب میں انہوں نے  
 معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے چچا علی بن ابی طالب  
 سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے جبکہ نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو تم رات کو قیام کرو اور  
 اور اس کی صبح کو روزہ رکھو اس لئے کہ خدا عزوجل اس رات میں غروب آفتاب کے وقت سے دنیا کے آسمان کی  
 طرف نزول فرماتا ہے پہر کہتا ہے کیا نہیں کوئی مغفرت کا طلب کرنے والا کہ میں اس کو بخش دوں کیا نہیں کوئی  
 توبہ کرنے والا کہ میں اس کو سہرا ہائی کروں کیا نہیں کوئی سعیت زدہ کہ میں اس کو نجات دوں کیا نہیں کوئی روزی  
 طلب کرنے والا کہ میں اس کو روزی دوں کیا نہیں کوئی سوال کرنے والا کہ میں اس کو عطا کروں کیا نہیں کوئی  
 ایسا کیا نہیں کوئی ایسا یہاں تک کہ فجر طلوع ہوا اور اس کو ضعیف کہا گیا ہے ابو بکر بن عبداللہ بن محمد  
 بن ابوسبرہ مدنی کے سب سے اور ابوسبرہ حدیث وضع کرنے کا طعن کیا گیا ہے اور ظاہر طعن مذکور  
 اسی قسم کی حدیث کی وجہ سے ہے اور مخفی نہیں ہے کہ اس حدیث کے بہت شواہد ہیں ابو بکر و عائشہ و معاذ و ابی  
 و ابن عمر و ابو موسیٰ و عثمان بن ابوالعاص و راشد بن سعد و ابوسبرہ سے اور بہت سے ثقہ لوگوں پر بھی طعن کیا  
 گیا ہے احادیث صفات میں اور ابو بکر کے قاضی اور مدینہ کے مفتی پر قاضی عراق تھے ابو یوسف فقہ سے پہلے  
 بہت سے احادیث کے راوی تھے جلیل القدر صحابہ کی اولاد سے اور منصور نے مالک سے پوچھا اولیٰ من شایعہ کو جو مدینہ میں باقی  
 رہے تھے پس کہا انہوں نے کہ ابن ابی ذئب و ابن ابی سلمہ و ابن ابی سبرہ اور عبداللہ بن جریر کہ ابو بکر سے روایت  
 حدیث مالک تھی اور عصب بن زبیری کا قول ہے کہ وہ ملائی قریش سے تھے اور ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ بہت علم و عہد  
 حدیث و روایت والے تھے اور آجری نے ان کو باب میں ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے کہ مدینہ تھی اور ابوالقاسم بیہقی کی روایت  
 کتاب تغیب تہذیب میں علی سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں نزول فرماتا ہے پس ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے  
 ہر شرک و کینہ در کو اور قرابت توڑنے والے کو اور کشتن کو پس اس حدیث کی سند کی طرف رجوع کرنا چاہیے



حديث الإمام جعفر الصادق عن أبيه الإمام محمد الباقر عن الصحابي الجليل  
 جابر عند خلائق في حجة الوداع وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده أن اعتم  
 به كتاب الله وأنتم تسئلون عني فما أنتم قائلون قالوا نشهد أن قد بلغت  
 وأدبت ونصحت فقال باصبعه الصبابة يرفعها إلى السماء وينكتها إلى الناس  
 اللهم أشهد ثلاث مرّات وهو من أشهر حديث صحيح أكب الحفاظ لا يقاط  
 تن روايته في كتب الأصفيين ولا بن أبي شيبة فابن ماجة بسند صحيح على  
 شرط الأئمة الستة عن أبي هريرة دفعه الميث تحضره الملائكة فإذا  
 كان الرجل صالحا قالوا أخرجي أيتها النفس الطيبة كانت في الجسد  
 الطيب أخرجي حميدة وأبشري بروح وريحان ورب غير غضبان فلا  
 يزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يجرى بها إلى السماء فتنفق لها فيقال  
 من هذا فيقولون فلا فيقال مرحبا بالنفس الطيبة كانت في الجسد  
 الطيب أدخل حميدة وأبشري بروح وريحان ورب غير غضبان فلا  
 يزال يقال لها ذلك حتى ينقعه بها إلى السماء التي فيها الله تبارك وتعالى والحمد  
 للذي لا يبي في الكفى بسند كل الرواية فيه ثقات عن الحسن قال أني لفي حلقة  
 على أذ جاءت الطيبة من دار عثمان فرأيت رافعا يديه إلى السماء وهو  
 يقول اللهم أني أبرأ إليك من دم عثمان ولا بن أبي شيبة في مصنفه بشرط  
 الأئمة الستة عن ابن عمر في قصة وفاة صلى الله عليه وآله وسلم في غيبة  
 أبي بكر ثم حجبه وصورة بغيره وهو يقول ما مات رسول الله صلى الله  
 عليه وآله وسلم ثم أتى المنبر فصعد فحمد الله وأثنى عليه ثم قال يا أيها الناس  
 إن كان محمد صلى الله عليه وسلم الحكم الذي تعبدون فإن محمد أقدم مات



اور امام جعفر صادق کی حدیث میں ہے کہ جبکہ اوہ ہونے اپنے باب امام محمد باقر سے اوہ ہونے صحابی جلیل القدر  
 جابر سے روایت کیا ہے حجۃ الوداع کے وقت بڑے مجمع کے سامنے ان لفظوں سے دعا اور بیشک سے تم میں وہ شے  
 چھوڑی ہے کہ تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اگر تم خدا کو مطلوب کر لیا خدا کی کتاب اور اسے سوال کیا جائے گا  
 میری بابت پس تم کیا کہنے والے ہو سہیون نے کہا کہ تم کو اہی دیتے ہیں کہ اپنے بیشک پہنچا دیا اور حق ادا کر دیا اور  
 نصیحت کی پس فرمایا حضرت نے اپنی شہادت کی اور نگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور اب اس کو حرکت دیتے  
 تھے لوگوں کی طرف اسے خدا تو گواہ رہے میں مرتبہ اور یہ شہرہ ترجمہ حدیث ہے کہ جس کی روایت کرنے پر کتب  
 صحیح میں بیدار منہ حفاظ حدیث چمک پڑے میں بکھر بخاری کے اسوجہ سے کہ یہ حدیث بخاری کی شرط کے  
 موافق نہیں واقع ہوئی کہ جبکہ بخاری نے اپنے صحیح میں اعتبار کیا ہے اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے  
 پیر ابن ماجہ کی بسند صحیح ائمہ معامستہ کی شرط پر ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ بیت کے پاس فرشتے حاضر ہو  
 رہے ہیں پس اگر وہ نیک مرد تھا تو کہتے ہیں کل نواسے پاکیزہ جان کہ پاک بدن میں تھی نکل تو محمود ہو کر اور بشارت  
 لے خوشی و خوشبو و پروردگار غیر غضبناک کی پس برابر اس کو یون ہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے  
 پیر آسمان کی طرف اس کو چڑھایا جاتا ہے پس دروازے اس کے لئے کھولے جاتے ہیں پس کہا جاتا ہے کہ یہ  
 کون شخص سے پس فرشتے کہتے ہیں کہ فلان شخص ہے پیر کہا جاتا ہے فراخی ہو جو پاکیزہ جان کو کہہ رہے تھے  
 پاک بدن میں داخل ہوئے رفیقے ساتھ اور بشارت سے راحت و خوشبو و پروردگار غیر غضبناک کی پس برابر اس کو  
 یون ہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو پوچھا جاتا ہے اوس آسمان تک کہ ہمیں حق تبارک و تعالیٰ ہے آخر حدیث  
 اور دولاہی کی روایت ہے کہ میں اسے سند سے کہ اوس میں سب دی ثقیل میں امام حسن کو کہا اوہ ہونے کہ میں علیؑ کے  
 مجمع میں تھا کہ یکایک عثمان کے مکان سے ایلانہ کی آواز آئی پس میں نے علیؑ کو دیکھا کہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہہ رہے تھے  
 کہ ای خدا میں تیری سامنے میری کرتا ہوں عثمان کو خون سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ مصنف میں ائمہ ستہ کی شرط میں ابن عمر سے  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو قصہ میں ابو بکر کے غائب ہو چر اس کے آئے اور عمر کے پاس کزیر کی باب میں جبکہ عمر کہہ رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نہیں پائی پھر ابو بکر نے کہا میں نے اس کو اور دوسرے کو خدا کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا ای لو کہ اگر تیرے صلوات ہزار امیوں کی جی نہ بند کی کہ تو بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم



وإن كان أظلم الله الذي في السماء فإن الحكم لم يمت أم حديث ولعثمان الدارمي  
 في الرد على بشر المريسي وابن أبي حاتم والبيهقي في الاسماء والصفات عن  
 أنه من يجرؤ فاستوقفته فوقف يحد ثها فقال له رجل يا أمير المؤمنين جئت  
 الناس على هذه الحوزة فقال ويلك أتدري من هذا هذه امرأة سمع الله  
 شكوتها من فوق سبع سموات هذا ه خولة التي أنزل الله فيها قد سمع الله  
 قول التي تجادلك في زوجها وتشتكي إلى الله والله يفرزها في مقتل عمر  
 عن عبد الرحمن بن عوف أنه لما أخذ البيعة لعثمان وبايعه الناس وفهرأه  
 إلى سقف المسجد وقال اللهم أشهد ولعبد الله بن أحمد وابن المنذر  
 والطبراني واللالكائي والبيهقي وابن عبد البر وأبي عمر الطلمنكي وأبي أحمد  
 الغسال وغيرهم عن ابن مسعود قال ما بين السماء القصوى والكرسي خمسة  
 عام وما بين الكرسي والماء كذلك والعرش فوق الماء والله فوق العرش  
 وأخرجه البخاري في الرد على الجهمية بلفظ قال ابن مسعود في قوله تعالى  
 ثم استوى على العرش قال العرش على الماء والله فوق العرش والآن  
 صحيحان زوها مرفوعان حكما والأخبار والآثار في الباب عن أهل بيت النبوة  
 والأصحاب لا يقد ولا يقيموا الكتب الإلهية السابقة فملوة من إثبات الجمة  
 الفائقة وكذا كلام الأنبياء والمتقدمين وأدعيتهم أقول ومن الله  
 التوفيق وبيده أفضته التحقيق أن المصنف قد في هذا القول عدة إجاد  
 أثبت بها أن الجمة الفائقة ثابت لله تعالى عن ذلك علوا كبيرا وحكم بأن  
 الكتب الإلهية السابقة وكلام الأنبياء المتقدمين (يعني بذلك أحاديثهم)  
 أيضا ملوة من إثبات الجمة الفائقة لله تعالى وقد أشبعنا الكلام في رد القول



اور اگر تمہارا معبود جو کہ آسمان میں ہے پس تحقیق تمہارا معبود نہیں مگر آخر خدایت تک در عثمان داری کی روایت پر ہند  
 مری کی روایت اور ابن ابی حاتم و بیہقی کی اسما و انصاف میں عرش سے کہ وہ ایک بڑھیکے پاس گزری پس اس نے آگے بڑھ کر  
 آپ پر کہے اوس سیات کرنا پس اودن سے ایک سے کہے کہ اسی امیر المؤمنین آپ نے لوگوں کو روک رکھا اس بڑھیکے کی وجہ سے  
 پس انہوں نے کہا کہ تیری خرابی ہو گیا تو جانتا ہے کہ یہ کون عورت ہے یہ وہ عورت ہے کہ عیسیٰ... شکایت کو خدا نے سن لیا تھا  
 آسمانوں کی اور پر یہ عورت خولہ ہے کہ جس کے باب میں خدا نے نازل فرمایا کہ تحقیق خدا نے سن لیا کلام اوس عورت کا کہ جو تجھے جکڑا  
 کرتی ہو اپنے شوہر کے باب میں اور خدا کی طرف شکوہ پیش کرتی ہے اور وہی کی روایت ہے اوس کے جزین عمر کے قتل میں  
 عبدالرحمن بن عوف سے کہ جب عمر نے لوگوں سے عثمان کے واسطے بیعت لی اور لوگ اودن سے بیعت کر چکے تو  
 عمر نے اپنا سر مسجد کی چیت کی طرف اٹھایا اور کہا کہ اے خدا تو گواہ رہ اور علیہ السلام ابن ابی حاتم و بیہقی کی روایت ہے کہ  
 ولا کمالی و بیہقی و ابن عبد البر و ابو عمر و فلکی و ابو احمد و صالح و غیر ہم کی روایت ہے ابن اسود سے کہ کہا  
 انہوں نے کہ ساتوین آسمان اور کرسی کے درمیان پانسو برس کی مسافت ہے اور کرسی اور پانی کے درمیان  
 ہی اس قدر فاصلہ ہے اور عرش پانی کے اوپر ہے اور خدا عرش کے اوپر ہے اور اس کو  
 بخاری نے جہیہ کے روایت میں اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ کہا ابن اسود نے حق تعالیٰ کے  
 قول (ثم استوی علی العرش) کی تفسیر میں کہا کہ عرش پانی پر ہے اور خدا عرش پر ہے اور یہ دونوں اثر  
 صحیح ہیں اور دونوں حکام رفوع ہیں اور حنیبار و آثار اسباب میں اہلبیت نبوت و اصحاب  
 سے ہمیشہ ماروبے حد ہیں اور کتب الیہ سابقہ اثبات جہتہ فائزہ سے مالا مال ہیں اور  
 اس طرح پہلے انبیاء کا کلام اور انکی دعائیں انتہی میں کہبت مہون اور خدا ہی  
 سے توفیق ہے اور اوسیکے ہاتھ میں تحقیق کی باگین ہیں کہ مصنف نے اس قول  
 میں چند حدیثیں ذکر کی ہیں کہ جن سے جہت فوق حق تعالیٰ کے لئے ثابت کی ہے  
 اور وہ اس سے پاک ہے بہت پاک ہونا اور حکم نکایا ہے کہ کتب الیہ سابقہ اور اس طرح  
 کلام انبیاء سے یقین کا سیغہ انکی حدیثیں ہی اثبات جہت سے مالا مال ہیں اور یہ قول الحق دوین ملای محقق کے



القول السابق ذكره لا قائل الكثرة للعلماء المحققين في ابطال الجهة واثبتتنا ان  
 خطبات علي رضي الله عنه وكلام الامام جعفر الصادق الذي نقلها المصنف  
 من الرسالة القشيرية ايضا دالة على تنزيهه تعالى عن الجهات ولما استدلل  
 المصنف على اثبات الجهة في هذا القول بالا حاديث المذكورة وجب علينا  
 ان ننظر فيها ونبين فساد ما زعمه وفهم منها اما تمسكه بحديث عبيد بن الملك  
 عن علي رضي الله عنه قال حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربه عز وجل قال  
 وعزتي وجلالي وادفعني فوق عرشى الحديث فليس فيه ما يثبت دعونه  
 لان فوقية تعالى على العرش وتحوله عن الكراهة الى الجهة وبالعكس لما  
 منه ما يليق بشانه تعالى لان الفوقية الحقيقة انما تكون للجسم بالنسبة  
 الى جسم اخر والله تعالى مقدس عن كونه جسا او جسمانيا فالفوقية لله تعالى  
 على عرشه تكون على خلاف الحقيقة لاحالة اثبات الجهة من هذا الحديث  
 ليس بصحيح واما تمسكه بحديث علي رضي الله عنه الذي في اخوه مشفوعات  
 معلقات بالعرش ما بينهما وبين الله حجاب فهو ايضا غير مثبت لدعواه لان  
 الله تعالى ليس محجوب عن شيء ولا شيء محجوب عنه بالمعنى الذي يحجب جسم  
 عن جسم وانما حجابها ايضا يكون مناسبا له تعالى فلا ممانع لاثبات الجهة له  
 تعالى بهذا الحديث ايضا واما تمسكه بحديث الحارث عن علي قال كل دعاء  
 محجوب عن السماء حتى يصل على محمد وعلى آل محمد فبعد تسليم الصحة لا يدل  
 على مراد لان صعود الدعاء الى السماء وكونه محجوبا عنه ليس من جنس  
 صعود الجسم الى الجسم فالمراد منه ليس معناه الحقيقة ولما كان كذلك فلا  
 دلالة فيه على اثبات الجهة واما تمسكه بحديث صلوة علي بعد زوال



اقوال ابطال جہت میں کثرت سے نقل کر دئے ہیں اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علیؑ کے خطبے اور امام جعفر صادق کا کلام بھی کہ جب کو مصنف نے نہ حالہ تشبیہ سے نقل کیا ہے حق تعالیٰ کے جہت سے پاک ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور جب کہ مصنف اس قول میں اثبات جہت پر احادیث مذکورہ سے دلیل لایا ہے تو ہم پر واجب ہوا کہ اداں حدیثوں میں ناہم نظر کریں اور جو کچھ اداں سے مصنف نے سمجھا ہے اوسکا فائدہ بیان کر دیں لیکن دلیل لانا مصنف کا عمر بن الملک کی روایت سے جسکو ہم نے علیؑ سے باین لفظ روایت کیا ہے کہ فرمایا علیؑ نے کہ بیان کیا ہے مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی طرف سے کہ تم ہے اپنی عزت و جلال کی اور اسے بلند ہو نیکی عرش پر تا آخر حدیث پس اس حدیث میں کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ جس سے مصنف کا دعویٰ ثابت ہوا سئلے کہ حقائق کا عرش پر ہونا اور اوسکا کراہت سے رحمت کی طرف اور رحمت سے عذاب کی طرف لوٹنا اس سے مراد وہ مصنف ہے کہ جو حق تعالیٰ کی شان کے مناسب سئلے کہ حقیقتہً اداں پر ہونا جسم کی صفت ہے بہ نسبت دوسرے جسم کے اور حق تعالیٰ جسم یا جسمانی ہونے سے پاک ہے پس حقائق کا عرش پر ہونا لامحالہ حقیقتہً معنی کے لحاظ سے نہیں ہے پس اس حدیث سے جہت کا ثابت کرنا غیر صحیح ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث علیؑ سے کہ جسکے آخر میں ہے مقبول الشفاعۃ عرش پر متعلق ہیں اداں کے اور خدا کے درمیان پر وہ نہیں ہے پس یہ حدیث بھی دعویٰ مصنف کی مثبت نہیں ہے اسلئے کہ نہ حق تعالیٰ کسی شے سے مجبور ہے اور نہ کوئی شے اداں سے مجبور ہے معنی حجاب ایک جسم کے دوسرے جسم سے بلکہ حجاب حق تعالیٰ کا بھی اداں کی مناسب ہوگا پس اس حدیث سے بھی اثبات جہت کی گنجائش نہیں ہے لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث حارث سے کہ کہا علیؑ نے کہ دعا مجھ سے ہے آسمان سے یہاں تک کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھا جائے پس بعد تسلیم کرنے اسکی صحت کے دعا پر دلالت نہیں کرتی ہوا سئلے کہ دعا کا آسمان پر چڑھنا اور حق تعالیٰ سے حجاب میں رہنا ایک جسم کو دوسرے جسم کی طرف چڑھنے کی جنس سے نہیں ہے پس اس سے مراد حقیقی معنی نہیں ہیں پس اس حدیث میں بھی اثبات جہت پر دلالت نہیں ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا علیؑ کی نماز کی حدیث سے بعد زوال



الشمس الذي في آخره فاحب ان يرفع الى الله عمل فيه ايضا ما صرفه  
 قبله لان العمل ليس بجسم ولا جسماني فالمراد برفعه الى الله ليس على المعنى  
 الحقيقي بل المراد منه ما يليق بشانه تعالى واما تمسكه بحديث علي قال يا حمزة  
 القرآن اعملوبه الذي في آخره اولئك لا يصعد اعمالهم في مجالسهم تلك  
 الى الله فهذا ايضا لا يجدي به نفع لان رفع الاعمال الى الله تعالى ليس بالمعنى  
 الذي يكون لرفع جسم الى جسم ولما لم يكن كذلك فكيف يصلح لاثبات الجهة  
 الفارقة لله تعالى عن ذلك لان الجهة لا يكون الا للجسم والله تعالى مقدس  
 عنه واما تمسكه بحديث الخم فهو ايضا لا يفيد لان كتب الله ليس بجسم  
 يكون له طرفان احدهما في يد الله تعالى وثانيهما في ايدينا فالمعنى الرابع  
 ليس على الحقيقة وايضا ليس فيه شيء يدل على جهة العلو فكيف يتمسك به  
 على اثباتها واما ما في شاهده جبل حمود ما بين السماء والارض فهو مبني على  
 التجوز كما لا يخفى على الماهرين بلغات العرب واما تمسكه بحديث السوا عند  
 كل صلوة الذي في وسطه اذ مضى ثلث الليل الاول هبط الله تعالى الى السماء  
 الدنيا فلم ينزل هناك حتى يطالع الفجر الحديث فليس بمفيد له لان هبوطه  
 تعالى وكذلك نزوله واستوائه وغيرها مما يدل بظاهره على كونه تعالى  
 جسما او جسما نيا فنصروف عن المعنى الحقيقي بادلته العقل والنقل واثبات  
 الجهة من هابط ومن حملها على حقايقها خرب القتاد وقد علم منه ما هو جوابنا  
 عن متمسكاته التي بعده فيها ذكر نزوله تعالى الى السماء الدنيا في ليلة النصف  
 من شعبان واما تمسكه بحديث جابر رضي الله عنه في حجة الوداع الذي في  
 آخره فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس الحديث فلا يستقيم



افتاب کے کہ جسکے آخر میں ہے پس دوست رکھتا ہوں میں یہ کہ خدا کی طرف میری کوئی عمل ادھایا جائے پس اس میں  
 بھی وہی کلام ہے جو پہلی حدیث میں ہے اسلئے کہ عمل نہ جسم ہے نہ جسمانی پس مراد عمل کے ادھانے سے طرف حق کے  
 معنی حقیقی یعنی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ حالت ہے کہ جو نشان حق تعالیٰ کے لائق ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا  
 حدیث علی سے کہ اسی قدر ان کے ادھانیا تو قرن پر عمل کر دے جسکے آخر میں ہے ان لوگوں کے اعمال انکی مجلسوں میں خدا کی طرف  
 نہیں چڑھتے ہیں پس یہ حدیث مصنف کو مفید نہیں ہے اسلئے کہ اعمال کا خدا کی طرف چڑھنا اس معنی میں نہیں ہے کہ جو  
 ایک جسم کو دوسرے جسم کی طرف ادھانے میں ہوتا ہے اور جیسا کہ نہیں ہے پس کیونکر اثبات جہت کی صلاح ہوگی  
 اسلئے کہ جہت جسم ہی کا خاصہ ہے اور حق تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث غم سے وہ بھی غیر  
 مفید ہے اسلئے کہ کتاب اللہ تعالیٰ کی جسم نہیں ہے کہ جسکے دو کنارے ہوں ایک خدا کے ہاتھ میں اور دوسرے  
 ہمارے ہاتھوں میں پس اس سے مراد بھی معنی حقیقی نہیں ہیں اور نیز اس حدیث میں کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جو جہت  
 مطلوب دلالت کرے پس اس سے اثبات جہت پر کیونکر تمسک کیا جائے اور اسلئے خاصہ میں جو لفظ حمل محدودا میں  
 السما والارض مذکور ہے پس اسکی بنا مجاز پر ہے جیسا کہ لغت عرب کے ماہرین پہنچتی نہیں ہے لیکن دلیل لانا مصنف کا  
 حدیث مسواک سے نزدیک ہر خانہ کے کہ جسکے درمیان مذکور ہے کہ جب رات کا ثلث اول گزر جاتا ہے تو حق تعالیٰ  
 نیچے کے آسمان کی طرف اترتا ہے پس طلوع فجر تک برابر نہیں رہتا ہے تا آخر حدیث پس مصنف کو مفید نہیں ہے اسلئے  
 کہ حق تعالیٰ کا ہیوٹا اور اسطرح اور مکان نزول و استوار وغیرہ کہ جو ظاہر معنی کے لفاظ سے حق تعالیٰ کے جسم یا جسمانی  
 ہونے پر دال ہیں پس یہ تمام لفاظ اپنے معانی حقیقیہ سے پیڑے ہوئے ہیں عقل و نقل کی دلیلیوں سے اور ان  
 نقلوں سے بدون انکے معانی حقیقیہ مراد لینے کے جہت ثابت کرنا نہایت دشوار ہے اور اسی  
 بیان سے معلوم ہو گیا جو کچھ ہمارا جواب مصنف کے آون دلائل سے ہے کہ جو اس کے بعد مذکور ہیں اور  
 آون میں نصف شعبان کی رات میں صبا و دنیا کی طرف حق تعالیٰ کے نزول فرماتے کا ذکر ہے  
 اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث ہارث سے جو الوداع میں کہ جسکے آخر میں ہے پس فرمایا اپنی انگشت ٹپھاتا  
 کہ آسمان کی طرف ادھاتا اور لوگوں کی طرف اوٹکو حرکت دیتے تھے تا آخر حدیث پس نا درستی ہے



لأن رفع السبابة إلى السماء إنما هو للاشارة إلى عظمة الله تعالى ورفع منزلها  
 منزلة البعد المكاني كما قيل في تفسير قوله تعالى ذلك الكتاب لا ييب فيه شيء  
 مبني على التجوز بدلالة العقل والنقل وأما تمسكه بحديث أبي هريرة رضي الله  
 عنه الميث تحضره الملائكة الذي <sup>يترادف</sup> يقال لها ذلك حتى ينتهي بها إلى  
 السماء التي فيها الله تبارك وتعالى الحديث فهو يظلمه والمكان يومها إلى ما  
 زعمه الكثر الجواب عنه هو الجواب عن مثل قوله تعالى أم كنتم من في السماء كما  
 قاله المصنف أيضا في بيان قول الإمام جعفر الصادق المذكور قبله فليراجع  
 وأما تمسكه بحديث المحسن أني لفي حلقة على أن قال غرايته رافعا يديه  
 إلى السماء وهو يقول الحديث فليس فيه من ثبوت الجهة بشيء لأن رفع  
 الأيدي إلى السماء في الدعاء كما هو مسنون للاشارة إلى عظمة الله تعالى  
 تنزيلا لها منزلة البعد المكاني تجوزا والاهوت تعالى منزله عن الاشارة  
 اليه وكونه في الجهات وأما تمسكه بحديث قصة الوفاة الذي في آخره  
 وإن كان الحكم الذي في السماء الحديث فجوابه ما مر في حديث الميث  
 وأما تمسكه بحديث عمر أنه يرى جوزة الذي فيه سمع الله شكونها من فوق  
 سبع سموات الحديث فهو ممنوع كوز الحديث مصروف عن الظاهر لأن  
 الفوقية الحقيقية من صفات الأجسام والله تعالى منزله عنها فالمراد بها ما يليق  
 به وأما تمسكه بحديث رفع رأسه إلى سقف المسجد فهو مدفوع بان رفع  
 الرأس للاشارة إلى عظمة الله تعالى ورفعته تجوزا كما مر في نظائره وأما  
 تمسكه بحديث ابن مسعود رضي الله عنه قال ما بين السماء القصوى  
 والكرسي خمس مائة عام الذي في آخره والله فوق العرش وهو أيضا مدفوع



اسلئے کہ ہشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھانا حق تعالیٰ کی عظمت و رفعت کی طرف اشارہ کے واسطے تھا اور اسکو  
 قائم مقام بعد مکانی کے قرار دیکر جیسا کہ حق تعالیٰ کے قول **وَذَلَّلْنَا الْكُتَابَ لِذِي بَالٍ** کی تفسیر میں کہا گیا ہے پہر یہ اشارہ ہی عقل  
 و نقل کی دلالت سے مجاز پر مبنی ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا ابو ہریرہ کی اس حدیث سے کہ **میت سے**  
**پس فرشتے حاضر ہوتے ہیں جس کے آخر میں ہے** (پس برابر اور اسکو بھی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اسکو پہنچایا  
 جاتا ہے اور آسمان تک کہ جس میں خدا ہے تبارک و تعالیٰ سے آخر حدیث تک پس یہ حدیث اگرچہ بظاہر مصنف  
 کے دعویٰ کے موافق ہے لیکن اسکا جواب یہی ہے کہ جو جواب مثل قول حق تعالیٰ **(وَأَنْتُمْ مَرْفُوعٌ فِي السَّمَاءِ)** سے دیا جاتا ہے  
 چنانچہ مصنف نے بھی اسکو قول امام مغیرہ صاوق کے بیان میں جو اس سے پہلے گزر چکا ہے بیان کیا ہے پس چاہئے کہ  
 طرف رجوع کیا جائے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث حسن سے کہ میں علی کی جماعت میں تھا یہاں تک کہ کہا پس میں نے اسکو  
 دیکھا ویکھا کہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فرماتے ہیں آخر حدیث تک پس اس میں بھی ثبوت جہت کا اصلاح نہیں ہے اسلئے کہ دعا  
 میں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھانا جیسا کہ مسنون ہے عظمت خدا کی طرف اشارہ کرنے کی واسطے ہے اور اسکو مستزاد بعد مکانی کے قرار  
 دیکر مجازاً و نہ پس حق تعالیٰ پاک ہے شار الیہ ہونے اور جہات میں ہونے سے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا قصہ وفات بنی مسلمہ  
 کی حدیث سے کہ جسکے آخر میں ہے اور اگر تمہارا محبوب و تمہارا جو کہ آسمان میں ہے آخر حدیث تک پس اسکا جواب وہی ہے جو  
 میت کی حدیث میں گزرا اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حدیث عمر سے کہ وہ ایک بڑے بڑے حسین و زیور سے کہ سن لیا  
 خدا نے اسکی شکایت کو سات آسمانوں کے اوپر سے تا آخر حدیث پس غیر مسلم ہے بسبب ہونے اس حدیث کے پیری بونی  
 اپنے ظاہر معنی سے اسلئے کہ حقیقتاً اوپر ہونا اجسام کی صفات میں سے ہے اور حق تعالیٰ صفات اجسام سے پاک ہے پس مراد تو  
 سے وہ ہے کہ جو شان الہی کے لائق ہے اور لیکن دلیل لانا مصنف کا حضرت عمر کے سر اٹھانے سے سقف مسجد  
 کی طرف پس وہ بھی دفع کیا گیا ہے باین طور کہ سر کو اٹھانا محض اخذ کی عظمت و رفعت کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے  
 تھا جیسا کہ اس حدیث کے نظائر میں گزرا اور لیکن دلیل لانا مصنف کا ابن مسعود کی حدیث سے  
 کہ کہا اوہوں نے کہ ساتوین آسمان اور کرسی کے درمیان پانسو برس کی مسافت ہے جس کے  
 آخر میں ہے اور خدا عرش کے اوپر ہے پس اس حدیث کا جواب بھی گزر چکا ہے اور



بما صرحوا بحكمه بعد الاستدلال بهذه الأحاديث بان الأخبار والآثار في  
الباب عن أهل بيت النبوة والآصحب لا تعد ولا تحصى والكتاب الهيبة  
السابقة فملوة من اثبات الجهة الفائقة وكذا أكلام الأنبياء المتقدمين  
وإدعيتهم انتفى فيتضمن عدة دعاوى الأول أن الأحاديث والآخبار والآثار  
التي لا تعد ولا تحصى دالة على اثبات الجهة لله تعالى الثاني أن الكتاب  
الالهيبة السابقة أيضا ملوة منه الثالث أنهما موجودة إلى الآن لأن  
الدعوى الثاني قضية موجبة والموجبة لا بد لها من وجود الموضوع  
وأيضا فيصرح بذلك فيما سيأتي في هذا الكتاب الرابع أن الأحاديث  
للأنبياء المتقدمين أيضا وإدعيتهم ملوة منه الخامس أنها موجودة  
بالطرق الصحيحة التي يصلح الحديث بها للاستدلال والكل باطل وأما الأول  
فلأن كلما استدلل به على كونه تعالى في الجهة الفائقة أو يدل على ثبوت  
صفة من صفات الأجسام له تعالى عن ذلك علوا كبيرا فهو ما دل مصروف  
عن ظاهر معناه بالكتاب والسنة واجماع الأمة ودالة العقل والنقل و  
يعاضده ما قال في الملل والنحل أن السلف من أصحاب الحديث لما راؤ توغل  
المعتزلة في علم الكلام ومخالفة السنة التي عهدوها من الأئمة الراشدين  
ونصرهم جماعة من اصحاب بني أمية على قولهم بالقدر وجماعة من خلفاء بني عباس  
على قولهم بنفي الصفات وخلق القرآن تحيروا في تقرير مذهب أهل السنة والجماعة  
في مثلها فتأيت الكتب والآخبار والنبي عليه السلام فاما أحمد بن حنبل وداود  
بن علي الأصغر وجماعة من أئمة السلف فحجروا على من هاج السلف المتقدمين علمهم  
من أصحاب الحديث مثل مالك بن أنس ومقاتل بن سليمان وسليمان بن أبي ربيعة



لیکن حکم کرنا مصنف کا ان حدیثوں سے دلیل لانے کے بعد باہرین طور کہ اخبار و آثار اس باب میں طبیعت نبوت و اصحاب سے بے شمار و حید ہیں اور کتب الہیہ سابقہ اثبات جہت سے الامال ہیں اور اس طرح کلام انبیاء سے سابقین کا اور انکی دعائیں انتہی پس یہ حکم چند و محدود پر مثال ہے پہلا دعویٰ یہ کہ احادیث و اخبار و آثار حید و بے شمار اثبات جہت پر دال ہیں دوسرا دعویٰ یہ کہ کتب الہیہ سابقہ ہی اس سے الامال میں تیسرا دعویٰ یہ کہ کتب سابقہ اب بھی موجود ہیں اس لئے کہ دوسرا دعویٰ قضیہ موجب ہے اور موجب کے واسطے وجود موضوع ضروری ہے اور نیز مصنف نے اس دعویٰ کی تصریح یہی کی ہے اس کتاب میں جیسا کہ آئندہ آنگاہ چوتھا دعویٰ یہ کہ ابنائے سابقین کی حدیثیں اور دعائیں ہی اس سے الامال ہیں پانچواں دعویٰ یہ کہ پہلے بنیوں کی حدیثیں ہی ایسے طرق صحیحہ کے ساتھ موجود ہیں کہ جن کے وجہ سے حدیث لائق ہتدلال ہوتی ہے اور یہ سب دعویٰ باطل ہیں لیکن بطان اول کا پس اس وجہ سے ہے کہ جس قدر آیات و احادیث کہ ان سے خدا کے جہت فائقہ میں ہونے پر دلیل لائی جاتی ہے یا ان سے صفات جسم میں سے کسی صفت کا ثبوت حق تعالیٰ کے لئے مفہوم ہوتا ہے پس وہ اپنے ظاہری معنی سے مآول اور پہری ہوئی ہیں بدلیل کتاب و سنت و اجماع امت و دلائل عقلیہ و نقلیہ اور اس کی تائید کرتا ہے جو کہ ظل و ظل میں کہتا ہے کہ محدثین سلف نے جبکہ معتزلہ کا توغل علم کلام میں اور اس طریقہ کے مخالفت میں دیکھا کہ جسکو اوہنواں نے ائمہ راشدین سے معلوم کیا تھا اور امر اسے بنی امیہ کی جماعت نے معتزلہ کو بد و دیاد کے قدر کے قابل ہونے پر اور خلفائے بنی العباس سے انکی تائید کی ان کے نفی صفات و خلق قرآن کے قول میں پس وہ محدثین حیران ہو گئے مذہب اہل سنت و الجماعت کے ثابت کرنے میں آیات و احادیث تشابہات کے باب میں پس امام احمد بن حنبل و دارودین علی اصغر ہمالی اور ایک جماعت ائمہ سلف کی اپنے سے پہلے محدثین کے مسلک پر یہی مثل مالک بن انس و مقابل بن سلیمان کے اور سلامتی کی راہ پر چلے



فقالوا نؤمن بما ورد به الكتب والسنة ولا نتعرض للتأويل بعد ان نعلم قطعاً  
 ان الله تعالى لا يشبه شيئاً من المخلوقات وان كلما يمثل في الوهم فانه خالقه ومقدره  
 وكانوا يحترزون عن التشبيه الى غاية قالوا من حرك يده عند قراءة خلقت  
 بيدي واشار باصبعه عند روايته قلب المؤمن بين اصبعين من اصابع  
 الرحمن وجب قطع يده وقطع اصبعه وقالوا انما توقفنا في تفسير الآية وتأويلها  
 لامرير احدهما المنع الوارد في قوله تعالى فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ  
 مَا تَشَاءُ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ  
 وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا فنحن نحترز من الزيج و  
 الثاني ان التأويل امر مطلق لا اتفاقاً للقول في صفات بارئ تعالى  
 بالظن غير جائز فيها اقلنا الآية على غير مراد الباري تعالى فوقنا في الزيج  
 بل نقول كما قال الراسخون في العلم كل من عند ربنا امانة بظاهره وصدقنا  
 بباطنه وكلنا علمه الى الله تعالى ولسنا مكلفين بمعرفة ذلك اذ ليس ذلك  
 من شرائط الايمان واركانه واحاط بعضهم اكثر احتياط حتى لم يفسر اليد  
 بالفارسية ولا الوجه ولا الاستواء ولا ما ورد من جنس التأويل اذ احتاج  
 في ذكرها الى عبارة عنها بما ورد لفظاً بلفظ فهذا هو طريق السلامة  
 وليس هو من التشبيه في شيء غير ان جماعة من الشيعة الغالية وجماعة  
 من اصحاب الحديث الحشوية صرحوا بالتشبيه الهشامين من الشيعة ومثل  
 مضروكهم مشرواحهم وغيرهم من اهل الشيعة قالوا معبودهم صور  
 ذات اعضاء وابعاض اما روحانية واما جسمانية ويجوز عليه الانتقال  
 والنزول والصعود والاستقرار والتكمن انما بقدر الحاجة وما قال البيهقي



پس کہا اور ہونے کے ہم ایمان لائے ہیں اور صفات پر کہ جس کے باب میں کتاب سنف وارو ہے بدون تاویل کے بعد اسکے کہ ہم قطعاً جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے اور یہ کہ جو کچھ وہم میں گزرتا ہے پس حق تعالیٰ کے پیدا کرنے اور بربانی سے ہے اور تشبیہ سے یہاں تک بچتے تھے کہ ان کا قول ہے کہ جس نے اپنے ہاتھ کو ہلایا (خلقت بیدی) کی قرأت کے وقت یا اپنی انگلی سے اشارہ کیا وقت کرنے اس حدیث کے دوسروں کا دل چمکن کے دو انگلیوں میں ہے تو ان کے ہاتھ و انگشت کا قطع کرنا واجب ہے اور کہا اور ہونے کے تشابہ کی تفسیر و تاویل سے ہم نے دو وجہ توقف کیا ایک تو مخالفت کے سبب سے جو وارو ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں پس لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے تو وہ قرآن کے تشابہ کے درپے ہو جاتے ہیں طلب منتہ و طلب تاویل کیواسطے حالانکہ ہوسکی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ کہ علم میں ثابت قدم ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے پس ہم کجی سے بچتے ہیں دوسرے اسوجہ سے کہ تاویل ایک ظنی امر ہے سب کے اتفاق سے اور کلام کرنا صفات باری تعالیٰ میں گمان سے ناجائز ہے پس بسا اوقات ہماری تاویل خلاف مراد حق ہو جائیگی پس ہم کجی میں جا پڑینگے بلکہ ہم کہتے ہیں جیسا کہ سخن فی العلم کا قول ہے کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے ہم ایمان لائے اسکے ظاہر پر اور تحقیق کی ہمنے اسکے باطن کی اور اسکا علم ہم نے خدا کو سونپا اور ہمارا اسکی معرفت کے لئے تکلیف شرعی نہیں دئی گئی اسلئے کہ تشابہ کی معرفت ایمان کے شرائط و ارکان میں سے نہیں ہے اور انہیں سے بعض نے اس وجہ احتیاط کی کہ یہ دو وجہ استوار و غیرہ اس خلیس کے الفاظ کا ترجمہ فارسی میں نکلیا بلکہ اگر کسی موقع میں الفاظ مذکور کے بیان کی حاجت ہوتی تو فقط بلفظ جس طرح کہ وارو ہے میں انکو بیان کر دیتے پس یہی سزا سستی کا راستہ ہے اور اس میں تشبیہ کا نام تک نہیں مگر ایک جماعت شیوہ غالبہ نے اور ایک جماعت محدثین جو یہ نے تشبیہ کی تصریح کی ہے جیسے کہ شافعی اور مفسر کوشن و احمد و حمی وغیرہ اہل تشیع کا قول ہے کہ ہمارا مسمود صورت ہے کہ جس کے اعضا و بواطن میں یارو حالی یا جسمانی اور اوسکی خلائ میں انتقال منزل و صعود و استقرار و ممکن جسا نر ہے انتہی بقدر حاجت تاہم جو کہ ہستی سے



في كتب الاعتقاد وأصحاب الحديث فيما ورد به الكتب والسنة من أمثال  
 هذا ولم يتكلم أحد من الصحابة والتابعين في تأويله على قسرين منهم من قبله  
 وأمن به وحمله على وجه يصح استعماله في اللغة ولا يناقض التوحيد وأنه  
 من قبله وأمن به ولم يرأوله وكل علمه إلى الله سبحانه وتعالى وفي الكيفية  
 والتشبيه عنه وقد ذكرنا هاتين الطريقتين في كتاب الاسماء والصفات  
 وما قال المفتي العلامة في التبيين را علم انما ورد في الكتب والسنة من صفات  
 الله تعالى اذا كان ظاهرا للمعنى لا اشكال فيه كالعليم والقدير والمريد والسميع  
 والبصير والمتكلم اعتقدنا كما وردت بابقاء دلالتها على ما هي عليه وان كانت  
 في اصل المعنى مخالفة بين الخالق والمخلوق فان علمنا مثلا عرض حادث قاصو  
 مستفاد من الغير وعلمه تعالى قديم كامل ذاتي الى ان قال فهذه الصفات على  
 ظواهرها من المعاني المخصوصة عند اهل اللسان وان كان مشكلا بالمعنى بوجه  
 ظاهر الحدود كقوله تعالى الرحمن على العرش استوى وأصنع الفلك  
 يا عيننا وبيا بليس مانعك ان تسجد لما خلقت بيدي وجاء ربك وكل من  
 عليها فازويقه وجهه ربك وفي الحديث في دعائه صلى الله عليه وسلم وادبر فقه  
 لذة النظر الى وجهك وينزل ربنا كل ليلة الى السماء الدنيا وغير ذلك ففيه  
 ثلاثة مذاهب احدها ان يوزنها كما جاءت ويفوض المراءى منها الى الله تعالى  
 ولا يفسرها مع تنزيهه على حقيقتها وهذا المذهب السلف واهل الحديث والثاني  
 ان مادها على ما يليق بجلاله تعالى على حسب مواقعها بشرط ان يكون من اهل البيت  
 يكون عارفا بلسان العرب وقواعد الاصول والفروع ذاريا بوضعية العلم وهذه المذهب  
 اكثر الخلف من المتكلمين والمحدثين وبعض السلف وكتب التفسير وغريب



کتاب الاعتقاد میں کہا ہے (اور محدثین ان صفات میں کہ جنگے باب میں کتاب و سنت اس قسم کی وارد ہیں اور صحاح و تالیف میں سے کسی نے ادنیٰ تاویل میں کلام نہیں کیا ہے) دو قسم کے ہیں ایک اونہیں سے وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے متشابہ کو قبول کر لیا اور اوس پر ایمان لے آئے اور اوسکی تاویل ایسی وجہ پر کر دی کہ جبکہ احتمال لغت عرب میں صحیح ہے اور توحید کے مخالف نہیں ہے اور دوسری قسم اونہیں سے وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے متشابہ کو قبول کر لیا اور اوس پر ایمان لے آئے اور اوسکی تاویل کو چھوڑ دیا اور اوسکی تاویل کا علم حق تعالیٰ کی طرف سونپ دیا اور کیفیت تشبیہ کی خدا سے نفی کر دی اور کہنے ان دونوں طریقوں کو کتاب اسما و صفات میں ذکر کیا ہے انتہی تاویل جو کہ وہ مفتی محمد سعید نے تفسیر میں کہا ہے دجانتو کہ بقدر صفات الہیہ کتاب و سنت میں وارد ہے جبکہ ان کے معنی ظاہر ہوں گے انہیں کچھ اشکال نہیں ہوتا ہے جیسے کہ علیم قدیر مرید سید بصیر متکلم انتہی ہمارا اعتقاد ہے جس طرح سے کہ انکا ورود ہوا ہے ساتھ باقی رکھنے ان کے دلالت کے اور اسکے حال پر اگرچہ اصل معنی میں وہ صفات خالق و مخلوق میں مخالفت رکھتے ہیں اس لئے کہ مثلاً ہمارا علم مرض ہے کہ حادث ہے قاصر ہے غیر حاصل ہے اور حق تعالیٰ کا علم قدیم ہے کامل ہے ذاتی ہے (یہی ہے کہ کہا دسین یہ صفات مذکورہ اپنے ظاہری معانی مخصوصہ پر محمول ہیں جس کو اہل لسان جانتے ہیں اور اگر اوس کے معنی میں اشکال ہو کہ جس سے بظاہر حادث کا وہم ہو جیسے کہ قلم حق تعالیٰ کا درجن عرش پرستوی ہوا اور شاکشی کو پوچھ لے انہوں کے سامنے اور اسے ہمیں کچھ کس چیز نے رد کا اوسکو سجدہ کرنے سے کہ جبکہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سے پہا کیا ہے اور یا رب تیرا وہ ہر خشن کنہ میں پر ہے کافی ہے اور ذاتی پر گیا وجہ تیرے رب کا اور حدیث میں نبی معلوم کی دعا میں ہے (اور روزی کر چکوا اپنے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت) اور اود قرآن ہے سب ہمارا ہر بات کو آسان دنیا کی طرف وغیرہ پس ان صفات میں تین مذہب ہیں ایک یہ کہ اپنے راہن لایا جائے جس طرح سے کہ یہ وارد ہوئی ہیں اور ان سے جو کچھ مراد ہے اوسکا علم خدا کو سونپا جائے اور انکی تفسیر نکلا جائے جو پاک بچنے کے حق تعالیٰ کو ان کے حقیقی معنی سے اور یہ مذہب سلف و محدثین کا ہے اور دوسرا یہ کہ انکی تاویل کی جائے ایسے معنی میں کہ جلال الہی کے لائق ہیں یا اعتبار ان کے مواقع کے بشرطیکہ تاویل کر نیوالا اوسکا اہل ہو یا میں لو کہ لسان عرب کے پہچانتا ہو اور اصول و فروع کے قواعد کا ہر موضوع علم میں مترافض ہو اور یہ مذہب اکثر متکلمین و محدثین طوائف و بعض سلف کا ہے اور تفسیر کی کتات میں اور احادیث غریبہ



الاحاديث ملوثة من التاويل والثالث ان يجري على ظواهرها ولا ياول شيئا  
 منها وهو مذهب المشبهة انتهى وما قال الشيخ في الفتوحات في صفحه (٢٥٢) من  
 المجلد الاول (وليعلم ان الآيت المتشابهة انما نزلت ابتداء من الله لعباده فتم  
 بالغ سبحانه في فيضة عبادته في ذلك ونهاهم ان يتبعوا المتشابه بالحكم وان لا يحكموا  
 عليه بشيء فان تاويله لا يعلمه الا الله واما الراسخون في العلم ان علمه في اعلام  
 الله لا يفكرهم واجتهادهم فان الامر اعظم من تستقل العقول بادراكه من غير  
 اخبار الحق فالتسليم اولى واشهد الله رب العالمين انتهى فعلم من هذه النقول ان  
 اجراء المتشابهات على ظواهر معانيها ليس من مذهب اهل السنة والجماعة بل  
 هو من مذهب المشبهة الحشوية وان التاويل امر مظنون بالاجماع ولا حوط تركه  
 الى التسليم وان ترجمتها بلسان اخر غير العربية خلاف الاحتياط لمكان مخافة الوقوع  
 في الزيف فافعله المصنف مترجمتها في الهندية ومن اجرائها على الظواهر ومن اثبات  
 علم التاويل للعلماء بالاستقلال كما يستفاد من تعليقه بان الراسخين في العلم لو لم  
 يكن لهم حظ في علم المتشابه الا ان يقولوا انما به كل من عند ربنا لم يكن لهم فضل  
 على الجاهل لانهم جميعا يقولون ذلك وان الله تعالى لم يستو بين خلقه في العلم بما لا  
 سبيل لاحد من الخلق الى معرفته انتهى كله مخالف لمذهب اهل الحق واهل المعرفة  
 والجواب عن تعليقه الاول ان التسوية بين العلماء لو لم يعلموا التاويل بالقطع وبين الجاهل ممنوع  
 لان الجاهل ليس لهم سبيل الى ان يقولوا كل من عند ربنا الا باتباع العلماء ولا لهم حظ من علم التاويل  
 بخلاف العلماء الراسخين فان لهم ان يعلموا بعلام الله تعالى وان كان على وجه الظن دون  
 القطع واليقين وعن الثاني ان تنزيل المتشابهات ليس للاتباع بها والعمل عليها حتى يبعد الخطأ  
 بها بدون علمها بل انما هو ابتداء من الله سبحانه لعباده بان يؤمنوا بها كما هي رتبة



تاویل سے مالا مال ہیں اور تیسرا یہ کہ جاری کیجا میں اپنے ظاہری معنی پر اور اصلاً اونکی تاویل کیجا ہے اور یہ مذہب مشتبہہ کا ہے انتہی اور جو کہ شیخ اکبر نے فتوح عالم کو صفحہ ۱۵۷ جلد اول میں کہا ہے اور جانتا چائیکہ آیات متشابہات کا نزول ہندوئی بتلوا کیواسطے ہوا ہے پھر حق تعالیٰ نے مبالغہ کیا ہے اسباب میں ہندوئی نصیحت میں اور اونکو منع کیا ہے متشابہہ کی پیروی سے ساتھ حکم کر سنے کے اور یہ کہ نہ حکم کریں متشابہہ پر کسی شے سے اسلئے کہ اونکی تاویل بجز خدا کے کیو معلوم نہیں ہے اور اسلئے فی العلم کو اگر معلوم ہے تو خدا کی تعلیم سے معلوم ہے اونکے فکر و اجتہاد نہیں اسلئے کہ یہ معاملہ عظیم تر ہے اس سے کہ عقول اسکے اور اک میں بغیر انبار الہی کے مستقل ہوں پس خدا ہی کو سونپنا بہتر ہے اور سب تعریف پروردگار عالم کو ہے انتہی پس ان نقول سے معلوم ہو گیا کہ متشابہات جاری کرنا اونکے ظاہری معنی پر اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ مشبہہ حشو کا مذہب ہے اور یہ کہ تاویل امر ظنی ہے باجماع امت اور زیادہ احتیاط اسکو خدا کی طرف سونپنے میں ہے اور یہ کہ متشابہات کا غیر عربی زبان میں ترجمہ کرنا احتیاط کے خلاف ہے بسبب خوف واقع ہونے کے کجی میں پس یہ جو مصنف نے متشابہات کا ترجمہ ہندی زبان میں کیا ہے اور اونکو ظاہری معنی پر جاری کیا ہے اور اونکی تاویل کا علم علما کے لئے بالاستقلال ثابت کیا ہے جیسا کہ مصنف کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے باین طور کہ راہنہ فی العلم کو اگر متشابہہ کے علم میں حصہ نہ ہو بجز اسکے کہ وہ کہیں مسلم ایمان لائے اس پر یہ سب ہمارے رب کے طرف سے ہے تو اونکو جاہلون پر کچھ فضیلت نہوگی اور حالانکہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کو علم متشابہہ میں برابر نہیں رکھا ہے انتہی اور نووی کے قول سے یہی زیادہ صحیح ہے اسلئے کہ بعید ہے یہ کہ خدا اپنے بندوں سے اس چیز کا خطاب فرماوے کہ جسکی معرفت کی طرف کسی مخلوق کو رہستہ ملے انتہی یہ تمام مذہب اہل حق و اہل معرفت کے خلاف ہے اور جواب مصنف کی پہلی تعلیل کا یہ ہے کہ مسأولہ و علما و علماء اگر علم قطعی طور پر تاویل کو نہ جانیں غیر مسلم ہے اسلئے کہ جاہلون کو بجز پیروی علمائے اسکا بھی رہستہ نہیں ہے کہ وہ کہیں کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نہ اونکا علم تاویل میں کہہ حصہ ہے بخلاف علمائے راہنہ کے اسلئے کہ اونکو ممکن ہے کہ تاویل کو خدا کی تعلیم سے معلوم کر لیں اگرچہ یہ علم اونکا ظنی ہو گا قطعی و یقینی اور دوسری تعلیل کا جواب یہ ہے کہ متشابہات کا نازل کرنا عمل و اتباع کے لئے نہیں ہے حتی کہ بدون اونکے علم کے اونکے ساتھ خطاب کرنا بسبب ہو بلکہ وہ خدا کے طرف سے بشد ملن کے آزمائش کے لئے ہے باین طور کہ وہ متشابہات پر ایمان لائیں جس طرح کہ اونکا دین و دہوا ہے



بدون النظر والخوض في معانيهما ولذا لفظها هم عن اتباعها بالحكم عليها وكل  
علمها الى ذاتها تعالى فبطل دعونه الاول بحوله تعالى وقوته واما الدعوى الثاني  
والثالث فسياتي بطلاهما في بحث الكتب الاطهية فليتنظروا اما الرابع والخامس  
فقد مرتب بطلاهما في المقدمة فليراجع اليها قال ولا بن ابي شيبة فالداري  
عن عباس العم قال بلغني ان داود النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دعائه  
سبحناك اللهم انت ربي تعاليت فوق عرشك ولا بن ابي شيبة عن ابي عبد الله  
البحرلي قال ما رفع داود رأسه الى السماء حتى صاولة عن سلمان بن عامر الشعبي  
قال ارايت سليمان وما اوتي في ملكه فانه لم يرفع رأسه الى السماء حتى قبضه الله  
تختها لله وله عن ابي الصديق الناجي ان سليمان بن داود خرج بالناس  
ليستسقى فمر على غلة مستقبلة على قفاها رافعة قوائمها الى السماء وهي تقول  
اللهم اني خلق من خلقك ليس بنا غنى عن رزقك فاما ان تسقينا واما ان  
تهلكنا فقال سليمان للناس ارجعوا فقد سقيتم بدعوة غيركم وروى ابن حبان  
في الثقات في طبقة تبع اتباع التابعين في ترجمة عبد الرحيم بن موسى الايلي  
عن ابي الصديق الناجي نحوه وروى الدارقطني في سننه عن ابي هريرة  
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خرج نبي من الانبياء بالناس يستسقى فاذا هو غلة  
رافعة قوائمها الى السماء فقال ارجعوا فقد استسقى لكم من اجل شان هذه الغلة  
(قلت) وقد رايت انا الحقير وكان قد اصاب الناس قحط ولم يعطروا و  
هالكت الدواب اذا جاموشة عوجت واسمها ونظرت الى السماء وحيتا  
والقت بدموع الى الارض فاذا السماء قد غيمت وكثر السحاب وتواتر المطر  
والحمد لله رب الكبرياء على الالاء والنعماء وعن علي بن ربيعة قال رايت



اور ان کے معافی میں کچھ غرض و فکر نہ کریں اور اسوجہ سے ان کو منع فرمایا ہے متشابہات کی پیروی کرنے سے ساتھ حکم کرنے کے اور نیز اور ان کا علم اپنے ذات پر سونپا ہے پس مصنف کا پہلا دعویٰ باطل ہو گیا خدا کی حول و قوت سے اور لیکن دوسرا اور تیسرا دعویٰ پس ان دونوں کا بطلان کتب الہیہ کی بحث میں آئیگا پس چاہیں کہ انتظار کیا جاوے اور لیکن چوتھا اور پانچواں دعویٰ پس ان دونوں کا بطلان مقدمہ میں گزر چکا ہے پس مقدمہ کی طرف رجوع کیا جاوے دیکھا مصنف نے اور ابن ابی شیبہ نے بہرہ داری سے عباس غمی سے روایت کی ہے کہ کہا اوہوں نے کہ مجھ کو خبر ہو چکی ہے کہ داؤد نبی صلم اپنی دعا میں کہتے تھے پاک ہے تو اسے خدا تو ہی میرا رب ہے بلند ہو گیا تو اپنے عرش کے اوپر اور ابن ابی شیبہ نے ابو عبد اللہ جدلی سے روایت کی ہے کہا اوہوں نے کہ داؤد نے اپنا سر رتے دم تک آسمان کی طرف نہیں اٹھایا اور اسے نے سلمان بن عامر شعبانی سے روایت کی ہے کہا اوہوں نے کہ تم کو معلوم ہے سلیمان اور ان کی حکومت کا حال حالانکہ اوہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا یہاں تک کہ خدا نے ان کی وجہ کو قبض کر لیا خوف خدا کے سبب اور اسے ابو الصدیق ناجی سے روایت کی ہے کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام بارش کی دعا کیوٹے لوگوں کی ساتھ باہر نکلے پس ایک چوٹی کے پاس گزرے کہ چٹ لیٹے تھے اپنے چاروں پیروں کو آسمان کی طرف اٹھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے خدا میں تیری مخلوق میں سے ایک شخص ہوں جو تیری روزی سے بے پردائی نہیں ہے پس یا تو مجھ کو پانی دے یا مجھ کو پاک کر دے پس کہا سلیمان نے لوگوں سے کہ لوٹ چلو اسلئے کہ تم کو بارش عطا کی گئی تمہارے غیر کی دعا سے اور اسے کے مثل روایت کی ابن جہان نے ثقات کے ہجرت تب تابعین میں عبد الرحیم بن موسیٰ الہلی کے احوال میں ابو الصدیق ناجی سے اور روایت کی یاقطنی نے اپنے سنن میں ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے رسول خدا صلم کو کہ فرماتے تھے کہ پہلے بیون میں سے ایک بنی لوگوں کے ساتھ بارش کی دعا کے لئے باہر نکلے پس اونکا گزرا ایک چوٹی پر ہوا کہ جو اپنے پیروں کو آسمان کی طرف اٹھا رہے تھے پس بنی نے کہا کہ لوٹ چلو اسلئے کہ تمہارا دعا حاصل ہو گیا اس چوٹی کی بدولت دین کہتا ہوں کہ مجھ پر میرے ہی ایک ماجرا ہوا ہے لوگ تمہا میں مبتلا ہو گئے تھے اور بارش نہ ہوتی تھی اور جو پاسے ہاک ہو رہے تھے کہ ایک ہینیس نے اپنے سر کو ٹیڑھا کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور شور کیا اور چند آنسو زمین پر گرے پس اسی دم آسمان پر ابر چھا گیا اور بادلوں کی کثرت ہوئی اور غوب پانی برسنا اور سب تعریف خدا کے لئے ہے کہ صاحب بزرگی کا ہے اس کی بخششوں اور نعمتوں پر اور علی بن ربیعہ سے مروی ہے ۔



عليا التي بدابة فلما وضع رجله في الركاب قال بسم الله فلما استوى عليها قال  
 الحمد لله سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرين وإنا إلى ربنا لمقبولون ثم حمد الله  
 ثلاثا وكبر ثلاثا وقال سبحان الله ثلاثا ثم قال سبحانك لا اله الا انت اني ظلمت  
 نفسي فاغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت ثم ضحك فقلت مم ضحكت  
 يا امير المؤمنين قال كنت رد رسول الله صلى الله عليه وسلم ففعل مثل ما فعلت ثم ضحك فقلت  
 مم ضحكت يا رسول الله قال يحب الرب من عبده اذا قال رب اغفر لي ويقول علم  
 عبدي انه لا يغفر الذنوب غيري وفي لفظا: الله ليضحك الى العبد اذا قال لا اله  
 الا انت سبحانك اني ظلمت نفسي فاغفر لي فانه لا يغفر الذنوب الا انت قال  
 عبدي عرف ان له ربا يغفر ويعاقب اخرج الطيالسي وعبد الرزاق وسعيد  
 بن منصور وابن ابى شيبة واحمد وابن منيع وعبد بن حميد وابوداود والترمذي  
 وقال حسن صحيح والنسائي وابو يعلى وابن جرير وابن المنذر وابن خزيمة وابن  
 شاهين في السنة وابن مردويه والحاكم وصححه والبيهقي والضياء في المختار  
 ورواه ابو بكر بن ابي داود فالاجري في كتب الشريعة مختصرا وفيه كنت رد  
 على بن ابي طالب في جبانة الكوفة بالحديث وعند ابن ابى شيبة وابن منيع  
 وصححه عن علي بن ربيعة قال حملني على خلفه ثم سار في جانب الحرة ثم رفع راسه  
 الى السماء فقال اللهم اغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت ثم التفت الى  
 فضحك فقلت يا امير المؤمنين استغفارك ربك والتفاتك الى فضحك قال  
 حماني رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم سار في جانب الحرة ثم رفع راسه الى السماء فقال اللهم اغفر  
 لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت ثم التفت الى فضحك فقلت يا رسول الله  
 استغفارك ربك والتفاتك الى فضحك قال ضحكك لي يوجب لعبد



کہا اونہوں نے کہ میں نے علی کو دیکھا کہ ایک سواری کے جانور کے پاس سے پہرے کی پٹا پر رکا میں نے کہا فرمایا بسم اللہ پھر جبکہ اوس کے  
 اوپر سید ہے ہو گئے تو فرمایا الحمد للہ پاک ہے وہ ذات کہ جسے اسکو ہمارا مطیع کیا اور ہم اس کے نزدیک ہونے تھے اور ہم اپنے رب ہی کو  
 داپس ہونے والے ہیں پھر میں مرتبہ الحمد للہ کہا اور میں بار اللہ اکبر کہا اور میں بار سبحان اللہ کہا پھر کہا پاک ہے تو تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے  
 میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس تو میرے گناہوں کو بخش دے بیشک گناہوں کا بخشنا لا تو ہی ہے پھر نے تو میں نے کہا کہ کس وجہ سے آپ  
 نے لے امیر المؤمنین کہا کہ میں حضرت رسول خدا صلعم کے پیچھے سوار تھا پس کیا اونہوں نے جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر نے تو میں نے کہا  
 کس وجہ سے نے تم اسے رسول خدا کے فرمایا کہ تعجب کرتا ہے رب اپنے بندے سے جبکہ وہ کہتا ہے کہ اے رب تجھ کو بخش دے اور فرماتا  
 ہے کہ میرے بندے کو معلوم ہو گیا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا ہے اور ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ بیشک خدا بخند  
 کی طرف ہوتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پاک ہے تو بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس تو تجھ کو بخند سے آئے  
 کہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا ہے تو فرماتا ہے کہ میرے بندے نے پہچان لیا ہے کہ اوسکا ایک رب ہے جو بخشتا ہے اور عذاب کرتا ہے اہکو  
 روایت کیا طہاسی و عبدالرزاق و سعید بن مسعود و ابن ابی شیبہ و احمد و ابن مینہ و عبد بن حمید و ابو داؤد و ترمذی نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث  
 حسن صحیح ہے اور نسائی و ابوالولعی و ابن جریر و ابن منذر و ابن خزمیہ و ابن شاہین نے شہ میں اور ابن مردودہ و حاکم نے اور اسکو صحیح کہا ہے اور  
 بیہقی و ضیاء نے مختارہ میں اور اسکو روایت کیا ابوبکر بن ابو داؤد نے پھر آجری نے کتاب الشریعہ میں اختصار کے ساتھ اور او سین ہا  
 طرح پر ہے کہ تھا میں پیچھے سوار ہونے والا علی بن ابی طالب کے کوفے کے میدان میں تا آخر حدیث اور ابن ابی شیبہ و ابن  
 مینہ کی روایت میں کہ جبکو صحیح کیا گیا ہے علی بن ربیعہ کی روایت سے اس طرح پر ہے کہ کہا راوی نے کہ مجھ کو سوا کر لیا اپنے پیچھے پھر  
 تشریف لے چلے میدان کی طرف پھر اوٹھا باسر کو آسان کی طرف اور کہا اسے خدا میرے گناہوں کو بخند سے بیشک گناہوں کو کو  
 نہیں بخشتا ہے پھر میری طرف متوجہ ہو کر نے پس میں نے کہا کہ اسے امیر المؤمنین آپا صوفی چاہتا اپنے رب اور میری طرف متوجہ  
 ہو کر فرمایا کہ مجھ کو سوا کیا رسول خدا صلعم نے پھر تشریف لے چلے میدان کی طرف پھر اپنے سر کو آسان کی طرف اوٹھا کہ کہا اسے خدا  
 میرے گناہوں کو بخند سے اس نے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا ہے پھر میرے طرف متوجہ  
 ہو کر نے تو میں نے کہا کہ اسے رسول خدا کے صافی طلب کرنا آپ کا اپنے رب سے اور میری  
 طرف متوجہ ہو کر ہٹا فرمایا کہ نہ میں جس طرح کہ میرا رب نہا بہ سبب تعجب کرنے کے اپنے بندے سے



انه يعلم انه لا يغفر الذنوب احد غيره واخرج احمد عن ابن عباس ان رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم اراد فنه على دابة فلما استوى عليها كبر ثلاثا وسبح ثلاثا وهلل الله وحده  
 ثم ضحك ثم قال ما من امرء مسلم يركب دابة فيصنع كما صنعت الا اقبل الله بضحكه  
 اليه كما ضحكت اليك ولا يبي يعل عن الفرات بن سليمان قال قال علي الا يقوم احدكم  
 فيصلي اربع ركعات قبل العصر ويقول فيهن ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 يقول تمر نورك فهديت فلك الحمد وعظم حلك فغفوت فلك الحمد وبسطت  
 يدك فاعطيت فلك الحمد ربنا وجهك اكرم الوجوه وجاهك اكرم الجاه وعطيتك  
 افضل العطية واهناها قطع ربنا فتشكر وتقص ربنا فتغفر وتجب المضطر  
 وتكشف الضر وتشف السقيم وتغفر الذنوب وتقبل التوبة ولا يجزي بالاعثك  
 احد ولا يبلغ مدحك قول قائل ولخشيش بن اصرم في الاستقامة عن عاصم  
 بن خزيمة ان عليا كان يدعو ربنا وجهك اكرم الوجوه وجاهك خير الجاه  
 ولا يي داود والنسائي وابن جرير وابن ابى الدنيا والبيهقي في الاسماء والصف  
 وابن السني في عمل اليوم والليلة عن ابى اسحاق عن الحارث وابي ميسرة عن  
 علي قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول عند مضجعة اللهم اعوذ بوجهك الكريم بكلماتك  
 التامة من شر ما انت آخذ بناصيته (الحديث) والاحاديث الصحيحة في الباب  
 كثيرة شهيرة عن اهل بيت النبوة والاصحاب والحق الصواب وفصل الخطاب  
 في الباب المعلوم باحاديث المعصوم من الكشي ان الله تعالى من جهة ذاته الان  
 كما كان لا يشتمله زمان ولا يشتمله المكان فانه هو منشئ الزمان ومبدئ المكان  
 والله تعالى كان ولم يكن شيء غيره كما في حديث البخاري في بدء الخلق فخلق  
 نور جيبه محمد صلى الله عليه واله وسلم ثم خلق الماء ثم خلق عرشه على الماء



اس امر میں کہ وہ جانتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا ہے اور امام احمد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکار اپنے سواری پر اپنے چچے سوار کر لیا اور جب برابر ہو گئے اور سبز کبیر کی تین بار اور سبحان اللہ کہا تین بار اور لا الہ الا اللہ کہا ایک مرتبہ پڑھنے اور فرمایا کہ جو مسلمان بندہ اپنی سواری کے جانور پر سوار ہو اور کرے جس طرح کہ میں نے کیا خدا سے تعالیٰ اس کے طرف متوجہ ہو کر نہتا ہے جس طرح کہ میں تیری طرف متوجہ ہو کر نہتا ہوں اور ابو علی نے فرات بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ اونیہوں نے کہ فرمایا علیؓ نے کیا نہیں کھڑا ہوتا ہے ایک تم میں کا کہ پڑھے چار کزین عمر سے پہلے اور کہے اونیہ جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ کامل ہے اور تیرا پس راہ دکھائی تو نے پس تیرے ہی واسطے حمد ہے اور عظیم ہے علم تیرا پس صاف کیا تو نے پس تیرے ہی واسطے حمد ہے اور کشادہ ہے ہاتھ تیرا پس عطا کی تو نے پس تیرے ہی واسطے حمد ہے اسے ہمارے رب تیرا جو سب جوہ سے زیادہ بزرگ ہے اور تیرا مرتبہ سب قبل سے اکرم ہے اور تیری عطا کل عطاؤں سے افضل و زیادہ خوشگوار ہے تیری فرمان برداری کی جاتی ہے اسے رب ہمارے تو تو شکر گزار ہوتا ہے اور تیری نافرمانی کی جاتی ہے اسے پردہ دھار ہمارے پس تو بخشدیتا ہے اور تو مدد کرتا ہے بقرار کی اور در کرتا ہے سختی کو اور شفا دیتا ہے بیمار کو اور بخشا ہے گناہ کو اور قبول کرتا ہے توبہ کو اور تیری بخششوں کا بدلہ لاکھوں نہیں دیکھتا ہے اور نہیں پہنچتا ہے تیری مدد کو تو کسی نائل کا شیش میں نامرم نے استقامت میں عامم بن مفرہ سے روایت کی ہے کہ علیؓ دعا کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب تیری ذات بزرگ تر ہے سب نے انوں سے اور تیری جاہ بتر ہے سب جاہلین سے اور ابو داؤد و نسائی و ابن جریر و ابن ابی الدنیا و بیہقی کی روایت ہے اسما و صفات میں اور ابن سنی کی محل الہیوم و اللیلہ میں ابو یوسف سے اونیہوں نے روایت کی حارث و ابو میرہ سے اونیہوں نے علیؓ سے کہا اونیہوں کہ بنی مسلم اپنے بیٹے کے وقت کہتے تھے اے خدا میں پناہ لیتا ہوں تیری بزرگ ذات اور تیرے کامل کلمات کی ذرے سے اوّل چیز کے کہ جس کے موی پٹائی کو تو پکڑے ہوئے ہے آخر حدیث تک اور امام حدیث صحیح اسباب میں بہت میں کہ مشہور میں اہل بیت نبوت و اصحاب سے دار حق صواب و فصل خطاب اسباب میں جو معلوم ہے بنی معصوم کی حدیثوں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ذات کے اعتبار سے اب بھی ولیا ہی ہے کہ عباد پہلے تھا اور اسکو زمانہ شامل ہے اور اسکو کوئی مکان حاصل ہے اسلئے کہ وہی زمانہ کا پیدا کرنے والا ہے اور مکان کا ایجاد کرنے والا اور وہ تھا اور کوئی شے اس کے سوا ۱۱ سچے حبیب کہ بخاری کے حدیث آغاز آفرینش کے اندر مذکور ہے پھر اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا پھر اپنی کو پیدا کیا پھر اپنا عرش پانی کے اوپر پیدا کیا پھر



ثم خلق القلم يكتب بامر ومقادير الخلق ثم بعد خمسين الف سنة خلق السموات  
والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش استواء يليق بجلاله قال الشيخ  
ابراهيم الكردي المديني في رسالة الاحم تليخيص الكلام الشيخ الاستعري في كتاب الله  
تعالى من حيث ذاته لا مكان له ولا جهة لغناه الذاتي ولكن له الاطلاق في التجلي في  
ايمظهر مشاء مع بقاء التنزيه بليس كمثله شئ فصحة الاستواء على العرش على ظاهره  
بمقتضى التجلي في مظهر يقضيه ذلك وهو ان يكون له جهة فوق لكون العرش على الاجرام  
من غير منافات للتنزيه واذا صح الاستواء على ظاهره مع بقاء التنزيه صح النزول  
كل ليلة الى السماء الدنيا في الثلث الاخير حتى يطلع الفجر كما تواتر النقل بذلك وكذا  
سائر المشاهد وبالله التوفيق نور السموات والارض انقضاء قول بحول الله تعالى  
وقوته قد تمسك المصنف في هذا القول بعدة اخبار يستدل بها على اثبات الجهة  
لله تعالى وحكم في آخره ناقلا عن الامام ابراهيم الكردي بان الاستواء على العرش  
على ظاهره مع صح بمقتضى التجلي في مظهر يقضيه ذلك وكذا ان يكون له تعالى جهة  
الفوق على ظاهره معها صحيح لكون العرش اعلى الاجرام من غير منافاة للتنزيه وكذا  
النزول الى السماء الدنيا وسائر المشاهد على ظاهر معانيها صحيح ونحو نجيب اول  
عزف مسكاته ثم نبين فساد هذا الحكم بعده انشاء الله تعالى اما تمسك بدار داود  
عليه السلام سبحانك اللهم انت ربى تعاليت فوق عرشك فغير صحيح لان المراد بالفوقية  
في هذه الدعاء ما يليق بحضرة الاله لا ما هو الظاهر لانه من صفات الاجسام والله تعالى  
مقدس عنها واما تمسك بحديث سليمان بن عاصم الشعبي قال ارايت سليمان وما اوتي  
فملكه فانه لم يرفع رأسه الى السماء حتى قبضه الله تخشعا لله فايضا غير مفيد له  
لان عدم الرأس الى السماء تخشعا لا يدل على كونه تعالى في الجهة الفارقة كما ازعم الجهة



پہر ظلم کو پیدا کیا کہ لکھے خدا کے حکم سے مخلوق کی مقدار کو پہر چار س ہزار برس تکے بعد پیدا کیا آسمانوں و زمین کو چہر روز میں  
 پہر ستوی ہو اعرش پر آیا ستوی ہونا کہ اس کے جلال کے لائق ہے کہ شیخ ابراہیم کر دی مدنی نے اپنے رسالہ اہم میں کلام شیخ  
 اشغری کو جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے غص کر کے کہ حق تعالیٰ اپنے ذات کے اعتبار سے نہ مکان رکھتا ہے اور نہ جہت  
 بسبب اپنے عتای ذاتی کے بلکہ اس کے لئے اطلاق ہے جلوہ کرنے میں جس منظر میں اس نے چاہا باوجود باقی رہنے  
 تنزیہ کے دلیل کثرت غشی کے سبب پس ثابت ہو گیا سید ہو جائے اعرش کے اور ظاہری معنی کے لانا سے بسبب  
 مقتضائے تجلی کے ایسے منظر میں کہ استواء کے ظاہری معنی کا چاہتا ہے اور ثابت ہو گیا کہ خدا کے لئے جہت فوق ہے چنانچہ  
 عرش کے بلند تر جسموں کا بدون منافات کے تنزیہ سے اور جبکہ ثابت ہو گیا استواء ظاہری معنی کے لانا سے باوجود باقی رہنے تنزیہ  
 کے ثابت ہو گیا اور تراہرات میں آسمان دنیا کی طرف اخیر قہری حصہ میں طلوع فجر تک جیسا کہ اسکے باب میں نقشہ نزول کو پہنچا  
 ہے اور اس طرح تمام مشابہات اور خدا ہی سے توفیق ہے کہ آسمان و زمین کا نور ہے انتہی میں کہتا ہوں حق تعالیٰ کی محل و توسیع کے  
 مصنف نے اس قول میں چند اخبار کو دستاویز بنایا ہے کہ جسے اثبات جہت پر دلیل لایا ہے اور اسکے آخر میں ابراہیم کر دی کی اہم  
 سے نقل کر کے حکم لایا ہے کہ عرش پر ستوی ہونا اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے صحیح ہے مقتضائے تجلی کے وجہ سے ایسے منظر میں کہ  
 اسکو معنی ہے اور اس طرح جہت فوق کا حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہوا صحیح ہے ظاہری معنی پر بسبب ہونے عرش کے بلند تر  
 اجسام کا بدون منافاتی ہونے تنزیہ کے اور اس طرح نزول آسمان کی طرف مشابہات ظہری معانی کے اعتبار سے صحیح ہیں انتہی اور ہم اول  
 کے دلائل کا جواب ہے ہین اس کے بعد اس حکم کو بیان کوئی کہ اگر خدا نے چاہا لیکن دلیل لانا مصنف کا اور وہ کی اس دعا سے کیا ہے  
 تو نے خدا تو ہی سراب ہے بلند ہے تو اپنے عرش کے اوپر پس ثابت ہے اس لئے کہ فوقیت سے مراد اس  
 دما میں ایسی صفت ہے جو بارگاہ خداوندی کے لائق ہے نہ کہ ظاہری معنی اس لئے کہ وہ جب نام کی صفت ہے اور حق تعالیٰ  
 صفات جہاں سے پاک ہے اور دلیل لانا اسکا سلیمان بن عامر شعبانی کی اس حدیث سے کیا تھو معلوم ہے  
 سلیمان اور اسکی حکومت کا حال پس انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا یہاں تک کہ خدا نے وہی  
 روح کو قبضہ کر لیا موت خدا کے سبب سے پس یہی غیر مفید ہے اس لئے کہ سر کو آسمان کی طرف نہ اٹھایا  
 عاجزی کے واسطے اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ خدا سے تعالیٰ جہت فوقی میں ہے جیسا کہ پیش سے لے کر



على الارض فما السجود تعبد اذا استقبال القبلة في الصلاة لا يدل على كونه تعالى في  
الارض او جانب القبلة واما تمسكه بقصة رفع النملة قوائمها الى السماء للاستسقاء  
فغير محيد له لان المسنون في الدعاء هو رفع الايدي الى السماء للإشارة الى عظمة الله  
تنزيلا لها منزلة البعد المكان تجوز اذا لا فيلزم كونه تعالى مشارا اليه محدودا  
في جهة الإشارة دون غيرها وهو يستلزم الحدوث كما هو مفصلا في شرح  
قول الامام جعفر الصادق منقولا عن التنبيه وهكذا الجواب عن تمسكه بقصة الحمام  
واما الحديث الضحك والتعجب والوجه والجماء فالتى فيها ذكر رفع الرأس الى السماء  
فترجوا بها غير مزية من ان الإشارة الى عظمة الله تجوز فلا تضل للثبات الجهة الفائقة  
له تعالى الحقيقة والتى ليس فيها ذكره فانها تثبت الجهة فهو باطل وانما  
لها اثبات الضحك والتعجب والوجه والجماء له تعالى فليس ولكثر هذه الصفات  
فحقه تعالى من التشابهات فيكون بها كما هو من سائر التشابهات مع القطع بان علمها  
كما في موكول الى الله ولا يمتثل على ظواهرها لكونها من صفات الاجسام والله  
منزه عن ذلك واما حكمه المذكور فهو مجمع بين مذهب المتكلمين ومذهب الحشوية  
ومستلزم لاجتماع التقيضين اما الاول فلا من المتكلمين ذهبوا الى تنزيه الله تعالى  
عن ظواهر التشابهات لكونها من صفات الحدوث الا ان بعضهم اوطأ الى ما يليق  
به تعالى وبعضهم سكت عن التاويل وكل علمه الى الله والحشوية حملوها على  
ظواهرها كما قال المفيد العلامة في صدر التنبيه وبعد فقد ظهرت في هذه الايات فرقة  
من الجهال الحشوية الضلال تثبت الجهة لله تعالى مسند اليها بظواهر ايات الاستواء  
وبغيرها واحاديث النزول وانه سبحانه في السماء وفوق العرش وتقول انها بالمعنى  
الظاهر الحقيقي وانها محكية صغير ومتشابهة تركيبة وله تعالى اليد والاصابع والوجه



کو زمین پر رکھنا سجدہ میں عبادت کے لئے یا قبلہ کی طرف موند کرنا نماز میں وسیلہ نہیں ہے اس کے کہ خدا زمین چاہے یا جنت قبلہ  
 میں ہے اور وسیلہ لانا مصنف کا چھوٹی کے آسان کی طرف اپنے پاؤں اور ٹھانے سے دھارے بارش کے لئے پس غیر مفید  
 ہے اس لئے کہ وہاں میں آسان کی طرف ہاتھ اور ٹھانا جو مسنون ہے واسطے اشارہ کرنے کے ہے عظمت الہی کی طرف  
 اور سکو مجازاً اور یکساں کے قائم مقام قرار دیکر ورنہ لازم آئے خدا کا اشارہ الیہ و محدود ہونا جہت اشارہ میں نہ اس کے غیر میں  
 اور یہ امر مستلزم ہے حدوث کا جیسا کہ بالتفصیل گزرا امام جعفر صادق کے قول کی شرح میں تہذیب سے نقل کر کے اور یہی جواب ہے  
 مصنف کے دلیل لائے کا یہ نہیں کے قصد سے اور لیکن حدیثین ضحاک و تعجب و وجہ وجاہ کی پس جنہیں کہ آسان کی طرف نہ سر  
 اور ٹھانے کا ذکر ہے اور ان کا جواب تو چہرہ بار گزرا چکا ہے کہ سب کو ٹھانا اشارہ کیواسطے ہے عظمت الہی کی طرف مجازاً پس اس میں  
 صلاحیت نہیں ہے خدا کے لئے جہت فوق کے ثابت کرنے کی حقیقتاً اور جنہیں سر اور ٹھانے کا ذکر نہیں ہے پس اگر ان کو اشارات جہت  
 کے لئے لایا ہے تو یہ باطل ہے اور اگر ضحاک و تعجب و وجہ وجاہ خدا کے لئے ثابت کرنے کو لایا ہے تو مسلم ہے لیکن یہ صفات  
 خدا سے تعالیٰ کے حق میں تشابہات میں سے ہیں پس ان پر ایمان لایا جائیگا مصلوح کہ اور تشابہات پر لایا جاتا ہے ساتھ یقین کے کہ  
 امر میں کہ ان کا واقعی علم خدایہ کو ہے اور ظاہری معنی پر ان کو عمل کیا جائیگا اس لئے کہ اس کے ظاہری معنی صفات جسام سے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
 صفات جسام سے پاک ہے اور لیکن مصنف کا حکم مذکور پس وہ جمع کر دیتا ہے مذہب متکلمین و مذہب مشو یہ کو اور مستلزم ہے  
 اجماع یقینین کو لیکن امر اول پس اس وجہ سے ہے کہ متکلمین کا مذہب خدا کو پاک جانتا ہے تشابہات کے ظاہری  
 معنی سے بسبب اس کے صفات سے حدوث ہونے کے مگر بعض متکلمین نے اس کی تاویل کی ہے ایسے معنی  
 میں کہ جو حق تعالیٰ کے لائق ہیں اور بعض نے تاویل سے سکوت کیا ہے اور مسلم تاویل کو خدا کو سونپ دیا ہے  
 اور مشو یہ نے ان کو عمل کیا ہے اس کے ظاہری معنی پر جیسا کہ مفتی علامہ نے تہذیب کے شروع میں لکھا ہے اور بعد حمد و صلوات  
 پس تحقیق ان دونوں میں ظاہر ہوئی ہے ایک جماعت جہاں مشو یہ ظاہر کی کہ ثابت کرتی ہے جہت کو حق تعالیٰ  
 کے لئے دلیل لا کر ظاہری معانی سے آیات استواء و قیام کے اور احادیث تزلزل سے اور یہ کہ حق تعالیٰ آسمان میں ہے  
 اور عرض کے اوپر ہے اور کہتے ہیں کہ یہ آیات احادیث اپنے ظاہری معانی میں مستعمل ہیں اور محکم ہیں  
 باعتبار معنی کے اور تشابہات میں باعتبار کیفیت کے اور حق تعالیٰ کے ہاتھ اور انھیں ان اور چہرہ اور



والصورة والساق بالمعنى الظاهر الحقيقة مستورة بالبدن كفة وزعموا ان مقتضى فهم فيها هو  
معتقد السلف من الصحابة والتابعين وعليها مذهب كافة المحدثين ونسبوا  
المأولين للصفات وهم جمهور الخلف من المحدثين المتكلمين من اهل السنة الى البديعة  
والضلالة والالحاد والجهالة الضالة الى ازال وصنفوا والفواقي ابطالوا عليه  
اجماع العلماء الاعلام في اصول الدين به قاربت ان اشرح اعتقاد اهل السنة في  
تنزيه الله تعالى عن الجهة وما قالوا في صفات الله تعالى مع بيان فساد مذهب الحشوية  
انتم تعلم ان اجراء الصفات المتشابهة على معانيها الحقيقية هو مذهب الحشوية وتأويلها  
الى ما يليق به تعالى مذهب اهل السنة والجماعة فالحكم باجرائها على معانيها الحقيقية  
مع بقاء التنزيه عنها كما فعل المصنف خلط وتلفيق بين المذهبين ولما الثاني  
فلان اجراء الصفات على معانيها الحقيقية يقتضي ارادة تلك المعاني وتثني الحق  
سبحانه عنها يقتضي عدم ارادتها ولما حكم المصنف بها الزم اجتماع تنقيض بين وهو  
باطل وما يستلزم الباطل فهو ايضا باطل كما بين من عليه في المدين ان ثابت  
انما حكم به المصنف باطل وهو المطلوب ثم نقول ان ما حكم به المصنف من اجرائها  
على حقانها مخالف لما نطق به القرآن لانه كلامه تعالى وما يعلم تأويله الا الله بدل  
علم ان المتشابهة تأويلها قطعاً لانه في علم الله تعالى والتأويل هو صرف اللفظ عن ما يحتمل معناه  
كما سيأتي مفصلاً واجرا اللفظ على ظاهر معناه مخالف للتأويل فكلام الله تعالى شديداً الى  
ان المتشابهة من القرآن صرف عن الظاهر والمصنف يقول ان اجراء الظاهر غير موصوف  
عند قلم انه يحكم خلاف انزل وقد قال الله تعالى ومن لم يحكم بما انزل الله فأولئك  
هم الفاسقون ثم نقول بحول الله تعالى وقوته انما ينبغي للمصنف هذا الحكم وهو ما نقله  
من الامم ان الله تعالى من حيث ذاته لا مكان له ولا جهة لغناه الباقى ولكن له



اور شکل اور پٹلی ہے ظاہری یعنی کے لحاظ سے حقیقتاً پر ادنیٰ کیفیت غیر معلوم ہے اور کہتے ہیں کہ یہی اعتقاد سلف کا ہے  
 صواب و تابعین میں سے اور یہی مذہب ہے جو محدثین کا اور تشابہات کے تاویل کرنے والوں کو کہ وہ جمہور خلعت میں محدثین اور  
 متکلمین اہل سنت میں سے منسوب کیا ہے بدعت و گمراہی و الحاد و جہمیہ مخالفہ کے طرف بیان تک کہ کہا اور کتاب میں تصنیف  
 و تالیف کی ہیں مذہب حق کے ابطال میں کہ جس پر عقائد کے علمائے اعلام کا اجماع منعقد ہے پس میں نے چاہا کہ اعتقاد اہل سنت  
 کو جو بہت و غیرہ اقوال حشو یہ سے خمد کو پاک جاننے کے باب میں ہے بیان کر دوں اور اسکے ساتھ مذہب حشو یہ کا ف  
 ہی بیان کروں انتہی پس معلوم ہوا کہ جاری کرنا تشابہات کو اس کے حقیقی معانی پر حشو یہ کا مذہب ہے اور ان کو پیسہ دینا ایسے معانی  
 کی طرف جو حق تعالیٰ کے لایق ہیں اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے پس حکم کرنا اس کے جاری کرنے کا اس کے حقیقی معانی پر  
 ساتھ باقی رکھنے تنزیہ حق تعالیٰ کے اون سے جیسا کہ مصنف نے کیا ہے خطا کر دینا اور ملا دینا ہے دونوں مذہبوں کو اور  
 لیکن امر ثانی اس وجہ سے ہے کہ صفات تشابہات کو جاری کرنا اس کے حقیقی معانی چاہتا ہے اون معانی نے ارادہ کرنے کو اور  
 حق تعالیٰ کو پاک جاننا اون سے چاہتا ہے اس کے عدم ارادہ کو اور جبکہ مصنف نے دونوں کو حکم کیا ہے تو لقیضوں کا جمع ہونا لازم آگیا  
 اور وہ باطل ہے اور جس سے باطل لازم آئے وہ یہی باطل ہوتا ہے جیسا کہ یہ امر فن منطق میں بیان سے ثابت کیا گیا ہے  
 پس ثابت ہو گیا کہ مصنف نے جس چیز کا حکم کیا ہے باطل ہے اور یہی مطلوب تھا پر ہم کہتے ہیں کہ مصنف نے جو حکم  
 کیا ہے تشابہات کے جاری کرنے کا اس کے حقیقی معانی پر مخالف ہے نص قرآن کے اس لئے کہ کلام حق تعالیٰ کا اور نہیں جانتا  
 اس کی تاویل کو مگر فہم و لالت کرتا ہے اس پر کہ تشابہ کے لئے قطعاً تاویل ہے مگر اس کا علم خدا ہی کو ہے اور تاویل لفظ  
 کو پیسہ دینا ہے اس کے ظاہری معنی سے جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا اور لفظ کو مذہبی کرنا اس کے ظاہری معنی پر مخالف ہے  
 تاویل کے پس خدا کا حکم حکم ہدایت کر رہا ہے کہ قرآن کا تشابہ پیسہ دینا ہے ظاہر ہے اور مصنف کہتا ہے کہ وہ جاری ہے ظاہر  
 پر نہیں پیسہ دینا ہے ظاہر ہے پس معلوم ہوا کہ مصنف حکم کرتا ہے خلاف ما انزل اللہ کے اور تحقیق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو  
 شخص حکم نکوے موافق ما انزل اللہ کے پس وہ لوگ غاصب ہیں پر ہم کہتے ہیں حق تعالیٰ کی مولا و قوت سے کہ جس پر  
 مصنف نے اس حکم کو بنا کیا ہے اور وہ وہ عبارت سے کہ جب کو مصنف نے اہم سے نقل کیا ہے  
 حق تعالیٰ کے لئے باعتبار ذات کے نہ جہت ہے نہ مکان ہے بسبب اس کی غنائی ذات کے لیکن اس کو جائز ہے



الاطلاق في التجلي في اى مظهر شاء مع بقاء التنزيه انتهى ايضا لا يخلوا عن  
الفساد لان مفاده ان الله تعالى يجوز ان يتجلى على العرش في مظهر ذي صفة واحدة  
واجزاء وابعاض ترفع الايدي اليه للدعاء ويشار اليه بالاصابع للاشهاد و  
بالقوائم للاستسقاء وسائر الصفات المتشابهات تحمل عليه حقيقة لان له يدا  
ورجلا وساقا وعينا واذنا وانفا واستقرارا على العرش قاعدة او نزل ولا يعبوطا و  
اياها وذهابا في اوقات خاصة وكل ذلك محمول عليه حقيقة ولا يلزم منه خلا  
التنزيه لان الله تعالى من حيث ذاته غنى عن تلك الصفات وانما هي صفات تظهر  
مخضورة له تعالى كايين في السماء في الجهة السامية مستقر قاعدة على العرش واضع جلبي  
على الكرسى وعلى صورة ذلك المظهر خلق الله تعالى ادم بابا البشر عليه وله الوجه  
الكريم الذي يبقى وما سواه من الاعضاء والصفات له ومن المخلوقات لاتبقة وهذا  
المظهر الاعظم الله تعالى بائن من المخلوقات سوى العرش العظيم فانه مجلسه و  
مقعداه والبينونة منه يفضى الى السامة ومضاف للاستراقة وايضا خلا  
للوضع لان العرش انما وضع للجلوس والاستقرار عليه فلو لم يجلس ولم يستقر عليه  
يلزم كون خالق العرش عبثا وهو لا يفعل العبث كما اخبر به في كلامه تعالى  
المحبة انما خلقناكم عبثا الى غير ذلك مما يتفرع عليه من المزعومات الباطلة  
والخرافات الواهية للجسمه الخشوية وان هذا الاالجسم والتكييف والتحديد  
التي تفضى الى الزندقة والالحاد فعوذ بالله (قال) وله في كتبه في هذا كلاما  
كثير في غاية من التحقيق فمن رام ان يطالع عليها فعليه ان يرجع اليها فهو غر وعلا  
بعد ان خلق الخلق كما قال بحسب اسم الظاهر ثم استوى على العرش يدبر الامر وكل  
يوم هو في شان يخلق ويرزق ويعطي ويعذب ويضع ويرفع ويعز ويذل ويهدي



مطلق ہونا جلوہ کرنے میں جس منظر میں چاہے باوجود باقی رہنے تنزیہ کے انتہی نیز فساد سے خالی نہیں ہے اس لئے  
 کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کے لئے بابر ہے کہ عرش پر جلوہ فرماوے اس لیے منظر میں کہ جس کے صورت و اعضا و اجزا  
 و الباطن ہوں اسی منظر کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں اور انھیں سے اشارہ کیا جائے گواہ کرنے کی واسطے  
 اور ہر دن سے اشارہ کیا جائے بارش طلب کرنے کے واسطے اور تمام مشاہدات حقیقتاً اوس پر عمل کیا نہیں اس لئے کہ  
 اوس کے لئے ہاتھ پیر پٹنٹی آنکھ کان ناک اور عرش پر سید ہا ہو بیٹھنا اور اترنا اور گرنا اور آنا جانا خاص خاص وقتوں میں  
 ثابت ہے اور یہ سب اوس پر محمول ہے حقیقتاً اور اس سے خلاف تنزیہ لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات کے  
 اعتبار سے ان صفات سے غنی ہے اور یہ صفات دراصل اوس کے منظر خاص کے ہیں جو موجود ہے آسمان میں جہت علو  
 میں قائم ہے بیٹھا ہے عرش پر اپنے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہوئے اور اسی منظر کی صورت پر حق تعالیٰ نے  
 آدم ابو البشر کو پیدا کیا اور اسی منظر کا چہرہ ہے بزرگ جو باقی رہ گیا اور اوس کے سوا دوسرے اعضا اور صفات اوس کی اور  
 مخلوقات کی فنا ہو جائے اور یہ بڑا منظر حق تعالیٰ کا مخلوقات سے جدا ہے سوا عرش عظیم کے اس لئے کہ عرش اوس کے  
 بیٹھنے کی جگہ ہے اوس سے جدا ہونا منافی ہے بیٹھنے کے طرف اور منافی ہے استراحت کے اور نیز خلاف  
 وضع ہے اس لئے کہ عرش جلوس و استقرار ہی کے لئے بنایا گیا ہے پس اگر اوس پر بیٹھے اور نہ قرار لے تو  
 لازم ہے کہ عرش کا پیدا کرنا عبث ہو جائے اور حق تعالیٰ فعل عبث نہیں کرتا ہے جیسا کہ اوس نے  
 اپنے کلام میں خبر دی ہے کہ (کیا تم نے گمان کیا ہے کہ میں نے تم کو بیٹھا پیدا کیا ہے) اس کے سوا اور جو کچھ  
 اس تقریر پر تفرغ ہوتا ہے از قسم عادی باطلہ و غرافات و اہیہ فرقہ مجاہدہ حنویہ کے اور اس کی توجہ  
 و کیف و تحدید کہتے ہیں کہ جو مغفوف ہے زندق و انار کی طرف نعوذ باللہ منہ (کہا مصنف نے) اور اوس کی  
 کتابوں میں اسباب میں بہت کچھ تقریر ہے نہایت تحقیق کے ساتھ پس اوس پر اطلاع چاہئے تو اس پر لازم ہے  
 کہ ان کتب کی طرف رجوع ہو پس حق تعالیٰ محذوق کو پیدا کرنے کے بعد اوس طرح ہے کہ جیسا اوس نے کہا ہے  
 یا قیام اپنے دم ظہر کے پر سید ہا ہو بیٹھا عرش پر تدبیر کرتا ہے امر مخلوق کی پس ہر دن وہ نئی شان میں ہی پیدا کرتا ہے وہ نئی دنیا  
 عطا کرتا ہے مع کرتا ہے بہت کرتا ہے بلکہ کرتا ہے ذلیل کرتا ہے عزت دیتا ہے بدایت کرتا ہے



ويُضِلُّ وَيُعِلُّ وَيُشْفِي وَيَبْتَلِي وَيُنْجِي وَيُجِيع وَيُتَيْت وَيُحْيِي وَيُعِيت وَيَفْعَل مَا يَشَاءُ  
ويحكم ما يريد ويدبر الامر كل امر ولا يبي الشيخ وابن بطه عن يونس بن يزيد عن  
الزهري عن ابن المسيب عن كعب الاحبار قال قال الله تعالى في التوراة انا الله فوق  
عبادي وعرشي فوق خلقي وانا على عرشي ادير امر عبادي ولا يخفى على شئ في السماء  
ولا في الارض قال النخعي اسناده صحيح ومن هذا الشأن النزول والارتفاع ومنه يرفع  
الايدى في الذعاء الى السماء وقد ورد في تفسير قوله تعالى رَعَسَى اُزْتَبَعْتَكَ رَبُّكَ مَقَامًا  
يُحْمَدُ ا) انه تعالى يجلس على يده عليه واله وسام معه على العرش وسببين مبسوطا  
في الشفاعة ومنه تجلي الله تعالى الحبيب عليه السلام ليلة الاسراء والضحك وبسط  
اليدين بالعتاء كما يشاء ووضع القدم في النار وتجلي التحول لاهل الموقف في صور تختلف  
وتتكرر وتعرف والرؤية في الجنة كما صحاح الاخبار وهو تعالى من شان الاحاطة بما  
خالق كما قال بحسب اسمها الباطن وَخَزَّاقِرَّبِ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلٍ الْوَرِيدِ وقال في سورة الواقعة  
فَكُلُوا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ وَاَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ وَخَزَّاقِرَّبِ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا  
تَبْصُرُونَ وَاَيْنَا تُولُوا فَمِنْ وَجْهِ اللَّهِ وَذَلِكَ لَعَنَاهُ وَاُطْلِقَهُ وَوَسِعَهُ مِنْ تَجْلِيهِ  
تعالى الحبيب المصطفى في قوله عليه السلام ونفست فصولي حتى استقلت فاذا انا  
بربي تبارك وتعالى في احسن صورة قال فرأيتُه وضع كف بين كف فوجدت برأنا  
بين ثدي فتجلى لي كل شئ وعرفته الحديث اخبر به الترمذي وصححه محمد بن نصر  
في كتب الصلوة والطبراني والحاكم وابن مردويه عن معاذ وعبد الزراق واحمد وابن  
حميد والترمذي وحسنه وابن نصر عن ابن عباس والطبراني في السنة وابن مردويه  
عن جابر بن سمرة وابن رافع وابي هريرة والطبراني في السنة والشيخ الرازي في الالقاء  
وابن مردويه عن انس وابن نفعها الطبراني وابن مردويه عن ابي امامه الباهلي



گمراہ کرتا ہے یہاں کرتا ہے شعا و تیا سے بلا میں ڈالتا ہے نجات دیتا ہے ہو کھار کھتا ہے غذا دیتا ہے زندہ کرتا  
 موت دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور ابو الشیخ  
 وابن بطریق بولس بن یزید سے اونہوں نے زہری سے اونہوں نے ابن السیب سے اونہوں نے کعب احبار سے روایت  
 کی ہے کہ کہا کعب احبار نے کہ مرنا یا حق تعالیٰ نے تورات میں کہ میں ہی خدا ہوں اپنے بندوں کے اوپر اور میرا عرش  
 میری مخلوق کے اوپر ہے اور میں اپنے عرش پر ہوں تدبیر کرتا ہوں اپنے بندوں کے کام کی اور مجھ پر کوئی شے چسپی نہیں ہے  
 آسمان میں زمین میں کہاں ہی ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اسی شان کی وجہ سے نزول و عروج ہے اور اسی کی وجہ سے  
 و عالمین آسمان کی طرف اُتتا اوٹتا ہے جاتے ہیں اور تحقیق وارد ہوا حق تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں دُقریب ہے کہ تجھ کو  
 تیرا آپ مقام محمود میں پہنچاں گا یہ کہ حق تعالیٰ نبی صلعم کو اپنے ساتھ عرش پر بیٹھا نکلا اور غُریب اسکا بیان بعد کے ساتھ  
 شفاعت کے ذکر میں آگیا اور اسی شان سے ہے حق تعالیٰ کا جلوہ فرمانا اپنے حبیب علیہ السلام کے لئے شب معراج میں اور منہا اور  
 ہاتھوں کو دینے کے لئے پہلانا جیسا کہ وہ چاہتا ہے اور قدم کو آگ میں رکھنا اور تجلی متغیر ہونے کی اہل موقف کے لئے مختلف و  
 جتنی معلوم شکلوں میں اور دیدار الہی جنت میں جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور حق تعالیٰ مخلوق کو گھیرنے کی شان سے اور طرح پر ہے  
 کہ جیسا اوسے باعتبار اپنے اسم الباطن کے فرمایا ہے اور ہم اوسکے قریب تر ہیں شہ رگ سے اور فرمایا سورہ واقعہ میں پس کیوں نہیں جکبہ  
 پہنچتی ہے جان گلے میں اور تم اوس وقت دیکھتے ہو اور ہم اوسکے قریب زیادہ ہیں تم سے لیکن تم کو نظر نہیں آتا ہے اور طرف تم موندہ پیرپس  
 وہیں ہیں چہرہ خدا کا اور یہ شان بسبب اوسکے غنا و اطلاق و وسعت کے ہے اور اسی شان سے ہے تجلی حق تعالیٰ کی اپنے حبیب صلی  
 کے لئے حضرت سلیم کے اس فعل میں در اور نماز میں جھکنا و گنگنی یہاں تک کہ بن ہاری ہو گیا پس یکایک میں نے تبارک و تعالیٰ کو بکرا  
 خوبتر صورت میں فرمایا کہ پس دیکھا میں نے اوسکو کہ اوسنے اپنی ہتھلی میرے دونوں موندہ ہونکے درمیان رکھی پس میں نے اوسکا  
 پور دن کی ٹھنکی اپنے دونوں لپٹان کے اندر پانی بہا رہے میرے واسطے ظاہر ہو گئی اور میں نے اوسکو پہچان لیا آخر حدیث تک اسکو روا  
 کیا ترمذی نے اویح کہا ہے اور محمد بن نضر نے کتاب الصلوٰہ میں اور طبرانی و حاکم و ابن مردودہ نے سناؤ سے اور عبدالرزاق و احمد و ابن حمید و ترمذی نے  
 اوسکو حسن کہا ہے ترمذی نے اور ابن نضر نے ابن عباس سے اور طبرانی نے سنت میں اور شیرازی نے القاب  
 میں اور ابن مردودہ نے النسائی سے اور ابن نضر و طبرانی و ابن مردودہ نے ابوالاسود جہلی سے اور



وابن نصر والطبراني عن عبد الرحمن بن عمار الجعفي وثوبان وصند تجليه عن هؤلاء  
 لبعض أئمة أهل بيته وكبراء أئمة في قلوبهم أوفى ضمائمهم وقد ورد بسند صحيح  
 رجاله كلهم ثقات أثبات عند أحمد وعبد بن حميد والترمذي وابن المنذر والشيخ  
 في العظمة وابن مردويه والبيهقي عن الحسن بن أبي هريرة رفعه والذئبي عن محمد بن أبي الو  
 انكر وليتم أحلكم بحبل إلى الأرض السفلى لحبط على الله ثم قرأ هو الأول والآخر و  
 الظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم وقد صح سماع الحسن بن أبي هريرة بالمدينة و  
 لا يخفى بن راهويه واليزار في مسندهما وإلي الشيخ في العظمة وابن مردويه و  
 البيهقي عن أبي ذر رفعهما بين السماء والأرض مسيرة خمسمائة عام إلى قوله وأخبر  
 لصاحبكم ثم دليتموه لوجه الله ثم ولا بن مردويه عن العباس بن عبد المطلب  
 رفعه وإلى الشافعيين بحسب الأسماء الإشارة بقراءة الآية فكتبه وتفقروا وقد  
 أرشد الله تعالى إلى معرفة الشافعيين معاني قوله في سورة الحديد لا ثم استوى على  
 العرش يعلم ما يلج في الأرض وما يخرج منها وما ينزل من السماء وما يعرج فيها وهو  
 معكم أين كنتم والله بما تعملون بصير وقوله في سورة الأنعام وهو الله في  
 السموات والأرض يعلم سرركم وجهكم كنه ويعلم ما تكسبون قال الشيخ الأكبر  
 في الباب السابع والستين وثلاثمائة من الفتوحات المكية قال الله تعالى ليس كمثله  
 شيء فوصف نفسه باسم لا ينبغي أن يكون ذلك الوصف إلا له تعالى وهو قول الشيخ  
 وهو معكم أين كنتم فهو تعالى معنا أين كنا في حال نزوله إلى السماء الدنيا في الثلث  
 الباقي من الليل في حال كونه استوى على العرش في حال كونه في السماء في الأرض  
 في السماء في حال كونه اقرب إلى الإنسان من جبل أو يد منه وهذه نفوس لا يمكن  
 أن يوصف بها إلا هو فما نقل الله عبدًا من مكان إلى مكان ليبره بل يبره من آياته التي غابت



اور ابن نصر و طبرانی نے عبد الرحمن بن عالس حضری و ثوبان سے اور اسی شان سے ہے تجلی حق تعالیٰ کی بعض ائمہ اہلبیت و کبرار امت کے لئے  
 اونس کے دلوں میں یا اونس کے خواب میں اور تحقیق وارد ہوا ہے منہج سے کہ جسکی کل راوی ثقہ و معتبرین نزدیک احمد و عبد بن حمید و ترمذی و  
 ابن منذر و ابو شیخ کے عظمت میں اور ابن مردودہ و بیہقی کے حسن سے اور انہوں نے روایت کی ابو ہریرہ سے مرفوعاً کہ قسم ہے  
 اوس فات کی کہ جبکہ ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تم ٹکڑے کسی ایک کو اپنے میں سے رسی میں بازہ کر بیچے گی زمین تک تو وہ خدا پر جاگتا  
 پھر یہ آیت حضرت نے پڑھی وہی اول و آخر ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر شے کو جانتا ہے اور شکیبائی ہے صلح حسن کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
 اور یحییٰ بن راہویہ و ہزار نے روایت کی ہے اپنے مسند میں اور ابو شیخ نے عظمت میں اور ابن مردودہ و بیہقی نے ابو ذر سے مرفوعاً کہ  
 در میان آسمان و زمین کے پانسو برس کا راستہ ہے اس قول تک کہ اگر تم اپنے ساتھی کے واسطے گز نہ کہو دیتے پھر اسکو گراتے البتہ پاتا  
 وہ خدا کو دہان اور اسکے مثل ابن مردودہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے عباس بن عبد المطلب اور انہیں دو شانوں کی طرف اعتبار دو اسکو  
 اشارہ ہے حضرت کے تلاوت فرمانے سے آیت مذکور دہلاؤں تا آخر آہ کو پس آگاہ ہوا و مجاہد و تحقیق ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ نے  
 ساد و فون شانوں کی معرفت کو اپنے قول سے سورہ حدید میں دیکھو سجد ہوا گیا عرش پر جانتا ہے ہر کچھ کہ سنا تا بہ زمین میں  
 اور جو کچھ اوس سے نکلتا ہے اور جو کچھ اوترتا بہ آسمان سے اور جو کچھ اوس میں عروج کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں  
 تم ہو اور خدا تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور اپنے قول سے سورہ النام میں (اور وہی خدا ہے آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے  
 تمہارے جیسے اور کہنے کو اور جانتا ہے ہر کچھ تم کہتے ہو شیخ اکبر نے فتوح کا باب میں کہا ہے کہ فرمایا خدا سے آگاہی کے کہ نہیں  
 ہے اس کے مانند کسی نے پس اپنے نفس کو ایسے امر سے موصوف کیا کہ اس کے غیر کے لئے ممکن نہیں ہے اور وہ قول حق تھا  
 کہ ہے (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو) پس حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جہاں ہم ہوں آسمان و دنیا کی طرف نزول  
 فرمانے کے حال میں رات کے ثلث اخیر میں عرش پر مستوی ہونے کے حال میں عشاء میں ہونے کے حال میں آسمان میں  
 اور زمین میں ہونے کے حال میں انسان کی مشہرگ سے زیادہ قریب ہونے کے حال میں اور یہ تمام  
 ایسے صفات ہیں کہ بحیرہ خدا کے اور کسی کا ان کے ساتھ موصوف ہونا محال ہے پس خدا نے  
 کسی بندے کو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف اس لئے منتقل نہیں فرمایا کہ اسکو دیکھے بلکہ اس لئے کہ اسکو  
 دکھاوے اپنی بعض نشانیاں جو اوس بندہ ہے جیسی کہ میں فرما حق تعالیٰ نے پاک پیوہ کہ راتوں رات لے گیا اپنے بندے کو ایک رات میں



عنه قال الله تعالى سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ  
 الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِلَى آخِرِهِ مَا ذَكَرُوا مِنْ عَسَاكِرٍ عَلَى  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْزُوا عَنْ الدُّعَاءِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنزَلَ  
 عَلَى أَدْعُوِّيَ اسْتَجِبْ لَكُمْ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَبَّنَا يَسْمَعُ الدُّعَاءَ كَيْفَ ذَلِكَ  
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الْآيَةُ أَيْ فَضَّلَ أَنْ يَقَالَ يَسْمَعُ الدُّعَاءَ  
 أَمْ كَيْفَ مَعْ كَوْنُهُ أَسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَلَا بَيْنَ مَرْهُومِهِ عَنِ النَّاسِ قَالَ سَأَلَ عَمْرُو بْنُ رَسُوْلٍ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ رُبْنَا قَالَ فِي السَّمَاءِ عَلَى عَرْشِهِ ثُمَّ قُلَا الرَّجُلَانِ عَلَى الْعَرْشِ  
 أَسْتَوَى وَأَنْزَلَ اللَّهُ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الْآيَةُ أَيْ لَهُ الشَّانَاتُ  
 جَمِيعًا وَلَا بَيْنَ جَبْرِ وَالْبُعْدِ فِي مَجْمَعَةٍ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ الشَّيْخِ وَابْنُ مَرْهُومٍ عَنْ  
 الصَّلَاتِ بْنِ حَكِيمٍ بْنِ مَعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ الْقَشِيرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ  
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْرَبُ رُبْنَا فَتَنَاجِيَهُمْ  
 فَتَنَادِيَهُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي  
 عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الْآيَةُ وَالْحَدِيثُ وَاسْتَفِيَانُ بْنُ عَيْنِيَّةَ فِي تَفْسِيرِهِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ  
 فِي رُوَيْدِ الرَّهْدِ عَنْ سَفِيَانَ عَنْ أَبِي قَالَ قَالَ الْمُسْلِمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْرَبُ رُبْنَا فَتَنَاجِيَهُ أَمْ  
 بَعِيدُ فَتَنَادِيَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الْآيَةُ وَابْنُ الْمُنْذَرِ  
 عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَقْرَبُ رُبْنَا فَتَنَاجِيَهُ أَمْ بَعِيدُ فَتَنَادِيَهُ فَتَنَزَّلَتْ فَلَيْسَ يَحْسِبُونَ  
 لِيُطِيعُونِي وَلَا يَسْتَجَابُونَ لِي طَاعَةً وَالْيُوصِيُونِي لِيَعْلَمُوا أَنِّي قَرِيبٌ أَجِبْ بِجَعْوَةِ الدَّاعِي  
 إِذَا دَعَانِي وَعَبْدُ الزُّنَاقِ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَبُ  
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الْآيَةُ وَعَبْدُ زُهَيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذَرِ  
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ النَّاجِيِّ الْجَلِيلِ قَالَ لَمَّا تَنَزَّلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (أَدْعُوِّيَ اسْتَجِبْ لَكُمْ قَالُوا



مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف کہ جس کے اطراف میں پہنچنے پر برکت اور تبارک ہے تاکہ ہم اس کو اپنی بعض نشانیاں دیکھا ہوں اور خیر تک  
 اور ابن عباس نے روایت کی ہے مٹی سے کہا اور انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت عاجز ہو تم دعا کرنے سے اس لئے  
 کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے کہ تم دعا کرو زمین تمہاری دعا کو قبول کرو مگر پس ایک مرد نے کہا کہ اسے رسول خدا  
 ہمارا رب دعا کو سنتا ہے یا اس کی کیا صحت ہے پس خدا نے نازل فرمایا (اور جب تم سے میرے بندے میرا حال پوچھیں پس  
 میں ان کے قریب ہوں آخر آیت تک یعنی یہ جاسیکہ یہ کہا جاسے کہ دعا کو سنتا ہے یا کیونکر ہے بالکمال وہ عرش پرستوی ہے اور ابن  
 مردویہ نے انس سے روایت کی ہے کہ ایک درویش نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا رب کہاں ہے فرمایا کہ آسمان میں اپنے  
 عرش پر ہے پھر تلاوت کیا کہ رخص پرستوی ہوا اور خدا نے نازل فرمایا کہ جب تجھے میرے بندے مجھ کو پوچھیں پس بٹک میں  
 اور مجھے قریب ہوں آخر آیت تک یعنی خدا کی دونوں نشانیاں ہیں اور ابن جریر و لغوی نے مجھ میں اور ابن ابی ماتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ نے  
 روایت کی صلت بن حکیم بن معاویہ بن مسیدہ قشیری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ان کے دادا سے کہ کہا اور انہوں  
 نے کہ ایک مرد آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا نزدیک ہے ہمارا رب کہ ہم اس سے آہستہ کہیں یا دوسرے  
 کہ ہم اس کو پکاریں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر خدا نازل کیا کہ جب تجھے میرے بندے مجھ کو پوچھیں پس بٹک میں نزدیک ہوں  
 تا آخر آیت و آخر حدیث اور سفیان بن عیینہ نے اپنے تفسیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زاد الزہد میں سفیان سے اور انہوں نے ابی  
 روایت کی ہے کہ کہا مسلمانوں نے یا رسول اللہ کیا قریب ہے ہمارا رب کہ ہم اس سے آہستہ کلام کریں یا دوسرے کہ اس کو پکاریں پس حق تعالیٰ  
 نے نازل فرمایا کہ اور جبکہ تجھے میرے بندے مجھ کو پوچھیں پس بٹک میں نزدیک ہوں تا آخر آیت اور ابن منذر نے ابن جریر  
 سے روایت کی ہے کہ کہا اور انہوں نے کہ مسلمانوں نے پوچھا کہ آیا قریب ہے ہمارا رب کہ ہم اس سے آہستہ کلام کریں یا دوسرے  
 کہ اس کو پکار کر کہیں پس یہ آیت نازل ہوئی (پس چاہے کہ مجھ سے تم بابت کریں یعنی چاہے کہ میری اطاعت کریں اور استجاب  
 طاعت کا نام ہے اور چاہے کہ مجھ پر ایمان لائیں یعنی چاہے کہ یقین لادیں اس پر کہ میں نزدیک ہوں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی  
 پکار کا جبکہ مجھ کو پکارتا ہے اور عبد الزاق و ابن جریر نے حسن سے روایت کی ہے کہ کہا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارا رب کہاں ہے پس  
 خدا نے نازل فرمایا کہ اور جب تجھے میرے بندے مجھ کو پوچھیں پس بٹک میں قریب ہوں تا آخر آیت اور عبد بن حمید نے ابن منذر سے عبد اللہ  
 بن عبیدہ تابعی سے روایت کی ہے کہ کہا اور انہوں نے کہ جب آیت (ادعونی استجب لکم) نازل ہوئی



كبرياؤه فأنزل الله (وَأَذِّنْ لِلْعِبَادِ) عَنِ قَاتِي قَرِيبٍ (الْأَيْ هَذَا  
 صِدْقٌ رَبَّنَا وَهُوَ بِكُلِّ مَكَانٍ وَلَا بِنِ ابْنِ شَيْبَةَ وَاحِدٍ وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ  
 وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ فِي الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَخْمَرِيِّ  
 قَالَ كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَجَعَلْنَا لَا نَصْعَدُ شِفَاوًا وَلَا نَهْبِطُ وَابْنُ  
 الْأَرَفَةِ أَصْلَانَا بِالْكَبِيرِ فَلَمَّا صَافَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْجِعُوا إِلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّمَا لَكُمْ عِزٌّ زَاهِمٌ  
 وَلَا غَابَا إِنَّمَا لَكُمْ عِزٌّ سَمِيعٌ بِصِيرَانِ الَّذِي تَدْعُونَ أَقْرَبَ إِلَيَّ أَحَدُكُمْ مِنْ عُنُقٍ وَلَحَلْتُمْ وَلَا بِنِ  
 ابْنِ شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا بِالدَّعَاءِ  
 فَأَتَحَرَّرْتُ وَقَالَ طَلَسْتُ أَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِقَرِيبٍ مِنْكُمْ وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ  
 مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ طَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذُكِرْتُمْ  
 (الْحَدِيثُ) وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ أَنَسٍ وَفِيهِ إِذَا دَعَانِي وَلَسْفِيَانِ فَوَكَّعَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَابْنُ  
 أَبِي شَيْبَةَ فِي مَصْنَعِهِمَا وَاحِدٌ فِي الْهَدْيِ وَابْنُ نَعِيمٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الشَّعْبِ لِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ زَيْدِ  
 قَالَ قَالَ مُوسَى رَبِّ قَرِيبٌ أَنْتَ فَأَنْجِيكَ أَمْ بَعِيدٌ فَأَتَاكَ قَالَ يَا مُوسَى أَنَا جَالِسٌ مِنْ  
 ذِكْرِي وَنَحْوُهُ لَا بِنِ ابْنِ شَيْبَةَ فِي التَّوَابِعِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ وَالدِّينَوْرِيِّ فِي الْمَجَالِسِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
 وَالدَّيْلَمِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ رَفَعَهُ بَرِيذَةً مِنْ ثُمَّ تَسْبِيحُ الْمَلِكِ الْأَعْظَمِ أَحَدُ حَمَلَةِ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ  
 سَخَنَّاكَ إِنْ كُنْتَ وَإِنْ تَكُونُ حَقٌّ لَا يَطْنُ وَلَا يَتَوَهَّمُ لِذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى النَّقِيدُ بِمَكَانٍ  
 مَعِينٍ فَقَدْ قَالَ أَبُو بَعْلَةَ فِي مَسْنَدِهِ نَاعِمٌ وَالنَّاقِدُ نَاسِخٌ بِنِ مَصْصُورٍ نَاسِخٌ بِنِ مَصْصُورٍ  
 بِنِ اسْتَحْقَ عَنْ سَعِيدِ الْقَبْرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ  
 لِي أَنْ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَلَامٌ قَرَأَ بِهِ رَجُلًا مِنَ الْأَرْضِ السَّابِعَةِ وَالْعَرْشِ عَلَى مَنْكِبِهِ وَهُوَ  
 سَخَنَّاكَ إِنْ كُنْتَ وَإِنْ تَكُونُ وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْأَئِمَّةِ السُّتَّةِ تَخْلُفُهَا وَبِهَا خُورَجُ  
 لَدَا بَخَارِي مَقْرُونًا بغيره وَابْنُ دَاوُدَ فِي الْقَدْرِ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَحَدَّثَتْ عَنْهُ شُعْبَةُ



اصحاب نے کہا کیا ہم اسکو دیکھتے ہیں کہ اسکو پکارین پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اور جب کہ تجھے میرے بند سے محسوس  
 پوچھیں تو شبیک میں قریب ہوں پس کہا لوگوں نے سچ کہا ہمارے رب نے اور وہ ہر جگہ ہے اور ابن ابی شیبہ و احمد و بخاری  
 و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن مردودہ نے اسناد و صفات میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ انہوں  
 نے کہتے تھے ہم ہمراہ بنی مسلم کے ایک لڑائی میں پس جب ہم چڑھتے بلند ٹیلے پر یا اوترتے دامن کوہ میں تو خوب زور سے تکبیر کہتے تھے  
 پس حضرت نے ہمارے قریب آکر فرمایا کہ اسے لوگوں کو وقف کرو اسلئے کہ تم نہیں پکارتے ہو پھر سے کہ اور نہ غائب کو بلکہ  
 تم پکارتے ہو سنئے دیکھتے کو شبیک کو تم پکارتے ہو وہ قریب تر ہے تم میں سے ہر ایک کے او کی سولہ کی گردن سے اور  
 ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن شعیب سے روایت کی تھی کہ کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے برابر میں معید بن مسیب کے پس میں آواز بلند  
 کی دعا کہ لے پس پھر پڑھا انہوں نے مجھ کو اور کہا کہ تو نے گمان کیا ہے کہ خدا مجھے قریب نہیں ہے اور بخاری و مسلم و نسائی و ترمذی  
 و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بند سے گمان کرنے کے نزدیک ہوں  
 اور جن لوگوں کے ساتھ ہوں جب پھر پکارتا ہے آخر حدیث تک اور اسکو احمد نے اس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب وہ مجھ کو پکارتا  
 اور یحییٰ بن یحییٰ و عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ کی روایت ہے اون دونوں کے مصنف میں اور احمد کی روایت ہے کتاب اللزہ میں  
 اور ابو نعیم و بیہقی کی شعب الامان میں پسندیدہ ہے کہ کہا انہوں نے کہتے ہیں کہ میرے رب کیا تو قریب ہے کہ میں تجھے  
 آہستہ کلام کروں یا دوسرے کہ مجھ کو آواز سے پکار دے فرمایا کہ اسے موسیٰ بن طلحہ نے اور اسکا کہ جو مجھ کو یاد کرتا ہے اور ایکے مثل ابو ایوب نے اور  
 میں عبداللہ بن عمر سے اور دیلمی نے ثوبان سے مرفوعاً کچھ زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے پھر میں  
 ہے تسبیح ایک بزرگ فرشتہ کی جو مشاغل عظیم کے طعن سے ہے پاک ہے تو کہاں تھا تو اور کہاں ہو گا تاکہ وہم و گمان نکلیا جا حق تعالیٰ کی  
 ذات کے مقید ہونا مکان معین بن یحییٰ نے کہا ابو نعیم نے اپنے مسند میں کہ بیان کیا ہے حق بن منصور نے بیان کیا ہے ہر  
 ساریہ بن یحییٰ کی روایت سے انہوں نے ابو ہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو اذن دیا گیا ہے  
 کہ میں جالی جان کروں ایک فرشتہ کا کہ اس کے دونوں پر گز گئے ہیں ساتویں زمین تھا اور اس کے کندھے پر ہے اور وہ کہتا ہے پائے تو کہاں تھا  
 تو اور کہاں تھا اور اسکی منہ صاف ہے اور ست کی شرط پر مجھ سے معاویہ کے پس اس سے بخاری نے روایت کی اس کے بعد روایت کو حاکم نے  
 ابو داؤد نے تدریس میں اور نسائی و ابن ماجہ نے اور حدیث مان کی ہے اس سے شبہ ہے



ولايحدث الا عن ثقة عند جماعة وقال ابو حاتم لا بأس به وثقة احمد والنسائي وابن  
جان فقيلا بيد عدة وهذه الشيعة واه ولعل مثل هذا الحديث عليل غير حجة فحديثه  
وحده حجة وقد عزم السيوطي فقال في المنتور لا يروى عن ابن عمر ربه بسند صحيح معان  
له شواهد هو لها متعا ضد فلطبراني في الكبير وابي نعيم في الحلية عن ابن عباس رفا  
از الله عز وجل ملكا لو قيل له اتقم السموات السبع والارضين بقلعة واحدة لفعل شيعة  
سبحنا حيث كنت ولطبراني في الاوسط عن انس اذن لي از احلت عن ملك ومن حلة  
العرش رجلاه في الارض السابعة السفلى على قرن العرش ومن شجرة اذنه وعائقة حلقان  
سبعائة عام يقول ذلك الملك سبحنا حيث كنت وللخطيب في المتفق واللفرق عن ابن عمر  
نحوه وفيه ابو معشر المدني ولكنه متعا ضد بالشواهد وفيها بين عائقة الى شجرة اذنه  
سبعائة سنة وسبحنا حيث كانت فليتنظروا ليعين وليتدبر في معاني سبحنا واين كنت  
واين تكون وسبحنا حيث كانت وسبحنا حيث كنت مطابقة الايت المتلوات ونحوها  
وبالبحاري ومسلم والنسائي والبيهقي في الاسماء والصفات عن انس رفا ان احلهم  
اذا قام في صلاة فاني احيى يديه وان ربه بيده وبين القبلة فلا يزيقن احلهم قبل  
قبلة ولكن عن يساره او تحت قدمه ولم يروى بن عقبة فابن جرير فالبخاري ومسلم  
والحاكم فالبيهقي عن ابن عمر رفا اذا كان احلهم يصلي فلا يصبق قبل وجهه فان  
الله قبل وجهه اذا صلى ولا بن ملحة عن ابي واثل شقيق بن سلمة عن حذيفة انه  
راى شيث بن ربيع يزيق يديه فقال يا شيث لا يزيق بين يديك فان  
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يفي عن ذلك وقال ان الرجل اذا صلى يصلي  
اقبل الله عليه بوجهه حتى ينقلب ويحدث حدث سوء ولا بن خزيمة في التوحيد  
عن شقيق قال كنا عند حذيفة فقام شيث بن ربيع فصلى فصبق بين يديه فقال



اور شجرہ اویسی حدیث کو بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک معتبر ہے اور ایک جماعت نے انہیں جو ماتم نے کہا ہے کہ اس میں کچھ غلطی نہیں ہے۔

اور احمد و نسائی و ابن مہبان نے اسکو ثقہ کہا ہے لیکن بلوزہ کا یہ کہنا کہ وہ بڑا دانا ہی ہے اور شاید کہ یہ قول ابی ہی حدیث کے بابت ہوگا۔

علیل سے محبت نہیں ہے اسنے کہ تھا اسکی حدیث محبت ہے اور مالاکہ اس حدیث کو سیوطی و دشوین ابو یعلیٰ و ابن مردویہ کحیضہ

بسنجیح منسوب کیا ہے بالکذا اسنے اور شواہد میں کہ جبکی وجہ سے یہ حدیث قوت رکھتی ہے پس طبرانی نے کبیر میں اسکو ابو نعیم نے علیہ

میں ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تحقیق حق تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ اگر اسکو کہا جائے کہ ساتون اساتون اور ساتون پانچون

کو ایک فقرہ سے نکلے تو البتہ گزرے گا اسکی تسبیح سبحانک عظیم کثرت ہے اور طبرانی کی روایت اسکا میں انفس سے ہے و جگو

اذن دیا گیا ہے کہ حال بیان کردن ایک فرشتہ کا ماطین عرش میں کہ اسنے دونوں پیرینچے کے ساتون زمین میں ہیں اسنے

ایک جانب پر عرش ہے اور اسکی کانگی لو اور کسبہ میں سات سو برس کی مسافت ہے وہ فرشتہ کہتا ہے پاک ہے تو بہان

کہیں ہے تو اور خطیب نے متفق و مغتفرق میں ابن عمر سے اسنے مثل روایت کی ہے اور اسکی سند میں ابو مشرمدنی ہے و لیکن وہ قوت

رکھتی ہے شواہد سے اور اس میں ہے کہ اسنے کذب سے اسکا و کئے کان کی لو کس سات سو برس میں اور سبحانک عظیم کثرت پس نظر

کرنی چاہئے اور غور کیا جائے اور تہریر کیا ہے معانی میں ان لغتوں کے و سنخات ابن کنت و ابن تہکون سبحانک عظیم کثرت

و سبحانک عظیم کثرت آیات و اعاادیت سے تطبیق دیکر اور بخاری و مسلم و نسائی و بیہقی نے اسکا و صفات میں انس سے مرفوعاً

روایت کی ہے کہ تحقیق ایک تھا۔ ایک کہتا ہے اپنی نماز میں پس تحقیق وہ غیبہ بات کرتا ہے اپنے رب سے اور اسکا ربا و کئے

او قبضہ کے دریاں ہے پس ہر کے کوئی تم میں کا ایسے قبضہ کے جانب اور لیکن پنے بائیں جانب با قدم کے نیچے اور موسیٰ بن عقبہ

نے پھر ابن جریج نے پھر بخاری و مسلم و حاکم نے یہ بیہقی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے جبکہ ایک تھا یا نماز پڑھے تو اپنے رب سے

سنانے نہ ہو کے اسنے کہ خدا اسنے موانہ کی جانب ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے اور ابن ماجہ نے ابو داؤد شقیق بن سدر سے اسنے

حذیفہ سے روایت کی ہے کہ دیکھا اوہنوں نے شیت بن ربیع کو کہتو کا اپنے سامنے پس کہا کہ اسے شیت نہ ہو کہ اپنے سامنے اسنے

کہ رسول صلیم کرتے تھے اس سے اور کہا کہ وہ جب کہڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو خدا متوجہ ہو جاتا ہے اور پھر اپنے وجہ سے یہاں تک کہ نماز

فارغ ہو یا کوئی برا فعل کرے اور ابن خزمیہ نے تو حسیذ بن شقیق سے روایت کی ہے کہ اسکا اونوں نے کہ ہم

حذیفہ کے پاس تھے پس شیت بن ربیع نے کہڑے ہو کر نماز شروع کی اور اپنے سامنے ہو کر یا پس حذیفہ نے اس سے کہا



له حانيفة يا شيت لا يتصدق بين يديك ولا عن يمينك عن يمينك كاتب الحسنة ولا عن  
 عن يسارك أو من وراءك فان العبد اذا اتوضأ فاحسن الوضوء ثم قام الى الصلوة اقبل  
 الله عليه بوجهه فيناجيه فلا ينصرف عنه حتى ينصرف او يحدث حدث سوء ومعنى  
 الاحاديث ان الله تعالى اقبل وجه العبد بينه وبين القبلة اذا صلى باقبال وجهه الى  
 لا يقنيه بل يبقيه ويخيه ويرعيه ويحميه لكونه يناجيه فهو يقبل عليه بوجهه فيناجيه  
 فلا يبرز من قبل وجهه المخصوص منه تعالى بل عظم شرف هذه الوقت الخاص وان كان  
 تعالى باطنا كما يليق بالحضرة في كل جهة ومكان سبحانه باعظم شانه واحسانه كنوا  
 الشمس على تانيهم بلا تشبيه والله للمثل الاعلى وقد قال الله تعالى الله نور السموات  
 والارض الآية وورد نور آتى اراه من اسمائه الحسنى النور وقد ورد ايضا اقربا  
 يكون العبد من ربه وهو ساجد فالكثرة والدعاء رواه احمد ومسلم وابوداود والنسائي  
 وابويعل عن ابي هريرة وورد اقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الاخر فان  
 استطعت ان تكون ممن يذكر الله في تلك الساعة فكن اخرجها الترمذي والنسائي  
 والحاكم عن عمر بن عيسى قول ابن مردويه ولبى هقي في الشعب عن عبادة بن الصامت  
 رفاع افضل ايمان المرء ان يعلم ان الله معه حيث كان وللطبراني في الكبير  
 والاوسط عنه رفاع افضل الايمان ان تعلم ان الله معك حيثما كنت وهذا الذي  
 ذكرنا محجة وسطى بمسحجة غلط فانه اعمال الدلائل الطرفين واشغال بمسائل  
 الشرفين والخير كله في الاعمال والاشغال دون الاهمال والاعتقال والتاويل لاحد  
 النصين في الطرفين من غير دليل عليل ليس عليه تعويل فانه تعليل للظاهر  
 كما هو ظاهر لا تقبل وليس احدهما في هذه ابواب من الاخر فتدبر وتبصر وتامل  
 الى الجمع بين النصين على الخصوص عائد قال ابن القيم تامل الخطأ بالقلوب تجد



کہ اسے مشیت نہ ہو کہ اپنے سامنے اور آئینہ دیکھ جائے تیرے دہنے جانب نیکی کہنے والے فرشتے ہیں اور لیکن تھوک بائیں  
 جانب یا آئینے نیچے اسلئے کہ بندہ نے جب وضو کیا عود وغیرہ سے پہر نماز کو کھڑا ہوا اور اس کے سامنے کر دیتا ہے خدا اپنے وجہ کو پہر اوس سے  
 مناجات کرتا ہے پر نہیں پہر تلبہ و ان سے یہاں تک کہ بندہ نماز سے فارغ ہو جائے یا برا فعل کرے اور پھر ان احوال کے  
 یہ ہیں کہ حق تعالیٰ سامنے کرتا ہے بندہ کے چہرے کو اپنے او قبالہ کے درمیان جبکہ بندہ نماز پڑھتا ہے روحانی توجہ سے نہیں فساد کو بلکہ  
 باقی رکھتا ہے اور نجات دیتا ہے اور اسکی نگہداشت و حمایت کرتا ہے اسوجہ سے کہ بندہ اوس سے مناجات کر رہا ہے پس خدا اوپر  
 متوجہ ہوتا ہے اپنے چہرے سے پہر اوس سے سرگوشی کرتا ہے پس ہرگز تھو کے اوس کے چہرہ کی طرف جو کہ خصوصیت و کتبائے حق تعالیٰ ہے  
 بہت بڑی شرافت کے ساتھ اس منت خاص میں اگرچہ باطن کے اعتبار سے حق تعالیٰ جیسا کہ اوس کے درگاہ کے لائق ہے ہر جہت اور ہر مکان  
 میں ہے پاک ہے وہ بہت بڑی ہے شان اوس کے اور احسان اوسکا مثل نور شمس کے ہے باوجود اوسکی تنزیہ کے بدون تشبیہ کے اور  
 خدا ہی کے لئے ہے بلند تر مثل اور تحقیق فرمایا ہے حق تعالیٰ نے کہ خداوند ہے اسانوں اور زمین کا آخرایت تک اور وار و ہوا ہے کہ خدائیک  
 عظیم الشان خدا ہے کہاں دیکھوں میں اوسکو اور اوس کے اسماء معنی میں سے فقط خدا ہے اور نیز وارد ہوا ہے کہ قریب تر حالت بندہ کی اپنے  
 رب سے بندہ کے سجدہ کرنے کے وقت ہے پس زیادہ کرو و کا اور روایت کیا اسکو احمد مسلم والی و ابوالی نے ابوہریرہ  
 سے اور وارد ہوا ہے کہ زیادہ قریب ہونا بندہ کا اپنے رب سے اخیر شب کے اندھے پس اگر تجھے ہو سکتا ہے کہ تو ہو جائے اون  
 لوگوں میں سے جو خدا کو یاد کرتے ہیں اور سوقت میں پس ہو جاوے ابیت کیا اسکو ترمذی و نسائی و حاکم نے عمرو بن عبسہ اور ابن مسعود  
 نے شعب میں عبادہ بن مسامت سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ افضل ایمان مرد کا یہ ہے کہ وہ یقین کر لے کہ خدا اوس کے ساتھ ہے جہانم  
 وہ موجود ہوا و طریق الی نے محکم کیروا و سلم میں عبادہ بن مسامت سے مرفوعاً اس طرح روایت کیا ہے کہ افضل ایمان یہ ہے کہ تجھ کو یقین ہو اسکا کہ خدا اس  
 ساتھ ہے جہاں کہیں تو ہو و سے اور یہ تحقیق کہ ہننے ذکر کی ہے متوسط طریق ہے کہ جس سے غلط محبت کو ٹھاؤ نہیں ہے اسلئے کہ طریقہ میں طغیان کی  
 دلیل و نمونہ عمل میں لانا ہے اور دونوں شرف کے مسائل میں مشہور کرتا ہے اور ہر جن پہلائی عمل میں لاسلئے اور مشہور کرنے میں ہے ذکر بجا رہو پڑھنے  
 اور غافل بنانے میں اور پیر نادون قسم کی نفوس میں سے کسی ایک کو دونوں طرف میں سے کیسے طرف بلا دے اہل مہمت سے کہ جس پر خدا کرنا چاہے  
 اسلئے کہ تامل میں عمل و بجا رہنا ہے ظاہر سے کہ جیسا کہ یہ اعرظا ہے کہ عمل میں لانا اور تامل کرنے میں ایک لفظ کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے پس  
 اور بنیاد ہوا و غافلہ کہ خاص کر جمع کرنے نفوس کے طرف نوشتہ والا ہے کہ بجا اہل قسم نے کہ تو خطاب قرآن میں تامل کر کہ پاسے صحت تو



ما كاله الملك كله وله الحمد كله ارضه الامور كلها بيده ومصدرها منه وموخرها  
 اليه مستويا على العرش لا يخفى عليه خافية من اقطار ملكته عالمها في نفوس عبده  
 مطلعها على اسرارهم وعلايتهم منصفهم ابتداء بدير الملكة يسمع ويرى ويعطي ويمنع  
 ويشب ويغاقب ويكرم ويهين ويخلق ويرزق ويقيم ويحيي ويقتل ويقدروا وقته ويبدلون  
 الامور نازلة من عنده دقيقتها رجليها وصاعدا اليه لا تتحرك ذرة الا باذنه ولا  
 تسقط من ورقه الا بعلمه فتأمل تجده ينشئ على نفسه ويحيد نفسه ويحيد نفسه  
 وينصو عباده ويذلهم على ما فيه سعادتهم وفلاحهم ويرغبهم فيه ويحذرهم مما فيه  
 هلاكهم ويتعفف اليهم باسمائه وصفاته ويحبب اليهم نعمه وآلائه بلذكرهم بنعمه  
 عليهم ويامرهم بما يستوجبون به تمامها ويحذرهم من تقصيرها ويذكرهم بما اعد لهم من  
 الكرامة ان اطاعوه وبما اعد لهم من العقوبة ان عصوه ويخبرهم بضعف اوليائه  
 واعداؤه وكيف كانت عاقبة هؤلاء وينشئ على اوليائه بصلاح اعمالهم وحقن  
 اوصافهم وينذر اعدائه بسوء اعمالهم وقبيح صفاتهم ويضرب الامثال وينوع  
 الادلة والبراهين ويحجب عن شبه اعدائه احسن الاجوبة ويصدق الصادق  
 ويكذب الكاذب ويقو الحق ويهدى السبيل ويدعو الى دار السلام ويذكر  
 اوصافها وحسنها ونعيمها ويحذر من دار البوار ويذكر عن ابها وقبحها واولها  
 ويذكر عباده فقرهم اليه وشدة حاجتهم اليه من كل وجه وانما لا غنى لهم عنه  
 طرفة عين ويذكر عنايتهم وعن جميع الموجودات وانه الغني بنفسه عن كل اسواه  
 وكل اسواه فقير اليه بنفسه وانه لا ينال احد خيرة من الخير مما فوقها الا بفضل  
 ورحمته ولا ذرة من الشر مما فوقها الا بعدا وحكمة وتشهدا من خطابه بعتابه لا جأ  
 الطف عتابه مع ذلك وقيل عتابهم وغافر ذلالتهم ومفهم اعداءهم ومصلح



ایک بادشاہ کو کہ تمام حکومت اس کے لئے ہے اور تمام قوتیں اس کے واسطے ہیں تمام امور کی باگین اس کے ہاتھ میں ہیں اور سب کا حدود راہی ہے اور سب کا دیوار اس کے طرف ہے بیٹھا ہوا ہے خوش کے اوپر نہیں غمی اور سپر کوئی وقتہ اس کے ولایت کے طرف سے جانتے والے اس کے بندوں کے نفوس میں جو کچھ خیالات ہیں خبردار ہے اس کے چہرے اور کہلے سے اکیلا ہے اپنی سلطنت کی تدبیر میں منتا ہے اور دیکھتا ہے عطا کرتا ہے اور روکتا ہے ثواب دیتا ہے اور عذاب کرتا ہے عزت کرتا ہے اور خوار کرتا ہے پیدا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے مارتا ہے اور جلاتا ہے اندازہ مقرر کرتا ہے اور حکم کرتا ہے اور تدبیر کرتا ہے عطا امور کی اور تنہا سے والا ہے اس کے طرف سے چھوٹا امر اور بڑا امر اور اس کے طرف چڑھنے والا ہے کوئی ذمہ نہیں ہوتا ہے بے اس کے اذن کے اور کوئی پتہ نہیں کرتا ہے بے اس کے علم کے پس تالی کر تو کیسا پاتا ہے تو اس کو تعریف کرتا ہے اپنے نفس کی اور بڑی بیان کرتا ہے اور صفت بیان کرتا ہے اپنے نفس کی اور اپنے بندوں کی نصیحت کرتا ہے اور ان کی رہنمائی کرتا ہے اس طریق پر کہ جسمیں سعادت و نجات اور اس میں او کو عزت دلاتا ہے اور ڈراتا ہے ان کو اس کام سے کہ جسمیں ان کی ہلاکت ہے اور معلوم کرتا ہے ان کو اپنے اسما و صفات اور محبت کرتا ہے اور اپنے نعمتوں و بخششوں کے ذریعہ سے یاد دلاتا ہے ان کو اپنی نعمتیں جو ان کو دی ہیں اور حکم کرتا ہے ان کو ان اعمال کا کہ جن کے وہ ہمہ تن تالیق ہے اور ڈراتا ہے ان کو اپنے سختی سے اور یاد دلاتا ہے ان کو جو کچھ اس کے لئے از قسم کر استہیا کر رہا ہے بشرط فرمان برداری اور جو کچھ اس کے لئے استہیا کر رہا ہے از قسم عذاب بشرط نافرمانی کے اور خبر دیتا ہے ان کو اپنے فعل کے دوستوں اور دشمنوں کے باب میں اور یہ کیونکر ہو گا انجام ان کا اور ان کا اور تعریف کرتا ہے اپنی دوستوں کی اس کے نیک کاموں اور خوبتر اوصاف کے ساتھ اور برائی بیان کرتا ہے اپنے دشمنوں کی اس کے بے اعمال اوصاف کے ساتھ اور ظہیر میں بیان کرتا ہے اور قسم قسم کی لولہ و برہن لانتا ہے اور اپنے دشمنوں کے شہوں کے محمد و خوبتر جوابات دیتا ہے اور بجا قرار دیتا ہے بچے کو اور جھٹلاتا ہے جو بڑے کو اور حق بات کہتا ہے اور راہ حق کی ہدایت کرتا ہے اور سلاطین کے گیر کرنے جاتا ہے اور اس کے اوصاف و خوبی و کمزوری کو ذکر کرتا ہے اور ڈراتا ہے ہر گز اس کے عذاب برائی و تکالیف کو ذکر کرتا ہے اور اپنے بندوں کو ذکر کرتا ہے ان کی محتاجی اور شدت حاجت کو طرف اپنے ہر وجہ سے اور یہ ان کو اس سے بے پروائی نہیں چھوڑتی ہے ایک لمحہ اور ان کو تمام موجودات اپنی بے پروائی کو کہتا ہے اور یہ کہ وہی بذات خود غنی ہے اپنے مال و اسوائے اور جو کچھ اس کے سوا ہے اس کا محتاج ہے اور یہ کہ کوئی شخص نہ بخاوردہ برآبرنگی کو مگر اس کے فعل و حرکت اور نہ فیہ ہر امر یا زیادہ کو مگر اس کے انصاف و حکمت اور تو دیکھتا ہے اس کے خطاب اس کا عتاب و ستون کے حق میں نرمی امیر اور وہ باوجود اس کے حد و گزر کر نیوالا ہے اس کے نغمہ شون سے بخشہ بینی قاسم اس کے عطا و انعام کو غایم رکھنے و ہم سے اس کے عذر و کو درست کرنے والا ہے ۔



فسادهم والدافع عنهم والمحامي عنهم والناصر لهم والكفيل بمصالحهم والمبغى لهم من  
كل كرب في الموفق لهم بوعده وأنه وليهم الذي لا ولي لهم سواه فهو مولاهم الحق و  
ينصرهم على عدوهم ثم المولى ونعم النصير وإذا شهدت القلوب من القران ملكاً  
عظيمها جواد رحيم أبدي لا يلهي هذا شأنه فكيف لا يشبهه وتنافس في القرب منه وتتفق  
النفاس بها في التردد إليه ويكون أحب إليها من كل ما سواه وصرخا به أشر عند ما من  
رضا بكل من سواه فكيف لا تأمل بذكره ويصير حبه والشوق إليه ولا تشبهه فذلها  
وقوتها ودوائها بحيث أن فقدت تلك شدت وهلكت ولن تستفع بجياها انقضى  
نقله التيسير في الايمان بعقوباته (قد كنت) جملة ما أبدى به قاله تعالى التضرع  
وقد ثبت لها في متلها في أنه يحبه ويدينه وعينه كما انطلق قرآنه (نحن)  
أقرب اليه من شئيل الزبانية ونحن أقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون وآيتي تؤولوا  
فتم وجهه الله وهو معكم أينما كنتم وإذا سألك عبادي عني فإني قريب معهما  
من سبب زلاله وفي قوله تعالى جواباً عن قوله تعالى يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله  
وكما انطلق به يسأله وينبأه والذي نفس محمد بيده لكم ما ينتم أحدكم من جبل  
إلى الأرض السبعين لميط على الله وقوله فمن من الله بخص صلاته وطوله عن  
تبعه من سبب الله في شئ من ذلك إن كنت من تلك وتكون وقوله أن الذي تدعون أقرب  
إلى أحدكم من عني وأحلته وقوله وإن زيد بين وبين القبلة وإن العبد إذا قام  
إلى الصلاة أقبل الله عليه بوجهه في ذلك وغير ذلك مما هو عليه فإذا وجدت  
النفوس من القرآن والحديث مثل كمال كمال كبير أو كمال جميل لا شأنه وحسن  
هذا أفندي يديه وتشتاق وتتقرب إليه وتغيب لديه وتقتل وقتوكل في جميع أمور  
عليه بالوجه بعثت وعين في كل من الدنيا والدين والعقبة بين كل طيب وخبيث فلا تنفع



اوندے فساد کو دفع کر نوالا ہے اوندے دشمن کو اور اوندے کا حامی و مددگار اور اوندے مصالح میں کفیل کا رہے اور اوندے نجات دینے والا ہے اور ہر گھٹنے  
 سے اور اوندے باب میں پورا کر نوالا ہے اپنے وعدے کو اور اوندے کا ایسا ربی ہے کہ اوندے سوا اور کوئی ربی اور نیک نہیں ہے پس ہی اوندے کا سچا  
 دوست ہے اور اوندے کو وہ کرتا ہے اوندے دشمنوں پر پس وہ کیا خوب دوست ہے اور کیا خوب مددگار ہے اور جیکر قلوب کے قرآن سے ایک بڑا دشمن  
 سخی جیم جیل معلوم ہو گا کہ جسکی یہ نشان ہے پہر کو نکراؤ سکود دست نہ رکھنے اور اوندے قرب میں کیوں نہ راغب ہونگے اور اوندے دوستی حاصل کرنے  
 میں اپنی عمر کیوں نہ گزارینگے اور اوندے کو تمام ماسوا سے زیادہ محبوب کیوں نہ ہو گا اور اوندے کی خوشنودی زیادہ پسندیدہ ہو جائیگی اور اوندے کے تمام ماسوا کے  
 خوشنودی سے اوندے کیونہ شفیق ہونگے اور اوندے کی یامین اور اوندے کی محبت اور اوندے کا شوق اور اوندے کی غذا و قوت و دوا ہو جائیگا اس طرح پر کہ اگر یہ اوصاف  
 ہوں تو قلوب غافل ہوں اور اپنی عیادت ہرگز نفع نہ پائیں انتہی اسکو سیوٹی سے اتفاق میں نقل کیا ہے فائدہ کے عنوان سے دیکھنا چاہیے  
 یہ جو کہ میں نے بیان کیا ہے ایک کلام صاف بند ہے پر کچھ اور میں نے فی کے قابل لکھا ہے اور یہ ہے کہ سنی حجازہ باوجود اس مضمون کے کہ  
 جسکو میں نے بیان کیا اور میں نے کیا ہے کہ صبر اور اوندے قرآن سے اسکو ظاہر فرماتا ہے کہ ہم میرے قریب : وہ میں اوندے کی شہادت سے اور میرے  
 نزدیک ہیں جان سے بہت تیار ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو اور جان بچ کر وہ تم پر اور میں سے ذات افندی اور ہمتیارت ساتھ ہے جان تم ہو اور جسکے  
 چہن چہن میرے بندے محلو پس میں نزدیک ہوں ساتھ اس کے سبب دل کے بند کور ہو جاوے اور غفل حق تعالیٰ ہو جاوے ہیں اپنے کلمہ کو ہی طلب اسد و سکے میں  
 جیسے ہوں اسکا کہ جو محلو اذکر سے اور ایسا ہے کہ صبر اذکر سے اور اس کے برہان سے بیان دیا ہے اور قسم ہے اوندے کہ محمد کی جان اوندے  
 ہاتھ میں سے کہ اگر تم گواہ اپنے من سے کہہ دے : ہاں کہہ دے کی زمین تک تو البتہ گواہ کے اور اور دنیا کے یہ مال ہر ش فرشتے  
 کی تسبیح کو حضرت مسلم نے نقل فرمایا ہے کہ تو پاک ہے کہان رہا ہے تو اور کہان رہیگا اور یہ کہ قول حضرت کا : یہ ہو کہ تو یہ ایک قریب ہے  
 اوندے کی سہاری کی گردن سے اور قول حضرت کا : اور ایک اوندے کا رب اوندے اور قریب کے یہ ہے اور تجھنی کہ مسندہ کہہ  
 ہوتا ہے نہ پڑھنے کو سانسے کہہ دتا ہے خدا اوندے کے اپنی ذات کو پیراوس سے مانتا ہے کہ اسے دراستہ ہر اور کہہ جو بخاری  
 اس قسم سے کہ اس مضمون کی تکمیل کرنا ہے پس جب کہ پائینگے : میں تم قرآن : ہمیشہ : سے ایک ہوا شہادہ :  
 صاحب حکومت بڑا بزرگ مہربان صاحب جلال و جمال کہ جسکی صفت و احسان یہاں ہے پس احوال اوندے کو  
 دوست رکھنے اور مشتاق ہونگے اور اوندے کو قرب چاہینگے اور اوندے سے رالیا محبت پیرا کرینگے اور ہم امور دینی و دنیوی  
 اعتماد و بہرہ و سار کینچہ طور سے اور تمیز کرینگے ہر کام میں دنیا و دین و آخرت کے بہان ہر چہ اور ہر کچہ : اسکو انتہی



أقول ومن الله التوفيق ان المصنف قد تشبث في هذا القول بعدة آيت ولحديث  
 في بيان الصفات والتشابهات ثم رتب عليها قول ابن القيم الذي هو الوهابية ومن ائتمته  
 الكشوية بعنوان الفائدة ثم اتمها بضمه التي استنبطها من عند نفسه من الايت و  
 الاحاديث للسودة في هذا القول ردما للتطبيق بين ادلة البيئونة وبين ادلة القرب  
 والمعية التي تعارضها وتنافيا وحكم بان هذا الذي ذكرنا محجة وسط لم يحس حجة  
 غلط فانه اعمال لدلائل الطرفين واشغال بمسائل الشرفين والخير كله في الاعمال  
 ولاشغال دون الاهمال والاعتغال والتاويل لاحد النصين في الطرفين من غير  
 دليل عليل ليس عليه تعويل فانه تعليل وتعطيل للظاهر كما هو ظاهر لا تقبل  
 وليس احدهما في هذا اباولى من الاخر فتدبر وتبصر انتهى ومقصوده من هذا الحكم  
 رد على رباب التنزيه المحضة وهم اهل السنة والجماعة وعلى ارباب التشبيه المحضة  
 وهم المجسمة ومحكمة بين المذهبين المذكورين بالتلفيق والجمع بينهما بحيث لا يلازم  
 شئ من دلائل الطرفين عن ظاهره وبينه بان التشبيه من حيث التجلي باسم الظاهر  
 والتنزيه من حيث التعلل باسم الباطن فحيث تغاير الحثيتان فلا تعارض ولا تناقض  
 بين ادلة الطرفين وبهذا يرتفع الخلاف من البين والفر ليس البصير والناقد  
 الخبير لا يغتر بظلاله الفرية ويعرف الحق بلامه بان الله تعالى من حيث ذاته و  
 صفاته مقدس عن ما يمتثل في الخواطر والاهام ومنزه عن الجسمية والتحديد بل هو  
 وكما هو من صفات الاجسام ومع هذا لقد فانا عن الخوض في التشابهات واشدنا  
 الى ازلها تاويل من التاويلات وان طريق السلامة هو الايمان بها كما هو حجة وتوكيد  
 العلم بها كما هي على من صدقت فالحمل على ظواهرها مخالف للتنزيل وموافق  
 لاهل الزيع من ارباب التشبيه والتعطيل والمصنف وان يدعى الاعمال ويسمى التاويل



میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کے طرف سے ہے کہ تحقیق مصنف نے دستاویز بنایا ہے اس قول میں جہت آیات و احادیث کو صفات متشابہات کے بیان میں پہر او سپر مرتب کیا قول ابن قیم کا کہ جو امام ہے وہابیہ کا اور شویہ کے پیشوا و نہیں ہے فائدہ کے عنوان سے پہر او سکو تمام کیا اپنے فہم سے کہ مبکونات خود ثابت کیا ہے ان آیات و احادیث سے جو مذکور ہیں اس قول میں تاویل۔ مینوشت و اولتہ قرب و صیت میں کہ جنہیں تعارض و تناقض ہے تطبیق دینے کے قصد سے اور حکم کیا باہین ہر کہ یہ طریقہ جو ہم نے ذکر کیا ہے متوسط راستہ ہے کہ جس سے مغالطہ کو لگاؤ نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عمل میں لانا ہے طریق کے دلائل کو اور مشغول کرتا ہے وہ دونوں شرف کے مسائل میں اور پہلائی بہ تن عمل میں لائے اور مشغول کر دینے میں ہے نہ کہ بیکار چھوڑنے اور غافل بنانے میں اور دونوں طرف کی نعوص میں سے کسی ایک میں تاویل بلا دلیل کرنا درست ہے کہ جس پر اعتماد نچا ہے اس لئے کہ تاویل میں خراب و بیکار کر دینا ہے ظاہر کو جیسا کہ ظاہر ہے نہ عمل میں لانا اور اسباب میں ایک دوسرے سے اولی نہیں ہے پس تدبیر کر اور بنیا ہو انتہی اور مقصود مصنف کا اس حکم سے روکنا ہے کہ باب تنزیہ محض پر اور وہ اہل سنت و الجماعت ہیں اور اور باب تشبیہ محض پر اور وہ مجاہد ہیں اور محاکمہ کرنا ہے ان دونوں نہیوں میں جمع و تملیق کر کے اس طرح پر کہ دونوں طرف کے دلائل سے کسی میں ظاہر معنی سے تاویل نہ کیجاتے اور تطبیق مذکور کو اس طرح بیان کیا کہ تشبیہ ثابت ہے باعتبار تشبہی اسم الظاہر کے اور تنزیہ ثابت ہے بحثیت تعلی اسم الباطن کے اور جب کہ دو مہیشین مختلف ہوئی تو طر فین کی دلیلوں میں نہ تعارض ہے نہ تناقض اور اس تقریر سے مخالفت درمیان سے اوشہ جاتی ہے اور صاحب قراست عبارت پر پر کہنے والا ہوشیار اس فریب سے دھوکھا نہیں کھاتا ہے اور بے شبہ امر حق کو پہچان لیتا ہے باہین طور کہ حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے پاک ہے جو غواطر و ادبام میں کہٹکتے ہیں اور مستندہ ہے جسم ہونے اور جہات میں محدود ہونے اور جملہ صفات احسام سے اور اسکے ساتھ ہی اوسنے ہم کو متشابہات میں غور کرنے سے منع کیا ہے اور ہماری رہنمائی کی ہے اس طرف کہ اونکے کے ایک تاویل ہے تاویلات میں سے اور سہائی کا طریقہ اول پر ایمان لانا ہے جس طرح پر کہ اولیاء و دہوا ہے اور اونکے علم و اقمی کو سوئٹا اونکے یازل کو سنے واسطے پر پس متشابہات کو اون کے ظاہری مساوی پر عمل کرنا مخالف ہے قرآن کے اور موافق ہے اہل ذریعہ کے جو کہ اور باب تشبیہ و تملیس میں اور مصنف اگرچہ دلائل کو عمل میں لانے کا مدعی ہے اور تاویل کو



بالاهمال والاعغال الا انه لا بد له ايضاً من التاويل كما سنبينه فيما سيأتي من مواضع  
 شتى بالتفصيل والان ترجع الى تفصيل ما في هذا القول من الاباطيل والاحوال لا قوة  
 الا بالله وهو حسنا ونعم الوكيل قوله وله في كتبه في هذا كلام كثير في غاية من  
 التحقيق فمن رام ان يطلع عليها فاعليه ان يرجع اليها اقول وبالله التوفيق اراد  
 بقوله وله الشيخ ابراهيم الكردي ويقول في هذا الباب حمل المتشابه على طوع  
 وقدم الجواب من انقله المصنف من قول الكردي وما فرع عليه من التعريفات  
 الواهيات بانه باطل لكونه مستلزماً للزندقة والاحاد ولهذا ارد عليه للغة  
 العلامة في التبيين بقوله وقد يقال في تاويل قول الامام الاشعري ان الله من  
 حيث ذاته لا مكان له ولا جهة لغناه الذاتي ولكن له الاطلاق في الخلق في  
 اي مظهر شاء مع بقاء التنزيه بليس كمثله شئ فصح الاستواء على العرش على  
 ظاهرهم بمقتضى ذلك وصرح ان يكون له جهة فوق لكون العرش اعلى الاجرام غير  
 منافاة للتنزيه واذ صرح بالاستواء على ظاهرهم مع بقاء التنزيه صرح بالنزول كل  
 ليلة الى السماء الدنيا في الثالث الاخير حتى يطلع الفجر كما تواتر بذلك النقل وكذا  
 سائر المتشابهات قد برهني عليه قال الشيخ محي الدين بن العربي رحمه الله في باب الاسرار من  
 الفتوح اعلم ان المراد من استواء الحق تعالى على العرش او نزوله الى سماء الدنيا كل ليلة  
 انما هو كناية عن اعلامه بعبد باذنه في مناجاته وصاحته بالدعاء والسؤال في  
 حاجته والاستغفار عن ذنوبه فان استوائه تعالى ونزوله صفة من صفات ذاته  
 وصفاته قديمة والعرش والسماء محلان باجماع فلم ينزل موصوفاً بالاستواء و  
 النزول قبل خلق العرش والسماء فما كنت تتعلق من صفة الاستواء والنزول قبل  
 خلق العرش والسماء فهو الذي ينبغي تعلقه بعد خلقها واطال في ذلك ثم قال وكما



اہمال و افعال کہتا ہے مگر تاویل سے مصنف کی یہی ہٹکارہ نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کرینگے آئندہ مختلف مقامات میں تفصیل کے ساتھ اور اب ہم رجوع ہوتے ہیں مصنف کے اس قول کی باطل کو نفییت کرنے کے طرف اور حول و قوت خدا ہی کی طرف سے ہے اور وہی ہو کہ بس اور کیا خوب کار گزار ہے دقل مصنف کا ولہ فی کتبہ فی ہذا کلام کثیر فی غایۃ من المحقق فمن یام ان یطلع علیہا فلیہ ان یرجع الیہا میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی طرف سے توفیق ہے کہ مصنف نے اپنے قول ولہ سے شیخ ابراہیم مکرومی کو ارادہ کیا ہے اور اپنے قول فی ہذا سے مراد لیا ہے باطل کرنے متشابہات کو اور ان کے ظواہر پر اور ہاں سے طرف سے جواب قول کر دی کا کہ جسکو مصنف نے نقل کیا ہے اور اوچتر پند باطل تو فرمین بیان کی ہیں گزر چکا ہے ہاں طور کہ وہ قول باطل ہے سبب دو سکے مستلزم ہونے کے زندہ والحاد کو اور اسوجہ سے اس قول کو رد کیا ہے مفتی علامہ نے تبیہ میں اپنے اس قول سے اور یہی کہا جاتا ہے قول امام اشعری کی تاویل میں کہ حق تعالیٰ کے لئے بحیثیت اسکے ذات نہ مکان سے اور نہ جہت بہ سبب اسکے غنائی ذاتی کے ولیکن اسکے واسطے جائز ہے مطلق ہونا تجلی میں جس منظر میں وہ چاہے ساتھ باقی ہے تنزیہ کے پس کشلہ شئی کی دلیل سے پس صحیح ہو گیا مستوی ہونا عرش پر اپنے ظاہری میں پر باعتبار مقتضی تجلی کے ایسے منظر میں کہ چاہتا ہے اور غلامی معنی کو اور صحیح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے لئے فوق ہو بہ سبب مومن عرش کے بلند تر اجسام کا بدون منافات کے تنزیہ سے اور جبکہ ثابت ہو گیا استواء باعتبار ظاہری معنی کے باوجود باقی رہنے تنزیہ کے ثابت ہو گیا نازل ہونا ہرات میں اسماں دنیا کے طرف رات کے ثلث اخیر میں طلوع غب تک جیسا کہ یہاں نقل متواتر ثابت ہے اور اس طرح نسب متشابہات میں پس سوچ تو اسکو کہا شیخ محمد الدین بن العزلی نے فتوحات کے باب الاسرار میں جان تو کہ مراد حق تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے یا ہرات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے سے کیا یہ ہے اپنے کو اپنا اذن جنا سے اسکے مناجات و ہکلامی میں بذریعہ دعا و سوال کے اپنی حاجتوں میں اور اپنے گناہوں سے استغفار کرنے میں اسلئے کہ حق تعالیٰ کا مستوی ہونا اور نزول ایک صفت ہے اور اس کے صفات ذات سے اور اسکی صفات قدیم ہیں اور عرش و آسمان باجماع امت نو پیدا ہیں پس وہ ہمیشہ سے استواء و نزول کی ساتھ موصوف ہے عرش آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے سے پہر تو کیا گمان رکھتا ہے حق تعالیٰ کی صفت استواء و نزول کے تعلق کے ساتھ عرش آسمان کے مخلوق ہونے سے پہلے پس یہی توفیق ہے کہ جسکو بھیجا جائے اور انہوں نے پیدا کرنے کے بعد اسکو طرہ الیک بیان کیا بعد فرما د اور جس طرح کہ انکو اپنے ہکلامی کا اذن



اذن لهم في مسامحة كذا لله تعالى يسامحهم بقوله تعالى هل من سائل اه  
 فتو تعالى يقول لهم ويقولون له كانوا في مجلس واحد والله المثل الاعلى ان يقول  
 العلامة الحلبى في رد ابن تيمية ثم ذكر بعد ذلك شيخنا ابا الحسن علي بن اسمعيل  
 الاشعري وانه يقول الرحمن على العرش استوى ولا تتقدم بين يدي الله تعالى  
 في القول بل نقول استوى بلا كيف وهذا الذي نقله عن شيخنا هو نكتنا عقيدتنا  
 انك نقله لكلامه ما اراه الا قصد الايهام ان الشيخ يقول بالجملة فان كان كذلك  
 فلقد بالغ في البهت وكلام الشيخ في هذا انه قال كان ولا مكان فخلق العرش  
 والكرسى فلم يحتم الى مكان وهو بعد خلق المكان كما كان قبل خلقه وكلامه  
 وكلام اصحابه رحمهم الله يصعب حصره في ابطالها انظر فعلم من هذا ان كلام  
 الشيخ الكردي بعضه عن الحق وجعله كلامه هذا الخيصة الكلام الشيخ الاشعري  
 الذي هو شيخ اهل السنة في العقائد ناش من سوء الفهم وقلة التدبر فاهم ولا  
 تكن من الغافلين واما قسكه بقوله تعالى في التورية ان الله فوق عبادى وعرشى  
 فوق خلقى وانا على كل شى اه فليس عرشى لان المراد بالقيسمة في هذا وفي نظائره  
 هو ما يليق به تعالى الا ما هو الظاهر منه لانه من صفات الاجسام والله تعالى  
 مقدس عنها واما قوله من هذا الشأن النزول والعرج ومنه يرفع الابرار  
 في الدعا الى السماء ثم قسكه بتفسير الاية المذكورة بانه يجلسه صلى الله عليه وسلم  
 معه على العرش وحديث المعراج ليلة الاسرى والضحك وبسط اليدين بالعطا  
 ووضع القدم في النار والقول لاهل الموقف صور مختلفة وتنكر وتعرف والرواية  
 في الجنة كما ورد في صحاح الاخبار فليس بمقبول لان كل هذه من المتشابهات  
 وقد ركبها عسرة بان لها تاويلا لا يعلم ما يقينا الا الله والحمل على ظواهرها في التاويل



مومن ویسا ہے اس طرح حق تعالیٰ اون سے ہر کلام پر مناسب اپنے قول چل میں سائل آہ سے پس حق تعالیٰ اوستے بات  
 کرتا ہے اور وہ حق تعالیٰ سے بات کرتے ہیں گویا کہ ایک ہی مجلس میں ہیں اور حق تعالیٰ کا حال بلند تر ہے اتنی ملامت علی سے  
 ابن تیمیہ کے رد میں کہا ہے کہ میرا اسکے بعد ہمارے شیخ ابو الحسن علی بن اسحاق اشعری کو ذکر کیا اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ جن  
 عرش مستوی ہوا اور ہم حق تعالیٰ کے سامنے بات کرنے میں پیش قدمی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مستوی ہوا بلکہ کثرت  
 کے اور اس قول کو جو ابن تیمیہ نے ہمارے شیخ سے نقل کیا ہے یہ تو بعینہ ہمارا دعویٰ اور ہمارا عقیدہ ہے لیکن ابن تیمیہ کی غرض اسکے  
 نقل کرنے سے میری نظر میں یہ ہے کہ وہ وہم دلانا چاہتا ہے اس امر کا کہ شیخ ہی جنت کے قائل ہیں پس اگر یہی غرض ہے تو بیشک  
 ابن تیمیہ نے کہا کہ کیا ہے بہتان میں اور شیخ کا کلام تو اس بارہ میں یہ ہے کہ اونہوں نے فرمایا کہ خدا موجود تھا اور مکان نہ تھا پس یہ کیا عرش  
 کو کہ جس کو اور نہیں محتاج ہوا مکان کا اور وہ مکان کو پیدا کرنے کے بعد ہی ویسا ہی ہے کہ جیسا مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا اور شیخ  
 اور ان کے اصحاب کا کلام الباطل حجت میں اس قدر ہے کہ جبکہ ضبط کرا دیا ہے اتنی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ شیخ کر دی کا کلام حق  
 تھا ہوا ہے اور اوستا اپنے اس کلام کو شیخ اشعری کے کلام کی تلخیص قرار دینا جو کہ اہل سنت کا شیخ ہے عقائد میں ناشی ہے  
 سوء فہم و قلت تدبر سے پس تو سمجھو اور غافلون میں داخل مت ہوا اور لیکن دلیل لانا مصنف کا کلام الہی سے جو تورات میں ہے  
 ذکر میں خدا ہوں اپنے بندوں کے اور پر اور میرا عرش میری مخلوق کے اوپر ہے اور میں اپنے عرش کے اوپر ہوں آخر تک پس اس میں  
 اسلئے کہ فوقیت سے مراد اس قول میں اور اسکے لغات میں وہ فوقیت ہے کہ جو شان حق کے لائق ہے ذکر وہ جو ظاہر ہے اسکے  
 اعتبار سے ہے کیونکہ وہ اجسام کی صفات میں داخل ہے اور حق تعالیٰ صفات اجسام سے پاک ہے اور لیکن قول مصنف کا کہ  
 اسی شان کے قبیل سے ہے تو محل اور صوح اور اسی شان کے وجہ سے و عاقلین ہوتوں کو احسان کی طرف اوثبایا جتنا ہے پر  
 دلیل لانا مصنف کا تہمت مذکورہ کی تفسیر سے باہر ہو کہ حق تعالیٰ حضرت مسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھلا سکے اور حدیث مسراج  
 سے شب مسراج میں اور تہمت اور عطا کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آتش جہنم میں قدم رکھنے اور اہل موقف کے لئے کھڑے  
 کی صورتوں میں کہ بعضی اون سے اجنبی ہو گئے کہ بعضی پچانے جائینگے متغیر ہوئے اور جنت میں دیدار الہی ہوئے جیسا  
 کہ صحیح اخبار میں وارد ہوا ہے پس غیر مقبول ہے اسلئے کہ یہ تمام صفات انگوشتیہات ہیں اور ان کا چند بار ذکر گذر چکا ہے کہ ان کے لئے  
 اولین میں کہ جبکہ یقینی طور پر خدا ہی جلتا ہے اور ان کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کرنے سے تاویل کی نفی لازم آتی ہے۔ اور



وهو مخالف للنزول ومن حكم على خلاف النزول فهو من الفسقين ومسلوك أهل  
 الرسوخ في العلم الايمان بها كما وردت مع القطع مصروفة عن طواغيتهم وانما هو المراد منها  
 لا يعلم الا الله واما أهل النزيع فيتعونها ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويلها وقد رد عليهم الحق  
 بسنخه بقوله وما يعلم تأويله الا الله ويحجوها من مواضعها المتفرقة في الآيات والأحاديث  
 في موضع واحد للإيهام والابرام والتلبيس على الأفهام كما قال الامام حجة الاسلام في النجاشي  
 العوام ان هذه الكلمات هي الكلمات المذكورة في الصفات المتشابهة فاجمعها رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم دفعة واحدة وسمي بجمعها المشبهة وقد بينا ان لجمعها من التأثير  
 في الإيهام والتلبيس على الأفهام وليس لاحادها المتفرقة وانما هي كلمات لغيرها رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم في جميعهم في اوقات متباعدة واذا اقتصر منها على القرآن  
 والابحار والمتواترة رجعت الى كلمات يسيرة معدودة وان اضيفت اليها الاخبار  
 الصحيحة فهي ايضا قليلة وانما كثرت بالروايت الشاذة الضعيفة التي لا يجوز  
 التعويل عليها ثم ما تواتر منها ان صح فقلها عن العدو في احاد كلمات وما ذكر  
 صلى الله عليه وسلم كلمة منها الا مع قرائن واشادات تنزل معها ايهام التشبيه  
 وقد ادرها الحاضرون والمشاهدون فاذا انقل الالفاظ السابقة بتقدير  
 الله تعالى عن قول هذه الطواغيت ومن سبقت معرفة بذلك كانت تلك  
 المعرفية له ذخيرة راسخة في نفسه مقارنة لكل ما يسمع فيمحق منه الايهام  
 انما قالوا لا شاك فيه انتهى هكذا في التبيين وهذا الكلام للامام حجة الاسلام في  
 غاية الاحكام ونهاية الاهتمام لتقريب المرام من تقرير عقائد الاسلام في  
 افهام الخواص والعوام حيث يتيسر منه للزكي الافهام والغبى الالهام فلا يفتروا  
 وبه وعليه اجروا ذخيره ولا استدل بالمصنف على دعاويه الباطلة فهذا الكتاب



اور ہر امر قرآن کے خلاف ہے اور جو شخص قرآن کے خلاف کرے وہ سزا میں داخل ہے اور جو شخص قرآن کے خلاف کرے وہ سزا میں داخل ہے  
 یہ بیان ملاحظہ فرمائیے کہ جو کلمہ اور کلمہ جو اس کتاب میں مذکور ہے وہ سب کلمے قرآن کے خلاف ہیں اور جو کلمہ قرآن کے خلاف ہے وہ سزا میں داخل ہے  
 مراد ہے اس کو غلطی جانتا ہے اور جو لوگ کہ جو وہین مشابہات کے مرتبے ہوتے ہیں فقہ کی خواہش اور اس کی تاویل کے  
 تحسین کو سب سے علائکہ اور غیر حق جانتے اپنے اس قول سے کہ (اس کی تاویل غلطی جانتا ہے) اعتراض کرو یا ہے اور غلطی  
 کو اس کے خلاف مقامات پر کہ آیات احادیث میں ہیں لیکر یہ لوگ ایک مقام میں جمع کر دیتے ہیں وہم میں ڈالنے اور اس میں  
 بحث کر کے اور مخلوق کے افعال پر پردہ ڈالنے کے غرض سے جیسا کہ امام حجت الاسلام نے الجامع العوام میں فرمایا ہے کہ یہ کلمات یعنی  
 جو کلمات مشابہات کے باب میں مذکور ہیں ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمع نہیں کیا ہے اور شبہہ فرقہ نے انکو جمع  
 کر دیا ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان کے جمع کرنے میں وہم دلائے اور افہام کے اوپر پردہ ڈالنے کے حق میں اس قدر تاثیر ہے  
 کہ جو ان کے علاوہ علاوہ ہوتے ہیں نہیں ہے یہ تو چند کلمات ہیں ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں دور دراز مدتوں میں صاف  
 جدا بیان فرمایا ہے اور عین قرآن و احادیث متواترہ ہی کے مشابہات پر بس کیا جاتا ہے تو یہ یہ جمع ہو جائیگی حذقل کلمات کی طرح  
 اور اگر احادیث صحیحہ کو بھی ملاحظہ کیا جائے تب یہی ہوتی ہے کہ کلمات ہونے انکی کثرت ہوتی ہی شاذ و ضعیف روایات کے وجہ سے  
 کہ جیسے اعتماد کرنا جائز ہے یہ عقیدہ مشابہات کہ متواتر ہیں اگر ان کا نقل کرنا نقد لوگوں سے ثابت ہے تو وہ گنتی کے کلمات ہیں  
 اور ان میں سے کسی کلمہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدون ایسے قرآن و اشارات کے نہیں ذکر فرمایا ہے کہ جسے تشبیہ کا وہم زائل ہو جائے  
 اور ان قرآن و اشارات کو حاضرین و مشاہدین نے معلوم کر لیا تھا یہ حبیہ و الفاظ ان قرآن سے علاوہ ہو کر نقل کے لئے  
 تو ابہام تشبیہ کا پیدا ہو گیا اور بہت بڑا قرینہ ابہام تشبیہ کے زائل ہونے کا پہلی معرفت ہے خدا سے تعالیٰ کے مقدس  
 ہونے کے مشابہات کے ظاہری معانی سے اور جبکہ یہ معرفت پہلی حاصل ہو گئی تو اس کے لئے یہ معرفت ایک نوعیہ اور اس قدر  
 ہو جائیگی کہ جو ہر ایک متشابہ کے علم سے معارف ہوگی پس اس سے ابہام تشبیہ بالکل نیست نابود ہو جائیگا انتہی اس طریق مذکور  
 ہے یہ کلام تمہید میں اور امام حجت الاسلام کا یہ کلام نہایت چمکی اور کمال انجام میں پہنچا ہے عقلاً اسلام کو تمام امور اس کے ذہن نشین کرنے  
 کے باب میں اس لئے کہ اس سے تیز طبع کو سمجھانا اور سچی گوشت و کھانا اس میں جو جانتا ہے پس غلطی کیواسطے سے اسکی غلطی اور غلطی اور  
 اس پر ہے اسکا اجر و ثواب اور جبکہ مصنف نے اپنے جہود و عہدوں پر اس کتاب میں



بما يقبض به ابن قيمية والذهي وغيره من اتباع الحشوية في هذا الباب وقد اثار الاطباء  
 واختاروا العجائب للعوام بوفور علمه ولا تهاب فلا بد من ان تذكر هنا بنذر احماء التنبيه  
 من الاجوبة الايقنة لادلة الحشوية قال المفتي العلامة في صفحة ٢٥٢ من التنبيه وهذا هو  
 از ذكر اخبار المستدلين مع ما ذكره المحدثون في شرحها ونبدأ بما استدلل به ابن قيمية قال  
 في الاحاديث الصحاح والحسان ما لا يحصى مثل قصة معراج رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 الى بيته قال الحلي في رده ثم استدلل من السنة بحديث المعراج ولم يرد في حديث  
 المعراج ان الله فوق السماء وفوق العرش حقيقة ولا كلمة واحدة من ذلك وهو لم  
 يسر حديث المعراج ولا بين الدلالة منه حتى ينجس عنه فان بين وجه الاستدلال  
 عرفناه كيف الجواب قلت روى البخاري في قصة ليلة اسرى به عن انس بن مالك  
 ودنا الجبار ربا العرش فتدلى حتى كازنه قاب قوسين او ادنى فافتح الله الله  
 فيما اوحى خمسين صلوة على مناك كل يوم وليلة ثم هبط حتى بلغ موسى فاحتسبه موسى  
 فقال يا محمد يا ذا العرش اليك ربا قال عهد الى خمسين صلوة كل يوم وليلة قال  
 ازامتك لا نستطيع ذلك فارجع فليخفف عنك ربا وعظم فالتفت النبي صلى الله  
 عليه وسلم الى جبرئيل كانه يستشير في ذلك فامسار اليه جبرئيل اي نعم انشئت  
 فعلا به الى الجبار فقال وهو مكانه يارب خفف عنا الحديث قال ان الجوزي في  
 تفسيره وروى ابوسلمة عن ابن عباس ثم دنا قال دنار به فتدلى وهذا الاختيار  
 مقاتل قال دنا الرب من محمد صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به فكان منه  
 قاب قوسين او ادنى وقد كشفت هذا الوجه في المعنى وبينت انه ليس  
 كما يخطر بالبال من قرب الاجسام وقطع المسافة لان ذلك يختص بالاجسام والله  
 منزّه عن ذلك قال القسطلاني في المروءات اللذين وقران سبحان وتعالى



ابتداء لال کیا ہے اور دلایل سے کہ جس نے ابن تمیمہ و ذہبی وغیرہ کے پیرو ہیں تمسک کیا ہے متشابہات کے باب میں اور طوالت کلام کو پسند کیا اور اپنے وفور علم و ذریت نگاری کے وجہ سے حواہم کو تعجب میں ڈالنا اختیار کیا پس حکم ضرور ہوا کہ ہم اس مقام میں بس قدر عمدہ جوابات مشویہ کے دلائل کے تینہ سے نقل کر دیں کہ ہاضمتی علامہ فی تفسیر کبیر صفحہ ۵۷ میں اور یہ وقت ہے مشویہ کی حدیثوں کے ذکر کا مع اور تقریروں کے کہ جو محدثین نے ان کی شیعہ میں بیان کیا ہے اور پہلے ہم اور دلایل کو کہتے ہیں کہ جس نے ابن تمیمہ دلیل لایا ہے اور اسے کہا ہے کہ صحیح حسن حدیثوں میں بشیاء ولین ہیں جس طرح کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا قصہ عامہ علی نے ابن تمیمہ کے رو میں کہا ہے کہ پیر دلیل لایا حدیث معراج میں ہرگز وارد نہیں ہوا ہے کہ حق تعالیٰ حقیقتہ آسمان میں یا عرش کے اوپر ہے اور نہ ایک کلمہ اس سے اور ابن تمیمہ نے تو حدیث معراج کو نقل کیا اور نہ اس کی دلالت کو بیان کیا تاکہ ہم اس کا جواب دیتے پس اگر وجہ دلالت وہ بیان کرے تو اس کا جواب جس طور پر کہ چاہے ہم اس کو تبادیل میں کہتا ہوں کہ بخاری نے شب معراج کے قصہ میں انس بن مالک سے روایت کی ہے اور قریب ہو سے آپ جبار رب العزت کی پس زیادہ قریب ہو گئے یہاں تک کہ آپ اس سے دو کمان کے گوشو نکال مطلق بن گئے یا اس سے بھی قریب تر پس آپ کے طرف خدا نے وحی کی منجلا وحی کے یہ کہ ہر روز شب میں پچاس نمازیں آپ کی امت پر فرض ہیں پھر آپ اس عالم کے طرف اترے تو موسیٰ کے پاس پہنچے پس آپ کو موسیٰ نے روک کر پوچھا کہ اے محمد تم سے تمہارے رب نے کیا سعادہ کیا آپ نے فرمایا کہ مجھے ہر شب روز میں پچاس نمازیں ٹھہرائی ہیں موسیٰ نے کہا کہ تمہاری امت کو اس قدر طاقت نہیں ہے تم لوٹ جاؤ تاکہ تمہارا رب اور تمہاری امت سے اس میں تخفیف کر دیوے پس بنی معلوم حیرتل کی طرف متوجہ ہوئے گویا اور ان سے اس بارہ میں مشورہ لیتے تھے پس حیرتل نے ان کو مشورہ دیا کہ ان اگر آپ کی خواہش ہے پھر حیرتل آپ کو جبار کی طرف سے چڑھے پھر آپ نے کہا اور آپ نے اپنا مقام عروج میں آگے آگے میرے پروردگار میرے تخفیف کر دے تاکہ آخر حدیث ابن جری نے اس کی شرح میں کہا ہے اور روایت کی ابو سلمہ نے ابن عباس سے کہ پھر قریب ہوا کہ قریب ہوا پروردگار آپ کا پھر چلک پڑا اور اس کو مقابل نے اختیار کیا ہے کہا مقابل نے کہ نزدیک ہوا پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں پس ہر گز باقی دو کمان کا زیادہ قریب اس سے اور میں نے اس وجہ کو واضح کر دیا ہے معنی میں اور بیان کر دیا ہے کہ یہ امر ایسا نہیں ہے کہ جبار میں گزرتا ہے یعنی قریب تا اجسام کا اور طے کرنا مسافت کو اسلئے کہ یہ تو اجسام ہی سے خصوصیت رکھتا ہے اور حق تعالیٰ اس سے پاک ہے فیضانی نے سواہب لدینہ میں کہا ہے کہ علی حق تعالیٰ نے



التفسير لهذا الاسر اولينه عن قلب حبسا الوهم ومن يحكم عليه خيال من اهل التشبيه  
 والتجسيم ما يتجمله في حق الحق سبحانه من الجهة والحد والمكان ولذا قال المنزيه  
 من اياتنا بعض ما راى في تلك الليلة من عجائب الايات كانه سبحانه وتعالى  
 يقول ما اسيرت به الا لروية الايات لا الى فاني لا اجدد في مكان ونسبة الامكنة  
 الى نسبة واحدة فكيف اسرى به وان اعنده وانامعه اينما كان انتقم ثم احية  
 الذهبي من الحديث بان هذا الحديث دال على انه سبحانه وتعالى فوق السموات  
 وفوق جميع المخلوقات ولولا ذلك لكان معراج النبي صلى الله عليه وسلم الى فوق  
 السما السابعة الى سدرة المنتهى ودنوا الجبار منه وندليه سجنه وتعالى بلا كيف  
 حتى كان من النبي صلى الله عليه وسلم قاب قوسين او ادنى وانه رآه تلك الليلة  
 وانجيله عليه حق تعالى الى الله تعالى وهذه مقتضيات كلها التي افادتنا انه  
 فوق السماء باطلة لا تفيد شيئا على نعم من قال انه في كل مكان بذاته الدين  
 يلزم من دعواهم انه في الكتف والبطون والارحام وغير ذلك مما طبع الله  
 بنى ادم على خلافه بل انما فطرهم على انه فوق العرش فوق السماء السابعة  
 فارسل رسوله بتقرير ذلك ولم يرسلهم بانه ليس على العرش ولا بانه  
 داخل العالم ولا خارجة قلت لهذا الكلام مخالف مذهب اهل السنة  
 والجماعة يدل على حشوية مذهب القائل والاستدلال بالمقتضى بازالة الظواهر  
 في حقه فان استقر مكانه فسوف ترى فلما تجل به للجيل جعله دكاء و  
 فادينه من جانب الطور الايمن وقبره من نجيا فلما اتاهما نودي من شاطئ  
 الواد الايمن في البقعة المباركة من الشجرة ان يعوسى الى انا الله من الظالمين  
 ولا اله الا انت سبحانه انى كنت من الظالمين غير مقبول عند الخصم



تبیح کو اس قصہ معراج کے شروع میں تاکہ نفی کر دیوے صاحب ہم سے اور اون لوگوں سے کہ جنہر او کا خیال حکمران ہے یعنی مشہور  
 جو کہ جو کہ کہ دے حق سبحانہ کے حق میں از قسم حد و جہت و مکان خیال باغز ہے میں اور ہی نے فرمایا تاکہ وہاں میں ہم او کو  
 اپنی بعض نشانیاں یعنی جو کہ عجاہبات کہ او س شب میں حضرت نے دیکھی ہیں گویا کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ میں نے او کو معراج سے  
 کرائی ہے کہ وہ بعض میری نشانیاں دیکھ لے کہ اپنے دکھائے کو اسلئے کہ میں کسی مکان میں محدود نہیں ہوتا ہوں اور کل مکانوں  
 کے نسبت مجھے برابر ہے ہر کون میں او کو معراج کرتا جیکہ میں او کے نزدیک اور او کے ساتھ ہوں جہاں وہ رہے انتہی پر فرم ہی  
 نے حدیث معراج سے حجت پکڑی باہن طور کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ حق تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے اور تمام مخلوق سے اوپر  
 ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو البتہ نبی صلعم کی معراج ساتویں آسمان کے اوپر سردر المنتہی تک اور نزدیک ہونا جبار کا آپے اور جبکہ پڑنا حق سبحانہ کا  
 بدون کیفیت کے یہاں تک کہ ہو گیا وہ بنسبت نبی صلعم کے ملحق و دکان کا یا اس سے ہی زیادہ قریب اور یہ کہ حضرت نے او س شب  
 میں خدا کو دیکھا اور یہ کہ جبرئیل آپ کو اوپر لے گئے یہاں تک کہ خدا تک پہنچا دیا اور یہ تمام دلائل کہ جنہوں نے انہو اس امر کا افادہ کیا ہے  
 کہ حق تعالیٰ آسمان کے اوپر ہے باطل ہو جاتی کہ جتنا کچھ بھی حاصل ہوتا مطابق گمان اون لوگوں کے کہ جتنا قول ہے کہ حق تعالیٰ اپنی  
 ذات سے ہر جگہ ہے جگہ اس سے عوی سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ تسلیوں میں اور بیٹوں میں اور بچہ والوں میں ہے اور اس کے  
 علاوہ وہ امور لازم آتے کہ جن کے خلاف پر حق تعالیٰ نے فطرت انسان کو پیدا کیا ہے بلکہ او س سے بنی آدم کو اسی  
 خیال پر پیدا کیا ہے کہ وہ عرش پر ساتویں آسمان سے اوپر ہے پر اسی امر کے بیان کرنے کو او س نے اپنے رسولوں کو بھیجا  
 اور ان کو یہ پیغام دیکر نہیں بھیجا کہ خدا عرش پر نہیں ہے اور نہ یہ کہ وہ عالم کے اندر ہے اور عالم سے باہر نہیں ہے میں  
 کہتا ہوں کہ یہ کلام مذہب اہل سنت کے مخالف ہے اپنے قائل کے عشوی ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دلیل لانا  
 متقنی سے بمقابلہ ان ظواہر آیات کے کہ دارد میں حق تعالیٰ کی شان میں دلپس اگر بڑ گیا پہاڑ اپنی جگہ پر تو قریب ہے  
 کہ چکو دیکھ لے گا پہر جبکہ جلوہ نما ہوا پروردگار پہاڑ کے لئے کر دیا او کو سکو ریزہ ریزہ۔ اور پکارا اپنے او کو طور کے  
 دہنے جانب اور مقرب بنا لیا ہے او کو اپنا ہر از کر کے۔ پہر جبکہ آیا وہ آگ کے پاس پکارا گیا او کو وادی کے دہنے جانب  
 سے متبرک جگہ میں درخت کے اندر سے کہ اسے موسیٰ میں ہی تو خدا ہوں پروردگار سارے جہاں کا۔  
 اور تیرے سو اکو بی محبوب و نہیں ہے بیشک میں ظلم کرنا ہوں میں تھا مضم کے نزدیک غیر مسلم ہے۔



فانه يزعم هذه الظواهر صريحة بانها في الارض وفي قعر البحر فلو قيل انه فوق  
 السماء بالمقتضى لكانت هذه الظواهر الصريحة التي افادتنا انه في الشجر وفوق الجبل  
 وفي قعر البحر باطله وانه لا تقيد شيئا على زعم من قال انه فوق العرش بذاته  
 مع انه المقتضى لا النصوح عليه وجه ما يدفع عنه الخصم فهو جوابنا ونحن لا نزع  
 انه في كل مكان بذاته فان الله منزوع عن المكان بل نقول كما قال الله تعالى  
 وهو معكم ونحن اقرب اليه من جبل الوريد وهو معنا واقرب الينا لا تعلم  
 كيفية المعية والاقربية وايضا لا يلزم من الدنو والتولي في جانب الفوق  
 ان يكون مستقره وصقاره تعالى ذلك فانه الله تعالى كلم موسى من تحت  
 الشجرة ونادى يونس بن متى في بطن الحوت في قعر البحر لا اله الا انت سبحناه  
 وارفعنا صل الله عليه وسلم حتى انقضى الى موضع يسمع فيه صريف الاقلام  
 وناجاه ربه بما ناجاه وهو ليس باقرب الى الله من يونس في ظلمة البحر فانه  
 سبحانه وتعالى قريب من عباده يسمع دعائهم ولا يخفى عليه حالهم كيف  
 ما تصرف من غير مسافة بينه وبينهم فيسمع ويرى ويبدل الخلة السوداء على  
 العفرة الصماء في الليل الظلماء تحت الارض السفلى كما يسمع ويرى تسبيح  
 حملة العرش فوق السماوات السبع العلى واما ما ذكر ان الرسل ارسلوا للتقريب  
 انه فوق العرش فوق السماء السابقة فكل امر غير مستند فان الرسل لم يدعوا  
 ان الله مستقر جهة الفوق بل دعواهم التوحيد كما هو ثابت في رواية البخاري  
 ثم رويته صلى الله عليه وسلم بعينه راسه ليلة الاسراء كان بغير إحاطة فانه  
 تعالى لا يحاط به قال العارف الشيخ عبد الوهاب الشعراني في القواعد  
 الكشفية فان قال قائل فاذا كان العلو والسفل في حق الحق جل وعلا وحده



اس لئے کہ وہ کہتا ہے کہ یہ ظواہر آیات بصراحت دلالت کر رہی ہیں کہ حق تعالیٰ زمین میں ہے اور دریا کے تہ میں ہے پس اگر کہا جائے بزرگ مقتضی کے کہ وہ آسمان پر ہے تو البتہ یہ ظواہر صریحہ کہ جنہوں نے ہکوا فادہ کیا ہے کہ وہ درخت میں ہے اور پہاڑ کے اوپر ہے اور دریا کی تہ میں ہے باطل ہو جائیگی اور کچھ سفید زہنگی مطابق گمان اول لوگوں کے کہ جب کا قول ہے کہ خدا عرش پر ہے اپنی ذات سے بالانکر یہ مقتضی ہے کہ منصوص علیہ اور اس وقت جو جواب ختم کو دیا جائے گا وہی ہمارا جواب ہو گا اور ہمارا یہ قول نہیں ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات سے ہر مکان میں ہے اس لئے کہ وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے بلکہ ہمارا قول مطابق قول حق تعالیٰ کے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور ہم اس کے قریب ترین شہ رگ سے) یہ ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہمارے قریب تر ہے ہر مکہ و مہیت اور قربت کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور نیز نزدیک ہونے اور چپک پڑنے سے جانب فوق میں یہ لازم نہیں آتا ہے کہ خدا کا قرار گاہ اور مقام جانب فوق ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ سے درخت کے نیچے کلام کیا اور یونس بن مٹی سے چھلی کے پیٹ میں کہ دریا کی تہ میں تھے پکار کر کہا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک کہ پہونچ گئے اس مقام میں کہ یہاں قلمون کی آواز سنائی دیتی ہے اور اون سے اونکے رب نے سہ گوشی کی جو کچھ سہ گوشی کی اور آپ اس مقام میں خدا کے قریب تر تھے یونس بن مٹی سے جبکہ چھلی کے پیٹ میں دریا کی غلٹ میں تھے پس حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قریب ہونے کی دعا و سنتا ہے اور ان کا حال جس طرح پر بدل گیا ہو اوپر پوشیدہ نہیں ہے بدون دوری مسافت کے اوس میں اور سب دن میں پس سنتا اور دیکھتا ہے کالی چوٹی کی آہستہ چال کو ٹھوس تپہ پر اندھیری رات میں نیچے کی زمین کے نیچے پس جیسا کہ سنتا اور دیکھتا ہے مابین عرش کی تسبیح کو سات آسمان بلند کے اوپر اور لیکن یہ جو ذکر کیا ہے کہ رسول اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ بیان کر دیوں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ساتون آسمان سے اوپر ہے پس کلام بے دلیل ہے اچھے کہ رسولوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حق تعالیٰ جہت فوق میں قرار پکڑے ہوئے ہے بلکہ ان کا دعویٰ نوحید الہی ہے جیسا کہ بخاری کی روایت سے ثابت ہے پھر دیکھنا حضرت مسلم کا اپنی آنکھوں سے شب سراج میں بدون اعاطہ کے تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ کا اعاطہ نہیں ہو سکتا ہے ماریہ کامل شیخ عبد الوہاب شرنائی نے قواعد کشفیہ میں فرمایا پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ میں جبکہ مہندی اور پتی حق بل و علق میں بیان ہے



فأتى فائدة الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى السموات وما فوقها  
 فانه يؤذن ان العلو خصوصية على السفلى والجواب ان ما اجمع عليه المحققون  
 بالله عز وجل ان الاسراء لم يكن ليزداد رسول الله صلى الله عليه وسلم علما بربه  
 عز وجل بل عين ما علمه من صفات ربه عز وجل في السماء هو عين ما كان يعلمه  
 في الارض وكذلك قال تعالى لنرى من اياتنا فاخبرنا الاسراء انما كان لروية  
 الايات اى العلامة فلم يتغير صورة اعتقاده في ربه عما كان يعرفه منه تعالى  
 في دار الدنيا وغاية الامر انه عرف بذلك الاسراء اختلاف المواطن وان الله تعالى  
 له حضرة خاصة يخاطب بها من شاء من عباده وحضرة لا يخاطب بها احدا  
 منهم فان قلت فهل كانت روية صلى الله عليه وسلم لربه عز وجل منزلة عن  
 الاين والكيف والجهة فالجواب نعم قد اجمع على ذلك جميع العلماء بالله عز وجل انهم  
 وقد تناول العلماء والمحدثون في الدنو والتدلى وليس هذا امواضع بسط والله اعلم  
 ونزول الملائكة من عند ربهم وبعودهم اليه قال الحلي الشافعي في درر ابن  
 استدلال بنزول الملائكة من عند الله تعالى والجواب عن ذلك ان نزول الملائكة  
 من السماء انما كان لان السماء مقرهم والعندية لا تدل على ان الله في السماء لانه  
 يقال في الرسل الاوصياء انهم من عند الله وان لم يكونوا نزلوا من السماء على  
 ان العندية قد يراد بها الشرف والربة قال الله تعالى **وَإِنَّ كَعْبَدَنَا لِلْفَوْحِ**  
**مَا بَ وَيَسْتَعْمَلُ فِي غَيْرِ ذَلِكَ** كما قال صلى الله عليه وسلم حكاية عن ربه عز وجل  
 انما عند ظن عبدي بي قلت لم يسبق حديث نزول الملائكة وصعودها اليه حتى  
 نجيب عنه نعم قد روى الشيخان عن سهل بن ابي صالح عن ابيه عن ابيه عن  
 النبي صلى الله عليه وسلم ان الله زملائكة سيادة فضلا ويستغنون بحال المذكر



پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں آسمانوں سے اوپر لیجانے میں کیا فائدہ تھا اسلئے کہ اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلکہ کو خدا سے خصوصیت ہے برنسبت پستی کے اور جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ ارباب تحقیق کے عقیدے میں معراج رسول خدا کو اسلئے ہنوائی تھی کہ انکو اپنے پروردگار کا علم زیادہ ہو جائے بلکہ جو صفات ربانی انکو آسمان میں معلوم ہوئے وہی صفات بعینہا انکو زمین میں معلوم تھے اور چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے تاکہ دکھاوین ہم او سکواہی بعض نشانیاں پس اس کلام میں خداوند کریم نے خبر دی ہے کہ معراج میں جانا بعض نشانیاں دیکھنے کیواسلئے تھا پس حضرت کے اعتقاد کی حالت اپنے رب کے باب میں متغیر نہیں ہوئی اور اس کیفیت سے کہ آپ حق تعالیٰ کو دنیا میں پہچانتے تھے اور غایتہ الامریہ ہے کہ آپ نے اس معراج سے مختلف مقامات کو پہچان لیا اور یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے ایک خاص بارگاہ ایسی ہے کہ وہاں کسی سے کلام نہیں کرتا ہے پس اگر تو کہے کہ پہر کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اپنے پروردگار عزوجل کو مکان اور کیفیت اور جہت سے پاک تھا پس جواب یہ ہے کہ ان اسی پر تمام علما سے ربانی کا اجماع ہے انتہی اور علی محمدین نے نزدیک ہونے اور حبیبک پڑنے کی تاویل بیان کی ہے یہاں اوسکے لبط و تفصیل کا موقع نہیں ہے اور خدا زیادہ جاننے والا ہے اور فرشتوں کے اترنے سے اپنے رب کے پاس سے اور انکے چڑھنے سے اوسکے طرف کہا ملا علی شافعی نے ابن تیمیہ کے رو میں اور دلیل لایا فرشتوں کے اترنے سے خدا کے پاس سے اور جواب اسکا یہ ہے کہ فرشتوں کا اترنا آسمان سے اسوجہ سے تھا کہ آسمان اوسکا قرارگاہ ہے اور نزدیک ہونا اسپردالالت نہیں کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمان میں ہے اسلئے کہ آدمیوں میں سے رسولوں کے باب میں کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے پاس سے آئے ہیں اگرچہ وہ آسمان سے نہیں اترے ہیں اسلئے علاوہ کہی نزدیکی سے بزرگی و مرتبہ مراد لیجاتی ہے فرمایا حق تعالیٰ نے اور ہمارے نزدیک اوسکے لئے قرب ہے اور اچھا مقام بازگشت اور اسکے غیر میں ہی اسکا استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے رب کے طرف سے کہ میں نزدیک ہوں اپنے بندے کے گان سے جو مجھے رکھتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ نے نزول و صعود ملائکہ کی حدیث کو بیان نہیں کیا ہے کہ ہم اوسکا جواب دین ان شیخین نے سہل بن ابی صالح سے اونہوں نے اپنے باپ سے اونہوں نے ابوہریرہ سے اونہوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدا کے بہت سے فرشتے ہیں سیر کر نیوالے نفیلت اسلئے کہ تلاش کرتے ہیں ذکر اللہ کی مجلسوں کو آخر حدیث تک



الحديث وفيه قلنا تقر قواعي جوار صعود والى السماء قال فيسئلهم الله وهو اعلم  
من اين جئتم فيقولون جئنا من عند عباد لك في الارض يسبحونك ويكبرونك  
الحديث لفظ مسلم وفي رواية البخاري فيخفونهم باجنتهم الى السماء الدنيا  
قال فيسئلهم بهم الحديث وليس فيهما النزول من عند ربهم ولا ذكر صعودها  
الى الرب والصعود الى ايها يدل ان انتهائهم الى مقرهم لا على ان الله عز وجل  
في السماء فلو قلتم هذا فهو مخالف لقول المدعى ان الله فوق العرش وروح سواله تعالى  
عنهم هل كان من فوق العرش او في السماء على الثاني يلزم انتقاله من مقره وهو  
مستحيل وعلى الاول فلا دلالة في الحديث وقوله از الملائكة يتعاقبون بالليل  
والنهار فيخرج الذين يا توافيكم الى ربهم فيسألهم وهو اعلم بهم قال الجلي  
في رده وذكر عروج الملائكة قد سبق ديماشد فقار ظهروه وقوى صوته  
بلفظ الهم فان الى لا انتهاء لغاية وانها في قطع المسافة واذا  
سكت عن هذه المتيكلم بكلام العرفان المسافة لا تقسم العبد عنها الا ما ينتقل  
فيه الاجسام وهو يقيلا انهم لا يقولون بذلك وقد قال الخليل صلى الله عليه وسلم  
اني ذاهب الى ربي وليس المراد بذلك الانتهاء الذي عنه المدعى بالانفلاق  
ولم يجزأ على ذلك في كتاب الله ولا يجاب عنه في خبر الواحد انتهى قلت هذا  
الحديث رواه البخاري ومسلم عن ابي هريرة مرفوعا قال الحافظ الصفي في  
في شهر هذه الحديث تمسك بطواهر احاديث الباب من زعم ان الحق سبحانه  
وتعالى في جهة العلو وقد ذكرت معنى العلو في حقه جل وعلا في الباب الذي  
قبلا انتهى وهذا اشارة الى ما تقدم نقله عن الكرماني لما كانت جهة العلو اشر  
من غيرها فاضافتها اليه اشارة الى علو الذات والصفات انتهى هكذا الجواب



اور اسی حدیث میں ہے کہ جب کبریاً نہ کرے تو اپنے مجاہدین سے متفرق ہو جائے ہیں تو ملائکہ عروج کرتے ہیں اور چڑھتا ہے  
ہیں آسمان کی طرف کہا کہ پھر خداون سے پوچھتا ہے اور وہ دانا تر ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو پس ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ ہم تیرے  
چند بندوں کے پاس سے کرمین میں رہتے ہیں آئے ہیں وہ تیری تسبیح و تکبیر کا ورد کر رہے تھے آخر حدیث تک یہ لفظ مسلم کے ہیں اور  
بخاری کی روایت میں ہے پس ملائکہ اون فاکرین کو اپنی بازوؤں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں کہا کہ پہراؤں سے اور تمہارے پروردگار پوچھتا ہے  
آخر حدیث تک اور ان دونوں حدیثوں میں نہ پروردگار کے پاس سے اترنے کا ذکر ہے اور نہ اس کی طرف چڑھنے کا اور آسمان کی طرف  
چڑھتا ہے ولالت کرتا ہے اس پر ولالت کرتا ہے کہ اون کی انتہا اپنے قرار گاہ تک ہے نہ اس پر کہ خدا عزوجل آسمان میں ہے پس اگر تمہارا یہ  
قول ہے تو یہ قول مخالف ہے مدعی کے اس قول سے کہ خدا عرش پر ہے اور اس وقت پوچھنا پروردگار کا ملائکہ سے آیا عرش کے اوپر سے  
ہے یا آسمان میں سے ہے دوسری صورت میں لازم آتا ہے پوچھنا پروردگار کا اپنے قرار گاہ سے اور یہ محال ہے اور پہلی صورت پر  
حدیث مذکور ولالت نہیں کرتی ہے اور قول اوں کا کہ ملائکہ آگے پیچھے آمد و رفت کرتے ہیں رات دن میں پس جو ملائکہ رات میں  
تمہارے پاس سے تھے اپنے پروردگار کی طرف عروج کرتے ہیں پس اون سے خدا دریافت کرتا ہے اور وہ اس کے حال کو خوب  
جانتا ہے علامہ علی نے لکھے رومین کہا ہے داوڑ ذکر عروج ملائکہ کا گزر چکا ہے بسا اوقات ابن تیمیہ نے اپنے لڑکے فقر و نکو باذہا  
اور اپنی پشت کو قوی کیا ہے الیٰ ربکم کے لفظ سے اور اس وجہ سے کہ الیٰ واسطے انتہائی مسافت کے ہے اور انتہا سے مسافت  
قطع مسافت سے ہوتی ہے اور جبکہ سکوت کرے اس قول سے نہ کلام کرے گا عرب کی زبان میں اس لئے کہ عرب لفظ ال سے  
مسافت کو اسی چیز میں سمجھتے ہیں کہ جسمین اجسام متقل ہوتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ عرب اس کے قائل نہیں ہیں ملائکہ خلیل صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنی رب کی طرف جانے والا ہوں اور قول میں انتہا سے مراد بالاتفاق وہ انتہا نہیں ہے کہ جسکو  
اس مدعی نے قصہ کیا ہے یہ کتاب اللہ میں اس کے لینے پر کیوں جرأت کرتا ہے اور جزوا اللہ کے ذریعے کتاب اللہ کا جواب نہیں ہو سکتا  
نتیجہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً اس طرح پر روایت کی ہے حافظ عثمانی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ  
ذیل کبریٰ ہے اس قسم کی احادیث کے ظاہری معانی سے اون لوگوں نے کہ جو قائل ہیں کہ حق تعالیٰ کی حکمت علو میں اور میں ذکر کر چکا ہوں بلوئے معنی خدا کا  
حق میں اس کے پہلے باب میں انتہی اور یہ کلام اشارہ ہے اس قول کی طرف کہ جسکو کہانی سے سابق میں عثمانی نے نقل کیا ہے کہ جسکو حشر  
اور جہات پس اس کی نسبت کرنا حق تعالیٰ کی طرف اشارہ عروج و صفائی کی طرف انتہی اس پر تفسیر میں جلیات، مسدذکور زمین



عن ما استدل به ابن تيمية من الآيت والاحاديث في هذا الباب فرد أفراداً  
 وما استدل به غيره من الحشوية شخصاً شخصاً من شاء التفصيل فليرجع اليه  
 وأما ما ثبت به المصنف في بيان التجلي بحسب اسم الباطن فكله مناقض لقوله فصح  
 الإتيان على العرش على ظاهره وكذا أسائر المتشابهات لأن المتشابهات منها  
 ما يدل بظاهره على كونه تعالى بآئناً من خلقه أقصى بينونة ومنها ما يدل  
 على كونه تعالى قريباً من عباده غايته القرب والمعينة فكيف يصح الحكم بكون  
 أسائر المتشابهات محمولة على ظواهرها لكونه مستلزماً لاجتماع التقيضين فعلم أن هذا  
 الحكم لا يخلو عن السفاهة وضع ذلك يدعي أن هذا الحكم في الباب فصل الخطاب للعلوم  
 بالاحاديث المعصومة من الكتب والناظر البصير والعريف النحرير إذا طالع كتابه هذا  
 يعرف أن ما ادعى به فيه من إحياء علوم أهل البيت وبیان عقائدهم بمقتضى آسانهم وإتقانهم  
 باطل لأنه ملاحظ هذا الكتاب بعقائده الفاسدة التي يبطلها كلام أجلة  
 أهل البيت وأئمتهم أمارات قول الإمام جعفر الصادق المنقول عن  
 القشيرية كيف ينفع كونه تعالى على شيء عرشاً وعرشاً وكيف يبطل كونه  
 تعالى في شيء جهته كان أو سماء وقول علي في خطبائه التي نقلها المصنف  
 كيف ينزهه تعالى عن كونه في الجهات أو في الأرضيين أو في السموات  
 وكيف ينص على كونه غنياً مقدساً عن الزمان والمكان وسائر  
 صفات الحوادث والأكوان ومع هذا يدعي غير مرة أنهم رضي الله تعالى  
 عنهم كانوا من مثبته الجهة ويحملون الصفات المتشابهة على ظواهرها ويدعي  
 أن هذا أمر ذهب كبراء أهل البيت والأئمة الأربعة من أهل السنة والجماعة  
 أيضاً كانوا على هذه العقيدة ولهذا بين أقوال الأئمة الأربعة على التفصيل



اول آیات و احادیث کے کہ جن سے اس بات میں ابن تمیہ نے استدلال کیا ہے ایک  
 ایک کر کے اور اول آیات و احادیث سے کہ جن سے ابن تمیہ کے غیر نے مجسمہ میں سے  
 استدلال کیا ہے ہر شخص کو تفصیل مطلوب ہو تو چاہیے کہ کتبہ کے طرف رجوع ہو اور لیکن  
 دلائل کو مصنف نے دستاویز بنایا ہے اس اسم الباطن کے تجسلی کے بیان میں ہر ایک ادمن سے  
 مناقض ہے مصنف کے اس قول سے کہ پس صحیح ہو گیا استواء علی العرش اپنے ظاہری معنی کے بنا پر  
 اور اس طرح صحیح ہو گئی اور مشابہات (وجہ اس مناقض کی یہ ہے بعض متشابہات ظاہر معنی کے اعتبار سے  
 ولایت کرتے ہیں اس پر کہ حق تعالیٰ اپنے مخلوق سے دور ہے نہایت درجہ کا دور ہونا اور بعض  
 ولایت کرتے ہیں اس پر کہ حق تعالیٰ اپنے مخلوق کے قریب ہے انتہا درجہ قرب و معیت کے  
 ساتھ پھر کہ چونکہ صحیح ہو گا یہ حکم مصنف کا کہ کل متشابہات محمول ہیں اپنے ظاہری معنی پر اس لئے کہ یہ  
 حکم مستلزم ہے اجتماع تفسیقین کو پس معلوم ہو گیا کہ مصنف کا یہ حکم سفاہت سے خالی نہیں ہے  
 اور باوجود اسکے دعویٰ کرتا ہے کہ یہ حکم اس باب میں فصل خطاب ہے جو معلوم ہے احادیث معلوم تھے اور ناظر  
 بصیر و عارف تحریر یہ مصنف کی اسکا مطالعہ کر لیا معلوم کر لیا کہ مصنف نے جو اس کتاب میں علوم الہیت کو زندہ کر  
 اور ان کے سنن و احادیث کے مطابق بیان کر نیکاد دعویٰ کیا ہے باطل ہے اس لئے کہ اس کتاب کو ایسے فاسد عقائد سے بھر دیا  
 کہ جب کو اہل بیت کے اکابر و ائمہ کا کلام باطل کرتا ہے کیا نہیں دیکھا تو نے امام جعفر صادق کا قول جو رسالہ شیرین سے نقل کیا گیا ہے  
 کس طرح نفی کر رہا ہے خدا نے تعالیٰ کے کسی شے پر ہونے کی وہ شے عرش ہو یا فرش ہو کس طرح باطل کرتا ہے حق تعالیٰ کے کسی شے  
 میں ہونے کو جہت ہو یا آسمان اور قول علی کو ان کے خطبہ میں کہ جب کو مصنف نے نقل کیا ہے کس طرح خدا کی پاکی بیان کر رہا اس کے  
 موجود ہونے سے جہات میں یا زمینوں میں یا آسمانوں میں اور کس طرح تصریح کرتا ہے خدا کے غنی و مقدس ہونے کی زبان مکان سے اور تمام صفات  
 حوادث و اکون سے اور باوجود اسکے مصنف بار بار دعویٰ کرتا ہے کہ ائمہ الہیت یعنی اللہ عنہم جہت کو ثابت کر ثبوت تھے اور صفات  
 متشابہات کو ان کے ظاہری معنی پر عمل کرتے تھے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ حکم ہے اکابر الہیت کا اور الہیت کے چاروں امام سی عقیدہ پر تھے اور  
 اسوجہ سے چاروں اماموں کے اقوال کو اس دعا کے اجتہاد میں مصنف نے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔



في اثبات المرام وقال ولما فتن في المتأخرين من المتكلمين والفقهاء التأويل  
 والتعطيل في الاعتلاء والاستواء استحسننا ان يحكم ما روى او راى المتقدمين  
 من المتكلمين والفقهاء الذين شاع بهم الاقتداء وذاع مناهم الاهتداء  
 موافقا لما عليه اهل بيت النبوة الكبراء وان طال المقال دفعا لمرأ والتوفيق  
 من حضرة العظمة والكبرياء قال اعظم الفقهاء الاربعة واقد متكلم صغار  
 التبعة المتبعة ابو حنيفة النعمان في باب الايمان من كتابه سند الآثار  
 رواية محمد بن الحسن عنه وهو اشهر مسانيد باظهر اسانيد رواه عن  
 محمد ابوسليمان الجوزجاني وابو حفص الكبير البخاري واسماعيل الرازي  
 قال ثنا عطاء بن ابي رباح عن عبد الله بن رواحة انه سمى شاة من غنمه  
 لرسول الله صلى الله عليه واله وسلم واوصى بها جارية له كانت في الغنم  
 فكان يتعاهد لها وينظر اليها كلما اتى الغنم حتى سميت وصلمت فجاء يوم  
 فقدها من الغنم فسالها عنها فقالت ضاعت فليطم وجهها فلما سري  
 ذلك عنه اتى النبي صلى الله عليه واله وسلم فاخبره بالقصة فقال له  
 املاك لنفسك ان لطمتها قال فاعظم ذلك النبي صلى الله عليه واله وسلم  
 وقال لعلها مومنة قال يا رسول الله انها سوداء قال انت بها فلما جاء  
 بها قال لها النبي صلى الله عليه واله وسلم اين الله قالت في السماء قال من  
 انا قالت انت رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم هي  
 مومنة قال فقال عبد الله بن رواحة فمحررة يا رسول الله الحديث  
 ان قال بعد الكلام في سنده وتأييده بشواهده فقول صلى الله عليه  
 واله وسلم بعد سؤاها وجوابها انها مومنة حكم منه بانه من لم يقل مثله



اور کہہ اذ اور جبکہ تکلمین اور فقہائے متاخرین میں تاویل اور تطبیق پھیل گئی ہے اعتقاد استواء کے باب میں تو ہنسے بہتر سمجھائیں کہ بیان کیا جائے جو کچھ روایت کیا گیا ہے یا راستے قائم کی ہے متقدمین فقہاء تکلمین نے کہ جس کی پیروی شیعہ ہے اور اہل سنت سے راہ پانا مخلوق کا ذایع ہے موافق اعتقاد کبرائے اہل بیت نبوت کے اگرچہ کلام دراز ہو جائے جدال کو دور کرنے کے واسطے اور توفیق بارگاہ عظمت و کبریا سے ہے کہا فقہائے اربعہ کے عظیم اور صفات تبع تابعین تکلمین کے اقدام ابو حنیفہ نعمان نے کتاب مسند آثار کے باب الايمان میں کہ جس کو اون سے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے اور یہ مسند امام عظیم کے مشہور تر مسانید میں سے ہے ظاہر تر اسانید سے روایت کیا اور مسکو امام محمد سے ابو سلیمان جوزجانی و ابو حفص کبیر بخاری و اسمعیل رازی نے کہا کہ بیان کیا کہ ہم سے عطابن ابی راج نے عبد اللہ بن برواح سے کہا وہ انہوں نے اپنے گلہ میں سے ایک بکری کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کیا تھا اور اپنی لونڈی کو کہ گلہ کی حفاظت کرتی تھی اس بکری کے باب میں وصیت کر دی تھی پس وہ لونڈی اور بکری کے غور و پرداخت و نگرانی کرتی تھی جبکہ گلہ آتا تھا یہاں تک کہ وہ بکری فرہ اور تیار ہو گئی پس ایک روز حضرت عبد اللہ آئے اور گلہ میں اس بکری کو نپایا پس لونڈی سے بکری کا حال دریافت کیا تو لونڈی نے کہا کہ وہ بکری تو گم ہو گئی یا سپر اوہوں نے لونڈی کے مونہ پر ایک تہپڑ مارا پھر جبکہ وہ عتاب اون سے فرو ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس قصہ کی خبر دی اور کہا کہ میں نے بے اختیار وہ لونڈی کے تہپڑ مار دیا کہا کہ پس یہ امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرا اور فرمایا کہ شاید وہ لونڈی ہو چکے کہا وہ انہوں نے کہ یا رسول اللہ وہ تو جھٹھیہ ہے کہ پس حضرت نے فرمایا اس کو یہاں لاؤ پھر جبکہ لونڈی کو لائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے فرمایا کہ خدایا کہاں ہے لونڈی نے کہا کہ آسمان میں ہے حضرت نے فرمایا کہ میں کون ہوں لونڈی نے کہا کہ آپ خدا کے رسول ہیں پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لونڈی یا خدا کے کہار اوی نے کہ پھر عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ تب تو یہ آزاد ہے یا رسول اللہ آخر حدیث تک یہاں تک کہ مصنف نے اس حدیث کی سند میں کلام کر کے اور اس کے شراب سے اس کو قوی کر کے کہا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لونڈی کے سوال پر جواب کے بعد یہ فرمانا کہ یہ ایمان والی ہے ایک حکم آپ کا بیان طور کہ جو ایسا دے کے مومن



ليس بمومن انفق اقول ومن الله التوفيق ان هذا الحديث مما تمسك به النبي  
وقال وفيه جواز السؤال بآين الله وجواز الاجاز بانه في السماء والجواب انه  
مصرف عن ظاهره كما هو شأن سائر المتشابهات ولهذا قال الامام ابو نعيم  
في تاويل هذا الخبر ان الكلام في ذلك من وجهين احدهما في تاويل قوله صلى الله  
عليه وسلم آين الله مع استحالة كونه في المكان والثاني قوله انها مومنة من  
غير ظهور عمل منها ثم قال في التوجيه لهذا الحديث ان معنى قوله صلى الله عليه وسلم  
آين الله استعلام لمنزلة وقدره عندها وفي قلبها وقولها في السماء على طريق  
الاشارة اليها تنبيه على محله في قلبها ومعرفتها به على قول المقاتل اذا اراد ان  
يخبر عن رفعة معلومة في فلان في السماء اي هو رفيع الشأن عظيم المقدار واذا كانت كذلك  
ليخبر ان يعمل على غير ما يقتضيه الحد والتشبه والتكين في المكان والتكييف في المكان  
وقال الامام النووي في شرح مسلم هذا الحديث من احاديث الصنف وفيها ما ذهبنا تقدم ذكرها ثم قال بهذا  
اي تاويله بما يليق به قال كان المراد امتحانها هل هي موجدة تقر بان الخالق للذات بالفعال هو الله  
وحد هو الذي اذا افعاله الداعي استقبال السماء كما اذا افعاله المصعد استقبال الكعبة  
وليس ذلك لانه منحصر في السماء كما انه ليس منحصر في جهة الكعبة بل ذلك لان  
السماء قبله الداعين كما ان الكعبة قبله المصلين ثم في ترجمة الاوتان الذين ايدى  
فلما قالت في السماء علم انها موحدة وليست عابدة الاوتان انفق قال القاضى عياض  
لا خلاف بين المسلمين في قاطبة في قيمهم وحلقاتهم وتكليمهم ونظائرهم ومقلد لهم والاطهار  
الواردة بذكر الله تعالى في السماء كقوله تعالى ومنهم من في السماء ان يخسف بك الارض  
ونحوه ليست على ظاهرها بل متاولاة عند جميعهم انني ينبغي ان يحذف في التبيين وهذا  
نقول في بيان ما في قوله صلى الله عليه وسلم آين الله في السماء من جهة التبيين



مومن نہیں ہے انتہی جن کہتا ہوں اور خدای کی طرف سے توفیق ہے کہ اس حدیث کے ظاہر کو ذہنی سے نہ سمجھنا  
ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کہنے کا جواز اور عاجز ہونا اس کے جبر دینے کا خدا آسمان میں ہے  
اور جواب یہ ہے کہ یہ حدیث پیروی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی کل تشابہات کا حال ہے و بسیرہ سے امام ابن  
قرین نے اس حدیث کی تاویل کے باب میں کہا ہے کہ کلام اس حدیث میں دو ٹوٹ ہے ایک بونی سامع کے تاویل کرے میں ہے  
قول ابن اللہ کے باوجود محال ہونے کے مکان میں ہونے کے دوسرے حضرت کے اس قول میں کہ یہ سونہ ہے بلکہ  
ظاہر ہونے کسی عمل کے اور عورت پر اس حدیث کی توجید میں کہا کہ حضرت معلوم کے قول ابن اللہ کے سے دریافت کرتا ہے  
خدا کی قدرت و منزلت کو اس عورت کے نزدیک اور اس کے مل میں اور اس کا یہ کہنا کہ آسمان میں ہے بلکہ اشارہ کے آسمان کی طرف  
واقع ہے نتیجہ کر کے کو خدا کی منزلت پر اس کے دل میں اور اس عورت کے پہچاننے پر خدا کو عیا کر جب کسی کی جنت و علو منزلت پانچ  
کرنا منظور ہو تو بیان کرنا کہ اس کے کہ فلان شخص آسمان میں ہے یعنی وہ رفیع الشان و عالی قدر ہے اور عیا کر اس کا یہ بیان نہیں ہے کہ اس  
معنی کے غیر یہ جاریہ کا قول عمل کیا جائے کہ جس سے حد تشبیہ اور مکان میں ہونا اور کیفیت سے موصوف کرنا اور اس کے تمام مواضع  
اس قول کا جو کہ تنبیہ میں مقول ہے اولیام نووی نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ یہ حدیث صفات تشابہات کی حدیث میں سے ہے اور  
دو نہیں دو مذہب میں کہ نہ بیکر گزر چکا ہے پہر کہا کہ جو گوت قابل میں کی تاویل کے ایسے معنی میں کہ جو شان ہو کہ لائق ہیں اور کہا قوال  
ہے کہ حضرت کو اس بونہی کا امتحان منظور تھا کہ کیا وہ سوحد ہے اقرار کرتی ہے اس لہر کا کہ پیدا کر نیوالا تبریک نیوالا سب کا کہ یہ نیوالا حضرت  
خدا آیتا ہے اور اس کی طرف دعا کر نیوالا آسمان کے جانب موہر کر لیتا ہے کہ جب غازی نماز پڑھتا ہے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور  
اس توجہ سے یہ عرق میں ہوتی ہے کہ خدا آسمان کے اندر گھرا ہوا ہے جس طرح کہ وہ چہرہ کعبہ میں بھی گھرا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ توجہ اس لیے ہے کہ  
آسمان دعا کر نیوالو کا قبلہ ہے جس طرح کہ کعبہ نمازیوں کا قبلہ ہے یا یہ نوٹدی ریت پرستوں میں سے ہے کہ جنکو وہ سامنے رکھتے ہیں  
پس جب کہ نوٹدی نے کہا کہ خدا آسمان میں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ سوحد ہے اور تمہوں کی پوجنے والی نہیں ہے اتنی علامت قاص عیاض نے سزا دی کہ میں تمہیں  
ہے تمام علماء نوٹدی اور انہیں عقیدہ وحدت اہل کلام وہی مذہب و عقیدہ سب اخص میں اس میں کہ ظہور آیات و احادیث جو داروین خدا آسمان میں ہو چکا ہے کہ  
وہ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں ہیں بلکہ اس سناؤں کے نزدیک غیر ظاہر کی طرف اشارہ میں تمام مواضع میں ہر کے اس کلامت جو تنبیہ میں  
کو کہتے اور اس قول سے یا ظہر ہو گیا کہ یہ صفت ہے اپنے قول مذکور سے شروع میں ہے کہ اگر خدا جس کے ساتھ خود ہے



والفقهاء التأويل لا يريدون بذلك أنه دأب المتأخرين وأما القدماء فلا هم عمل المتشابه  
علاظهم وترك التأويل فيه قال البيضاوي في ترجمته حديث الجارية (لم يرد به السؤال  
عن مكانه فإنه منزله عنه والرسول صلى الله عليه وسلم ان ليسئل ذلك بل أراد ان يتبع قافها  
مشركة أم موحدة إلى أن قال فلما قالت في السماء وفي رواية أشارت إلى السماء فهم  
منها أنها موحدة تريد بذلك في الآله الأرضية التي هي الاحتمام لاثبات السماء  
مكانا له تعالى عما يقول الظالمون علوا كبيرا ولأنه كان مأمورا بان يكلم الناس  
على قدر عقولهم ويخبرهم بالحق على حسب فهمهم ووجدوها تعتقد ان المستحق  
العبودية السيد هو الأمر من السماء إلى الأرض لا الألهة بعدها المشركون وقع منها  
بذلك ولم يكلفها اعتقاد ما هو صفي التوحيد وحقيقة التنزيه انتج وقال لم  
الشعراني في الموافقة ولجواهر فان قيل فما الحكمة في سؤال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
الجارية التي شكوا في إسلامها فأرادت عقوبتها بالأسبسية حين قالها أين الله  
فأشارت إلى السماء فقال موصلة ورب الكعبة مع انه صلعم يعلم قطعاً استحالة الآ  
على الباري جل وعلا فاجاب كما قال الشيخ في الباب الخامس والثمانين انه صلعم  
ماسا إلى الجارية بالأسبسية لا تنزل لعقلها والشرعية قد تولت على حسب طوقه عليه  
التواطي في السنة العالم قال تعالى وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم  
ثم ان التواطي قد يكون على صورة ما هي الحقايق عليه في نفسها وقد لا يكون والشايع  
صلى الله عليه وسلم تابع لهم في ذلك تنزيلا لعقولهم عنه احكامه انتج ثم قال المفتي  
العلامة بعد ذلك هذه النقول في التنبيه قلت كثيرا ما يستدل الجسم بغير هذه  
الاحاديث على اثبات الجهة ولا يمكن لجوانها على ظاهرها باتفاق المسلمين لان  
كود في السماء فيقتضون ان يكون السماط قال فيكون السماط محيطا له تعالى من جميع



فقہاء و حکامین میں تاویل شائع ہوئی ہے تا آخر اور مراد اس قول سے یہی ہے کہ تاویل کتنا پھیلون کی عادت ہے اور لیکن پچھلے پس اور خاطر بقہ متشابہ کو حل کرنا ہے اور اسکے ظاہری معنی پر اور اوہمین تاویل نہ کرنا بغیراوی نے حدیث جاریہ کی توجہ میں کہا ہے کہ حضرت نے اس حدیث میں خدا کے مکان کو پوچھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور رسول مکان کا سوال کرنے سے برتری بلکہ یہ ارادہ کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ وہ عورت ہے یا مشرک یہاں تک کہ کہا پس جبکہ عورت نے کہا کہ آسمان میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اشارہ کیا آسمان کی طرف تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ سوچ رہی ہے اپنے قول یا اشارہ سے ارادہ کرتی ہے نفی مہودین میں کی کہ وہ بت میں نہ یہ کہ آسمان خدا کا مکان ہے برتر ہے خدا کا مالکون کے قول سے بہت برتر ہوتا اور اسوجہ سے کہ حضرت کو حکم تھا کہ لوگوں سے کلام کریں بقدر ان کے عقولون کے اور ان کے ہدایت کریں حق کی جانب موافق اون کے فہم کے اور اس عورت کو حضرت نے پایا کہ وہ متقدم ہے کہ مذہبی کا حقدار ایسا مہود کہ جو امر مخلوق تدبیر کرتا ہے آسمان سے لیکر زمین تک نہ کہ وہ مہودین کہ جبکہ مشرک پوچھتے ہیں پس اس عورت حضرت نے اس پر قناعت کر لی اور اسکو تکلیف ندی صرف توحید اور حقیقت تفسیر کے اعتقاد کی انتہی اور امام شعرانی نے مواقیف الجواہر میں کہا ہے پس اگر کہا جائے ہے پر کیا حکمت ہے رسول خدا صلعم کے پوچھنے میں نکاح کو اس عورت سے کہ جس کے مسلمان ہونے میں لوگوں کو شک تھا اور اوہنوں نے اسکو آڑا کرنا چاہا تھا جبکہ حضرت نے اس عورت سے فرمایا کہ خدا کا مکان ہی پس عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پس حضرت نے فرمایا کہ یہ مومنہ ہے قسم رب کی بلکہ حضرت صلعم قطعاً جانتے تھے کہ حق جل و علا کا مکان میں ہونا محال ہے پس اب اسکا وہی ہے کہ شیخ اکبر نے فتوحات باب ۵۵ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت صلعم نے لونڈی سے مکان کا سوال محض اس کے عقل کے اعتبار سے کیا تھا اور شریعت کا ورد اس کے ہنج پر ہوا ہے کہ جو لوگوں کے زبانوں پر شریعہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے جحد رسول بھی ہیں ان کے اقوام کی زبان پر ہے میں تاکہ اوں پر امر حق کا اظہار کریں یہ لوگوں کا اتفاق کسی محتالین نفس لامرہ کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا ہے اور شریعہ صلعم اسباب میں ان کے تابع ہیں احکام شرع بیان کریں بقدر ان کے عقولون کے انتہی پر نفی علامہ نے کہا تنبیہ میں ان نقلون کو ذکر کرنے کے بعد کہ میں کہتا ہوں کہ لبا اوقات مجسمہ دلیل لاسے ہیں اثبات جہت کے لئے اس قسم کی حدیثوں سے ملاکہ باتفاق کل مسلمانوں کے ان حدیثوں کو اسکے ظاہری پر جاری کرنا ممکن ہے اس لئے کہ خدا کا آسمان میں ہونا چاہتا ہے کہ آسمان اور سائر طرف ہوتا ہے پس اس تقدیر پر آسمان نہایت عام



الجوانب فيكون تعالى اصغر من العرش بكثير بلا شك فيكون الله تعالى  
 شيئاً حقيراً بالنسبة الى العرش وذلك باتفاق المسلمين مستحيل  
 فيجب صرفه عن الظاهر الى التاويل او يفوض معناه كما هو من هب  
 السلف انتهى اقول المراد بالتاويل التاويل التفصيلي والافالتفويض  
 مع التنزيه عن الظاهر ايضاً لا ينحلو عن التاويل الاجمالي واليضاً  
 التاويل واجب الاذغان بحكم حكم الكتاب فلا بد منه وطاحمه  
 المصنف على الحديث المذكور بانه من لم يقل مثله ليس بمومن فمردود  
 عليه للقطع بان من اقر بكلمة التوحيد والرسالة فهو مومن مع  
 انه ما قال مثل قول المجادية وانما حكم المصنف بهذا الحكم لانه  
 اشرب في قلبه مذهب المشبهة وقد شغفه حباً وحبك الله  
 يعم ويجمع فلذلك يتخط خط العشواء ولا يتميز السودا عن البيضاء  
 والله بحق الحق وهو يهدي السبيل يقال ومن ههنا ما روي شيخ  
 الاسلام عبد الله الانصاري في كتابه الفاروق باسناده  
 عن ابي بكر بن نصير بن يحيى عن الحكم بن عبد الله ابي مطيع  
 البلخي صاحب الفقه الاكبر قال سألت ابا حنيفة عن يقول الا نرى  
 ربي في السماء وفي الارض فقال قد كفر لان الله تعالى يقول  
 الرحمن على العرش استوى وعرشه فوق سبع سموات فقلت انه  
 يقول قول على العرش استوى ولكن لا اذرى العرش في السماء ام في الارض فقال  
 اذا انكر انه في السماء فقد كفر وفي رواية لغيره من قال لا اعرف ربي في السماء  
 او في الارض فقد كفر لان الله تعالى على العرش استوى وعرشه فوق سبع سموات فقلت فان



جوانب سے حق تعالیٰ کو گھیر لیا پس بے شک حق تعالیٰ سے عرش سے بہت چوڑا ہو جائے گا اور عرش کی نسبت ایک چوڑی ہی پسند ہو جائے گا اور یہ امر تمام مسلمانوں کے اتفاق سے محال ہے پس واجب ہے کہ اس کو ظاہر معنی سے پسیر دیا جائے تاویل کر کے اور تاویل کا علم حق تعالیٰ کو سونپا جائے جیسا کہ پہلے کا مذہب ہے انتہی میں کہتا ہوں تاویل سے مراد اس قول میں تاویل تفصیلی ہے ورنہ پس سونپ دینا علم تاویل کو ساتھ اعتقاد تشریح کے ظاہر معنی سے نیز تاویل اجمالی سے خالی نہیں ہے اور نیز تاویل پر اعتقاد کہنا ضروری ہے محکم کتاب کے حکم سے پس تاویل بغیر چارہ نہیں ہے اور جو حکم مصنف نے حدیث مذکور پر حکم لگایا ہے کہ جو شخص مثل قول جاریہ کے (نکے مومن نہیں ہے) پس یہ حکم مصنف ہی پر صادر ہے بوجہ یقینی ہونے اس امر کے کہ جو شخص اقرار کرے تو حید اور رسالت کا پس وہ مومن ہے حالانکہ اس نے مثل قول اس لوٹنے کے نہیں کہا ہے اور یہ حکم مصنف نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ اس کے دل میں مشتبہ کا مذہب پلا دیا گیا ہے اور اس مذہب کی محبت نے اس کو شیفتہ بنا دیا ہے اور دستور ہے کہ محبت کسی شے کی تحکوانہ اور پھر اس بنا دیتی ہے پس اسی سبب سے مصنف چھو بزر کے طرح پہنکتا ہے اور سیاہ و سپید میں تمیز نہیں رکھتا ہے اور خدا کی حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی راہ حق کے طرف رہنا ہے فرماتا ہے کہ مصنف نے اور اسی جگہ سے ہے جو کہ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری نے اپنی کتاب الفاروق میں اپنے اسناد سے روایت کی ہے ابو بکر بن نصیر بن یحییٰ سے ادہون نے حکم بن عبد اللہ ابو مطیع بلخی سے جو کہ فقہ اکبر حنفی کا مصنف ہے کہ کہ ابو مطیع نے کہ پوچھا میں نے ابو حنیفہ سے اس شخص کا حکم جو کہتا ہے کہ میں نہیں پوچھتا ہوں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں پس کہ ابو حنیفہ نے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اس سے کہ حق تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ رحمن عرش پر مستوی ہے اور اس کا عرش سات آسمانوں سے اوپر ہے پھر میں نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ



قال انه على العرش ولكنه يقول لا ادرى العرش في السماء ام في الارض قال  
هو كافر لانه انكر ان تكون في السماء ومن انكر ان يكون في السماء فقد كفر لان الله  
في اعلى عليين وهو يدعى من افعلى الامر اسفل انتهى وقال في هامش الرواية الاولى  
قال الحاكم في معجمه انواع علوم الحديث سمعت محمد بن صالح بن هاني يقول  
سمعت ابا بكر محمد بن اسحق يقول من لم يقر ان الله تعالى على عرشه قد استوفى  
موتة فهو كافر به يستتاب فان تاب ولا ضربت عنقه والقى على بعض  
الجزايل حيث لا يتاذى المسلمون ولا المعاهدون ينتز ريح جيفة و  
كان له غنيا لا يرثه احد من المسلمين اذ المسلم لا يرث الكافر كما قال صلى الله  
عليه وآله وسلم ١٢ منه انتهى وقال في ترجمة (الرحمن على العرش استوى في هامش  
صفحة ١٢٥ رخص عرش كـ او يريها بـ ١٢ اقول من الله التوفيق استدلال بحديث  
الجارية المروى عن الامام الجليل في حنيقة اوله على كونه تعالى في الجهة العالية ثم فرغ  
عليه بازاله الامام الاعظم قائل بكونه تعالى في الجهة بظاهر هذا الحديث ولذا احكم  
بكفر من انكر كما يفهم من هذين القولين له ولهذا كله باطل ما حديث الجارية  
فقد مر انه ماول عن الظاهر باجماع اهل السنة خلافا للحشوية فنسبته القول  
بظاهر الحديث الى الامام الاعظم من اعظم مفترياته واما القولان اللذان  
نقلهما عن الامام وقرعهما على حديث الجارية فمخاطبا ايضا لا يخلو عن  
اغواء العوام باختلاف المرام بيانه ان ابا مطيع البلخي رجل وضاع  
عند اهل الحديث كما صرح به غير واحد من روايته عن الامام  
لا يخلو عن خدشة وعلى التسليم فسبب الكفر انما هو كون قول القائل  
موهبا بان الحق مكانا ومن توهم ان الحق مكانا فهو مشبه لا ما فهمه



میں ہی کہتا ہوں کہ عرش پر مستوی ہے لیکن میں نہیں جانتا ہوں کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں پس کیا  
 کہ جب اس نے انکار کیا اس کے آسمان میں ہو نیکا تو بس کافر ہو گیا اور ایک روایت میں اس کے غیر کی وارد ہے کہ جب  
 کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو کافر ہو گیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے اور اس کا  
 عرش سات آسمانوں سے اوپر ہے میں نے کہا پس اگر وہ کہی کہ وہ عرش پر ہے لیکن میں نہیں جانتا ہوں کہ عرش آسمان میں ہے  
 یا زمین میں کہا کہ وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے انکار کیا آسمانوں میں ہونے سے اور جو انکار کرے آسمان میں ہونے سے کافر ہے اس لئے کہ  
 بلند ترین مقامات میں ہی اور وہ پکارا جاتا ہے اوپر سے نیچے سے انتہی اور پہلی روایت کا شیعہ میں کہا ہے کہ کہا حاکم نے مفت  
 انواع علوم حدیث میں کہ سنا میں محمد بن صالح بن ہانی سے کہ کہتے تھے سنا میں نے ابو بکر محمد بن یحییٰ سے کہ کہتے تھے ہوا تو  
 نہ کرے اس کا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بیٹھا ہے اپنے آسمانوں کے اوپر تو اپنے رب کے منکوبہ اس سے توبہ کرالی جا اگر توبہ کیسے  
 فیہا ورنہ اس کی گردن مار دیا جائے اور بعض گھوڑے پر سہیک دیا جائے کہ مسلمانوں اور ذمی کافروں کو ایذا پہنواو سکی مردار خبازہ کی بد تو  
 اور اس کا ترکہ مال غنیمت ہو گا اور کوئی مسلمان اس کا وارث ہو گا اس لئے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حضرت صلح کا فرمان  
 ہے انتہی اور مصنف نے دارم بن علی الوش استوی کا ترجمہ صفحہ ۱۲۵ پر کیا ہے اس طرح کیا ہے کہ رحمٰن عرش کے اوپر بیٹھا ہے میں کہتا ہوں  
 اور خدا ہی کی طرف توفیق ہے کہ مصنف لو اذیل لایا ہے نذی کی حدیث سے جو مروی ہے امام ابو حنیفہ سے خدا کے موجود ہونے پر  
 بہت علم میں پہر اوپر متفرع کیا یہ کہ امام عظیم قائل تھے خدا کے بہت میں ہونے کے اس حدیث ظاہر معنی کی بنا پر اور اس جو کہ منکر حدیث کے  
 کفر کا ادھون سے حکم دیا ہے جبکہ ان کے دونوں قول سے بوجہ جاتا ہے اور یہ تمام باطل ہے لیکن حدیث جاریہ پس سابق میں گزر چکا ہے  
 کہ یہ حدیث ظاہر معنی سے پسیری ہوئی ہے اہل سنت کے نزدیک اتفاق بخلاف حشور کے پس ظاہر معنی حدیث جاریہ کے مطابق قائل ہوں  
 کی نسبت امام عظیم کی طرف کفر کا مصنف کی بہت بڑی افترا ہے اور لیکن جو دو قول کہ ان کو مصنف نے امام صاحب کی طرف نقل کیا ہے اور حدیث جاریہ  
 پر ان کو متفرع کیا ہے پس ان کا مال ہی خالی نہیں ہے عوام کو بہکانے سے مقصد کو چھپا کر اس کا بیان یہ ہے کہ ابو مطیع طنجی محدثین کے نزدیک  
 منقطع ہے جو محدثین بنایا کرتا تھا جیسا کہ متعدد اشخاص نے اس کی تصریح کی ہے پس اس کی روایت امام عظیم کی طرف سے حدیث سے  
 خالی نہیں ہے اور اگر اس روایت کو مان لیا جائے پس سبب کفر یہی ہے قائل کے قول سے وہم پیدا ہوتا ہے اس بات کا کہ خدا کے لئے  
 مکان ہے اور جس نے وہم کیا کہ خدا کے لئے مکان ہے پس اہل تشیعہ ہے اور کفر جبکہ وہ نہیں ہے کہ سبب



المصنف وبنى عليه ما بينه والدليل على ما قلنا ما نص عليه المصنف في قوله  
 في التبيين (قال على القاري في الجواب عن الرواية المذكورة انه  
 ذكر الشيخ الامام ابن عبد السلام في كتاب حل الرصون انه قال الامام  
 ابو حنيفة رحمه الله من قال لا اعرف الله تعالى في السماء هو لم في  
 الارض فقد كفر لان هذا القول يوهم ان الحق مكانا ومن توهم  
 ان الحق مكانا فهو مشبه انتفى ثم قال ولا شك ان ابن عبد السلام  
 من اجل العلماء واثقهم فيجب الاعتماد على قوله لا ما ذكره الشارح  
 مع ان ابا مطيع رجل وضاع عند اهل الحديث كما صرح به  
 غير واحد والحاصل ان الشارح (اي شارح عقيدة الطحاوي)  
 يقول بعلو المكان مع نفي التشبيه وتبع فيه طائفة من اصحابنا  
 وقد تقدم عن ابي حنيفة انه يوصن بالصفات المتشابهة و  
 يعرض عن تاويلها ويؤثر الله تعالى عن طواهرها ويكمل علمها  
 الى عالمها كما هو طريقة السلف وكثير من الخلف ومذهبهم  
 اسلم واحكم انتفى قول القاري قلت معنى انه في السماء  
 على حد السمع وقد نقل عن الامام ابي حنيفة في الفقه الاكبر  
 هذا اي غير المتداول لا يوصف الله تعالى بصفات المخلوقين  
 البتة وهو غضب ويرضه غضبه عقوبة ورضاه ثوابه  
 ونصفه كما وصف نفسه احد صمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له  
 كفوا احد حي قادي رَسَمِعُ بِصِيرٍ عِلِمٌ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ  
 لَيْسَ كَايْدِي خَلْقُهُ لَيْسَتْ بِخَاجَةٍ وَهُوَ خَالِقُ الْاَيْدِي وَجْهُهُ لَيْسَ



مصنف نے سمجھا ہے اور مبنی کیا اور سپر جو کچھ کہ مبنی کیا اور ہمارے قول کی دلیل وہ کلام ہے کہ علامہ  
مفتی نے تنبیہ میں لبراحت بیان کیا ہے کہ کہا ملا علی قادری نے روایت مذکورہ کے جواب  
میں کہ ذکر کیا ہے شیخ امام ابن عبدالسلام نے کتاب حل الرموز میں کہ کہا امام ابو حنیفہؒ نے  
کہ جس نے کہا میں نہیں پہچانتا ہوں کہ حق تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں ہے پس وہ  
کافر ہو گیا اس لئے کہ یہ قول وہم و لاتا ہے کہ خدا کے لئے مکان ہے اور جسے وہم کہا کہ خدا  
کے لئے مکان ہے تو وہ تشبیہ والا ہے انتہی پر کہنا اور اس میں شک نہیں کہ ابن عبدالسلام بہت  
بڑے معتبر علماء میں سے ہے پس اس کے قول پر پروسا کرنا واجب ہے نہ شارح کے  
روایت مذکورہ پر با آن کہ ابو مطیع ایک مرد عریشین گہڑنے والا ہے حدیث کے نزدیک  
جیسا کہ بہت سے لوگوں نے اسکی تفسیر کی ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ شارح عقیدہ طحاوی کا  
قائل ہے جہت علو کا نفی تشبیہ کے ساتھ اور اس عقیدہ میں اس کے تابع ہو گئے ایک جماعت  
بدعتیوں کی اور تحقیق گزر چکا ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ وہ ایمان لائے تھے متشابہات پر اور انکی  
تاویل بیان کرنے سے سکوت کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو اس کے ظاہری معانی سے  
منزہ جانتے ہیں اور انکا علم عالم الغیب کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ سلف اور ائمہ خلف  
کا طریقہ ہے اور انکا مذہب سالم تر و محکم تر ہے تمام ہوا قول ملا علی قاری کا میں  
کہہتا ہوں کہ معنی اس قول کے کہ خدا آسمان میں ہے حدیث پر ہے اور امام  
ابو حنیفہؒ سے منقول ہے فقہ اکبر غیر مشہور میں کہ حق تعالیٰ لے موصوف نہیں ہے  
مخلوق کے صفات سے لغیباً اور وہ عصفہ ہوتا ہے اور راضی ہوتا ہے غصہ  
اور سکا عذاب ہے اور رضا اسکی ثواب ہے اور ہم اسکا وصف بیان کرتے ہیں  
جیسا کہ خود اس نے اپنا وصف بیان کیا ہے کہ وہ ایک ہی بے نیاز ہے نہ  
اوسنے جتنا اور نہ وہ عبتا گیا اور نہ اسکا کوئی ہم ہے نہ زندہ ہے قدرت والا ہے ستہ



كوجوه خلقه وهو خالق الوجوه ونفسه ليس كالنفس خلقه وهو خالق  
 النفوس ليس كمثل شئ وهو السميع البصير اذ ايت لوقيل اين الله  
 تعالى فقال يقال له كان الله قبل ان يخلق الخلق ويقال له كان الله  
 ولم يكن اين ولا خلق ولا شئ وهو خالق كل شئ انتهى وهو صريح في  
 المكان عنه تعالى والتنزیه عن ظواهرها فلو قيل ههنا على ظاهر  
 المعنى لكان مخالفا له انتهى كلام الحق المقتضى العلامة في التبيين فقد علم  
 من هذه النقول بطلان قيلة المصنف بالنسبة الى الامام الاعظم  
 حق بطلانها واما ما نقله عن محمد بن اسحق بن خزيمة في الهامش من  
 رواية قتل منكر الحجة والقائه على منزلة فخاله انه حكم مخالف  
 لاهل السنة والجماعة وخلاف للاجماع الامة يجب ان يستتاب  
 قائله وناقله يريد الاشاعة بين المسلمين والافالقة والضروب لحراق  
 ما كتب فيه هذا الحكم سارقا من كتاب شيخه ابن تيمية سائر اذهاب  
 صاحب هذا الحكم واسم ناقله واسم ما نقله منه بلحقا بكلام الامام الاعظم  
 بحيث يعلم منه كانه من كلام الامام او من احكام متقليديه فالى الله  
 المشتكى وهو الموثل والملحق والشاهد لما قلنا ما نصه المقتضى العلامة في التبيين  
 راد اعلى ابن تيمية وهو هذا وقال محمد بن اسحق بن خزيمة امام الاثمة من لم  
 يقال ان الله تعالى فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه وجب ان يستتاب فان تاب  
 والا ضربت عنقه ثم القى على منزلة لثلاثين اذى بن حجة اهل القبلة واهل الذممة قال  
 ابن تيمية ذكر عنه الحاكم باسناد صحيح قال العلامة الحلي في رده الجواب عن مثل هذا فقد  
 على ابن خزيمة قد علم الخالص كلامه في العقائد والكتب الذي صنفه في التبيين سماه بالتوحيد رد الاثمة عليه



دیکھتا ہے دانی امور ہے خدا کا ہاتھ بندوں کے ہاتھوں پر ہے پر بندوں کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے جارح نہیں ہے اور وہ پیدا کرنے والا ہے ہاتھوں کا اور اس کا وجہ نہیں ہے نہیں ہے لوگوں کے چہروں کی طرح اور وہ خالق ہے چہروں کا اور نفس اور اس کا نہیں ہے مثلاً نفس مخلوق کے اور وہ خالق نفسوں کا ہے نہیں ہے اس کے مش کوئی چیز اور وہی مستند دیکھتا ہے تم جانتے ہو کہ اگر کہا جائے کہ ان ہے خدا سے تعالیٰ پھر کہا کہ اس سے کہا جائے گا کہ خدا موجود تھا مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اور اس سے کہا جائے گا کہ خدا تھا اور نہ مکان تھا اور مخلوق تھی اور نہ کوئی شے تھی اور وہ پیدا کرنے والا ہے ہر شے کا اتنی - اور یہ کہ کلام کہلا ہوا ہے نفی مکان میں اور ظاہر مشابہات سے حق تعالیٰ کے منزہ میں پس اگر یہاں ظاہر شے کے موافق کہا جائے تو یہ کلام مخالف ہو جائے گا فقہ اکبر کی عبارت سے تمام ہوا کلام نفی علامہ کا تنبیہ میں پس ان عبارات منقولہ سے مصنف کے اس کلام کا بخوبی باطل ہونا ظاہر ہو گیا ہے جو نسبت امام اعظم کے اس سے نقل کیا ہے اور لیکن جو کہ مصنف نے حاشیہ میں محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے مسئلہ منکر جت کے مار ڈالنے اور اس کی لاش ٹوٹے پر پھینک دینے کا نقل کیا ہے پس اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ ایک حکم ہے مخالف اہل سنت کے اور برخلاف اجماع امت کے واجب ہے کہ اس کے قائل اور زعمی سے (جو کہ ارادہ کرتا ہے اس کی اشاعت کا مسلمانوں میں) توبہ کرائی جائے اگر توبہ ذکر سے تو لازم ہے خسراج بلد اور بیٹنا اور اس رسالہ کو جلانا کہ جس میں مذکور مسئلہ لکھا ہے یا اپنے شیخ ابن تیمیہ سے چور کرادے اس کے قائل و ناقل کا مذہب و نام چھپا کر اور امام اعظم کے کلام سے مل کر اس طرح پر کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مسئلہ امام صاحب کے کلام سے یا ان کے مقلد و کے احکام سے پس خدا ہی کی طرف ہمارا شکوہ ہے اور ہم ہی ہمارا مرجع و تکی ہے اور شہداء سے اس قول کو نہ دیا ہے کہ ان کی تعین فرمائی سے مفتی علامہ نے تنبیہ میں ابن تیمیہ پر رد کرنے کو اور وہ یہ ہے (اور کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے جو کہ اماموں کا امام ہے) کہ جس نے نہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے مخلوق سے جدا ہے تو واجب ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے پس اگر توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ اس کی گردن مار دی جائے اور کسی کوڑی پر پھینک دیا جائے تاکہ اس کی بدبو سے اہل قید و نزل ذمہ کو اذیت نہ ہو کہ ابن تیمیہ نے نقل کیا اس سے حاکم نے اسناد صحیح کے ساتھ کہا علامہ حلبی اسکے رد میں کہ جواب اس طرح کے اقوال کا پہلے گزر چکا ہے اس کے علاوہ ابن خزیمہ کا کلام عقائد میں اور اس کی کتاب جس کو اس نے تشبیہ کے باب میں تصنیف کیا ہے اور اس کا نام توحید رکھا ہے عام و خاص کو معلوم ہے اور ائمہ اہل سنت کا رد اس پر بجا اور شمار سے زائد ہے ۔۔۔



وقولهم فيه ما قال هو في غيره معروف انتهى فقد علم من هذا أن قائل هذا الحكم  
 ليس من أهل السنة بل هو من الخشوية الضالة المضلة أعاذنا الله من شرورهم  
 والحق في هذا الباب ما نقله عن الإمام أبي حنيفة بعد هذا القول حيث قال أبو  
 حنيفة في الوصية الشهيرة عند الخليفة ثم نقر بان الله تعالى على العرش استواء من غير أن  
 يكون له حاجة إليه واستقرار عليه وهو الحافظ للعرش وغير العرش فلو كان محتاجاً  
 لما قد رُوي على إيجاد العلم وقد يبركه كالمخلوق ولو صار محتاجاً إلى الجالس والقائم فقبل  
 خلق العرش أين كان الله تعالى فهو منزوع عن ذلك وتعالى علواً كبيراً نقله الشيخ على  
 القاري في شرح الفقه الأكبر انتهى أقول بتوفيق الله تعالى وعونه أن قول الإمام ثم  
 نقر بان الله تعالى على العرش استواء موافق لما عليه التنزيل وهو الإيمان بما ورد  
 في الشريعة من التشابهات ثم قوله من غير أن يكون له حاجة إليه واستقرار عليه  
 إلى آخره نضر على التأويل عن الظاهر لأنه يستلزم التشبيه والله تعالى مقدس عنه  
 فقيه تائيد لمذهب أهل السنة ورد على المعزلة حيث انكروا الصفات وعلى  
 الخشوية حيث حملوا التشابهات على طواهرها فوقعوا في التشبيهات وانما نقله  
 المصنف هنا مع أنه مناقض لما نقله عن الإمام فيما قبله جمعاً بين مذهب  
 الخشوية وبين مذهب أهل السنة وتوفيقاً بين القولين الذين نقلهما عن الإمام  
 وتطيقاً بين أدلة التشبيه وأدلة التنزيه بأن التشبيه حق ثابت على ما اقتضاه  
 اسم الظاهر من حيث تجليه في المظاهر والتنزيه حق ثابت على ما  
 اقتضاه اسم الباطن من حيث استتاره في البواطن وهذا كيد عظيم  
 وشديد فخير يعرفه الماهر ونوع يعلم المومنون بأن الحق الحقيقي عنه  
 بهما حل وابن الحق من الباطل وقد بيناه سابقاً بأنه مستلزم لاجتماع  
 النقيضين وجامع بين المتنافيين لأنفسام التشابه إلى القسمين ولا يجد



اور قول ائمہ کا اس کی نسبت جیسا کہ اس کا قول ہے اپنے مخالف کی نسبت مشہور ہے انتہی پس اس سے معلوم ہوا کہ قائل اس حکم کا سنی نہیں ہے بلکہ وہ مجسمہ میں سے ہے جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں ہم کو خدا اپنا تین دہو حشوہ کے شرور سے اور حق اس باب میں وہ قول ہے کہ جس کہ مصنف نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے بعد قول مذکور کے جیسا کہ کہا ہے (اور کہا ابو حنیفہ نے کتاب الوصیۃ میں جو مشہور ہے نزدیک مصنف کے پھر ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے بدون اس کے کہ اس کو حاجت ہو عرش کی یا اس پر قرار پکڑنے والا ہو اور وہی نگہبان ہے عرش کا پس اگر وہ حاجت مند ہوتا تو البتہ قادر نہ ہوتا عالم کو موجود کرنے پر اور اس کی تدبیر پر مانند مخلوق کے اور اگر محتاج ہوتا بیٹھنے اور ٹہرنے کا تو عرش پیدا کرنے سے پہلے کہاں رہتا تھا حق تعالیٰ پس وہ اس سے منزہ ہے اور بلند تر ہے بہت بلند ہونا نقل کیا اس کو شیخ علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں انتہی میں کہتا ہوں خدا کی توفیق و مدد سے کہ قول امام اعظمؒ کا (پھر ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا) موافق ہے مضمون قرآن کے اور وہ ایمان لاتا ہے مشابہات پر جو شرع میں وارد ہیں پھر قول امام کا بدون اس کے کہ اس کو حاجت ہو عرش کی اور اس کا قرار ہو اس پر آخر تک تصحیح ہے ظاہر سے مائل ہونے کی اس لئے کہ ظاہر معنی میں تشبیہ لازم آتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے پاک ہے پس اس قول میں تائید ہے اہل سنت کے مذہب کی اور وہ ہے معتزلہ پر اس لئے کہ وہ صفات کے منکر ہیں اور رد ہے حشوہ پر اس لئے کہ انہوں نے مشابہات کو ظاہر معنی پر حمل کیا ہی نہیں وہ تشبیہ میں مبتلا ہو گئے اور بانگ یہ قول حق لغت ہے پہلے قول سے کہ جس کو مصنف نے سابق میں نقل کیا ہے پھر یہی مصنف نے اس قول کو یہاں نقل کیا ہے اس غرض سے کہ حشوہ و اہل سنت کے مذہب میں مجمع ہو جائے اور تفرقہ مٹ جائے اور امام اعظمؒ کے دونوں قول میں تطبیق ہو جائے اور تشبیہ و تنزیہ کی دلیلون میں مطابقت پیدا ہو جائے باین طور تشبیہ حق اور ثابت باعتبار مقتضا سے اسم الظاہر کے مظاہر میں اپنا جلوہ کر نیکی وجہ سے اور تنزیہ حق و ثابت ہے باعتبار مقتضا اسم الباطن کے بطون میں اس کے مخفی ہونے کی وجہ سے اور یہ ایک کید عظیم و شدید فحیم ہے کہ جسکو ماہر پرچا پتے ہیں اور اہل ایمان جانتے ہیں کہ حق ثابت اس سے کوسوں دور ہے اور باطل کو حق سے بہت فاصلہ ہے اور ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں کہ مصنف کی یہ را سے مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو اور جامع ہے دو متنافی کی بھت منقسم ہونے متشابہ کے دو قسموں کی طرف اور مصنف کو نفع نہیں دیتا ہے۔ دستاویز بنانا



التشبث بتغايير الحشيتين لأن دعوى كون ساير المتشابهات محمولة على ظواهرها  
 حقيقة يرفع تغايير الحشيتين من البين فتدبره (قال) وقال البيهقي في كتاب الاسماء  
 والصفات انا ابو نصر شعرايا بن الحارث الفقيه قال انا ابو محمد بن حبان اى  
 ابو شيخ الحافظ انا احمد بن جعفر بن نصر ثنا يحيى بن يعلى قال سمعت  
 نعيم بن حماد يقول سمعت نوح بن ابى ربيعة يابا عصمة اى المشهور  
 بالجامع لجمعه العلوم يقول كنا عند ابى حنيفة اول ما ظهر اذا جاءته  
 امرأة من تهمذ كان تحتها لسجما قد خلت الكوفة فاطنق اقل ما دأمت  
 عليها عشرة آلاف من الناس تدعو الى رايها فقل لها انت ههنا  
 رجلا قد نظروا في المعقول يقال له ابو حنيفة فانت فقلت انت الذى  
 تعلم الناس المسائل وقد تركت دينك واين الهالك الذى تعبدك  
 فسكت عنها ثم مكث عنها سبعة ايام لا يجيبها ثم خرج اليها وقد وضع  
 كتابا ان الله تبارك وتعالى فى السماء دون الارض فقال له رجل وهو معلم  
 اينا كنتم قال هو كما كتبت الى الرجل انى معك وانت غائب عنه والمعنى بالسماء  
 فى حديث الجارية السوداء وقول ابى حنيفة الجهة السامية العالية فيمثل  
 العرش والسماء الدنيا اذ ينزل اليها وهو مستوعب العرش بشانه انتهى اقول بتوفيق  
 الله تعالى وعونه ان استدلال المصنف بهذه القصة باطل لوجهين الاول ان  
 هذه القصة عن الامام لا تصح لان راويها وهو ابو عصمة نوح بن ابى مريم  
 وضاع كذا اب قد صح اهل الحديث بوضعه وكذا به وايضا اقره بوقف  
 انه كذب على الامام حسبه كما نقلناه فى المقدمة والثانى على التسليم انه قال  
 البيهقي لقد اصاب ابو حنيفة فيما نفى عن الله عز وجل من الكون فى  
 الارض وفيما ذكر من تاويل الآيات وتبع مطلق السمع فى قوله



۱۰ وحشیون کے تعابر کو اس لئے کہ دعویٰ ہونے تمام متشابہات کا محمول اپنے ظاہر پر حقیقتہ تعابر حیثیت کو دور کر دیتا ہے  
 درمیان سے پس تو سوچ لے کہا مصنف نے اور کہا بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں کہ ہم کو خبر دی ابو زکریا بن حارث  
 فقہیہ نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو محمد بن حیان یعنی ابو الشیخ مافط نے کہ خبر دی ہم کو احمد بن جعفر بن نصر نے کہ بیان کیا ہم سے  
 یحییٰ بن یعلیٰ نے کہا ستائین نے نعیم بن حاد سے وہ کہتے تھے کہ ستائین نے نوح بن ابی مریم ابو عصمہ سے جو کہ مشہور  
 ہیں جامع کے نام سے بہ سبب جمع کرنے علوم کے وہ کہتے تھے کہ ہم ابو حنیفہ کے پاس تھے اون کے زمانہ شہرت کے  
 آغاز میں کہ ترمذ سے ایک عورت اون کے پاس آئی جو کہ ہم کی صحت یا فتنہ ہی پس کو فہم داخل ہوئی پس میں گمان کرتا  
 ہوں کہ کم از کم دس ہزار لوگوں کو وہ اپنی رائے کی طرف دعوت کرتی تھی پھر اس سے کہا گیا کہ یہاں ایک معقولی مرد ہے  
 جس کو لوگ ابو حنیفہ کہتے ہیں پس وہ عورت اون کے پاس آئی اور کہا کہ تو ہی لوگوں کو میلے سکھاتا ہے اور تو نے اپنے  
 دین کو چھوڑ دیا ہے اور کہاں ہے تیرا معبود کہ جس کو تو پوجتا ہے پس ابو حنیفہ ساکت ہو گئے اور سات دن تک جواب  
 دینے میں توقف کیا پھر ہمارے پاس آئے اور ایک کتاب تصنیف کی کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان میں ہے  
 زمین میں نہیں ہے پھر ایک شخص نے اون سے کہا کہ تم نے دیکھا ہے قول حق تعالیٰ کا کہ (وہ تمہارے ساتھ ہی جہان  
 تم ہو) کہا کہ اس کو ایسا سمجھو کہ جس طرح تم کسی کو لکھو کہ میں تیرے ساتھ ہوں حالانکہ تم اس سے دور ہو اور سارے  
 معنی جاریہ سودا کی حدیث اور ابو حنیفہ کے قول میں جہت علو کے ہیں پس شامل ہے عرش و آسمان دنیا کو اس لئے  
 کہ حق تعالیٰ نزول فرماتا ہے آسمان دنیا کی طرف حالانکہ وہ اپنی شان سے عرش پر مستوی ہے انتہی میں کہتا ہوں خدا  
 کی توفیق و مدد سے کہ مصنف کا دلیل لانا اس قصہ سے باطل ہے دو وجہ سے اول یہ کہ یہ قصہ امام کی طرف سے  
 صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا راوی اور وہ ابو عصمہ نوح بن ابی مریم ہے وضاح حدیث و کذاب ہے کہ جسکی  
 وضع و حدیث و کذب پر محدثین نے تصریح کر دی ہے اور نیز اس نے خود بھی اس امر کا اقرار کیا ہے کہ میں نے  
 امام ابو حنیفہ پر بغض ثواب جھوٹ بولا ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں اس کو نقل کیا ہے اور  
 دوم بر تقدیر تسلیم صحت یہ کہ بیہقی نے کہا ہے کہ بیشک ابو حنیفہ نے حق بیان کیا ہے اس امر  
 میں کہ نفی کی حق تعالیٰ کے زمین میں ہونے کی اور آیت کی تاویل میں پیروی کی مطلق نقل کی اپنے اس



ان الله عز وجل في السماء ومراة من ذلك والله اعلم ان صحت الحكاية عنه  
 ما ذكرنا في معنى قوله ام منتقم في السماء وقد روى عنه ابو عصمة انه ذكر  
 من هب اهل السنة وذكر في جملة ذلك ان لا يتكلم في الله بشئ وهو نظير  
 ما روي عن سفيان بن عيينة ما وصف الله به نفسه فتفسيره قراءة ليس  
 لاحد ان يفسره الا الله تبارك وتعالى او رساله صلوات الله عليهم انهم قال  
 المفق العلامة بعد نقله في التبيه قلت في قول البيهقي وتبع مطلق السمع  
 اشارة الى ان الامام تبع بما ورد في الخير من الصفة غير متجاوز عنه بان  
 يثبت لله جهة ويحدد على السماء في قوله ما ذكرنا في معنى قوله ام منتقم  
 اشارة الى ما نقل عنه في معناه على معنى نفي الحد عنه وانه ليس ما يحويه  
 طبق او يحيط به قط ثم برواية ابي عصمة عنه في ذكر من هب  
 اهل السنة وتنظير رواية سفيان ايضا في انه لا يجوز تفسيره وتاويله اي  
 بالقطع وقوله ان صحت الحكاية عنه اشارة الى عدم صحة هذا الحكم  
 عن الامام فان فيها ابا عصمة وقد صرح اهل الحديث بكذبه ووضعه  
 وحيث فاستدل الالمخالف بهذه الرواية باطل بوجهين الاول انه لا تصح  
 هذه الحكاية عن الامام والثاني على تقدير التسليم فهو من الصفات توقف السلف في  
 معناه وفوض الى الله ورسوله فلا يجوز تفسيره والله اعلم انتهى كلام المفق العلامة فعلم  
 من هذا ان قول المصنف والمعنى بالسماء في حديث الجارية السوداء وقول ابي حنيفة الجهة  
 العالية السامية آه مخالف لمن هب اهل الحق ومن هب امام الاعظم ولو  
 الحديث وقول الامام بما لا يرضى به المتحققون وموافق للحشوية الذين  
 هم الضالون المضلون والله تعالى الحق والهدى السبيل الى الصدق (قال)



کہ حق تعالیٰ آسمان میں ہے اور مراد امام کی اس قول سے واللہ اعلم اگر یہ قصداً ان کی طرف سے صحیح ہے وہ ہے کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے تفسیر میں حق تعالیٰ کے قول (او منتم من فی السماء) کی اور تحقیق روایت کی امام سے ابو جعفر نے یہ کہ ذکر کیا اور انہوں نے مذہب اہل سنت کا اور نبی خدا کے یہ ذکر کیا کہ خدا کے باب میں کچھ کلام نہ کیا جائے اور یہ قول نظیر ہے اس کی کہ جو ہم کو سفیان بن عیینہ سے روایت پہونچی ہے کہ جن الفاظ سے حق تعالیٰ نے اپنے کو موصوف کیا ہے ان کی تفسیر یہی ہے کہ وہ بنفسہا پڑھے دبتے جانیں کسی کو حق نہیں ہے کہ ان کی تفسیر بیان کرے سو اگر خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے رحمتیں نازل ہوں خدا کی اور سبہوں پر اتہی۔ متقی علامہ نے اس کو تبنیہ میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ حق کے اس قول میں کہ مطلق نقل کی پیروی کی ہے اشارہ اس طرف کہ امام نے پیروی کی اور اس صفت کی جو خبر میں وارد ہوئی ہے اور نہیں تجاوز کیا اور اس سے باہر طو کہ ثابت کرے اور اس کے لئے جہت کو اور اس کو محدود کر دیتے آسمان پر اور اس کے اس قول میں کہ جس کو ہم نے او منتم من فی السماء کے معنی میں بیان کیا ہے اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جو یہ حق سے منقول ہے اس کے معنی میں حق تعالیٰ سے حد کی نفی اور یہ کہ اس کو نہ کوئی طبق حاوی ہے اور نہ کوئی قطر اور اس کو گھیرے ہوئے ہے پھر ابو جعفر کی روایت میں امام سے مذہب اہل سنت کے ذکر کرنے میں اور سفیان کی روایت سے نظیر بیان کرنے میں اعلان اس امر کا کہ اس کی تفسیر و تاویل لینے قطعی طور پر جائز نہیں ہے اور اس کا یہ قول کہ اگر یہ قصہ صحیح ہو تو امام سے اشارہ ہے امام سے اس قصہ کے صحیح نہ ہونے کی طرف اس لئے کہ اس قصہ کی سند میں ابو جعفر ہے اور محدثین نے اس کے وضع حدیث اور چوٹا ہونے کی تصریح کی ہے اور اس وقت مخالف کا دلیل لانا اس روایت سے باطل ہے دو وجہ سے اول یہ کہ یہ قصہ امام کی طرف سے صحیح نہیں ہے اور دوم بر تقدیر تسلیم پس یہ صفات متشابہت ہیں سے یہ کہ جن کے معنی میں سلف نے توقف کیا ہے اور خدا و رسول کی طرف اس کو سونپ دیا ہے پس اس کی تفسیر ناجائز ہے واللہ اعلم انتہی۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ مصنف کا یہ قول کہ معنی سما کے جاریہ سودا کی حدیث اور قول ابو حنیفہ میں جہت عالیہ سامیہ سے تا آخر مخالف مذہب اہل حق و مذہب امام اعظم سے اور حدیث جاریہ و قول امام اعظم کی ایسی وجہ بیان کرتا ہے کہ جس سے تحقیق رہی نہیں ہیں اور موقوف ہو خشوبہ کے جو کہ خود گمراہ ہیں اور دوسرے گمراہ کر نیوالی ہیں اور حق تعالیٰ ہی امر حق کو ثابت کرتا ہے اور سچائی کی نظر نہ مانی ہے



يقال الحق بن ابراهيم قال ابو حنيفة اتانا من المشرق رايان خيشان جهم معطل مقاتل  
 مشبه وقال محمد بن سماعه عن ابي يوسف عن ابي حنيفة افرط جهم في النقي حتى قال انه  
 ليس بشيء وافرط مقاتل في اثبات حتى جعل الله تعالى مثل خلقه وقال الحسين بن  
 اشكاب عن ابي يوسف بنجر اسان صنفان صنفان ما على الارض اثنى منهم المقاتلية والجهمية  
 اثبتا الحفاط المزي والذهبي والعقلان في القهذيب والتن هيب والقهذيب  
 القهذيب وقال الذهبي وغيره قصة ابي يوسف صاحب ابي حنيفة مشهورة في  
 استنابة بشر الرئيس لما انكر ان يكون الله تعالى فوق العرش وانكر الصفات واظهر  
 قول جهم رواها ابن حاتم وغيره واسند الا لكافي في كتاب السنة وغيره عن محمد بن  
 الحسن قال اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالقراآن والاحاديث  
 التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في صفة الرب عز وجل من  
 غير تشبيه ولا وصف ولا تفسير فمن فسر اليوم شيئا منها وقال يقول جهم فقد خرج عما كان  
 عليه النبي صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه وفارق الجماعة لانه وصف الرب  
 بصفته كما شئى اقول وبالله الثقة ان هذه النقول كالقصص على خواص العقول في  
 ان جهم افرط في النقي حيث انكر الظاهر والباطن كليهما ومقاتل افرط في الاثبات حيث  
 سلم الظاهر والباطن كليهما وهما باطلان مخالفان للتنازل والاحاديث واجماع الامة  
 فان الاول يفضى الى التعطيل والثاني يفضى الى التشبيه وكلاهما من الابطال وما  
 عليه اجماع اهل الحق من الصحابة والتابعين والائمة والمجتهدين والفقهاء والمحدثين  
 والصوفية والمتكلمين هو التاويل عن الظاهر لتلايل التشبيه لان الله تعالى ليس  
 كمثله شيء والتسليم للباطن لتلايل التعطيل مع تراعي التفسير على القطع و  
 الترجمة بلفظ آخر لتلايلهم ارادة الظاهر مع احتمال الوقوع في الزيغ فاعلم المصنف



رکھا مصنف نے) اور کہا اسحق ابن ابراہیم نے کہ کہا ابو حنیفہ نے کہ ہمارے پاس مشرق سے دو جہت رائی آسکے ہیں  
 ایک جہم مغل و دوسرا مقابل مشبہ اور کہا محمد بن سماعہ نے ابو یوسف کی روایت سے انہوں نے روایت کی ابو حنیفہ سے  
 کہ زیادتی کی جہم نے نفی صفات میں یہاں تک کہ اسکا قول ہے کہ خدا شے نہیں ہے اور زیادتی کی مقابل نے صفات کے  
 ثابت کر نہیں یہاں تک کہ بنا دیا حقتالی کو مثل اسکی مخلوق کے اور روایت کی حسین بن اشکاب نے ابو یوسف سے کہ خراسانی  
 و دشمن ہیں کہ روئے زمین میں مسیح نزدیک نہیں ہیں ایک مقابل کی جماعت اور دوسری جہم کی جماعت ثابت کیا اس روایت کو  
 مخالفی و ذہبی و عقلانی نے تہذیب و تہذیب و تہذیب میں اور کہا ذہبی و غیرہ نے کہ نقض ابو یوسف ابو حنیفہ کا مشہور  
 اس کے توبہ طلب کر نیکی باب میں بشری سے جبکہ اس نے انکار کیا خدا کے عرش پر ہونے سے اور انکار کیا صفات الہی سے  
 اور ظاہر کیا قول جہم کا روایت کیا اس قصہ کو ابن ابی حاتم وغیرہ اور سبند روایت بیان کی لکھا ہے کہ کتاب السنہ وغیرہ  
 محمد بن حسن سے کہ کہا انہوں نے کہ تمام نقباء مشرک سے لیکر مغرب تک متفق ہیں قرآن اور احادیث پر ایمان  
 لانے میں کہ جنکو ثقلہ لوگوں نے رسول خدا مسلم سے نقل کیا۔ ہے حقتالی کی صورت میں بدو و تشبیہ کے اور بدو و  
 بیان کر نیکی اور بدو و تشبیہ کے پس جس نے بیان کیا کسیکے دن کسی صفت کو اور نہیں سے اور جہم کے قول کا قائل ہوا  
 پس یہ ایک دنیا پر ہو گیا اس عقیدہ سے کہ ہر پرستہ نبی ملامت اور ادب کے اصحاب اور جدا ہو گیا جماعت المسببت سے  
 اس لئے کہ اس نے بیان کیا صفت رب کو ناشی کی صفت سے میں کہتا ہوں اور خدا ہی پر ہر وسالے کہ یہ یقین  
 مثل نگینوں کے ہیں عقول کی انگوٹھوں پر ہر حساب میں کہ جہم نے زیادتی کی سبے اثبات میں اس لئے کہ ماں دنیا ظاہر و باطن  
 و دونوں کو ادب و دونوں مذہب باطل ہیں مخالف ہیں قرآن و حدیث و اجماع امت کے منہ سے اس لئے کہ پہلے مذہب تعطل لازم  
 آتی ہے اور دوسرے تشبیہ اور بدو و امور باطلہ میں سے ہیں اور جہم کہ اجماع سے محقق ہیں صحابہ و تابعین و ائمہ و مجتہدین و نقباء و  
 محدثین و مؤلفین و مکتبین کا وہ پیرنا ہے متشابہات کو ظاہر معنی سے تاکہ تشبیہ لازم نہ آئے اس لئے کہ حقتالی کے مثل کوئی شے نہیں ہوا ورنہ  
 ہے باطل معنی کو تاکہ تعطل لازم نہ آئے ساتھ ترک کر دینے کے تفسیر کو یقینی طور پر اور ترجمہ کرنے کو دوسری زبان میں  
 تاکہ وہم نہ والے ارادہ کرنے ظاہر معنی کا مع احتمال واقع ہونے کے کجی میں پس یہ جو مصنف نے  
 کہا ہے۔



ههنا في الارض وليس المراد به كونه تعالى مفارقا عن الخلق بالمسافة البعيدة في  
الجهة العالية كما للعرش او محاذياله وهكذا حال كلما نقله من اقاويل  
الرد على الجهمية فانه عليه لاله فاتيانه في معرض الاستدلال لا يخلو عن التلبس  
والندس قال وله ان رجلا قال لابن المبارك يا ابا عبد الرحمن قد  
سكنت من كثرة ما اذعوا على الجهمية قال لا تخف انهم يزعمون ان الهات  
الذين هم في الدنيا ليس بشيء انتهى اقول هذا القول ايضا موافق للتزويل وليس  
بمفيد بل مذموب الخشوية فاتيانه ههنا غير مفيد للمصنف ر قال قال الصابوني  
قار ابو عبد الله بنسب في حقه البخاري ايضا في كتابه ذكر ابراهيم بن الاشعث  
قال سمعت الفضيل بن عياض يقول اذا قال الله اجمعى انا لا اؤمن برب  
يزول عن مكانه فقل انت انا اؤمن برب يشاء انت هي اقول  
هذا القول في غاية المتانة ونهاية الرزانة تقطع مادة المنازعة كقوله تعالى  
لكم دينكم ولي دين فالاستدلال به عيلا اثبات الجهة لا يخلو عن السنانة الباطنة  
ر قال وقول الفضيل ذكر ابو عبد الله بن عيال البخاري في الرد على الجهمية اريد  
وكانه عن فضيل اخذ صاحب السحق بن زهير فقال رواد عن بن ابي صالح  
قيل رواه البيهقي في التسماء والصفات بسند صحيح وروى بن ابي حاتم  
ثنا على بن الحسن بن زيد السلمي ان هشام بن عبد الله الرازي صاحب محمد  
بن الحسن جلس رجلا في التجمهم فتاب فخبني به الى هشام ليخبره فقال له  
اشهد ان الله عز وجل على عرشه بائن من خلقه فقال اشهد ان الله عز وجل  
عرشه ولكن لا درى ما بائن من خلقه فقال ردوه الى الحليس فان لم يلبس  
انتهى اقول هذا القول ايضا يقطع مذهب الجهمية في كونه تعالى في الارض متصلا بالخلق



بیان زمین میں ہے اور اس قول سے مراد نہیں ہے کہ حقیقی مخلوق سے دو دراز مسافت پر تیزی میں غبار  
 سے ماحول یا عرش کے محاذی ہے اسی ہی جہاں اون تمام افعال کا جنکو مصنف نے جہیمہ کے رد میں نقل کیا ہے اسکو کہ وہ قول  
 مصنف کو مضربین مفید نہیں ہیں پس انکو مقام استدلال میں نقل کرنا فریب دہی اور مکاری سے خالی نہیں ہو کر کتب  
 اور اسی ذریعہ کی ہے کہ ایک مرد ابن مبارک کو کہا کہ ابو عبد الرحمن میں خوفناک ہو گیا ہوں تو گو تو بہت ر و وقوح کو  
 جہیمہ پر کہا تو مست خوف کر کیونکہ جہیمہ کا قول ہے کہ تیرا معبود جو آسمان میں ہے وہ کوئی شے نہیں جو انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہی قرآن  
 مطابق ہے اور حشویہ کو مفید نہیں ہے پس اسکو بیان لانا مصنف کو حتمی فائدہ بخش نہیں ہے (کہا مصنف نے) کہ کہا صاحب بنی نے کہ ابو عبد  
 بن اوجھن بخاری نے اپنی کتاب میں کہا ہے ابراہیم بن اشعث نے ذکر کیا کہ سنیہ بن فہیل بن عیاض کو کہتے ہوئے کہ جبہ تجھی جی کہ میں  
 اسی رب پر ایمان نہیں لانا ہوں کہ جو اپنی حکم سزل جاتا تو اسکا جواب سطر حیرت کہ میں بیان لانا ہوں اسی رب پر کہ جو چاہے کر رہتی  
 میں کہتا ہوں کہ یہ قول غایت شہادت اور نہایت سنجگی میں ہر مادہ نزل کو قطع کر کے لکھ کر نقل قول حقیقی کے معاری کو تیار رہا ہے  
 اور میرا دین ہے پس اس قول سے اثبات جہت پر دلیل لانا مسافہت و حماقت سے خالی نہیں ہے ۔ کہا مصنف نے تفصیل کے  
 اس قول کو ابو عبد اللہ بن اسماعیل بخاری نے ہی جہیمہ کے رد میں نقل کیا ہے اور شاید اس قول کو تفصیل سے اونکو تلمیذ سخن  
 بن راہویہ نے لیا ہے میرا بن ابی صالح کے اوپر رد کرنے کو کہا ہے قبل بخاری کے روایت کیا اسکو یہی نے اسما روا الصدقات میں  
 صحیح سند کیا ہے اور روایت کی ابن ابی حاتم نے کہ بیان کیا ہے علی بن حسن بن زید سلمی نے کہ شام بن عیاد زہری  
 محمد بن حسن کے تلمیذ نے ایک شخص کو جہی ہو سکی علت میں گرفتار کیا پس اوس نے توبہ کی تو شام کے پاس امتحان کیلئے  
 لایا گیا پس اونہوں نے اوس سے کہا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ خدائی عزوجل اپنے عرش پر اپنے مخلوق سے  
 جدا ہے پس اوس مرد نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا عرش پر ہے اور لیکن میں نہیں جانتا ہوں کہ خلق سے  
 جدا ہو یا کیا شے ہے پس اونہوں نے کہا کہ اسکو یہ قید خانہ میں لیا و اس لئے کہ بہت تائب نہیں ہو رہا تھا  
 میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہی جہیمہ کے مذہب کو اذ کیثر رہا ہے خدا کے زمین میں مکان سے متصل ہونے کے باب میں



ولا يقيد الحشوية أصلاً لأن كونه تعالى على العرش موافق للتنازيل  
والبيوتة على الخلق رد على ما ذهب إليه الجهمية من كونه متصلاً بالمكان  
ولا يلزم من قطع الاتصال الانفصال الذي يكون بعد المسافة حتى ثبت  
به مذهب الحشوية لأن الاتصال والانفصال كليهما من صفات الأجسام  
والله تعالى منزه عنها ولهذا حكم بعدم التوبة والرجوع إلى المجلس (قال) وقال  
عماد الحنفية الحافظ أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي في بيان عقيدة  
أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة الحنفية وأبي يوسف ومحمد بن الحسن  
ومن لم يتوق النفي والتشبيه زل ولم يصيب التنازيه إلى أن قال والعرش  
والكرسي حق كما بين في كتابه وهو مستغن عن العرش وما دونه محيط بكل  
شيء وفوقه (قلت) هذا كما لا يخفى على المتبصر المتدبر ناظر ظاهراً  
ذكرنا من الجمع بين الأمرين فافهم ولا يتوهم والله أعلم انتهى  
أقول وبه تعالى استعين في هذا القول نصير حيران من لم يتوق النفي أي  
مذهب المعتزلة والتشبيه أي مذهب الحشوية زل قدمه عن جادة السوية  
ولم يصيب التنازيه فالإيمان بالعرش والكرسي وكونه تعالى فوقهما وسائر  
المتشابهات كما بين في كتابه واجب وبهذا يحصل التوقي عن الاعتزال  
ولكن لك الإيمان بكونه تعالى مستغنياً عن الاستقرار على العرش وما دونه  
من الفرش واجب وبهذا يتيسر التوقي عن التمجيم ويكون المؤمن بهذه بين  
الأمرين على الصراط المستقيم وهذا هو أجمع عليه أهل الحق فما أسرع  
علمية المصنف بقوله (هذا كما لا يخفى على المتبصر المتدبر ناظر ظاهراً)  
ذكرنا من الجمع بين الأمرين فباطل كل البطلان لأن ما ذكره من الجمع بين الأمرين



اور شوبہ کیلئے اصلاً مفید نہیں ہے اس لئے کہ خدا کا عرش پر ہونا قرآن کے مطابق ہے اور خلق سے جدا ہونا نہیں۔  
 مذہب جمیہ کا کہ حتمی مکان سے متصل ہے اور انشال کی نفی سے وہ انفعال لازم نہیں آتا ہے جو بدیافت  
 سے ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے شوبہ کا مذہب ثابت ہو جائے اس لئے کہ انشال و انفعال دونوں صفات احیاء  
 سے ہیں اور حتمی صفات احیاء سے منہر وہ ہے اسوجہ سے اوسکے نائب ہونے اور قید خانہ میں رہیں لہذا بیجا  
 حکم کیا (کہا مصنف نے) اور کہا مدوہ غفیر حافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی نے عقیدۃ البست مطابق مذہب  
 فقہائے ملت ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن حسن کے بیان میں اور جو کہ نہ بچا نفی و تشبیہ کے لغزش کر گیا اور اوس نے  
 تنزیہ کو نہ پایا یہاں تک کہ کہا اور عرش و کرسی حق ہے جیسا کہ کتاب الہی میں مذکور ہے اور خدا سب پر واکر عرش سے  
 اور ماسوا سے عرش سے گہیرے ہوئے ہے ہر شے کو اور اوپر ہے اوس کے (میں کہتا ہوں) کہ یہ قول جیسا کہ پوشیدہ  
 نہیں ہے اہل بصیرت و تدبیر پر ناظر و ظاہر ہے اوس باب میں کہ حکو تہنہ ذکر کیا ہے یعنی جمع کرنا و دفن امر کا  
 پس تو سمجھ لے اور وہم نہ کر اور خدا وانا تر ہے انتہی الصفحہ میں کہتا ہوں اور حتمی سے مدو تہا ہوں کہ کہا  
 قول میں تصریح ہے بانی طور کہ جو شخص نہ بچا نفی سے لینے مذہب معتزلہ سے اور تشبیہ سے یعنی مذہب حنویہ  
 اوس کا قدم پہل گیا راہ استقامت سے اور نہ پونچا وہ تنزیہ تک پس ایمان لانا عرش و کرسی پر اور خدا کے  
 اوسکے اوپر ہونے پر اور تمام متشابہات پر جیسا کہ کتاب الہی میں مذکور ہے ضروری امر ہے اور اس قدر  
 مذہب معتزلہ سے بچاؤ چاہئے اور اسی طرح ایمان لانا خدا کے بے پروا ہونے پر عرش وغیرہ پر قرار  
 پکڑنے ضروری ہے اور اس طور سے حاصل ہو جاتا ہے بچاؤ عجبہ کے مذہب سے اور ان دونوں  
 امر کے وجہ سے مومن صراط مستقیم پر ہو جاتا ہے اور اسی پر الحق کا اجماع ہے پس اس پر مصنف نے  
 جو تصریح کی ہے اپنے اس قول سے **رہن اکمالا یخفی علی المتبصر المتدبر**  
**ناظر ظاہر فیما ذکرنا من الجمع بین الامرین** پس سراسر باطل ہے۔  
 اس لئے کہ جمع کرنا دونوں امر کا کہ جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے۔ اجماع الفقہین کا



وهو الحمل على الظواهر للصفات كما ذهب إليه المحشوية والمنزوية للذات  
لاستغنائها كما هو مذهب المسلمين عنها خلط وتفق بين المذاهبين ومستلزم  
لإجماع النقيضين فعلى المتبصر المتدبر أن يتدبر فيما قلنا كل التدبر قال ولا يـ  
الشيخ الأصمعي والبيهقي عن يحيى بن يحيى قال كنا عند مالك بن أنس فجاء رجل  
فقال يا أبا عبد الله الرحمن على العرش استوى كيف استوائه فاطرق مالك  
رأسه حتى علاه الرخصاء ثم قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول  
والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما أراكم إلا مبتدعاً  
ثم أخرج انتهى إلى أن قال بعد بيان طرق القول المذكور  
فأخرج الحلال واللائكائي بسند كله أئمة من طريق سفيان بن عيينة  
والبيهقي في الاسماء والصفات من طريق عبد الله بن صالح بن مسلم  
قال سئل ربيعة بن ربيعة عن عبد الرحمن عن قوله تعالى استوى على العرش  
كيف استوى قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول ومن الله السألة  
وعلى الرسول البلاغ وعلينا التصديق وكان ربيعة بلغه خوذ لك عن امر  
المؤمنين أم سلمة فأخرج ابن مندة وابن مردويه واللائكائي بإسناد صحيح عن  
عبد بن أشرس الكوفي وأبي كنانة الكوفي ثنا أبو المغيرة النضر بن اسمعيل الخنفي ثنا  
قرة بن خالد عن الحسن عن أمه عن أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت  
الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والافراز به إيمان والمجود هو كـ  
وعبد الله بن أحمد في الرد على الجهمية عن أبيه عن شريح بن النعمان  
عن عبد الله بن نافع الصائغ صاحب مالك وخصيصه قال سمعت مالك بن أنس  
يقول الله في السماء وعلمه في كل مكان قال الذي هذا ثابت عن مالك انتهى



اور وہ محل کرنا ہے صفات خدا کا اور کئے ظاہری معانی پر جیسا کہ حشویہ کا مذہب ہے اور پاک سمجھنا اور نہ ذات خدا کو بسبب مستغنی ہونے ذات کے اور نہ جیسا کہ سکلین کا مذہب ہے ملا دنیا ہو اور تعلق سے دونوں مذہبوں میں اور مستلزم ہے اجماع نقیضین کو پس اہل بعیرت و تدبیر پر واجب ہے کہ ہمارا قول میں پوری طرح تدبیر کر کے کہا مصنف نے اور ابو الشیخ عیسیٰ بن ابی بکر نے یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ مالک ابن انس کے پاس تھے کہ ایک مرد آیا اور کہا کہ اے ابو عبد اللہ رحمہن عرش مستوی ہوا کیونکر ہے اور اسکا مستوی ہونا پس مالک نے اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ اونکو پسینا آگیا پھر کہا کہ استوار غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر معقول ہے اور ایمان اس پر واجب ہے اور اسکا سوال کرنا بدعت ہے اور سیکر نزدیک تو بدعتی ہے پھر اسکو حکم دیا کہ چلا جائے انتہی یہاں تک کہ کہا مصنف نے بعد بیان کرنے طرق اس قول کے پس روایت کی خلال اور لاکھا کی بے ایسی سند کیسا تہ کہ اس کے کل رجال ائمہ میں سفیان بن عیینہ کو طریق سے اور بیہقی نے اسما و صفات میں عبد اللہ بن صالح بن مسلم کے طریق سے کہ کہا انہوں نے کہ ربیعہ بن عبد الرحمن سے پوچھا گیا حق تعالیٰ کے قول اتوی علی العرش کو کہ کیونکر مستوی ہوا کہا کہ استوار غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر معقول ہے اور خدا کے طرف سے بیجا ہے اور رسول پر پوچھنا ہے اور ہم پر تصدیق کرنا ہے اور شاید کہ وجہ کو ایسا ہی پوچھا ہے ام المومنین ام سلمہ سے پس روایت کی ابن منذہ و ابن مردویہ و لاکھا نے صحیح سند کے ساتھ محمد بن اشرف کو فی و ابو کثافہ کو فی سے کہ بیان کیا ہے ابو نعیرہ نضر بن اسمعیل حنفی نے کہ بیان کیا ہے قرہ بن خالد نے بروایت حسن انہوں نے روایت کی اپنی والدہ ام سلمہ زوجہ نبی صلعم سے کہ فرمایا انہوں نے استوار غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر معقول ہے اور اسکا اقرار کرنا ایمان ہے اور اسکا انکار کرنا کفر ہے اور عبد اللہ بن احمد نے جہد کے رو میں اپنے باپ سے انہوں نے شریح بن نمان سے انہوں نے عبد اللہ بن نافع صالح سے جو امام مالک کے محبت یافتہ اور ان کے خاص لوگوں میں سے ہیں کہا انہوں نے کہ سنائیے امام مالک بن انس سے کہ وہ کچھ کہتے کہ حق تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر حکم میں ہے کہا وہی نے کہ یہ روایت ثابت ہے امام مالک سے۔ ابھی۔



اقول ومن الله التوفيق لما فرغ المصنف عن الاستدلال باقوال  
 الامام الاعظم واصحابه شرع في الاستدلال باقوال الامام مالك  
 واصحابه وجمع كلما تمسك به منها في هذا القول وهذا ايضا  
 اقتفاء منه بشيخه ابن تيمية فعلمنا ان نقل كلام ابن تيمية وكلام  
 العلامة الحلي في رد عليه من التنبية كما يتضح الاحوال وتكشف  
 حقيقة المقال ر قال العلامة المفتي محمد سعيد رحم الله في التنبية  
 في صفحة ٣٣ روى الخلال باسناد كلهم ائمة عن سفيان بن عيينة قال  
 سئل ربيعة بن ابي عبد الرحمن عن قوله تعالى الرحمن على العرش استوى  
 كيف استوى قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول ومن الله  
 البرهان وعلم الرسول البلاغ المبين وعلمنا التصديق قال ابن تيمية  
 وهذا الكلام روى عن مالك ابن انس تلميذ ربيعة من غير وجه منها  
 ما رواه ابو الشيخ الاصبهاني وابوبكر البهقي عن يحيى بن يحيى قال كنا عند  
 مالك بن انس ف جاء رجل فقال يا ابا عبد الله الرحمن على العرش استوى  
 كيف الاستواء فاطرق مالك برأيه حتى علاه الرضاء ثم قال الاستواء  
 غير مجهول والكيف غير معقول والايمان به واجب موافق لقول انباء  
 امرؤها كما جاءت بلا كيف فانما انشأوا علم الكيفية ولم ينفوا حقيقة الصفة  
 ولو كان القوم قد امنوا باللفظ المجرد من غير فهم لمعناه على ما يليق بالله  
 تعالى لما قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول ولما قالوا امرؤها  
 كما جاءت بلا كيف فان الاستواء حينئذ لا يكون معلوما بل مجهولا  
 بمنزلة حروف المعجم وايضا فانه لا يحتاج الى نفي علم الكيفية اذ لا يفهم



میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کے طرف سے ہے کہ ہر گناہ مصنف فارغ ہوا امام اعظم اور ان کے اصحاب کے اقوال سے  
 دلیل لانیسے شروع کیا دلیل لانے میں امام مالک اور ان کے اصحاب کے اقوال سے اور ان کے حجتہ اقوال سے  
 مشک کیا ہے اسکو اس قول میں جمع کر دیا اور یہی مصنف نے پیروی کی ہے اپنے شیخ ابن تیمیہ کی پس بکولام  
 کہ ہم ابن تیمیہ کا کلام اور علامہ حلبی کا کلام اس کے رد میں تنبیہ سے نقل کر دیں تاکہ احوال واضح ہو جائے  
 اور اس کلام کی حقیقت کہل جائے علامہ مفتی محمد سعید رحمہ اللہ نے تنبیہ کے صفحہ ۳۳ میں کہا ہے کہ روایت کی  
 خلال نے ایسی سند کے ساتھ کہ کل رجال ائمہ بن سفیان بن عیینہ سے کہا کہ ربیع بن عبد الرحمن سے پوچھا گیا  
 حقتالی کے قول الرحمن علی العرش استوی کو کہ استواء کیونکر ہے کہا اوہوں نے کہ استواء غیر مجہول ہے  
 اور کیفیت غیر معقول ہے اور خدا کے طرف سے پہنچا ہے اور رسول پر صاف صاف پہنچا ہے اور ہم  
 عقیدت کرتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اور یہ کلام روایت کیا گیا ہے مالک بن انس سے کہ شاگرد ہیں ربیع کے  
 بچہ وجود منجملہ ان کے وہ ہے کہ اسکو روایت کیا ابو الشیخ اصہبانی و ابو بکر بہیقی نے یحییٰ بن یحییٰ سے کہا کہ  
 ہم مالک بن انس کے پاس تھے پس ایک مرد نے آکر کہا کہ اے ابو عبد اللہ الرحمن عرش پر مستوی ہوا کیونکر ہو استواء  
 پس مالک نے اپنی سر کو جھکالیا یہاں تک کہ اوکو پینا لگیا پھر کہا کہ استواء غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر معقول ہے اور اس پر  
 ایمان لانا واجب ہے یہ قول موافق ہے باقی ائمہ کے قول کے کہ جاری کردہ صفات مشابہات کو حیطہ پر کہ نازل ہوئی  
 ہیں بدون کیفیت کے پس اوہوں نے علم کیفیت کی نفی کی ہے اور حقیقت صفت کی نفی نہیں کی ہے اور اگر  
 یہ لوگ ایمان لائے ہوتے مجرد لفظ پر بدون سمجھنے اس کے معنی کے اور بطور پر کہ خدا کے لائق ہیں تو امام مالک کہتے  
 کہ استواء غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر معقول ہے اور نہ ائمہ دین یہ کہتے کہ صفات کو جاری کرو حیطہ پر کہ آئی  
 ہیں بدون کیفیت کے اس لئے استواء اس حالت میں معلوم نہیں ہوتی بلکہ مجہول رہتی نیز لہجہ حروف  
 معجم کے اور نیز اس کو حاجت نہیں ہے علم کیفیت کے نفی کر لیکی جبکہ لفظ سے کوئی معنی ہی نہ سمجھے جائیں۔



من اللفظ معنى وإنما يحتاج إلى نفى علم الكيفية إذا أثبتت الصفات انتهى  
 قال العلامة المحلى في ردّه وروى قول الربيعية ومالك الاستواء غير مجهول  
 فليت شعري من قال إنه مجهول بل أنت زعمت أنه لمعنى عينته وأردت  
 أن تعزوه إلى الأمامين ونحن لا نسمع لك بذلك ثم نقل عن مالك أنه  
 قال للسائل الإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما أراك إلا  
 مبتدعاً فأمر به فأخرج فيقال له ليت شعري من أمثل من أقول مالك هل  
 أمثلناه نحن حديث امرئ بالأمساك والحجما العوام عن الخوص في ذلك  
 وأمثله هو حديث جعله وأرسنه يلقيه ويلفقه ويلقنه ويكتبه ويدرسه و  
 يأمر العوام بالخوص فيه وهل أنكر على المستفتى في هذه المسئلة بعينها وأخرجه  
 كما فعل مالك رضي الله فيها بعينها وعند ذلك يعلم أن ما نقله عن مالك حجة عليه لانه  
 انتهى أقول معنى قول أم سلمة أم المؤمنين وقول الإمام مالك الاستواء غير  
 مجهول أي بالمعنى اللغوي لكنه يستلزم التكليف والتخايل وهو غير معقول في حقه  
 تعالى لانه غنى عنه لكن الإقرار بأن الاستواء صفة من صفاته تعالى لا يعلم  
 ما إذا راد بها واجب إلا إذا كان لورود التنزيل به والمجود بأصل الاستواء كما فعل  
 الجهمية كفر لانه يفضي إلى أنكار صفة من صفاته تعالى وعلى هذا بطل ما قاله  
 ابن تيمية من أن القوم لو آمنوا بمجرد اللفظ من غير فهم لمعناه على ما يليق بالله تعالى  
 لما قال الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول انتهى لأن القوم لو آمنوا به بعد أن  
 فهموا معناه الذي يليق به تعالى لما قال الإمام مالك والكيف غير معقول لأن بالكيف  
 بعد تعيين المعنى المراد والعلم به لا يبقى مجهولاً فلا بعد من المشتبهات وأيضاً بطل  
 قال له من أنه لا يحتاج إلى نفى علم الكيفية إذا لم يفهم اللفظ معنى وإنما يحتاج إلى نفى



اور عالم غیبت کی حاجت تو سب پر کہ جب عنایت ثابت ہوں انتہی علامہ حلبی نے سنئے یہی کہا پروردگار وایت کیا اس میں نے  
قول رسد و مالک کا کہ استوار غیر مجہول ہے پس کاش مجھ کو معلوم ہوتا کہ سنئے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے بلکہ تو نے اعتقاد کر لیا ہے کہ  
وس معنی کہلئے ہے کہ جس کو تو نے معین کر لیا ہے اور تیرا ارادہ ہے کہ وہ دونوں اماموں کی طرف اس کو مشوب کر دے اور اس  
سبب سے نہیں سنئے ہیں ہر نقل کیا امام مالک سے کہ کہا انہوں نے سائن کو اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا سوال کرنا مجتہد  
اور مجھ کو تو بہ عتی معلوم ہوتا ہے پس اس کو حکم دیا گیا پس نکالا گیا پس ابن شمیم سے کہا جاتا ہے کہ کاش مجھ کو معلوم ہوتا کہ ہر  
سنئے امام مالک کے قول پر عمل کیا ہے یا استہضائے اس پر عمل کیا ہے اس لئے کہ چھٹے حکم دیا ہے کہ لسان کا اور عوام  
حکام بنیاد ہے اس میں لغو من کرنے سے یا ابن شمیم نے عمل کیا ہے! سنئے کہ اس نے اس کو سنت کا گہر قرار دیا  
کہ حکما اتفاق و تعلق و تحریر و تدریس کرتا ہے اور عوام کو حکم دیتا ہے اس میں خصوص کرنے کا اور کیا ابن شمیم نے سنئے کہ پوچھ  
والے کو ناپسند کیا ہے اور اس کو کمال یا ہے حبط کہ مالک نے خاص اس مسئلہ میں کیا تھا اور اس وقت معلوم ہے۔ لکھا کہ یہ  
ابن شمیم نے امام مالک سے نقل کیا ہے اور سیر محبت ہے کہ اس نے سنئے انتہی میں اپنا ہوں کہ معنی قول (ام سلمہ  
ام المؤمنین کے اور قول امام مالک کے کہ استوار غیر مجہول ہے یہ میں کہ معنی لغوی غیر مجہول ہے لیکن وہ مسلم ہے  
شہید اور وہ خدا کے حقین غیر معقول ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ اس سے نفی ہے لیکن اقرار اس امر کا کہ استوار ایک صفت ہے حدیث خدا  
ہے بلکہ معلوم نہیں کہ خدا نے اس سے کیا امادہ کیا ہے صاحب الاعتقاد ہے بسبب ورود و قیاس کے اس پر اور انکار اس استوار کا  
بسیا کہ کیا ہے جب یہ گھر ہے اس لئے کہ اس سے خدا کی صفات میں سے ایک صفت کا انکار لازم آتا ہے  
اور اسی سے باطل ہو گیا جو کہ ابن شمیم نے کہا ہے کہ ائمہ دین اگر بخیر و اعدا و ایمان لاتے ہیں تو سنئے کہ یہ سنئے  
جو خدا کے مقتدی ہیں تو امام مالک نے یہ کہتے کہ استوار غیر مجہول ہے اور کیفیت غیر قول ہے انتہی میں اس لئے کہ  
اگر اس پر ایمان لاتے بعد اسے معنی سمجھنے کے جو شہلن خدا کے لائق ہیں تو امام مالک یوں فرماتے نا شب  
غیر معقول ہے اس لئے کہ بعد معین کر لینے معنی مراد کے اور اس کو جان لیتے کہ کیفیت مجہول نہیں ہے  
پھر اس کا متشابہات میں شمار کیا جاتا اور نیز باطل ہو گیا جو کہ اس کے کہا ہے کہ نفی علامہ بنیاد  
کی حاجت نہیں رہتی ہے جبکہ خدا سے کچھ معنی نہ سمجھتا ہمیں نفی علم کیفیت کی تو حقیقی حاجت ہے



علم الكيفية اذا ثبتت لصفات انتهى لان المراد بالكيفية تعيين المعنى المراد وثبوت اصل الصفة  
المراد بالاستواء لا يستلزم القول بالمعنى اللغوي حتى يقال ان المراد بقول مالك الاستواء غير  
محصول من الاستواء محمول على ظاهره واما كيفية ذات المعنى فغير محمول فكما لا يحتاج الى  
علم الكيفية اذا لم يفهم اللفظ معنى كان ذلك لا يحتاج اليه اذا علم ان المراد باللفظ معناه اللغوي  
فلم يرد عليه ما ازم علينا مع انا لم نقل بانه لا يفهم المتناهي بمعنى حتى يرد علينا قوله لا يحتاج  
الى معنى علم الكيفية حينئذ قصد ما قاله العلامة الحلبي في رده ان ما نقله عن مالك حجة عليه لانه  
والله الحسب وما فرغ عن الامتنان لا نقول الامام مالك شح في الاستدلال بما قاله الامام الشافعي و  
اتباعه فقال روى الحافظ عبد الغني المقدسي وشيخ الاسلام ابو الحسن علي الهنكاري وغيرهما  
في مجموعهم حقيقة الشافعي قال القول في السنة التي انا عليها ورائت هل الحديث عليه ما الان بن  
وامتهم متابعين ومالك وغيرهما الاقران شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وذكر  
اشيائه ثم قال وان الله فوق عرشه على سماء يقرب من خلقه كيف يشاء وينزل الى سماء الدنيا كيف  
يشاء وذكر سائر الاعتقاد وروى المقدسي والهنكاري عن الحسن بن هشام البصري قال هذه وصية محمد بن  
احمد بن الشافعي وصي نبي الله لا اله الا الله وحده لا شريك له وذكر الوصية التي قال فيها والقرآن  
كلام الله غير مخلوق وان الله تعالى يرقي في الآخرة عينا ينظر اليه المؤمنون ويسمعون كلاما وانه تافه  
وذكر ما بالوصية انتهى اقول وبصغالي استعينان هاتين الروايتين عن الامام الشافعي مما اختص به الحسين  
نقلها المصنف في العلامة في التبيين ثم قال لا يخفى ان هاتين الروايتين غير ثابتين بمقتضى ما عليه عنه في كتبهم ومن  
يكسرهما البصير وغيره في اعتقاد الشافعي قال المزني قلت لشافعي عن سبابة في الكلام فقال اسئلني عن  
اذا اخطأت فيه قلت اخطأت ولا تسألني عن شيء اذا اخطأت فيه قلت كفر ذكره الحافظان صحيح  
الامام في باب اعتقاده سبحانه اليه ومن ثم قال الذهبي بعد ذكر الروايتين المذكورتين رواه ابن ابي حاتم  
عنه قال فيه ثبت هذا الصنف في عنه التشبيه كما في عن نفسه قال ليس كذا شيء وهو السميع البصير







ثم قال دعاء شيخ الاسلام في عقيدة السافعي وغيره باننا دكلهم نقول الحق وهذا القول يدل  
على اتباع عقيدة السلف فقولنا ثبتت هذه الصفات رد للجمعية وقولنا نفى عنها التشبيه رد على  
التشبيه وقد ذكرنا في كتاب الرسالة في خطبة انه لا يبلغ الواصفون كنه عظمته وانه كنه  
ما فوق ما يعقل به خلقه قال الامام الرازي وهذا الكلام يدل على انه كان يعتقد ان الله تعالى ليس  
بلا شئية ولا يبلغ الواصفون كنه عظمته وهذا القدر وانه كان كلاما قليلا الا انه كاف في الغرض  
كما ان قوله تعالى ليس كمثله شئ كاف في هذا الغرض انتهى قولنا ايضا يكفي في الجواب عما اوردته  
عنه بعد هذا فقال روى الحافظ عبد الرحمن بن ابي حاتم فالتقاضي الشهيد ابو الحسين محمد بن ابي  
ابي يعلى محمد بن الفراء الجبلي في طبقات الحنابلة والحافظ ابو موسى المديني فالحافظ عبد الغني المقدسي في اعتقاد  
الشافعيين يونس بن عبد الاعلى المصنف قال سمعت ابا عبد الله محمد بن ادريس الشافعي يقول وقد نزل عن  
صفات الله عز وجل وما ينبغي ان يؤمن به فقال الله تبارك وتعالى اسما وصفات جاء بها كتابه واخبر بها  
ملائكته صلوات الله عليهم اجمعين لا يحد من خلق الله قامت عليه المحجة الا الايمان بما اذ القرآن نزل به وصح عنه  
سواء في النبي صلوات الله عليهم اجمعين منه العدل فان خالف ذلك بعد ثبوت المحجة عليه فهو باطل  
كافر فاما قبل ثبوت المحجة عليه من جهة الخبي فمعدن وربما الجمل لان علم ذلك لا يدرك  
بالعقل ولا بالسرورية وبالفكر الى ان قال بعد ذكر المتشابهات  
ان بعد رتبة ونحن نثبت هذه الصفات ونفني التشبيه كما نفني ذلك  
عن نفسه تعالى ذكره فقالا ليس كمثله شئ وهو السميع البصير انتهى  
اقول بتوفيقه تعالى وحسنه هذا كله حجة على المصنف وليس بمقيد له  
لان قول الامام ونحن نثبت هذه الصفات رد لما ذهب اليه الجمعية حيث  
انكروا بها وقوله نفى التشبيه رد لما ذهب اليه حيث حملوه على خواهر ما حققنا من التشبيه  
فلا استدلال به على ادعاء المصنف ليس بصحيح والله اعلم بالصواب والحمد لله رب العالمين



کہا امام رازی نے کہ یہ کلام دالت کرتا ہے اسپر کہ امام شافعی معتقد تھے کہ خدا خوب ہے اور نہ جہت میں ہے  
 اور نہ البتہ پہنچ جاتے وصف بیان کرنے والے اوس کی عظمت کی کبریا کو اور اس قدر۔ اگرچہ چھوڑا سا کلام ہے مگر  
 یہ کافی ہے غرض کہ لئے بطرح کہ قول حق تعالیٰ کا لیس کے مثلہ شئی۔ کافی ہے اس غرض کیلئے  
 انتقہ میں کہتا ہوں اور نیز کافی جواب میں اوس قول کے کہ جبکہ مصنف نے اس کے بعد نقل کیا ہے اور  
 کہا ہے (اور روایت کیا حافظ عبد الرحمن بن ابی حاتم نے پھر قاضی شہید ابو الحسین محمد بن قاضی ابو یعلیٰ  
 محمد بن فراء حبلی نے طبقات حنابلہ میں اور حافظ ابو موسیٰ مدنی نے پھر حافظ عبد الغنی مقدسی نے اعتقاد شافعی میں پوس  
 بن عبد اللہ علی مصری سے کہا اوہوں نے کہ سنائیے ابو عبد اللہ محمد بن ادیس شافعی سے کہ وہ اور اون  
 سے پوچھا گیا تھا احوال صفات خدا عز و جل کا اور دیگر ایمانیات کا کیا کہ حق تبارک و تعالیٰ کے لئے اسما و صفات  
 میں کہ جبکی جبر کتاب الہی میں ہے اور نبی صلعم نے اپنی امت سے ادگو بیان کیا ہے نہیں درست ہر کسی کو  
 خدا کی مخلوق میں سے کہ جس پر قائم ہو گئی مگر یہ کہ اون پر ایمان لائے قرآن اوس کی صامتہ اتر ہے اور اوس کے  
 نزدیک ثابت ہو گیا نبی صلعم کے قول سے اوس روایت میں کہ نہ کو ثقہ نے بیان کیا ہے پس وہ خلاف کردی اسکا  
 بعد ثابت ہونے حجت کے ادیسر پس وہ شخص کا ذی سے خدا سے لیکن ثبوت حجت سے پھلے خبر کی جہت  
 سے پس وہ معذور ہے نہ جاننے کے سبب اس لئے کہ اسکا علم نہ عقل سے معلوم ہوتا ہے اور نہ سوچنے  
 اور فکر کرنے سے یہاں تک کہ کہا بعد ذکر چند مشابہات کے کہ اور ہم ثابت کرتے ہیں ان صفات کو اور نفی کرتے ہیں  
 تشبیہ کی جیسا کہ تشبیہ کی نفی بیان کی ہے عقلاً اپنے نفس سے پس فرمایا کہ اوس کے مانند کوئی شے  
 نہیں ہے اور وہی مستلزم ہے انتقہ میں کہتا ہوں خدا کی توفیق اور اوس کی مدد سے کہ یہ تمام جہت سے  
 مصنف اور اوس کو مقید نہیں ہے اس لئے کہ امام کا یہ قول (و نحن نثبت هذه الصفات) روئے مذہب  
 جہمہ کا اس لئے کہ اوہوں نے صفات کا انکار کیا ہے اور قول امام کا و انتقی التشبیہ روئے مذہب حنبویہ کا  
 اس لئے کہ اوہوں نے صفات کو اون کے ظاہری معانی پر حمل کیا ہے یہاں تک کہ اوس سے تشبیہ  
 لازم آگئی ہے پس اس قون سے دلیل لانا مصنف کا اپنے دعویٰ پر صحیح نہیں ہے اور خدا کی توفیق



قال وروى السلمي قال ذهب عن علي بن عبد الله الخوافي قصة  
 احاصليها انه واصحابه كتبوا الى المزي يثبوتونه ويستعملونه منه  
 فكتب اليهم الجواب وفيه في حق الله الحق تعالى السميع البصير  
 العالم الخبير المنيع الوفي عال على العرش بائن من خلقه وروى الللا  
 لكائي عن المروزي قال قلت لابن عبد الله احمد بن حنبل  
 ما معنى قولهم معكم ما يكون من بنوي ثلاثة الالهو  
 رابعهم قال علمه محيط بالكل وربنا على العرش بلاحد ولاصفة  
 وروى الخلال عن يوسف بن موسى القطان قيل لابن عبد الله  
 احمد بن حنبل الله فوق السماء السابعة على عرشه بائن من خلقه  
 وعلمه وقدرته لكل مكان قال نعم وروى القاضي ابو الحسين  
 محمد بن الفراء الحنبل في طبقات الخبابة في ترجمة ابي العباس  
 احمد بن جعفر الفارسي الاصطخري بسنده عنه قال قال ابو  
 عبد الله احمد بن محمد بن حنبل هذه مذاهب اهل العلم  
 واصحاب الاثر واهل السنة المتسكين بعروقتها المعروفين بها  
 المقتدى بهم فيها من لدن النبي صلى الله عليه واله وسلم  
 الى يومنا هذا اذ دركت من ادركت من علماء اهل الحجاز والشام وغيرهم  
 عليها فمن خالف شيئا من هذه المذاهب او طعن فيها او عاب  
 قائمها فهو مخالف مبتدع خارج عن الجماعة زائل عن منهج السنة  
 وسبيل الحق ثم ساقها بطولها وفيها وخلق سبع سموات بعضها  
 فوق بعض وسبع ارضين بعضها فوق بعض وبين الارض العليا



والتقاء الدنيا خمسمائة عام وبين كل مائة الى السماء مسيرة خمسمائة عام والقاء  
السماء العليا التابعة لعرش الرحمن عز وجل فوق الماء والله عز وجل على  
العرش والكرسي موضع قدميه وهو يعلم ما في السموات والارضين السبع  
وما بينهما وما تحت الثرى وما في قعر البحار الى قوله ويعلم كل شئ لا يخفى عليه

من ذلك شئ وهو على العرش۔ (کیا مصنف نے) اور روایت کی سلفی نے پھر ذی علی بن عبد اللہ  
طولی سے ایک حکایت کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ اونھوں نے اور اونکے یاروں نے مرنی کو خط لکھا اوس میں اونھوں  
نے حق تعالیٰ کی صفات کو پوچھا تھا پس مرنی نے اود کو جواب لکھا کہ حق تعالیٰ ستا ہے دیکھتا ہے دانا و خبر دار ہے  
روکنے والا ہے بلند اور اونچا ہے عرش پر اپنی مخلوق پر چلے اور نہایت کی لاکائی نے مروزی سے کہ اودھوں نے  
میں ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے پوچھا کہ حق تعالیٰ کے قول (وہو معکم ما یكون من فجوی ثلثة ايام و زوال)  
کے معنی میں کھا کھا اوسکا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے اور ہمارا رب عرش پر ہے بدون حد کے اور بدون صفت کے اور  
روت کی خلال نے یوسف بن موسیٰ قطلان سے کہا ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے کھا گیا کہ اللہ ساتویں آسمان سے اوپر اپنے  
عرش پر مخلوق سے جدا ہے اور اود کا علم و قدرت ہر جگہ ہے کھا کہ ہاں اور روایت کی قاضی ابو الحسن محمد بن غزالی  
حنبل نے لطیفات حبال میں ابو العباس احمد بن محمد غزالی اصطفوی کے احوال میں ساتھ اپنی سند کے اود ہی  
کہا کہ کھا ابو عبد اللہ احمد بن محمد حنبل نے کہ یہ بھی مذاہب میں اہل علم و اہل اثر و اصحاب سنت کے جو کہ پڑنے والے  
میں سنت کی رگوں اور سنت کی ساتھ مشہور میں اور سنت کے بات میں پیشوا میں بنی صمیم کے زمانہ سے اجتنک  
میں انہیں عقائد پر پایا ہے جسکو پایا ہے علما میں حرمین و شام وغیرہ کو پس جنہوں نے مذاہب میں کہہ بھی چلا یا یا اللہ کیا اود کو قال  
پر عیگ یا پس مخالف مبدئی پر سنت کی جماعت سے خارج ہے راہ سنت و طریق حق سے ہٹا ہوا ہے پھر ان میں مذاہب کے  
بیان کا احوال کے ساتھ اور ان میں تھا کہ (اور یہ کیا سات آسمانوں کو بعض اور بعض اشیاء زمین کو بعض اور بعض کے اور  
درمیان اوپر کی زمین و آسمان دنیا کے پانچ سو برس کی مسافت ہے اور درمیان ہر آسمان کے دوسرے آسمان تک پانچ سو  
(برس کی مسافت ہے اور ساتویں آسمان بلند کے اوپر پانی ہے اور خدا نے عز و جل کا عرش)



فوق السماء السابعة ودونه حجب من نار ونور فظلمة وما هو أعلم بها إلى آخر ماها  
 هنا وأقواله فيه كثيرة جدا انتهى أقول ويعونه وقوته تعالى أصول لما فرغ المصنف  
 عن الاستدلال بقول الإمام الشافعي شرعا في الاستدلال بقول الإمام أحمد بن حنبل في هذا  
 القول فلبين في جوابه اعتقاد الإمام أحمد في هذا الباب برواية الثقات من أهل  
 السنة والكتاب نقلا من التيبة قال المفق العلامة في صحته من التنبه  
 قال الإمام أحمد بن حنبل رضي الله عنه لا يوصف الله تعالى إلا بما وصف به  
 نفسه أو وصفه به رسوله لا يتجاوز القرآن والحديث الخ وقد قد منا هذا القول  
 في المقدمة بتامه نقلا عن ابن تيمية وهو جوامع الكلم ساق فيه أدلة على  
 المتكلمين وهو حجة على الحشوية قال إبراهيم بن إيان الموصلي سمعت أبا عبد الله  
 وجاءه رجل فقال أني سمعت أبا ثور يقول أن الله خلق آدم على صورة  
 نفسه فاطرق طويلا ثم ضرب بيده على وجهه ثم قال هذا كلام سوء هذا كلام  
 جهم لا تقربوه رواه ابن أبي يعلى وقال عبد الله مسالت أبي عن قوم يقولون لما  
 كلم الله موسى لم يتكلم بصوت فقال أبي تكلم تبارك وتعالى بصوت  
 وهذه الأحاديث نروها كما جاءت ذكره ابن أبي يعلى قلت وهذه الأقوال تدل  
 صريحا أن اعتقاد الاعتقاد السلف من التوقف والتفويض في آيات  
 الصفات وأحادِيثها قال محمد بن محمد السعدي الحنبلي في كتابه  
 في مناقب الإمام أحمد في بيان اعتقاده كان يذهب إلى مذهب  
 السلف مع القول بالتنزيها ونفي التشبيه ومرعا أقول في بعض المواضع  
 قال حنبل بن عم الإمام أحمد سمعت عمي يقول اجتروا على يوم للمناظرة  
 فقالوا نجي يوم القيمة سورة البقرة ونجي (سورة تبارك قال فقلت لم إنما هو الثواب قال الله



پانی کے اوپر ہے اور خدائی عزوجل عرش پر ہے اور کسی پراوس کو دو پیروں میں اور وہ جانتا ہو جو کہی کہ آسمان زمین اور سائر  
زمینوں میں سب اور جو کہیہ اون دونوں کے درمیان ہر اور جو کہیہ خاک مناک کو پھر ہر اور جو کہیہ دریا کے خرمین میں یہاں تک کہ کہا  
اور جانتا ہو ہر شے کو پوشیدہ نہیں اور ہر اس تمام جو کہیہ اور وہ عرش پر ہر ساتویں آسمان سے اوپر اور اوپر کو پھر ہر روز و ظلمت کے  
پھر وہ ہیں اور وہ چیزیں ہیں کہ جنکو وہی زیادہ جانتا ہو اس عالم کو آخر تک امام احمد کے اقوال ابن باب میں یقیناً بہت ہیں انتہی  
میں کہتا ہوں اور خدائی کی مدد و قوت سے حملہ کرتا ہوں کہ ہر گاہ مصنف فارغ امام شافعی کو قول ہی استدلال کر غیر شروع کیا  
دلیل لا امام احمد بن حنبل کو قول ہی اس قول میں پس چاہئے کہ اسکے جواب میں ہم اعتقاد امام احمد کا جو اسباب میں ہے  
ثقات اہل سنت کی روایت سے بیان کر دیں تنبیہ و نقل کر کہ ہر مفتی علامہ نے تنبیہ کے صفحہ (۱۰۰) میں کہہا امام احمد بن حنبل  
نے کہ نہ وصف کیا احتیالی کا مگر اس صفت کیساتھ کہ جس سے خود او سزا پنی ذات کو یا اس کے رسول و اس کو موصوف کیا  
ہو ہم نہیں آگے برستی ہیں قرآن حدیث و آخر تک اس قول کو ہم پہلے مقدمہ میں ہی بیان کر آئے ہیں پوری طور پر اس میں  
نقل کر کہ اوپر جو اجماع کلمات کو شامل ہو بیان کیا ہے اس قول میں مشکلیں کی دلیل و نکو اور یہ قول محبت و راہ چستویہ کے  
کہا ابراہیم بن ابان موصلی نے کہ سنا میں ابو عبد اللہ سے اور آیا اس کے پاس ایک مرد اور کہا کہ میں نے سنا میں ابو عبد اللہ سے  
کہ وہ کہتے تھے کہ خدا نے پیدا کیا آدم کو اپنی ذات کی شکل پر پس اونہوں نے دیکھ کر سر جھکا کر کہا پھر آیا  
تا بعد اپنے موند پر مارا اور کہا کہ یہ کلام بدی کا ہے یہ کلام جہم کا ہے اور اسکے نزدیک نہ جاؤ تم  
روایت کیا اسکو ابن ابی یعلیٰ نے اور کہا عبد اللہ نے کہ میں نے پوچھا اپنے باپ سے سے اون لوگو کا  
حال جو کہتے ہیں کہ جب کلام کیا خدا نے موسیٰ سے تو آواز کیساتھ نہیں کلام کیا پس کہا میرے باپ نے کہ کلام کیا  
حق تبارک و تعالیٰ نے آواز کیساتھ اور ان حدیثوں کو ہم روایت کر رہے ہیں بطرح کہ انکا ورود ہوا ہر اسکو ذکر کیا ابن ابی یعلیٰ  
میں کہتا ہوں اور یہ اقوال صریحاً دلالت کرتے ہیں اس پر کہ امام احمد کا اعتقاد مطابق اعتقاد سلف کو ہے آیات و احادیث صحتاً  
میں قف کرنا اور موندنا اور نا علم خدا کو کہا محمد بن محمد سعدی حنبلی نے اپنی کتاب میں مناقب امام احمد میں اپنے اعتقاد کو بیان کیا ہے  
وعدہ سلف کی طریقت سلفہ قال محمد بن زبیر کے او فی کر تہذیب کے بعض مناضہ میں تاویل میں کر تہذیب کہا بل امام احمد کا جواز و بحالی کو کہ سلف و پیرو  
کہ تہذیب و حجت لایمنا فیما فرمے میں کہنا اور ہون کہ قیامت میں آوے گی ہر آدمی کو جو تبارک کہ لکھا کہ پس منجا پر آیا کہ اسے مراد اسے کہ استقامت ہے



جعل ذكره وجاء ربه والملائكة صفاء وانما تأتي قدرته القرآن  
 المثال ومواعظ وامر وعي وكان او كان انتهى قال المحقق الشيخ بن حجر المكي  
 الميتمى في فتاوه عقيدة امام السنة احمد بن حنبل رضى الله عنه وارضاه  
 وجعل حيان المغازف متقلب ومشواه وفي الفردوس ماواه واقاض عليه  
 من سوابغ امتنانه وبواه الفردوس الاعلى من جناته موافقة لعقيدة  
 اهل السنة والجماعة من المبالغة التامة في تنزيه الله تعالى عما يقول الظالمون  
 والجاهلون علوا كبيرا من البهية والجسيمة وغيرها من سائر سمات النقص  
 بل ومركب وصف ليس فيه كمال مطلق وما اشتهر من جملة المنسوبين  
 الى هذا الامام الحبر المجتهد الاعظم من انه قاتل بشي من البهية او غوها فكتب  
 وبهتان وافترأ عليه فلعن الله من نسب ذلك اليه وربما لبشي من هذه  
 المثالب التي براء الله منها وقد بين الحافظ الحجة القنطرة والامام ابو القرح بن  
 الجوزي من ائمة مذهب المبرئين من هذه الوخيمة القبيحة الشذيفة ان كمالا نسب اليه  
 من ذلك كذب عليه وافترأ وبهتان وان نصوصه صريحة في بطلان ذلك  
 وتنزيه الله تعالى عنه فاعلم ذلك فانه محموقا واياك وان تصغي الى  
 ما كتب ابن تيمية وتلميذه ابن قيم الجوزي وغيرهما من اخذ الههواه  
 واضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة  
 فمن يهديه من بعد الله فكيف وقد تجاوز هؤلاء الملحدين الملحودين  
 تعدد الرسوم وحرفوا استباح الشريعة والحقيقة وظنوا بذلك انهم على  
 هدى من ربهم وليس كذلك بل هم على اسوء الضلال واقبح الخصال  
 وابلغ المقت والحسار وانحى الكذب والبهتان فخذل الله سعيهم



اور آیا رب تیرا اور فرشتے صفت بصف اور آئینگی قدرت ادسکی قرآن عبارت ہوا مثال و مواظفہ و امر و نہی  
 وغیرہ وغیرہ سے انتہی کہا محقق شیخ ابن حجر مکی ہیبتی نے اپنے فتاویٰ میں کہ عقیدہ امام سنت احمد بن حنبل کا  
 راضی ہو خدا و ان سے اور راضی کرے او کو اور کرے معارف کی جنتوں کو اور کھا پکھانا اور سیرگاہ اور کرے فردوس میں  
 اونکا مقام اور جاری کرے او پر اپنے کامل احسانات کو اور جہاں کرے او کو لڑائی جنتوں میں سے فردوس اعلیٰ کو موافق  
 ہوا سنت و جماعت کے عقیدہ سے یعنی پورا مباغہ کرنا حتمی کی پاکی بیان کر نہیں اون چیزوں سے کہ  
 جنکے ظالم و منکر قائل ہیں جہت و ہیبت وغیرہ تمام علامات نقصان سے بلکہ ہر ایسی صفت سے کہ جہن  
 محال مطلق نہیں ہے اور جو کہ مشہور ہو گیا ہے اس امام و ائمہ بڑے مجتہد کے بعض جاہل مقلدین سے  
 کہ امام احمد قائل ہیں کسی شے کے جہت وغیرہ سے پس کذب و بہتان و افتراء ہے او پر پس لعنت کرے  
 خدا او سپر کہ جس نے اسکو امام احمد کی طرف منسوب کیا اور ان قبائح کے بعض سے اون کو نشانہ بنایا کہ  
 جسے خدا نے اون کو بری کیا ہے اور تحقیق بیان کیا ہے حافظ عجبت پیشوا امام ابو الفرج بن  
 جوزی نے جو امام ہے مذہب امام احمد کے اون ائمہ میں سے کہ بری تھے اس گندہ ناپاک عقیدہ  
 سے (کہ جو کچھ منسوب ہے امام احمد کی طرف از قسم تشبیہ او پر کذب و افتراء و بہتان ہو اور اونکی تفسیر سخاات اسکے  
 بطلان میں اور خدا کی تشبیہ میں اس عقیدہ سے کھلی ہوئی ہیں تو او سکے معلوم کرے اس لئے کہ یہ ایک ضروری امر  
 اور کہا (اور دور کہ انکو التغات کر نیے اون اقوال کی طرف کہ جنکو لکھا ہوا بن تمیمیہ اور اسکے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ  
 نے اون لوگوں میں سے کہ جنہوں نے اپنا معبود بنالیا ہے اپنی خواہش نفسانی کو اور باوجود علم خدا و اونکو گمراہ کر دیا  
 اور اونکے کانوں پر اور ولوں پر ہر کر دی ہے اور اونکی بینائی پر پردہ ڈال دیا ہے پیر او کو کون ہدایت کر سکتا ہے  
 بعد خدا کے کیونکہ ان محدود نے حدود دین سے قدم بڑھوایا ہے اور رسوم شرعیہ سے آگے بڑھ گئے  
 ہیں اور شریعت و حقیقت کی صورتوں کو بگاڑ دیا ہے اور اس پر او کھا گھماں ہے کہ ہم ہدایت پر ہیں  
 رب کی طرف سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ بدتر گمراہی و قبیح تر عادات و انتہا کی تانخوشی  
 و خسارہ و منفع ترکذب و بہتان پر ہیں پس رسوا کرے خدا اون کی کوشش کو۔



وطهره الأرض من أمثالهم انتهى وقال السنوسي المالكى في شرح عقائد  
 قد لخصت الحشوية بهذه المذهب الفاسد يعنى الجهة بعض ائمة اهل السنة  
 عزوا نسبهم لاحمد بن حنبل رضى الله عنه اذ هم مقلدون له فى الفروع فاهموا  
 انهم كما تبعوه فى الفروع تبعوه فى العقائد وحاشاه ان تكون عقائد  
 رضى الله عنه مثل عقائد هما اذ امامة فى علم التوحيد على طريق اهل السنة  
 مجمع على ومناظرة لاهل البدع وامتناعه معهم فى ذات الله تعالى مشهور مستفيض  
 رضى الله عنه وجزاءه عن نفسه وعن المسلمين افضل جزاء ولو قد ران ذلك  
 وقع منه على سبيل الفرض والتسليم الجدى كما يقدر وقوع الحال ولا  
 حول ولا قوة الا بالله لم يكن لهم عذر ولا حجة باتباعه اذ التقليد فى عقائد  
 الدين المجمع على صحتها لا يفيد عند كثير من المحققين فكيف بالتقليد فيما  
 قام البرهان القطعى وحصل الاجماع على فساد انتهى اقول وبعد تصريحا  
 ههنا العلماء الفحول المحققين فى الفروع والاصول الجامعين للمعتول  
 والاشغول لا يبق مجال الا تكارر النصف المتورع العادل وان حجب المعاند  
 اندر و المبادى فى ان الائمة الاربعة رضى الله تعالى عنهم وشيوخهم و  
 تلاميذهم واهل البيت رضى الله تعالى عنهم اجمعين اجمعوا على  
 تنزيه الله تعالى عن كل ما يمتد به المتشابهات التى هى من صفات الاجسام  
 المادية ووضوا علم حجة انها الى الموصوف بها الذى هو خالق الكائنات  
 وسمي الموجد ذاته ورفيع ثلوجات وعميم البركات وان اول بعضهم  
 بشى منها فهو ليس شىء القطع واليقين بل كائن باطن والتعجب ومن خالف



اور پاک کر سے زمین کو اسی قسم کے لوگوں سے انتہی اور کہا سنو سیالکی نے پھر عقائد کی شرح میں کہ آلودہ  
 کرو یا ہے شویہ نے جنت کے فاسد مذہب سے بعض ائمہ اہل سنت کو پس لبسا اوقات اس عقیدہ کو منسوخ  
 کیا ہے انہوں نے احمد بن حنبل کی طرف اسوجہ سے کہ یہ لوگ ان کے مقلدین فروع میں پس وہم کر لیا۔ چونکہ  
 کہ جس طرح ہم فروع میں ان کے پیرو ہیں اسی طرح عقائد میں ان کا و متبع ہیں حالانکہ وہ بری ہیں اس سے کہ ان کے  
 عقائد ان لوگوں کے سے ہوں اسلئے کہ ان کا امام ہونا توحید میں اہل سنت کے طریقہ پر جمع علیہ ہے اور ان کا عقائد  
 کرنا بدعتیوں سے اور ان کے ساتھ میں ان کا مشقتا و ثمانا ذات الہی کے بارہ میں مشہور و مایع ہے خدا  
 ان سے راضی ہوا اور ان کو جزا سے خیر دے ان کے نفس اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انفسل جزا کا  
 اور ان لیا جائے کہ یہ ویرا دن سے واقع ہوا ہے جس طرح کہ منطق میں اممجااں کا دتوں مارن کر کہ امام  
 کیا جاتا ہے اور نہیں چل قوت مگر خدا کی توفیق سے تو ان لوگوں کے لئے امام احمد کی اتباع اسباب ہے  
 میں کچھ عذر حجت نہیں ہے اس لئے کہ تقلید کرنا دین کے عقائد میں کہ جس کے صحت پر اجماع ہے  
 بہت سے محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے پس کیونکہ مفسدہ و تقلید ان عقائد میں کہ جس کے  
 فساد پر برہان قطعی قائم ہے اور امت محمدیہ کا اجماع ہے انتہی میں کہتا ہوں اور بعد تصریحات ان علماء سے  
 محول کے کہ جو فروع و اصول میں یا یہ تحقیق رکھتے ہیں اور مقول و منقول کے جامع ہیں مصنف پر ہیزگار  
 عادل کو انکار کرنے کی مجال باقی نہیں ہے اگر وہ انکار کرے معاند جگر الو عبد الکریم نے والا اس باب میں  
 کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اور ان کے اساتذہ و شاگردان اور ان کے مقلدین کے اہل تحقیق اور اسی طرح  
 کل محققین صحابہ و تابعین و ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کا اجماع ہے حق تو اسلئے کے پاک ہو  
 پر متشابہات کے ظاہری معانی سے جو کہ اجسام مادیہ کی صفات سے ہیں اور ان کا حقیقی علم سبہوں نے  
 سوچ دیا ہے ان کے موصوف کو جو کہ پیدا کر نوا لا ہے جہاں کا اور علت ہے موجودات کی اور بلند درجوں  
 والا اور عام برکتوں والا ہے اور اگر بعض علمائے کسی متشابہ کہ تاویل ہی کی ہے تو وہ قطعی و یقینی  
 طور پر نہیں ہے بلکہ ظن و تخمین ہے ہے اور جو شخص کہ مخف لفت ہو۔



في ذلك مثقال خذرة كائننا من كان فليس على منها جرم بل هو تابع لها  
 وتبارك لسبيل المؤمنين وقد قال الله تعالى في آياته ومن يبتغ غير سبيل  
 المؤمنين قوله ما تولى ونصله جهنم فبئس شوي الظالمين والحمد لله والبيان  
 قال والمخالل في السنة عن حرب بن اسمعيل قال قلت لابي جعفر بن ابي  
 في قول الله تعالى ما يكون من نبي ثلاثة الا هو وابهم كيهن تقول فيه قال  
 حيث ما كنت فيه فهو اقرب اليك من جبل الورياء وهو بائن من خلقه  
 ثم ذكر عن ابن المبارك هو على عرشه بائن من خلقه فثم قال راعى  
 شئ من ذلك واتبعه قوله تعالى الرحمن على العرش استوى  
 لليهقي بسند صحيح عن الاوزاعي اطم اهل الشام قال كنا والتابعون  
 متوافرين نقول ان الله فوق عرشه وفوم من يماوردت به السنة  
 من صفاته انك اقول هذه النقول تعين وتوئل لما عليه القول  
 ولا تفيد شئ للظلم والجهول وانما تشبه بها التوهم ان الجملة  
 (بائن من خلقه) يفيد لزعم الفضول وحاشا ما عن ذلك بل فيها رد  
 لقول المشبهة انه تعالى مختار متمكن ومتلبس بالمكان فقبل لهم انه  
 تعالى ليس كذلك بل هو بائن من خلقه اى ليس جازية ولا حاسنة بشئ  
 من خلقه لازمة الماسة والممازجة من صفات الاجسام فتوهم الخصم انه تعالى  
 لما لم يكن حاسا فلا بد ان يكون مغاير قابا البعد والمسافة فيكون في الجهة العالية وهذا  
 غلط فاحش انما وقع بموتة وهم وسوء فهم لان المفارقة والبيوتة بالبعد  
 والمسافة ايضا من صفات الاجسام فلا بد من نفيها ايضا في حق الله تعالى  
 فلا يلزم القرارة على اعنه الفراق لان الكلام مع الجسم اما كان لتزويه الله



اہل سنت کا اسباب میں ذہد برابر کوئی بھی کیوں نہ ہو پس وہ اس کے طریقہ پر نہیں ہے بلکہ وہ پیروی  
اپنی خواہش کا اور نازک سے راہ موٹیلین کا اور اسیوں کے اسباب میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے  
اور جو کہ پیروی کرے گا راہ موٹیلین کے غیر کی تو ہم اس کو پیروی کے بغیر طرف کہ وہ پہرا ہے اور  
داخل کریں گے اس کو جہنم میں اور کیا برا ٹھکانا ہے ظالموں کا اور بے تعریفین خدا ہی کیواسطے  
ہیں کہ پروردگار ہے سارے جہان کا دیکھا مصنف اور خلال نے سنت میں حرب بن اسماعیل سے  
روایت کی ہے کہ کہا اوہنوں نے کہ میں نے اسحق بن راہویہ سے کہا کہ کلام ربانی دما کیوں میں بخوبی  
ثقت الاہور العہم میں تمہارا کیا قول ہے کہا اوہنوں نے کہ تو جس جگہ ہو پس خدا تر سے زیادہ قریب  
ہے خدا سے اور وہ خدا ہے اپنی مخلوق سے اور نقل کیا ابن مبارک سے کہ وہ اپنے عرش پر ہے اپنی مخلوق سے  
خدا ہے پر کہا اور اس سے بڑا اور زیادہ ثابت کرنا لا قول حق تعالیٰ کا والرحمن علی العرش استوی ہے اور بتی ہے  
سب صحیح اور اعلیٰ امام اہل شام سے نقل کیا ہے کہا اوہنوں نے کہ ہم اور بیت سے تابعین کہتے تھے کہ حق تعالیٰ  
اپنے عرش پر ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں اون صفات پر کہ جو سنت میں وارد ہوئی ہیں انتہی میں کہتا ہوں  
کہ یہ عبارات معین و موید ہیں مذہب مغل کی اور ظلم و جہول کو اسلام مفید نہیں ہیں اور انکو مصنف نے ہیچ  
سے دستاویز بنایا ہے کہ اس کے وہم میں بائیں من خلق کا جملہ اس کے دھم فضول کے لئے مفید ہے حالانکہ  
یہ جملہ اس سے بری ہے بلکہ اس عہد میں رو ہے مشبہ کے اس قول کا کہ اللہ تعالیٰ بیان ہے  
مکان میں ٹہرا ہوا اور ملا ہوا ہے پس اون سے کہا گیا کہ وہ الی نہیں ہے بلکہ اپنے مخلوق سے  
جدا ہے یعنی کسی چیز سے متصل اور ملا ہوا نہیں ہے اس لئے کہ متصل ہونا اور ملنا اجسام کی صفات سے ہے  
پس اس مدعی نے دھم کر لیا کہ حق تعالیٰ نے عیب کہ متصل ہوا پس لامحالہ جدا ہو گا اور حیات  
کے ساتھ پس ہو گا جہت علو میں اور یہ فاضل غلطی ہے کہ جسمین ہونے دھم و سو دھم کے سبب مبتلا ہوا ہے  
کہ علو ہونا اور جدا ہونا بعد و مسافت کے ساتھ ہی صفات اجسام سے ہے پس اس کے نفی ہی حق تعالیٰ سے  
مزدوری تاکہ جس سے جہاں گے تھے اوپر قرار لازم نہ آئے اس لئے کہ جہاں ہمارا کلام خدا کے پاک ہونے میں



عن سمات الحدوث فلو اريد ما فهم المدعى منه لما حصل التثنية  
بل لزم الفراق من التشبيه الى التشبيه وهو ليس من شأن العقل فضلا  
عن الفضل والكمالات وهكذا حال سائر ما اوردته فهذا الكتاب من الاقوال  
النبيلة للتدليس بالخيل او التلبيس بين الجملاء فاذا نال الله منه قال  
وقال الشيخ الاشاعرة ابو الحسن علي الاشعري في كتابه الابا نة  
عن اصول الديانة باب ذكر الاستواء على العرش قال قائل  
ما تقولون في الاستواء قبل له نقول ان الله عز وجل مستوعب عرشه  
كما قال الرحمن على العرش استوى وقد قال الله عز وجل يدبر الامر من  
السماوات الى الارض ثم يعرج اليه وقال حكاية عن فرعون يا هامان  
ابن لي صرحا لعل ابلغ الاسباب اسباب السموات فاطلع الى الرمو  
وابني لظنه كاذبا كذب موسى عليه السلام في قوله ان الله عز وجل  
فوق السموات وقال عز وجل امنتم من في السما ان يخسف بكم  
الارض فوقها العرش فلما كان العرش فوق السموات  
قال عز وجل امنتم من في السماء لان مستوعب العرش التي فوق السموات  
وكلا طعنا فهو سماء فالعرش على السموات وليس اخلاقا لامنتم من في السماء  
يعني جميع السموات وانما اراد العرش الذي هو على السموات الا ان كان  
الله عز وجل ذكر السموات فقال وجعل القمر فيمن نورا ولم يردل  
ان القمر يلا من جميعا وان فيمن جميعا ورائنا المسلمين جميعا فيكون  
ايدى هم اخادعوا نحو السماء لان الله عز وجل مستوعب العرش  
الذي هو فوق السموات فلو لا ان الله عز وجل على العرش لم يرفعوا



علامات حدیث سے ہیں اگر اس کلام سے ارادہ کیا جائے جو کہ اس مدعی نے سمجھا ہے تو تنزیہ الہی حاصل نہو گی  
 بلکہ تشبیہ سے تشبیہ کے طرف ہی لگنا لازم آئیگا اور یہ عقلا کی شان سے نہیں ہے چہ جائیکہ فضلا رکالین ایسا کہیں اور یہی  
 حال ہے دن اقوال بزرگان دین کا کہ جنکو مصنف نے اس کتاب میں نقل کیا ہے اپنی بڑائی کے خیال سے یا نادانوں کو  
 مغالطہ دہی کے وجہ سے خدا کو اس سے پناہ دے (کہا مصنف نے) اور کہا اشاعر کے شیخ ابو الحسن علی اشعری نے  
 اپنی کتاب ایمانہ عن اصول الدیانہ کے باب ذکر استوای علی العرش میں اگر کہنے والا کہے کہ استواء میں تھا یا کیا قول ہے  
 اس سے کہا جائیگا کہ ہم کہتے ہیں کہ حقیقی اپنے عرش پر مستوی ہے اور حقیقی نے فرمایا ہے کہ وہ تہیر  
 کرتا ہے کام کی آسمان سے لیکر زمین تک پھر اوس کے طرف عروج کرتا ہے اور کہا فرعون کی طرف سرکہ سارے  
 ماہان تو میرے لئے ایک ملبہ محل بنا دے شاید میں آسمان کے اسباب تک پہنچ جاؤں پھر موسیٰ کے محبوب کو  
 جہانک کرو کیلون میرے گمان میں تو موسیٰ کا ذب ہے چٹلایا اس نے موسیٰ علیہ السلام کو اوستے  
 اس قول میں کہ حقیقی آسمانوں کے اوپر ہے اور فرمایا حقیقی نے کیا بے ڈر ہو گئے تم اس سے جو  
 آسمان میں ہے اس امر میں کہ تمکو و سبنا دیوے زمین میں پس آسمانوں کے اوپر عرش ہے میں جبکہ  
 بخش آسمانوں کے اوپر ہوا فرمایا حقیقی نے کیا تم بے ڈر ہو گئے اس سے کہ جو آسمان میں ہے  
 اس لئے کہ وہ مستوی ہے عرش پر جو کہ آسمان سے اوپر ہے اور جو کچھ اوپر ہے اوسکو بلا وکتی ہیں  
 پس عرش سب سے اوپر کا سار ہے اور جبکہ فرمایا اء مذمہ من فی السموات تو یہ مطلب نہیں ہے کہ  
 کل آسمانوں میں ہے بلکہ عرش کو ارادہ کیا ہے جو کہ اعلیٰ سماوات کہے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ حقیقی نے  
 سموات کا ذکر کیا پس فرمایا ہے کہ: ورنبا یا چاند کو اومنین روشنی اور اس سے یہ نہیں مراد ہے کہ چاند  
 سب آسمانوں کو پہر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ان سب میں ہے اور سمجھنے تمام مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ  
 اپنے ماتہ دعا کے وقت آسمان کے طرف اوٹھاتے ہیں اس وجہ سے کہ حقیقی عرش پر مستوی ہے  
 پس اگر خدا کے بغیر جل عرش پر نہ ہوتا تو مسلمان اپنے ماتہ کو عرش کے طرف نہ اوٹھاتے



ايديهم نحو العهد كما لا يحطوها اذا ادعوا الى الاخص الى اخرا ذكر في حق الامر والادب  
 على من انكر ان يحل اقول والله التوفيق وسيله هارمة التحقيق قد تشكك بظاهرها  
 الكلام كثير من الخشوية الليثام منهم ابن تيمية وتلميذه ابن قيم والحافظ الذهبي وغيرهم  
 الذي يخافونهم والمصنف ايضا لما كان منهم سلك مسلكهم في التثبيت بظاهر هذا  
 الكلام لا ثبات لجهة والاستقرار والبينونة عن الحاق لله تعالى وغير ذلك من المراء  
 فعليه ان يذكر الاقوال للثقات العظام والائمة الكرام لتحقيق المقام وتوجيه الكلام  
 امام الامام الذي هو امام الكلام فنقول بتوفيق العظماء والمحققين العلامة نقل ولا اقوال غلبة  
 من كتب الامام الاشعري من حيثها هذا القول في الثبوت ثم قال رقلت بمقالات التتبع اذ  
 الى الحسن الاشعري ناصوا السنة والشرعية فلهذا الكتب على طريقة المشتغلين بالرواية  
 بحيث ذكر الروايات الواردة قبل ذكر الصغار والجهمة المنكرين طاعة مسالك  
 السلف بالتوقف عن هذه الايام المعنى الحقيقة الذي هو مسلك المشبهة والخشوية و  
 يدل عليه نقل عنه من اول كتاب البيان وغيره ان الله على عرشه كما قال الرحمن  
 على العرش استوى وانزلنا من بين يديه كيف كما قال خلقت بيده الخ وقال والمسلمون  
 يسلمون الروايات الصحيحة ما اجاب في الآثار التي جاء بها الثقات عدلا عن عدل  
 الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولون كيف ولا لم لان ذلك بدعة وقال  
 اهل السنة واحب الحديث ليس كجسيم ولا يشبه الاشياء فانما استوي على العرش كما  
 قال الرحمن على العرش استوى ولا يتقدم بين يدي الله في القول بل نقول استوى  
 لا كيف وانزلنا كما قال وسق وجهه بياض الجلاله نقول كما قال في شارة الى ان  
 نقول كما قال الله تعالى بلا تفسير وبلا تاويل وقد صرح ولا يتقدم بين يدي الله في القول  
 وصح ليس كجسيم وكذا يدل عليه الامام الاشعري في كتاب الوجوه والاختلاف كما لا يخفى



جیسا کہ وہاں وقت مانتا ہو تو زمین کی طرف نہیں گرا تو آخر کلام تک کہ جسکو حقیقت حال کی تحقیق میں اور مسکرو  
 دکنے میں ذکر کیا ہے انتہی میں کہتا ہوں اور خدا ہی کے طرف سے توفیق ہے اور اس کے ساتھ میں نام  
 تحقیق ہے کہ اس کلام کے ظاہر سے شک پڑا ہے اکثر حشویہ لیا میں نے انہیں سے بھی تمبیہ پر اور اسکا  
 بن قیم و حافظ ذہبی وغیرہ جو اس کے قدم مقدم ہیں اور جو کہ مصنف ہی اولین سے ہے لہذا اس کے مسلک پر چلا ہے اس  
 کلام کے ظاہر سے دلیل لائیں اثبات جہت و استقرار و بیوث وغیرہ مقاصد حشویہ کو اب میں پس تکرار لازم ہوا ذکر کرنا بڑی  
 بڑی معتدین ذاکمہ کرام کے اقوال کو تحقیق مقام و توجیہ کلام امام کیلئے جو کہ علم کلام کا امام ہے پس ہم کہتے خدا کلام کی توفیق سے  
 کہ مفتی علامہ نے پہلے خدا قول امام اشعری کتب سے نقل کیلئے کہ انہیں سے یہ قول ہی ہے اس کے بعد تنبیہ میں لکھا کہ  
 دین کہتا ہوں کہ اقوال شیخ سنت امام ابو الحسن اشعری نام سنت و شریعت ان کتاب میں اہل روایت کو طرز میں  
 اس لکھ کر ذکر کیا روایات کو جو وارد ہیں صفات کو ذکر میں بھیجے منکرین صفات کا ذکر نیک واسطے سلف کو طریقہ پر ساتھ  
 توقف کر نیکی مساہب کے بیان معنی سے نہ ساتھ بیان کرنے معنی حقیقی کے جیسا کہ شبہ و حشویہ کا مسلک ہے اور اس پر دلالت  
 کہ تاہی جو کہ اس نے منقول ہے کہ ابابہ وغیرہ کو شروع سے کہ خدا اپنے عرش پر ہے جیسا کہ اوس نے فرمایا ہے کہ جس عرش پر مستوی ہوا  
 اور اسکو دید میں بدین کیفیت جیسا کہ اوس نے فرمایا ہے کہ میں پیدا کیا اپنے دونوں ہر سے تا آخر امد کہا کہ مسلمان تسلیم کرتے ہیں  
 روایات صحیحہ کو اور جو کہیہ کہ وارد ہوا انہیں میں کہ جسکو روایت کیا ہے ثقہ لوگوں نے ثقہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ  
 کہتے ہیں کیونکہ اور نہ کہتے ہیں کس لئے اسلئے یہ سوال بدعت ہے امد کہا کہ کہا المہنت و مہن میں کہ خدا جسم نہیں ہے اور نہ شبہ اور  
 مشابہہ ہے وہ مستوی ہے عرش پر جیسا کہ اوس نے فرمایا ہے کہ جس عرش پر مستوی ہوا امد ہم خدا کے سامنے قولیوں قدم نہیں  
 بڑھاتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ مستوی ہوا بدین کیفیت کے اور اسکی وجہ ہے جیسا کہ اوس نے فرمایا ہے۔  
 وبقی وجہ دلالت ذوالجلال تا آخر میں قول امام کا کھانا قابل اشارہ ہے اس طرح کہ ہم کہتے ہیں جہن  
 کہ حتمی نے کہا ہے بغیر تفسیر و تاویل کے اور صاف کہہ دیا ہے کہ ہم قدم نہیں بڑھاتے ہیں خدا کے سامنے قولیوں  
 اور صاف کہہ دیا ہے کہ وہ جسم نہیں ہے اور اس طرح اس پر دلالت کرتا ہے قول امام اشعری کا کتب میں جو کہ  
 اب اسما و صفات کے آخر میں۔



ان قال قائل ان يجزى من لو ان ورد الخبر بان جسم او متحرك كما ورد بان  
 له يدين ووجهها وعينها فبما سببان لو ورد ذلك على الوجه الذي يليق به لكان غلب  
 منكرا على معنى انه محل الحركة وانه موافق بل على معنى انه محل الحركة وانه قائم بنفسه  
 مستغنى عن غيره نقله ابن فورك في مجرد المقالة واما قول الابانة اخرى بالاستواء فلو لان  
 الله على العرش استوى على العرش لم يرفعوا يديهم نحو العرش فلو صرح فالمراد به الا ان الله  
 فعل فعلا لمنبجا للعباد بالدعاء والسؤال والاستغفار عن ذنوبه لم يرفعوا يديهم نحو  
 العرش لانهم لم يرفعوها وتعالى عما يشركون وذلك لانه نقل اليه معنى من استغنى  
 في العرش فعلا سماء استوى كما هو قال الامام ابن فورك في مجرد مقالة الامام الاشعرى فاما ما  
 يوصف به من ذلك من جهة الفعل بالاستواء والحي والنزول والارتفاع فان الفاظها  
 لا تطلق الاسماء فلو ثبت الاعتقاد واستفاد اساس هذه الافعال باخبارها عنها  
 بذلك فمما جليبه الكتاب ودوت به الاخبار المتواترة اجماعها على ذلك وما روت به  
 الخبر الاجازة في التخييل معان به على هذا الوجه دون القطع واليقين انتهى وقال الحافظ  
 بن عساكر في تبين كذب المفتري عن الشيخ ابي القاسم بن نصر الواعظ عن القاضي المعلى  
 بن عبد الملك وذكر ابا الحسن الاشعرى الى ان قال قالت المعتزلة النزول بعض الالية  
 ومما سكته والاستواء بعض الاستلاء وقالت المشبهة والخشوية النزول نزول فاته بحركة  
 وانتقال من مكان والاستواء جلوس على العرش وحلول فيه مسلك في الله سبحانه وتعالى  
 يدينها قال النزول صفة صفاته والاستواء صفة صفاته فعله في العرش ليس بالاستواء  
 انتهى على انه لو عمل الخ الكلام على ظاهر معناه لكان منافضا لاول باب الاستواء فانه نقل  
 له ان قال قائل ما تقولون في الاستواء قل له نقول ان الله مستوي على عرشه  
 كما قال الرحمن على العرش استوى يعني كما قال استوى بلا تفسير ولا تأويل



کہ اگر کہتے والے کہتے کہ یا تم جانتے ہو اگر وہ جو خیر میں کہ خدا جسم پر یا حرکت پر یا کہ وہ جس سے کہ اس کے لئے چہا اور  
چہرہ اور انکسیر ہر پس جواب دیا یا نہیں اگر وہ وہو گاتا یہ ایسی وجہ پر کہ اس کے لئے ہی اللہ اس کا انکار کیا جاتا اس معنی سے کہ وہ محل  
حرکت ہو اور وہ مرکب ہو یکساں معنی سے کہ اس کی حرکت کر اور وہ قائم اپنی ذات سے اور وہ ہر وہ فیہر سے اس کو نفل کیا این نزدیک فرج  
مقالا نہیں اولیٰ کہین : اے کا قول جواب الہ استوار کو آخرین ہو کہ اس اگر نہ ہو تاکہ کاشہ عرش پر ہی عین مستوی ہو عرش پر نہ تو اٹھا ہو کہ  
اپنی باتہ عرش کطرف پس اگر یہ شمع جس مراد اس سے یہ کہ اگر خدا انکسیر نفل منامات عبد کہ نبی صفت : ہمارے سوال : استغفار سے  
کہ نہ اوٹھا : اپنی باتہ کو عرش کطرف اور یہ مراد نہیں ہے کہ خدا کا مکان و درگاہ جہت : عرش ہو اور یہ اس سے کہ کہی کہ نفل کیا یہی فرامام ہے  
کہ حق تعالیٰ عرش میں ایک نفل کیا جبکہ نام اس کی رکھا ہو چنانچہ گندہ کہہا امام ابن نزدیک فرج و منالات : امام اشعری میں اور کیا یہ اوٹھا  
کہ حکم ساتھ پر و درگاہ موصوفہ ہی ہے : نفل : شہار اور نزول : اتان ہو انکسیر انکسیر انکسیر : کیا جاتا ہو مگر مطابق سماعت اور کہ  
معانی ثابت ہو زمین عقل ہو اور اس اعلیٰ فعال کہ حال ہو کہین نسبت پر دینی حق تعالیٰ کو کوٹن پس جو کہ کہ کہ نہا شدہ میرا یا ہو یا حیا نہ کوٹن  
اور یہ یہ کہ کیا ہو انکسیر انکسیر : مطابق جلدی کہ کیا جاتا اور نہ کہ اخبار احوال اور نہ کہایت کیا ہو یا : یہ کی تجویز مطبق ہو اس وجہ پر مطبق :  
و فیہی طور پر انتہی اور کہا : خدا بن عا کہنے بیتیں کذب التقریب میں شیخ ابو القاسم نصر بن نصر و اعط کا کلام قاضی ابو العالی  
بن عبد السلام کے طرف سے اور ذکر کیا ابو الحسن اشعری کو یہاں تک کہ کہا : مقتدر نے کہا ہے کہ نزول اس کی اور اس کو نزول شتوں کو  
بعض علامات سے ہے اور استوار یعنی استینار ہے اور کہا شہید و حشید : یہ کہ نزول اس کی ذات کا اور نہ یا ہو حرکت و مثال کا  
ساتھ مکان سے اور استوار بنی بنا ہے عرش پر اور اور تر ہے او میں پس جبکہ انکسیر : ایسا فرقہ کہ مشورہ ہے اون دونوں میں  
اور کہا کہ نزول ایک صفت ہو اس کی صفات سے اور استوار ایک صفت ہو اس کی صفات سے اور کیا یہ صفت اور کیا یہ  
جس کو اس نے عرش میں کیا ہو اور اس کے نام استوار کہا جاتا ہو اتنی اسکے علاوہ اگر آخر نظام کوٹن کیا جائے اسکے ظاہر معنی پر تو  
مخالف ہو گا اول باب الاستوار کے اس لئے کہ اس کے دل میں اثر نہ کیا ہے کہ اگر کہنے : اس کے کہ تم کیا کہتے  
استوار میں تو کہہ دے کہ ہم کہتے ہیں کہ خدا مستوی ہے اس پر عرش : جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ رحمن عرش  
مستوی ہوا یعنی جیسا کہ گنا مستوی ہوا ہون تفسیر و ہون : دلیل سے ۔



وزلنا على راسه لم يقل في جواب السائل ساكن أو مستقر على العرش بل قال  
على العرش استوى وأيضا قال استوى بلا كيف فلو قيل استوى بمعنى عدل أو استقر  
على ظاهر المعنى اللغوي فكان كلفا معناه في الكيفية عنه وأيضا هذا كتاب  
الاعتقادات المتداولة بين أيدينا جماعها الآن جماهير أهل الامصار والاسلام  
من جملة اصول عقيدة قد اتفقت الكلمة فيها ان الله منزلة عن المحبة  
والمكان انتهى قال في مختصر تاريخ الباقى في ترجمة ربه اذ الله وكفاه منته  
عن يكون في اصول الدين ينسبون اليه من سائر ائمة اصعب سر قال  
ان طريقة ومن هبه طريق اهل السنة والجماعة جمع بين ائمة هبه لوجه المذهب  
وجانب مذهب الحشوية الواقفين مع طواغر المنقول دون كرامته  
في المعقول وتعينهم اثبتت علة بالمعتول دون المنقول في سائر ائمة هبه  
بين الطريقين ائمة موين سالك للصحة الاولى بالمحمودية في وقار ائمة هبه  
في الخطط والآثار حقيقة مذهب الاشعري رحمه الله انه سلك طريقين الفخ الذي هو مذهب  
الاعتزال وبين اثبات الذي هو مذهب علم التجسم وفاء لا قلت عني به رحمة الله تعالى  
من حيث الظاهر خلافا للجسم والحشوية خذلهم الله تعالى والاثبات من حيث الحقيقة خلافا  
للمعتزلة فانهم اتفقوا في يوفكون وناظر على قوله هذا واحتج بان هبه قال اليه جماعة وعولوا  
على رايه منهم القاضى ابو بكر بن الطيب الباقى في المالكى وابو بكر محمد بن الحسن بن فورك  
والشيخ ابو اسحق ابراهيم بن محمد بن محمد بن الاسفرائينى والشيخ ابو اسحق ابوالهيثم بن علي بن يوسف  
الشيرازى والشيخ ابو حامد محمد بن احمد الغزالى وابو الفتح محمد بن عبد الكريم بن احمد الشيرازى  
والامام غفر الله له محمد بن عمر بن الحسين الرازى وغيرهم ممن بطوا ذكرهم وضررهم في هبه  
وناظر واعليه وجاد لوافيه واستدلوا له في مصنفات لا تكاد تحصى انتهى قال العلامة الحلي



اور حاصل کلام یہ ہے کہ مسائل کے جواب میں یہ نہیں کہا ہے کہ وہ ساکن ہے یا ٹھہرا ہوا ہے عرش پر ملک کہہ کر عرش پرستوی ہو اور  
نیز کہا ہے کہ مستوی ہوا بلا کیف کی ہے اگرچہ استواء کی معنی تجاوہ کیا یا کہہ کر ظاہر معانی لغوی کو اعتبار ہو تو اور بھی کیفیت کا بیان  
ہو جائیگا حالانکہ امام نے ادنیٰ نسبت کی تعلیل سے اور نیز یہ تمام کتابیں عقاید کی جو مستقل ہیں جو کہ ملتومین کہ نہ پرست و ست بلا  
اسلام یہ ہے کہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اصول عقیدہ امام ابو الحسن کی ہیں اور انہیں کلام متبہی ہے اس پر اور نیز یہ ہے کہ کما ج  
انہی کہ مختصر تاریخ ہاشمی میں امام اشعری کے احوال میں کافی ہے اعتبار منقبت کی یہ کہ علوی سنت جو سراب ہیں اصول دین میں امام  
انہی کہ متبہی ہو۔ بین بہ نسبت نام نہایت پرانا کہ ایک امام شری کا طریقہ و مذاہب کہ الہیت کا طریقہ ہے جمیع کرنا ہے و مباہقول  
مستور اور احمد۔ نہ مذہب جو یہ سے کہ یہ گئے ہیں مذہب کے ظاہر معانی پر اگرچہ محال ہیں مقول ہیں اور انکو جو کس نے کیا  
مبتدعہ و متوہ پر بدو۔ مقول کہ ہیں متوہ میں امام اشعری و دوزن مذہب طریق میں شاہراہ متوسط پسندیدہ ہے حکم پر انتہی اور کہا  
مغزیری فی خط و آثار میں کہ حقیقت نہایت امام اشعری یہ ہے کہ وہ ایسی مذاہب میں متوسل و درمیان نفی کی ہے معتزلہ کا نہایت  
اور درمیان اثبات کو کہ سبب کا نہایت نکاح میں ہوں کہ امام اشعری نے اپنی ظاہر معنی ساتھی کی ہے جو حد نہ مجاہد  
انکو خدا رد کرے اور ثبات حقیقت نہایت کیا ہے برخلاف معتزلہ کے ان کے مذاہب کو کہ ان کے کہتے ہیں ان کی  
اس قوا پر امام اشعری نے مناظرہ کیا ہے اور اپنے مذہب کی برتری بیان کی ہے ایک بری جماعت اور اسکا طرف واقع  
ہو گئی اور انکی رائے پر انہوں نے ائمہ ذکر کیا و انہیں میں سے ثانی ابو بکر محمد بن طیب باستانی مالکی ہیں اور ابو بکر عثمان  
بن ابی بن فوران اشعری ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن مہران مغربی اشعری ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی  
و شیخ ابو حامد محمد بن احمد غزالی و ابو الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد شیرستانی و ابو محمد الدین محمد بن عمر بن حسین ازہری  
و غیرہ میں کہ جبکہ ذکر دوازہ ہے اور مدد کی بات انہوں نے امام شری کے مذہب کی اور اس پر مخالفین سے مناظرہ کیا  
اور ان کے باب میں مجاہدہ کیا و انکو مدح و ثناء ہے تا انہی میں کہ جبکہ حصر و شواہد ہے انتہی کہا علامہ علی نے



في رد ابن تيمية ثم ذكر بعد ذلك شيخنا أبي الحسن علي بن أبي عمير الأشعري وأنه يقول لم يكن  
 على العرش استوى ولا تقدم بين يدي الله تعالى في القول بل نقول استوى بلا كيف وهذا  
 الذي نقله عن شيخنا هو مخلطنا وعقيدتنا لكن نقله لكلامه ما أراه الا قصد الاتهام أن الشيخ  
 يقول بالحجة فان كان كذلك فلقد بالغ في البهت وكلام الشيخ في هذا أنه قال  
 كان ولا مكان فخلق العرش والكرسي فلم يجتمع الى مكان وهو بعد خلق المكان كما كان  
 قبل خلقه وكلامه وكلام صحابة يصعب حصره في البطايع انتهى كذا في التنبيه ثم قال  
 المفتي العلامة في رد ثم قال بالذهبي نقلا عن الحافظ أبي العباس الطوفي قرأت في كتاب  
 أبي الحسن الأشعري الموسوم بالإبانة لآلة على إثبات الاستواء قال في جملة ذلك من  
 دعاء أهل الاسلام إذا هم رغبوا الى الله يقولون يا ساكن العرش ومن خلقهم لا اله الا انت  
 يسبح سموت انتهى قلت هذا القول في رد الحقيقة وقد أثبت فيه صفة الاستواء في عاونه  
 المنكرين كما يدل عليه عبارة ما قبله وقد استقطما الذهبي كما قال الطوفي ورأيت في نسخة  
 يذمون في نفق العرش وتعطيل الاستواء الى أبي الحسن الأشعري وما هذا بأول ما طالع دعوة  
 وكذب تعاطوه فقد قرأت في كتابه الموسوم بالإبانة عن اصول الديانة اولة من جملة ما  
 ذكره على إثبات الاستواء وقال في جملة ذلك ما ذكره فالحرض منه عجزا ثبات صفة الاستواء  
 الحقيقية معناه وقوله تعطيل الاستواء اشارة الى من هيم فانما انكروه وفيه تعطيل  
 فسيته السكون في قولهم يا ساكن العرش اليه تعالى عجايز للتشريف كما قال تعالى لن يطعن  
 بيتي لا يريد به المكان حقيقة والايكون منافضا لقول الملك الحامل العرش سبحانه ان  
 كنت وابن تكون رواه ابو يعلى مرفوعا عن أبي هريرة كما تقدم الى ان قال وح ما ذكر  
 في قوله وجهه ويد له لم يرد ذلك اصل معناه فاستاء الذي هو به مبطل بل هو كانه قد  
 عجز في العبارة لا خيرة للتعريف كما هو ظاهر والخشونة انتقل وقال القاضي ابو بكر محمد بن طاهر



این نمیکند روین رپر ذکر کیا اسکے بعد شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اسیری کو اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ جن عرش پر نبوی ہوا وہ ہم  
 خدا کر ساری پیش قدمی نہیں کرتی میں قولین بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مستوی ہوا بدن کیفیت کا اور یہ جو نقل کیا ہے شیخ ہمارا مسلک اور عقیدہ لیکن  
 این تخریج نقل کرنا شیخ کلام کو میر خیال میں وہم و گمان کے قندسے اس امر کا کہ شیخ جہت کا قائل ہے پس اگر ایسا تو بیشک بن تینہ مبالغہ کیا ہے چنانچہ  
 اور کلام شیخ کا ان میں سے یہ کہ کہا اوس نے کہ خدا تھا اور مکان نہ تھا پھر پیدا کیا عرش و کرسی کو اور نہیں محتاج ہوا طرف مکان کے اور وہ بعد پیدا کر کے مکان کو  
 دیا یہی ہے کہ جیسا مکان پیدا کر نیسے پہلے تھا اور شیخ اور او کو بارون کا کلام باطل جہت میں مقدم ہے کہ جیسا حصر کرنا دشوار ہے انتہی اسطرح نہ کرنا  
 تینہ میں یہ کہ کہا مفتی علامہ شمس الدین رپر کہا ہے کہ فی نقل کر کے حافظ ابوالعباس طوسی سے کہ پڑھا ہے ابوالحسن اشعری کی کتاب میں کہ حکیمان آباد  
 چند دلیل کو استوار کر اثبات میں کہا کہ منجد از ذکر کہا ہے کہ مسلمانوں کی دعا سے یہ کہ جب وہ راغب ہو میں خدا کی طرف تو کہتے ہیں کہ اوش کی طرف سے  
 اور وہ کہ جس نے اوش کو پیدا کیا ہے قسم اوش کی بات کی کہ خفی ہر سات آسمانوں میں آتی ہیں کہتا ہیں کہ یہ قول جہم ہے کہ روین ہے اور اس میں ثابت کیا ہے  
 صفت استوار کو منکر فن مقابلہ میں جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر کہ اسکے قبل کی عبارت جسکو ذہبی نے گرا دیا ہے چنانچہ طوسی  
 کہا ہے کہ بے جہم کی جماعت کو دیکھا ہے کہ نفی عرش و تعطیل استوار میں ابوالحسن اشعری کی طرف متنازع کرتے ہیں اور یہ تخریج باطل  
 نہیں ہے کہ جیسا انہوں نے دعوی کیا ہے اور پہلا جہم نہیں ہے کہ جسکو انہوں نے استعمال کیا ہے اس لئے کہ میں نے پڑھا ہے ابوالحسن  
 کی کتاب میں با بانیہ میں چند دلیل کو منجد از ذکر کہا ہے کہ جسکو اثبات استوار کیلئے انہوں نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اوس تمام میں آخر تک اور  
 اس وقت پس اوس سے غرض مجرد اثبات صفت استوار کا ہے نہ اوس کے حقیقی معنی کا اور قول اوس کا تعطیل الاستوار اس لئے  
 اوس کے مذہب کی طرف اس لئے کہ جہم نے اوس کا انکار کیا ہے اور اس میں بیکار کر دیا ہے پس نسبت سکون کی اذکار قول یا کہن  
 اللہ میں حصہ کی طرف مجاز ہے واسطے اظہار غلط فہم کے جیسا کہ حصہ نے فرمایا ہے یہ کہ پاک کرو تم دونوں میرے  
 گھر کی اس سے مراد حقیقت مکان نہیں ہے ورنہ مخالف ہو جائیگا فرشتہ سال عرش کے اس قول سے کہ پاک ہو تو کہ ان تھا تو  
 کہاں ہو گا تو رایت کیا اسکو اب علی زمر فرمایا ہے کہ جیسا کہ گذرا ہوا تھا کہ کہا اور سوقت جہم کو پھر اوس کے قول وہ جہم وہ میں اس  
 مراد حقیقی معنی نہیں ہے پس ذہبی کا اسکو نسبت کرنا باطل کرتا ہے ذہبی نام کو گویا کہ ذہبی نے تیس کی ہے عبارت اخیرہ کو حذف  
 کر کے خوف تخریر سے جیسا کہ حشوہ کی عادت ہے انتہی۔ اور کہا قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی۔



المشكوك وهو افضل المتكلمين من المنتهين الى الاشعري ليس فيهم مثله لا قبله ولا  
بعده قال في كتاب الابانة تصنيفه فان قيل فما الدليل على ان الله سبحانه وحيه اقل  
قوله وينبغي وجه ربات ذوالجلال والاکرام وقوله تعالى ما منع ان تهبط لما  
خلقت فيدي فثبت لنفسه وجهاً ويدا فان قال فما انكرتم ان يكون وجهه ويدا جارية  
اذ كنتم لا تعقلون وجهاً ويدا الجارية قلنا لا يجب هذا كما لا يجب اذا لم يفعل حياً عا  
لما قادر الاجسام ان نقضى عن وانتم بذلك على الله سبحانه وكما لا يجب في كل شيء كان  
فانما يدانه ان يكون جوهر الانا واما كماله لا يوجد قائما بنفسه فمشاهدنا الاكوار لك وكذلك الجواهر  
لهم ان قالوا فيجب ان يكون علمه وكلامه وسمعه وبصره وما من صفاته عرضا واعلوا بالوجود  
فان قال فيقولون انه في كل مكان قيل له معاذ الله بل هو مستوي على عرشه كما اخبر في كتابه  
فقال الرحمن على العرش استوى وقال اليه بعد الكلام الطيب العمل الصالح يرفعه وقال تعالى  
امنتم من في السماء ان يخيفكم الارض فاذ هي قور قال ولو كان في كل مكان مكان في  
بطن الانسان ومنه والحشوش والمواضع التي توغيب عن ذكرها ولو جرت يزيد بزيادة الامكنه  
اذ اخلق منها ما لم يكن وينقص بنقصاتها اذ ابطال منها ما لم يكن ولصهر ان يرغب اليه الى خواص  
والخلفاء والى قلائدنا والى شاكلتنا وهذا قد اجمع المسلمون على خلافه وخطيئه قالوا انتهى وقال في  
تكملة التمهيد كلاما كثيرا من هذا قلت ثبت لله وجهاً ويدا وغيرهما من الصفات ونفى عنها تشبيه  
للخلاق رد السجده وكذا نفى المكان عنه تعالى كليمه فيلزم تنزيهه عن المكان فوالعرش  
فلا يفيد المستدل انتهى بقدر الحاجة ومن شاء التفضيل لمزيد التحقيق فليرجع الى التبيين للمنفى عنه  
محمد سعيد غفر له الوحيد (قال) وقال شيخ الاسلام ابو عبد الله محمد بن حنفية الشيرازي المحدث  
الفقيه النافع الصوفي في عقيدة الصوفية ويعتقد انه على عرش استوى وانه ينزل الى السماء الدنيا  
عند الامطار معنى الصفة لا معنى الامثال وانه خلق آدم لا يبدى قدرته ببدنه فلهذا جميع الاما



عظیم فرائض افضل و من مستطیع کے ہیں جو جنوب میں یا شمال مشرقی طرف کہ ہیں مثل اوٹھا متکلیس میں قبل ذکر اور نہ بعد ذکر کہا اور نہ ہوتا  
 کتاب لابانہ میں جو انکی تصنیف ہے اس میں لکھا جا کہ کیا دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کیلئے وجہ دیکھا جائیگا کہ دلیل اس پر قول حق تعالیٰ (لا وسیفی وجہ  
 ربنا ذوالجلال والاکرام اور قول اسکا ما صنعت ان لتجد لما خلقت بیئین) ہے اس میں ثابت کیا ہے ہر پر نفس کیلئے وجہ اور یہ کہ  
 پس اگر عرض کریں کہ یہ کیوں لکھا گیا ہے اس کے لئے اسکا چہرہ اور ماتہ بارہ ہو جبکہ تم نہیں جانتے ہو کیسے وجہ دیکھو سوا جہ کہ ہم کہیں گے کہ یہ کچھ ضروری ہے  
 جیسا کہ ضروری نہیں ہے جبکہ سمجھا جائے ہر کوئی زندہ عالم قادر و جامع کریم کہ حکم کریں ہم اور ہم ہمیشہ اللہ پاک پر جیسا کہ ضروری نہیں ہے ہر شی میں  
 کہ اپنی ذات موقائم ہے کہ جو ہر ہوا سے کہ ہم اور تم نہیں پاؤں کسی تمام ہنسنے کو اپنی مشاہدہ میں غیر جسم ادا یا یہی حجاب آؤ کر واسطہ اگر کائنات  
 کہ واجب ہے کہ ہوا اور کمال و حیوۃ و کلام و سمع و بصر اور باقی صفات اس کے عرض ہوں رحمت لادہ لوگ وجود ہیں اگر کہہ کیا قائل ہیں  
 وہ خدا کے ہر جگہ ہونیکے کہا جائیگا اور اسکو کہ خدا کا ہر جگہ ہونے سے اس پر عرش پر جیسا کہ اوس نے خبر دی اپنی کتاب میں پس کہ عرش  
 عرش پر تنوی ہوا اور فرمایا کہ اوسکی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور وہ عمل صالح کو وہ انہا لے رہا ہے اور فرمایا حق تعالیٰ نے کہ کیا ہد  
 ہر کوئی تم اوس کہ آسمان میں کہ رہتا ہے و یومکوزین میں پس اچھا وہ ہونے لگے کہا اور اگر ہوتا ہر جگہ میں تو ہوتا انسان کچھ شک میں اور اوسکو تو  
 ادا تو نہیں اور ان جگہ نہیں کہ خباذت کرنا مکروہ ہے اور واجب ہوتا کہ زیادہ ہوگا مکانوں کے زیادہ ہونے سے جبکہ پیدا کر کسی  
 مکان کو بعد اوس کے عدم کو اور کم ہوگا اور کم ہونے سے فضا ہوگا اور صحیح ہوتا راغب ہوتا طرف خدا کو  
 زیر کی جانب ادا ہے اور دہنے اور بائیں اور اوس کے خلاف پر اجماع کیا ہے مسلمانوں نے اور اس کے قائل کی خلا کچھ  
 پر انتہائی اور کہا کتاب تہید میں اس سے زیادہ کلام میں کہتا ہوں کہ ثابت کیا خدا کے لئے وجہ دیدار و دوسری صفات کو  
 اور نفی کی اوسکی مشابہت کو مخلوق سے مجہد پر رد کر نکیو اسے اور اسطرح حق تعالیٰ سے بالکل مکمل نفی کی پس لازم آیا پاک ہوا اسکا  
 مکان ہر جہ پر ہر شے پر کلام دلیل لانیو الکیو غیر خدیر تمام ہوا بقدر حاجت اور شخص منہ تحقیق کیلئے تفصیل کا خواہاں ہو تو چاہئے کہ نفسی  
 محمد سعید غفرلہ الوحید کی تنبیہ کو طرف ہجوم ہو (کہا مصنف نے) اور کہا شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ شیرازی محدث فقہ شافعی صوفی  
 عقیدہ صوفیہ میں (اور اعتقاد رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے عرش پر ستوی ہے) اور یہ کہ وہ نزول فرماتا ہے آسمان دنیا کو طرف  
 اسرار میں معنی صفت کے نہ معنی امثال کے اور یہ کہ اوس نے آدم کو پیدا کیا نہ قدرت کے ماتہ سے بلکہ ایسے  
 پر سے کہ اوس کی صفت ہے اور اسی طرح علیہ اخبار۔



الصبيحة التي زويت في الصفات يعتقد إيماناً وتسلماً الاعتقالية ولا عقابية هذا وقد فرغ من جمع من  
 حفاظ الحديثين وإيقاظ المحققين وتأليف هذا فلا حاجة بنا إلى اللطالة هذا انتهى أقول في التوفيق من  
 عند الله الوهاب أن المصنف لما فرغ عن الاستدلال بأقوال الأئمة الأربعة ورأس المتكلمين ونسبهم إلى الإمام  
 أبي الحسن الأشعري شرع في الاستدلال بأقوال الصوفية في هذا القول وأكتفى بقول محمد بن جعفر الشافعي  
 منهم رحمه الله لا خضار وخوف من الأكتار وقد بطلنا بحجة مستسكة وجلة استدلالاته بأحسن وجوه لا ضرب  
 عليها وأما مقتك به في هذا القول فهو أيضاً غير مفيد له لأن استوانه تعالى على العرش ونزوله إلى السماء الدنيا  
 عند الأسفار بمعنى الصفة كما اعتقد به أهل السنة والجماعة وأما معنى الامثال كما هو الظاهر في الأجسام  
 عليه اعتماد المحسنة والخشوية فهو باطل في حقه تعالى عندهم وهو معنى قوله لا بمعنى الامثال فهذا القول  
 مناقض ومبطل للمزعم المصنف فضلاً عن كونه والأعلى حراماً وهكذا قوله وأنه خلق آدم لا بيد  
 قدرته بل بيد صفة انتهى عنى به رحمه الله ابطال التماويل على سبيل القطع واليقين كما هو مذهب الأشعرين  
 وإبطال الحمل على الظاهر كما هو مذهب المحسنة والخشوية وهذا الجاحل المظاهر اثبات الطريق المستوى  
 والصراط السوي المتوسط بين الطرفين والأحوط بين القولين أعني إثبات حقائق الصفات وانكار رادة  
 ظواهرها من الآيات فظلم أن هذا الكلام مفيد لنا لأنه منقطعاً راجعاً من إثبات المرام واحكام مذهب الخشوية  
 والإيرام والاحول والافوق إلا بالله المنعم ذي الجلال والإكرام قال تنبيه في فتح الباري  
 عن أبي طاهر محمد بن عبد الرحمن المخلص لذهبي صاحب كتاب العلم من طريق عبد الله بن شريك العامري  
 عن أبيه قال قيل لعلي أن هذا قولاً على باب المسجد يدعون أنك راجع قد عام فقال لهم ويلكم  
 ما تقولون قاله أنت ربنا وخالقنا ورازقنا فقال ويلكم إنما أنا عبد مثلكم أكل الطعام كما تأكلون  
 واشرب كما تشربون إن أطعت الله أتاني عن شاء وإن عصيت خشيت أن يعذبنى فأتقوا الله  
 وارجعوا فابوا فلما كان العاد عدواً عليه فجاء قنبر فقال قد والله يجهلون يقولون ذلك الكلام  
 فقال دخلتم فقالوا كذلك فلما كان الثالث قال ان قلتم ذلك لاقتلكم يا خبيث قلة فأتوا الأولاد



صحیحہ پر کہ صفات کو باب میں مروی ہیں اعتبار کو پرانے تسلیم کو طور پر نہ کہ ظن و تخمین سے اس کو یاد رکھو اور حفاظ و محدثین میں متکلف و محققین از بہت تعسف  
 ملوث و جدا گانہ اسباب میں بھی ہیں یہی حکم و بیان و فکر و ذکر و سلسلہ ظن و مدار و ترکی صاحب ہیں انتہی میں کہتا ہوں تو حق تعالیٰ: ہیکہ پاس ہے کہ مصنف کی بات  
 احوال الکریمہ و در اسی میں مستطین امام ابو الحسن اشعری اشہد لہ فی شریعہ احوال صوفیہ سبیل ما تعین انہ من مکتوبات کی نسخہ میں محمد بن حنفیہ شہر از کہ قول پر  
 اختصار کر قصہ اور طوالت کو خوف اور ہم باطل کر چکے ہیں مصنف کو حجت کا تسلیم اور برتری سند لاوا اس وجہ کہ خیر زیادہ بیانی دشوار اور جس چیز کو اس نے  
 محبت بکری ہو وہ بھی مصنف کو غیر مفید و اس کو کہ حق تعالیٰ کا مستوی ہوا عرش پر اور خیر لکے اوقات میں دکان قبول فرما انسا دنیا کی طرف صفت معنی میں ہے بخیر و اعتقاد  
 کہ جس کے ہوا لیکن ایشال کر معنی میں جب کہ احکام میں ہر اور اس پر محبت و شہادت ہے یہ حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ کے نزدیک باطل ہوا اور یہی معنی اس کے قول لا یعنی  
 پاس یہ قول مخالف و باطل ہے مصنف کو کہ جو کہ جائیکہ طوالت کر و اس کو کرام و احوال اس طرح اس کا قول یہ کہ اس نے پیدا کیا آدم کو نہ قدر و حکم و تہہ سے بلکہ ایسے سے  
 کہ اس کو مصنف انتہی اس قول ہو کہ شہر از ہی قصہ کیا ہے ابطال اول کر نفسی و بی حد و چہ بیا کہ معتزلہ کا نہیں ہے اور ابطال ظاہر معنی پر عمل کر تیکو جیسا کہ محبت و خیر  
 اور اس مجاہد ظاہر کا نہ ہو سکتا اور اثبات راہ ہوا و طریق مستقیم کو جو متوسط ہو و دون طرفین اور احوال ہر در میان و قول کے معنی ثابت کرنا صفا کو حقائق کو اور  
 انکار کرنا اور نہ ظاہر معانی کو اور ہونا آیات میں معلوم ہو گیا کہ یہ کلام ہو کہ مفید ہے نہ کہ مصنف کو پس ساقط ہو گیا جو کہ مصنف اس قول سے ہر مفہوم کا  
 اثبات اور نہ سبب حق و یا مضبوط کرنا اور قوی کرنا قصہ کیا ہے اور نہ میں ہر عمل و قوت و مگر خدا کثیر الامام صاحب جلال و اکرام کی توفیق سے (کہا مصنف)  
 تبصرہ فتح الباری میں مروی ہے ابو طاہر محمد بن عبد الرحمن مخلص فی مسائل کتاب العلم و عبد اللہ بن شریک عاری طریق انکو باکی روایت کہا انہوں نے کہا کیا علی  
 کہ بیان مسجد و دعا و پر کچھ لوگ ہیں کہ جبکہ دعویٰ یہ ہے کہ زونہار یک پس حضرت علی زونہار بولا اور کہا کہ تمہاری خرابی ہو تو تم کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ  
 تو ہمارا رب و خالق و مطلق ہے پس کہا کہ تمہاری خرابی ہو میں تو تمہارا رسل ایک بندہ ہو کہ کہا نا کہا نا ہو جس طرح کہ تم کہا تو ہو اور بتیا ہوں جیسا کہ تمہارے  
 اور میں اطاعت کروں تو مجھ کو ثواب دے گا اگر چاہیگا اور اگر نافرمانی کروں تو مجھ کو خوف ہو اور مجھ کے عذاب کا پس تو تم خدا سے اور توبہ کر و پس انہوں نے  
 انکار کیا پھر جبکہ دوسرا دن ہوا تو علی الصبح حضرت کے پاس آئے پس قبر نے آکر کہا کہ وہ تو پھر ایسے ہی ہو گئے وہی کلام کہتے ہیں  
 پس کہا کہ بلا انکو پس انہوں نے اس طرح سے کہا پھر جبکہ تیسرا دن ہوا کہا کہ اگر تم نے کہا ویسا ہی تو میں تم کو قتل کروں گا سب سے  
 بدتر قتل کرنا پس انکار کیا انہوں نے بجز اسی قول کے۔



فقال يا قبة التني بفعلة معهم مسرورهم فخذ لهم اخذ ودا بين باب المور القصر  
 وقال احضروا فابعد وفي الارض وجاء بالخطب قطره بالنار في الاخذ ووقال  
 اني طاركم فيها او ترجوا وابوا ان يرجوا فقد فهم فيها حتى اذا احترقوا قال اني اذا رايت امرا  
 منكرا او قدت ناري ودعوت قبرا وولد سندا حسن انتمى وقد حدث في  
 هذا الزمان احداث على اثارهم يجرعون فان الله وانا اليه راجعون  
 يجب اشد الوجوب على اولى الامر ويختتم اركان الحتم على اهل بيتي والقدرة  
 يعتنوا وحققوا بالماله هذا الامر وعظا دينا ولعزروهم غايبة التعزيز  
 حبسا وضررا وقتلا واعلانا والتوفيق من الله رب كل شئ فسبحان  
 الذي بيده ملكوت كل شئ ومخيطه للولي على المرقني يوشان  
 لا يبقى من الاسلام الا اسمه ومن القرآن ان لا رسمه وفيها سر جد كمر  
 يومئذ عامرة وقلوبكم وابدا لكم خربة من الهدى شر من تحت ظل  
 السماء ففها ثكم منهم تبدد والفتنة وفيهم نعود اخرج به البهني  
 في شعب الايمان واشاد اليه البخاري في رد على الجهمية انتهي  
 اقول بحوله تعالى وقوته ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم لا فرغ  
 عن الاستدلال باقوال ائمة اهل البيت وفقها اهل السنة ومتكلميهم  
 والصوفية الصافية منهم ومحدثيهم على مذهب الباطل ومسلكتهم العال  
 الذي هو مذهب ابن تيمية وتلميذيه الحافظ ابن قيم والحافظ الذي هو الذين  
 من احلة الحشوية وناصرهم في الاصول ومن مقال الحنبلية ومتبعيهم  
 في الفروع وهكذا حال المصنف انه يدعي الحنفية في الفروع ويسلك مذهب  
 الحشوية في الاصول فقوليس من الحنفية الخالص ولا من الحشوية المختصة



پس کہا حضرت علیؑ نے کہ اسے قہر امیر سے بن مزدور دن کو مع اوٹکے اور اس کے پس بنائی اوٹکے لئے ایک  
 خندق باب مسجد و محل کے درمیان اور کہا کہ کہو دو پس گہرا کو زمین میں اور لایا لکڑیاں پس ڈال دیا اوٹکو آگ  
 میں خندق کے اندر اور کہا کہ میں اس میں بھگو ڈالنے والا ہوں یا تم توبہ کر لو پس اونہوں نے انکار کیا توبہ کرنے سے  
 پس اونکو خندق میں ڈال دیا یہاں تک کہ جب جل چکے فرمایا کہ میں جب دیکھوں بھگا کسی ناپسندیدہ کام کو جدا دیکھا اپنی گلو  
 اور بلاؤں گا قہر کو اور یہ سند حسن ہے اور اس زمانہ میں کچھ نئے لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ اون سو خنگان کے نقش قدم  
 دوڑتے ہیں پس انما شد وانا طلیہ راجون حکام پر واجب ہے سخت تر واجب ہونا اور اسی طرح درو سا پر موکد ہے نہایت  
 موکد ہونا یہ کہ اہتمام و بند و بست کریں اس امر کے دور کرنے کا وعظ و بیان سے اور تعزیر دین اون لوگوں کو حد و وجہ کی  
 تعزیر گرفتار کرنے اور ضرب و قتل و شہیر سے اور توفیق خدا کے طرف سے ہے کہ ہر شے کا رب ہے پاک ہی پاک ہے  
 وہ کہ اوٹکے ماتہ میں ہے جان ہر چیز کی اور مولیٰ علی مرتضیٰ کے ایک خطبہ میں ہے (قریب آتا ہے کہ مذاقی رہ گیا ہلام  
 مگر نام اوٹکا اور قرآن سے مگر نشان اوٹکا اور اسی میں ہے کہ تمہاری مسجد میں اوس روز آلام و ہونگی اور تمہارا دل اور بدن پر آلام  
 ہونگے ہر اسیت سے برتر موجودین زیر سار کے تمہارے مولوی ہونگے اونہیں سے فتنہ اوٹھیکا اور اونہیں میں لوٹیکا اس کو  
 روایت کیا یہی نے شعب الایمان میں امدا اشارہ کیا اس کی طرف بخاری نے جہیہ کے رومین انتہی میں کہتا ہوں خدا بیگنا  
 کی حول و قوت سے اور حول و قوت نہیں ہے مگر خدا ہی علی و عظیم کی توفیق سے جبکہ فارغ ہوا مصنف دلیل لائیسے ائمہ اہلبیت  
 و فقہاء اہلسنت اور اون کے متکلمین و صوفیہ و محدثین کے اقوال سے اپنے مذہب باطل و مسک عاطل پر جو کہ مذہب ہے  
 ابن تیمیہ کا اور اس کے شاگرد حافظ ابن قیم و حافظ ذہبی کا کہ سبب اجلہ حشر یہ سے ہیں اور اس کے بعد و گاہ میں عقائد میں  
 اور غنبلہ کے مقلدین و متبعین سے ہیں فروع میں اور اب یہی مصنف کا حال ہے کہ خفی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے  
 فروع میں اور مسک حشر یہ پر چلتا ہے اصول عقائد میں پس مصنف نہ تو خالص خفی ہے اور نہ محض حشری ہے



بل مذهبه مركب من المذاهبين وملفوق من طوار المسلكين فالصحيح ان يقال له  
 الخنشوي كما يقال للمعنف فروعا والمعنف في اصوله حنف في  
 اشريع وفي الافتاء على من خالفه في عقائده من اثبات الحج  
 والاستقرار والقعود على العرش وسائر المشتبهات بهات لله تعالى  
 عمولة على طواهرهم لا يقولون لا يقول مسند لا يقول مسند ثم على  
 احدهما نقله من فتح الباري بعنوان التنبيه وفيه قصة اخوانه رضي الله  
 عنه للبريدين وثانيهما نقله من شعب الايمان للبيهقي بعنوان الخطبة وفيه  
 بيان منال فقهاء وهذا الزمان وحكم من كان فيه من اهل الايمان  
 ومرام المصنف من نقل القولين ان اهل الاسلام في هذه الابام صاروا  
 مصنفين في هذين القولين لانكارهم طواهر المشتبهات وطاهرهم  
 على التعطيل والتاويلات فلذلك ارتدوا عن الدين  
 واعتزلوا عن منا هم الائمة والصحابه والتابعين فتحكمهم  
 ان يحرقوا بالنار ويضربوا ويقتلوا وينفون من الارض ويعذبوا  
 بالاعلان والاشتغال لانهم ما بقى فيهم من الاسلام الا الله  
 ومن القرآن ان الارسم مساجد هم يومئذ عاصرة وقلوبهم  
 وابد انهم خربة من الهدى وهم اليوم شر من  
 تحت السماء فقها نهم بدات منهم هذه الفتنة وعادت اليهم في  
 هذا الزمان لان عواصمهم تتبعوا احكامهم في الدين والايمان  
 ولولا هم كذا لك لما ضلت العوام عن اقوام المسالك فمست الحاجة  
 الى تحديد الدين ودعت الضرورة الى ان يبعث الله اليهم من بين خلقه من



اور مسلک خشویہ پر چلتا ہے اصول عقاید میں پس مصنف نہ تو خالص حنفی ہے اور نہ محض خشوی ہے بلکہ اوسکا  
 مذہب مرکب ہے دونوں مذہبوں سے اور ملایا ہوا ہے دونوں مسلک کے طور سے پس صحیح یہ ہے کہ  
 اوسکو خشوی کہا جائے جیسا کہ فروع میں حنفی اور اصول میں معتزلی کو خنفزلی کہا جاتا ہے شروع کیا مصنف نے  
 فتویٰ دینا اپنے مخالفین عقاید پر اس باب میں کہ حقتعالیٰ کے لئے جہت عالیہ و قرار پکڑنا اور عرش پر بیٹھنا  
 اور تمام متشابہات اپنے ظاہر معانی پر محمول ہو کر ثابت ہیں دلیل لا کر سیدنا علیؑ کے دو قول سے ایک  
 کہ جبکو فتح الباری سے نقل کیا تنبیہ کے عنوان سے اور اوہیں حضرت علیؑ کے مرتبین کو جلالینکا مقصد مذکور ہے  
 اور دوسرا وہ جس کو بیہقی کی شعب الایمان سے نقل کیا ہے خطبہ کے عنوان سے اور اوس میں اس  
 زمانہ کے مولویوں کے معائب کا بیان ہے اور کل موشنیں اس زمانہ کا حکم مذکور ہے اور مصنف کا مقصد  
 ان دونوں قول کے نقل کر نیے یہ ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان ان دونوں قول کا مصداق ہو گئے ہیں بسبب  
 اویں کہ انکار کر گئے تھے متشابہات سے کہنے لیا ہوتی مسائی سے اور اویں کہ اصرار کر نیے تھیں تعطیل و تاویلات پر  
 میں اس سے... دین سے مرتد ہو گئے اور کیوں برے گئے تھے و سچا بتائیں کی راہوں سے ہیں اونکا حکم  
 یہ ہے کہ ان میں جلائے جائیں اور بار سے جائیں اور قتل تھے جائیں اور جلا وطن کئے جائیں اور اذکو تعزیر  
 دیجائے اعلان و اشتہار کے ساتھ اس لئے کہ اون میں اسلام کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور قرآن کا  
 رسم ہی رسم رکھا ہے اون کے مسجد میں جیکے دن آبا و ہین اور اونکے دل و بدن ہدایت سے ویران ہیں  
 اور یہی لوگ آجکے دن بدترین موجودین زیر سماء ہیں انکے مولویوں ہی سے یہ فتنہ شروع ہوا ہے اور  
 اون ہی کے طرف اس زمانہ میں لوٹ گیا ہے اسلئے کہ عام مسلمان دین و ایمان میں اون کے فتویٰ کے  
 تابع ہیں اور اگر یہ مولوی ایسے ہوتے تو عام مسلمان دین حق سے گمراہ ہوتے پس دین کی تجدید کے  
 طرف احتیاج پیدا ہو گئی ہے اور ضرورت داعی ہو گئی ہے کہ حقتعالیٰ اون کے طرف نہ بھیجے ایسا  
 شخص کہ بیان کر دیوے اون کے واسطے کہلا ہوا امر حق۔



وان هو الا المصنف لانه في مزعومه انه عالم قرشي وسع علمه طباق الارض وقد  
فعل في هذا الزمان ام لم يفعل احد من بدء الاسلام الى الآن هذه خلاصة  
مأرأته بهذا التاليف ونحن نقول انه ليس كذلك لانه في كل هذه الدعاوى  
مخالفة لما هو من هب الجمهور وهو القول بالنصوري كما ظهر من كتابنا هذا فيما مضى  
وقد احدث في الدين بدعة شنيعة لم يجد لها احد قبل من الائمة والمجتهدين  
فانه خلط المذاهب كلها بعضها مع بعض ولم يات بها كما كانت منقولة من اهلها  
وافترى عليهم منسوبة مزعوماته الباطلة اليهم فان اهل السنة والشيعة  
والصحابية والاتباعية والمجتهدين كلهم يات بها كما كانت منقولة من اهلها  
والحجة والاستقرار على العرش والمصنف يدعى ان كتاب السنة واقوال  
الائمة والمجتهدين والعلماء الراشدين كلها ملوثة من انبات الشيعة والاستقرار  
على العرش لله تعالى عنه ولو اكبر اوفرع على هذا ان جميع اهل الايمان  
في سنة الله وان اربابنا واتبع قولنا لاننا نرى مستحقين للاسراف بالناد  
نخوذ بالله هفوات الظالمين وخرافات المبشرين عيسى وقد صرح اكابر الامة  
بالكف عن تكفير اهل القبلة وان تكفير المسلمين من ذاب الصحابة واهل  
بيت النبوة ولا من منسوبة اهل السنة والجماعة بل هو من خصائص الخوارج  
وشنايع اهل البدعة اعادنا الله من هذه الشيعة كما قال العالم العلامة  
والتحرير الفهامة الشيخ سليمان بن عبد الوهاب رحمة الله تعالى رحمة  
واسعة في انسج على اخيه محمد بن عبد الوهاب النجدى واتباعه ممن  
كفر المسلمين وحكم برؤسهم عاملهم الله يوم الجزاء بعد له لا بلطفه وفضله  
اعلم ان الله سبحانه وتعالى بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالهدى ودين الحق



اور وہ نہیں ہے مگر مصنف اس لئے مصنف کے گمان میں یہ ہے کہ میں قریشی عالم ہوں کہ جس کا علم تمام روئے زمین میں پہنچ گیا ہے اور اس زمانہ میں وہ کام کیا ہے کہ جس کو آثار اسلام سے اب تک کسی نے نہیں کیا یہی مصنف کے مقصد کا خلاصہ ہے اس کتاب کی تصنیف سے اور ہم کہتے ہیں کہ مصنف ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ان تمام دعویٰوں میں مخالف ہے مذہب جمہور اور قول مسطور کا جیسا کہ ہماری اس کتاب سے ظاہر ہو چکا ہے سابق کے بیان میں اور مصنف نے دین میں ایک ایسی بدعت شنیعہ کا احداث کیا ہے کہ مصنف سے پہلے کسی نے ائمہ و مجتہدین میں سے نہیں کیا اس لئے کہ اس نے تمام مذاہب کو خطا ملط کر دیا ہے اور جس طور پر کہ مذاہب میں تھے ارباب مذاہب سے اون کو نقل کیا اور اون پر افتراء پردازی کی ہے اپنے خیالات فاسدہ کو اکثر اطراف نسبت کرنے سے کیونکہ اہل سنت و شیعہ و صحابہ و تابعین و ائمہ و مجتہدین سب کے سب حق تعالیٰ کو جہت سے اور عرش پر بیٹھنے سے پاک جانتے ہیں اور مصنف کا دعویٰ ہے کہ کتاب و سنت و اقوال ائمہ و مجتہدین و علمائے راہنجن تمام مہمور ہیں اثبات جہت و استقرار علی العرش سے حق تعالیٰ کے لئے اور اس پر یہ تصریح کی ہے کہ تمام مسلمان اس زمانہ میں ایمان کے قول سے پھر گئے ہیں اور آگ میں بہنے کے مستحق ہو گئے ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ظالموں کی بیہودہ باتوں اور بدعتیوں کی خرافات سے اور اکابر امت نے تصریح کی ہے اہل غیہ کی تکفیر سے زبان نہ دے سکتے ہیں اور اس پر کہ مسلمان کی تکفیر نہ صحابہ و اہل بیت کا طریقہ ہے اور نہ اہل سنت و الجماعت کا خاصہ بلکہ یہ امر خارج کے خواص سے ہے اور اہل بدعت کے شایع سے کہو خدا پناہ میں رکھے اس سے بی عادت سے۔ جیسا کہ عام علامہ تحریر فہامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے لکھا ہے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب بنی کے رد میں اور اس کے اثبات کے رد میں جنہوں نے مسلمانوں کی تکفیر کی ہے اور اون کے مرتد ہونے کا حکم دیا ہے خدا اون سے یوم جزاء میں اپنے دل سے معاملہ کرے نہ اپنے لطف و فضل سے (جانتو کہ بنی سبمانہ و تعالیٰ نے محمد صلیم کو پہنچا ہے ہدایت و دین حق کے ساتھ۔



ليظهره على الدين كله وانزل عليه الكتاب تبيا ناكل كل شئ فأنزل الله له  
ما وعدة وأظهر دينه على جميع الأديان وجعل ذلك ثابتا إلى آخر الدهر  
حين أنخرام انفس جميع المؤمنين وجعل أمة خير الأمم كما أخبر بذلك  
بقوله كنتم خير أمة أخرجت للناس وجعلهم شهداء على الناس و  
اجتباهم كما قال تعالى هو اجتبى لكم وما جعل عليكم في الدين من حرج  
وقال النبي صلى الله عليه وسلم انتم توفون سبعين أمة انتم خيرها و  
أكرمها عند الله ودلائل ما ذكرنا لا تنصى وقال صلى الله عليه وسلم  
لا يزال امر هذه الأمة مستقيما حتى تقوم الساعة رواه البخاري  
وجعل افتقاء اثر هذه الأمة واجبا على كل أحد يقول: تعالى ومن  
يتبع غير سبيل المؤمنين قوله ما تولى ونفسه حميم رواه ابن ماجة  
وجعل اجبا عليهم حجة فائضة لا يجوز لأحد الخزيه رواه الترمذي  
معلومة عند كل من له فقه مما رتبة العلم انتهى ثم قرأ بعد ذلك  
اعلم ان ما جاء به محمد صلى الله عليه وسلم ان الجاهل لا يستبد برأيه  
بل يجب عليه ان يسئل اهل العلم كما قال تعالى فاسئلوا اهل الذكر  
ان كنتم لا تعلمون وقال صلى الله عليه وسلم هلا اذالم يعلموا سئلوا فاما  
دواء العي السؤال وهذا الجماع قال في غاية السؤال قال الامام ابو بكر بن زهير  
العلماء قاطبة على انه لا يجوز لأحد ان يكون اماما في الدين والمذهب المستقيم  
حتى يكون جامعاً هذه الخصال وهي ان يكون حافظاً للغات العرب واختلافها  
ومعاني اشعارها واصنافها واختلاف العلماء وانفقها ويكون عالماً  
فيتها وحافظاً للاعراب وانواعه والاختلاف عالماً بكتاب الله حافظاً له



تاکہ اون کے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اون پر کتاب نازل فرمائی کہ جس میں ہر شے کا بیان ہے پس پورا کیا  
 حق تعالیٰ نے جو کچھ حضرت سے وعدہ کیا اور اوس کے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دیا اور اوس کو آخر زمانہ تک ثابت  
 کر دیا جب تک کہ تمام مسلمان گزر جائیں اور حضرت کی امت کو بہتر امتوں کا قرار دیا جیسا کہ اسکی خبر دی ہے اپنے قول  
 کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں اور اون کو دوسرے لوگوں پر گواہ قرار دیا ہے اور برگزیدہ فرمایا ہے  
 جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اوس نے تلو بر زمین کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی اور بنی صلعم نے فرمایا  
 کہ تم ستر امتوں کی برابر ہو تم اون سے بہتر ہو اور بزرگ تر اون کے ہو خدا کے نزدیک اور ہمارے اس دعویٰ کی  
 دلیلیں بے شمار ہیں اور فرمایا حضرت صلعم نے کہ اس امت کا معاملہ برابر درست رہیگا قیامت کے قائم ہونے  
 تک اس کو بخاری سے روایت کیا ہے اور اس امت کے نقش قدم پر چلنا واجب کیا گیا ہے ہر شخص چھتالی  
 کے اس قول سے زاو جو پیروی کرے گا مومنین کی راہ کے غیر کی ہم اوس کو پیرونیگے مدہر وہ پہرا ہے اور  
 اوس کو جہنم میں داخل کریں گے اور کیا برا ہکانا ہے وہ اور اون کے اجماع کو دلیل قطعی قرار دیا ہے کہ کسیکو  
 اوس سے خروج کرنا جائز نہیں ہے اور بار بار اس دعویٰ کی دلیلیں معلوم ہیں ہر ایسے شخص کو کہ جس کو  
 علم میں ہمارت ہے انتہی۔ پہرا اس کے بعد کہا ہے کہ جانتو جو کہ بنی صلعم نے بیان فرمایا ہے یہ امر ہے کہ  
 جابل اپنی رائے میں خود مختار نہیں ہے بلکہ اوس پر واجب ہے کہ عالموں کے فتویٰ پر عمل کرے جیسا کہ  
 حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم عالموں سے دریافت کر لو اگر تم کو معلوم نہ ہو اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ  
 کیون نہیں دریافت کر لیتے جبکہ نہیں جانتے اس لئے کہ سبکے ہوئے کا علاج پوچھ لینا ہے اور یہ ایک  
 اجماعی مسئلہ ہے کہ جسکو سوال کے باب میں فرمایا ہے کہا امام ابو بکر ہر دی نے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے  
 اس پر کہ نہیں جائز ہے کسیکو یہ کہ دین و مذہب مستقیم میں امام ہو جاوے یہاں تک کہ وہ ان  
 حضرات کا جامع ہو جاوے اور وہ حضرات ہیں کہ حافظ ہولغات عرب اور اون کے  
 اختلافات کا اور اشعار عرب کے معانی اور اون کے اقسام کا اور علماء و فقہاء کے اختلاف کا  
 اور ہر دے عالم فقیہ اور حافظ اعراب اور ابوسکے انواع و اختلاف کا عالم ہو کتاب اللہ کا حافظ ہو اوس کا



ولاختلاف قراءته اختلاف القراء فيها عالما بتفسيره وحكمه ومتشابه  
 وناسخه ومنسوخه وقصصه عالما باحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم  
 ميزابين صحيحها وسقيمها ومتصلها ومنقطعها ومراسيلها ومسانيدها و  
 مشاهيرها واحاديث الصحابة موقوفها ومسندها ثم يكون ورعا  
 دينا صائنا لنفسه صدوقا ثقة يبنى مذهبه ودينه على كتاب الله وسنة  
 رسوله صلى الله عليه وسلم فاذا اجتمع هذه الخصال فحينئذ يجوز ان يكون  
 اماما وجازا ان يقلد ويجتهد في دينه وفتاويه واذا لم يكن جامعاً  
 لهذه الخصال او اخل بواحدة منها كان ناقصا ولم يجز ان يكون اماما  
 وان يقلده الناس قال (قلت) واذا ثبت ان هذه شرائط لصحة  
 الاجتهاد والامامة فقد علم ان كل من لم يكن كذلك فعلياً ان يقتدى  
 بمن هو بهذه الخصال المذكورة (وقال) الناس في الدين على قسمين يقلد  
 ويجتهد والمجتهدون مختصون بالعلم وعلم الدين يتعلق بالكتاب والسنة  
 واللسان العربي الذي ورد ابيه فمن كان فيهما يعلم الكتاب والسنة وحكم  
 الفاظهما ومعرفة الثابت من احكامهما والمنقول من الثبوت بنسخ او غيره  
 والمتقدم والمؤخر صريح اجتهاده وان يقلده من لم يبلغ درجته وفرض من  
 ليس بمجتهد ان يسأل ويقلد وهذا الاختلاف فيه انتهى انظر قوله وهذا  
 الاختلاف فيه وقال ابن القيم في اعلام الموقعين لا يجوز لاحد ان يأخذ  
 من الكتاب والسنة ما لم يجمع فيه شروط الاجتهاد ومن جميع العلوم  
 قال احمد بن المنادي سال رجل احمد بن حنبل اذا حفظ الرجل مائة الف  
 حديث هل يكون فقيها قال لا قال فما عتبة الف حديث قال لا قال



اور اوس کے اختلاف قرارت و اختلاف قرار کا باب قرارت میں عالم ہو کتاب اللہ کی تفسیر و محکم و متشابہ و  
 مانع و منوع اور اوس کے فتویٰ کا جاننا ہوا احادیث رسول صلعم کو تمیز رکھنا ہوا احادیث کے صحیح و سقیم و متصل  
 و منقطع و مرسل و مسند و مشاہیر کی اور احادیث صحابہ کے موقوف و مسند کی پر ہو دے پر ہمیں گزار  
 دین و ارا اپنے نفس کی حفاظت رکھنے والا بہت بڑا سچا معتبر کہ اپنے مذاہب اور اپنے دین کو بنا  
 کرے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم پر پس جبکہ ان خصلتوں کا جامع ہو پس اوس وقت اوسکو  
 جائز ہے کہ امام بنجائے اور جائز ہے کہ اوسکی تقلید کی جائے اور اجتہاد کرے اپنے دین اور اپنے  
 فتوٰں میں اور جبکہ جامع ان خصال کا نہ ہو یا انہیں سے ایک خصلت اوس میں کم ہو تو وہ ناقص  
 ہے اور اوسکو امام ہونا ناجائز ہے اور نہ لوگوں کو اوس کی تقلید کرنا درست ہے کہا کہ میں کہتا ہوں  
 (اور جبکہ ثابت ہو گیا کہ یہ خصلتیں اجتہاد و امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں ہیں پس معلوم ہو گیا  
 کہ جو شخص ایسا نہ ہو پس اوسپر واجب ہے کہ پیروی کرے ایسے شخص کی کہ جو خصال مذکورہ سے  
 موصوف ہے اور کہا کہ لوگ دین کے باب میں دو قسم کے ہیں مقلد و مجتہد اور مجتہد خصوصیت رکھتے  
 ہیں علم سے اور علم دین کو تعلق ہے کتاب و سنت و زبان عربی سے کہ جس میں کتاب و سنت کا ورود ہوا  
 ہے پس جو کہ سمجھدار ہے کہ جانتا ہے کتاب و سنت کو اور علم اون و دون کے لفظوں کا اور معرفت  
 اونسکے احکام ثابت کی اور غیر ثابتہ کی بہ سبب نسخ و غیرہ کے اور پہلے اور پچھلے کی تو اوسکا اجتہاد کرنا درست ہے  
 اور یہ کہ اوسکی تقلید کرے جو کہ اوسکے درجہ تک نہیں پہنچا ہے اور غیر مجتہد کا فرض یہ ہے کہ پوچھی  
 اور تقلید کرے اور اس امر مذکور میں کیا اختلاف نہیں ہے انتہیٰ نظر کر اوسکے اس قول میں کہ میں  
 کیا اختلاف نہیں ہے اور ابن قیم نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ کسی کو جائز  
 نہیں ہے کہ کتاب و سنت سے لیکر عمل کرے جب تک کہ اوس میں اجتہاد کی شرطیں  
 نہ پائی جائیں اور جملہ علوم نہ جانتا ہو احمد بن منادی نے کہا ہے کہ ایک شخص نے احمد بن حنبل  
 سے پوچھا کہ جب کسی کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں آیا وہ مجتہد ہو جاتا ہے کہا کہ نہیں



فثلاث مائة الف حديث قال لا قال فاربعمائة قال نعم قال ابو الحسين  
 فسالت جدي كم كان يحفظ احده قال اجاب عن ستمائة الف حديث  
 قال ابو اسحق لما جلست في جامع المنصور للفتيا ذكرت هذه المسئلة  
 فقال لي رجل فانت تحفظ هذا المقدار حتى تفتي الناس قلت لا  
 انما افتي بقول من يحفظ هذا المقدار انتهى ولو ذهبنا على الاجماع  
 لظال وفي هذه الكفاية للسائر شد وانما ذكرت هذه المقدمة لتكون  
 قاعدة يرجع اليها فيما نذكره فان اليوم ابتلى الناس بمن ينتسب  
 الى الكتاب والسنة ويستنبط من علومهما ولا يبالى من خالفه و  
 اذا طلبت منه ان يعرض كلامه على اهل العلم لم يفعل بل يوجب على  
 الناس الاخذ بقوله وبمفهومه ومن خالفه فهو عنده كافر هذا وهو  
 لم يكن فيه خصلة واحدة من خصال اهل الاجتهاد ولا والله عشرون  
 ومع هذا فراجع كلامه على كثير من الجهال فان الله وانا اليه راجعون لامة  
 كل ما تصيح بلسان واحد ومع هذا لا يرد لهم في كلمة بل كلهم كفار وجاهل اللهم  
 اهد الضال وردة الى الحق فنقول قال الله عز وجل ان الدين عند الله  
 الاسلام وقال تعالى ومن يبيخ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وقال  
 تعالى فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكوة فخلوا سبيلهم وفي الآية  
 الاخرى فاخلوا نكم في الدين قال ابن عباس حرمت هذه الآية ماء اهل  
 القبلة وقال ايضا لا تكونوا كالخوانج تؤولوا آيات القرآن في اهل القبلة  
 وانما نزلت في اهل الكتاب والمشركين فخلوا عليها فنفكوها الدماء  
 واشتكموا الاموال وشهدوا على اهل السنة بالصلالة فعليكم بالعلم



کہا کہ دو لاکھ حدیثیں کہا کہ نہیں کہا کہ تین لاکھ حدیثیں کہا کہ نہیں کہا کہ چار لاکھ کہا کہ مان کہا ابو احسن نے کہ میں  
 اپنے دادا سے پوچھا کہ امام احمد کو کس قدر حدیثیں یا دہیں کہا کہ چھ لاکھ حدیثیں کہا ابو اہلق نے کہ حب میں  
 جامع مضمون میں فتویٰ دینے کو بیٹھا تو میں نے اس مسئلہ کا ذکر کیا پس مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا تم کو اس قدر  
 حدیثیں یا دہیں کہ تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو میں نے کہا کہ نہیں میں تو اون لوگوں کے قول پر فتویٰ دیتا ہوں  
 کہ جب کو اس قدر حدیثیں یا دہیں انتہیٰ اور اگر ہم اجماع کو بیان کرنے لگ جائیں تو کلام دراز ہو جائے گا اور  
 طالب ہدایت کے لئے اسی قدر بیان کافی ہے اور میں نے اس مقدمہ کو اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ یہ ایک  
 قاعدہ ہو جائے کہ جس کے طرف رجوع کیا جائے اور امور میں کہ جب کو ہم ذکر کرینگے اس لئے کہ اس مانہ میں  
 لوگ مبتلا ہو گئے ہیں ایسے شخص کے ہاتھوں میں کہ جو کتاب و سنت کی طرف اپنے احکام کو منسوب کرتا ہی  
 اور اون دونوں کے علوم سے مسئلے نکالتا ہے اور کچھ خوف نہیں رکھتا ہے اپنے مخالف کا اور جبکہ  
 اوس سے خواہش کی جائے کہ اپنا کلام علما کے سامنے پیش کرے تو نہیں کرتا ہے بلکہ لوگوں پر واجب کرتا ہی  
 اپنے قول و عمل پر عمل کرنا اور جو کہ اوس کا خلاف کرے پس وہ شخص اوس کے نزدیک کافر ہے اوس کو  
 یا در کہہ حالانکہ اوس میں مجتہد و ان کی فصلتوں میں سے ایک فصلت ہی نہیں ہے اور سجد کہ ایک  
 فصلت کا و سوان حصہ ہی اوس میں نہیں ہے۔ اور باوجود اسکے اوس نے بہت سے لوگوں میں اپنے کلام کو  
 رواج دیدیا ہی انا اللہ وانا الیہ راجعون ساری امت کلمہ طیبہ کو پکار رہی ہے ایک زبان ہو کر اور وہ شخص سب کو کافر یا جاہل سمجھتا  
 اسجد ان کو گمراہ کو ہدایت دے اور امر حق کی طرف اوس کو پھیر دے پس ہم کہتے ہیں کہ حقتالی نے فرمایا ہے کہ دین خدا کے  
 نزدیک اسلام ہے اور فرمایا کہ جو شخص پیروی کرے گا اسلام سے سوا دوسروں کی پس ہرگز مقبول نہو گی اور فرمایا  
 کہ پس اگر تو بہ کریں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو تم اون کا راستہ اور دوسری آیت میں ہے کہ پس وہ  
 لوگ تم سے دینی بیانی ہیں ابن عباس نے کہا ہے کہ اس آیت نے حرام کر دئے ہیں اہل قبلہ کے خون اور نیز کہا ہے کہ تم  
 خارجیوں کی کی طرح مت ہو جاؤ کہ آیات قرآن کو اہل قبلہ کے اوپر ڈالو لگو حالانکہ وہ نازل ہوئی ہیں اہل کتاب کے لئے بشرطیکہ ان کے  
 علم کو نہ جانا اور ان کی وجہ سے خونریزیان کرنے لگے اور مسلمانوں کے مال لوٹ لئے اور اہل سنت پر گمراہی کا فتوے دیدیا



بما نزل فيه القرآن انتهى وكان ابن عمر يرى الخوارج شرار الخلق  
 قال انهم عمدوا في آيات نزلت في الكفار فجعلوها في المسلمين رواه  
 البخاري عنه فحينئذ ذكر الله عز وجل ان الدين عند الله الاسلام  
 وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في حديث جبريل في الصحيحين الاسلام  
 ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله الحديث وفي حديث  
 ابن عمر الذي في الصحيحين بنى الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا  
 وان محمدا عبده ورسوله الحديث وفي حديث وفد عبد القيس اكرم  
 بالايان بالله وحده لا تدرون ما الايمان بالله وحده شهادة ان لا  
 اله الا الله وان محمد رسول الله الحديث وهو في الصحيحين وغير ذلك  
 من الأحاديث وصف الاسلام بالشهادتين وما بهما من الأركان وهاتين  
 اجماع من الأمة بل اجمعوا ان من نقض الشهادتين اخرجت عليه احكام الاسلام  
 لحديث اخرجت ان اقاتل الناس ويكفروا ياتيهم الله بنار من السماء  
 قال من انا قالت رسول الله قال اعتقها فانها مومنة وكل ذلك في الصحيحين  
 ولحديث كفوا عن اهل لا اله الا الله وغير ذلك قال ابن القيم اجمع  
 المسلمون على ان الكافر اذا قال لا اله الا الله وان محمد رسول الله  
 دخل في الاسلام انتهى ثم قال **فضل** اذا فهمتم ما تقدم فانكم  
 لان تكفروا من شرب ان لا اله الا الله وحده وان محمدا عبده  
 ورسوله واقام الصلوة واتى الزكوة وصام رمضان وحج البيت  
 مومنا بالله وملكت وكتبه ورسله ملتزم لجميع شعائر الاسلام  
 وتجعلونهم كفارا وبلا دهم بلا حرب فنحن نساء لكم من امامكم في







ذلك ومن اخذ تم هذا المذهب عنه فان قلتم كفرناهم لانهم مشركون  
 بالله لانه سبحانه قال ان الله لا يغفر ان يشرك به الالية وما في معناها  
 من الآيات وان اهل العلم قد عد وفي المكفرات من اشرك بالله  
 قلنا الآيات حق وكلام اهل العلم حق ولكن اهل العلم قالوا في تفسير اشرك  
 بالله اى ادعى ان الله شريكا كقول المشركين هو لا شركاء لنا وقوله  
 تعالى وما نرى معكم شفعاءكم الذين زعمتم انهم فيكم شركاء واذا قيل لهم  
 لا اله الا الله يستكبرون اجعل الالهة الها واحدا الى غير ذلك مما ذكره الله في  
 كتابه ورسوله واهل العلم ولكن هذه التفاصيل التي تفصلون من عندكم  
 ان من فعل كذا فهو اشرك وتخرجونه من الاسلام من اين لكم هذا التفصيل  
 استنبطتم ذلك بمفاهيمكم فقد تقدم لكم من اجماع الامة انه لا يجوز  
 لمثلكم الاستنباط لكم في ذلك قدوة من اجماع اولياد من يجوز تقليده  
 مع انه لا يجوز للمقلد ان يكفر ان لم بجميع الامة على قول متبوعه فيدعوا  
 لنا من اين اخذتم هذا حكم هذا اولكم علينا عهد الله وميثاقه ان بينتم  
 لنا حقا يجب المصير اليه لنبتغ الحق انشاء الله تعالى انتهي وقال فيه  
 في صفحة ٢٨٠ فصل قال ابن القيم في شرح المنازل اهل السلسلة متفقون على  
 ان الشخص الواحد يكون فيه ولايت لله وعداوة له من وجهين  
 مختلفين ويكون محبوا لله ومبغوضا من وجهين بل يكون فيه ايمان  
 ونفاق وايمان وكفر ويكون الاله احدهما اقرب من الاخر فيكون الاله  
 اهله كما قال تعالى هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان وقال وما من  
 اكثرهم بالله الا وهم مشركون فاثبت لهم تبارك وتعالى الايمان مع



اور کس سے تنے اس مذہب کو لیا ہے پس اگر تم کہو کہ ہم نے اس لئے اذن کی تکفیر کی ہے کہ یہ لوگ مشرک ہیں اور حق سبحانہ کا قول ہے کہ حقتالی شرک کو نہ بخشے گا آخر آیت تک اور اس کے ہم معنی اور بھی آیتیں ہیں اور علماء فری مشرک کو کفار میں شامل کیا ہے ہم کہیں گے کہ آیتیں حق ہے اور علماء کا کلام حق ہے اور لیکن علماء نے مشرک کی تکفیر میں کہا ہے کہ خدا کے لئے دوسرے شریک کا دعویٰ کرے جیسا کہ مشرکوں نے بتوں کو کہا تھا کہ یہ لوگ ہمارے شریک ہیں اور مثل قول حق تعالیٰ کے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے شرکا کو کہ جنکو تم نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ تمہارے باب میں شریک ہیں اور جبکہ اذن سے کہا جائے کہ کوئی معبود نہیں ہے سچو خدا تو تکبر کرتے ہیں کیا بنا دیا چند معبودوں کو ایک معبود اس کے غیر اور اقوال ہیں کہ خدا نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول اور علماء نے انکو بیان کیا ہے اور لیکن یہ تفصیل مسئلے کہ جنکو تم نے اپنے ذہن میں ثابت کیا ہے کہ جو ایسا کرے مشرک ہے اور اسکو تم اسلام سے خارج کر دیتے ہو یہ مسئلے تمہارے تراشیدہ تھکو کہان سے ملے ہیں اسلئے کہ تمہارے لئے اجماع امت منقول ہو چکا ہے اس پر کہ تمہارے ایسے لوگوں کو اجنبی کرنا درست نہیں ہے کیا تمہارے لئے اس باب میں کوئی اجماع یا تقلید اس کی کہ جسکی تقلید درست ہے پیشوا ہے یا انکو مقلد کو جائز نہیں ہے کہ اپنے پیشوا کے قول پر چلے اگر امت کا اس قول کے خلاف پر اجماع ہو پس تھکو تباد کہ تم نے اپنا یہ مذہب کہان سے اخذ کیا ہے اور تمہارے لئے ہم اپنے اوپر خدا سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ اگر تمکو امر حق کہ جسکی اتباع واجب ہو جاتی ہے تباد دو گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس امر حق کی اتباع کریں گے انتہی اور نیز اسی کتاب کے صفحہ میں کہا ہے (فضل) ابن قیم نے شرح منازل میں کہا ہے کہ اہل سنت متفق ہیں اس پر کہ ایک ہی شخص میں خدا کی محبت و عداوت و وجہ مختلف سے ہو سکتی ہے اور وہ خدا کا محبوب اور مبغوض و دو وجہ سے ہو جاتا ہے بلکہ اس میں ایمان و نفاق اور ایمان و کفر جمع ہو سکتا ہے اور وہ ایک کے دوسرے سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس اس کے اہل سے قریب تر ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آجکے دن کفر کے زیادہ قریب ہیں ایمان سے اور فرمایا (اور نہیں ایمان لاتے اکثر انکے خدا پر مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہیں پس حق تبارک و تعالیٰ نے انکے لئے ثابت کیا ہے



مقارنة الشرك فان كان مع هذا الشرك تكن يب لرسوله لم ينفعهم بامعهم  
من الايمان وان كان تصديق برسوله وهم يرتكبون الانواع من الشرك  
لا يخرجهم عن الايمان بالرسول واليوم الآخر فهم مستحقون للوعيد  
اعظم من استحقاق اهل الكباثرو بعد ذلك اصل اثبت اهل السنة  
دخول اهل الكباثرو النار ثم خروجهم منها ودخولهم الجنة لما قام  
بهم من السبيلين قال وقال ابن عباس في قوله تعالى ومن لم يحكم بما انزل الله  
فاولئك هم الكافرون ليس بكفر ينقل عن الملة اذا فعله فهو به كفر  
وليس كمن كفر بالله واليوم الآخر وكن لك قال طاووس وعطاء  
انتهى كلامه وقال الشيخ فقي الديري كان الصحابة والسلف يقولون انه  
يكون في العبد ايمان ونفاق وهذا يدل عليه قوله عز وجل هم للكفر يومئذ  
اقرب منهم الايمان وهذا كثير في كلام السلف يبينون ان القلب يكون  
فيه ايمان ونفاق والكتاب والسنة يدل على ذلك ولهذا قال النبي  
صلى الله عليه وسلم يخرج من النار من كان في قلبه بمشقة ذرة  
من ايمان فعلم انه من كان معه من الايمان اقل قليل لم يخلد في النار  
وان كان معه كثير من النفاق فهذا يعذب في النار على قدر ما  
معه ثم يخرج انتهى الى ان قال فتأمل هذا الفصل وانظر حكايته  
الاجماع من السلف ولا تظن ان هذا في المخطي فان ذلك مرفوع عنه  
ثم خطاه كما تقدم حرار عديدة فانتهم الان تكفرون باقل القليل من الكفر  
بل تكفرون بما تظنون انتم انا كفر بل تكفرون بصريح الاسلام فان  
عندكم ان من توقف عن تكفير من كفر بقوله خائف من الله تعالى



ایمان کفر کے ساتھ پس اگر اس شرک کی ماہیہ رسولوں کی تکذیب ہی اون میں سے ہے تو یہ ایمان اور کو نفع نہ دینا اور اگر رسولوں کی تقسیم اور دوسے انواع شرک کے مرتکب ہیں تو وہ شرک اون کو ایمان رسل و یوم جزاء سے خارج نہ کرے گا پس وہ مستحق ہیں زیادہ دیکھنے کے اہل کبار سے اور اسی دلیل سے اہل سنت نے ثابت کیا ہے اہل کبار کا داخل ہونا آگ میں پھر اون کا آگ سے نکل کر حنت میں جانا بہ سبب قائم ہونے و دونوں سبب کے اون میں کہا ابن قیم نے اور کہا ابن عباس نے حقتالی کے قول (اور جو کہ نہ حکم کرے مطابق خدا کے نہیں ہوئے کے پس وہ لوگ کفار ہیں) کی تفسیر میں کہ اس سے مراد وہ کفر نہیں ہے کہ جس کے کرنے سے ملت اسلام سے نکل جائے پس اسکے وجہ سے وہ کافر تو ہو گیا پر ایسا کافر نہیں ہوا کہ جو خدا اور روز جزا کے انکار سے کافر ہوتا ہے اور ایسا ہی کہا ہے طائوس و عطاف نے انتہی۔ اور کہا شیخ تقی الدین نے کہ صحابہ و سلف کا قول ہے کہ بندہ میں ایمان اور نفاق جمع ہو جاتے ہیں اور اس پر دلیل ہے یہ قول حق تعالیٰ کا (وہ آجکے دن کفر کے زیادہ شریب ہیں ایمان سے اور یہ امر کلام سلف میں بکثرت منقول ہے اور ان کا بیان ہے کہ قلب میں ایمان و نفاق جمع ہوتے ہیں اور کتاب و سنت اس پر دلالت کرتی ہے اور اسی وجہ سے بنی صلعم نے فرمایا ہے کہ آگ سے نکلے گا جسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو گا پس معلوم ہو گیا کہ جو شخص اقل قلیل ایمان رکھتا ہے ہمیشہ آگ میں نہ رہے گا اگرچہ بہت سا نفاق رکھتا ہو پس اس کو آگ کا عذاب ہو گا بقدر اس کے نفاق کے پھر آگ سے نکل جائے گا انتہی بیان تک کہ کہا پس تامل کرو اس فضل کو اور نظر کرو اون کے اجماع سلف کی حکایت کو اور یہ گمان مت کر کہ یہ حکم خطا کرنے والے میں ہے اس لئے کہ خطا کا گناہ تو پہلے سے معاف ہے جیسا کہ چند بار پیشتر تذکر کیا ہے پس اب تم کافر کہہ دیتے ہو خدا سے کفر کے وجہ سے بلکہ کافر بنا دیتے ہو اپنے خیالی کفر کے وجہ سے بلکہ کافر کہہ دیتے ہو صریح اسلام پر ہی اس لئے کہ تمہارے نزدیک جو شخص توقف کرے کافر کہنے سے اس کو کہ جس کو تم کافر جانتے ہو خدا سے ڈر کر



في تكفير من رأى عليه علامات الاسلام فهو عندكم كما فرسئل الله العظيم  
 ان يخرجكم من الظلمات الى النور وان يهدينا واياكم الصراط المستقيم  
 صراط الذين انعم عليهم من انبياء والصدىقين والشهداء والصالحين انتهى  
 وقال فيه في صفحة فان قلت على نفسه قتل الغالية بل حرقهم بالنار وهم  
 مجتهدون والصعابة قاتلوا اهل الردة قلت هذا كله حق فاما الغالية  
 فهم مشركون زنادقة اظهروا الاسلام تلبيا حتى اظهروا الكفر ظهورا جليا  
 لا ليس فيه غش على احد وذلك ان عليا رضى الله عنه لما خرج عليهم من باب كندة  
 سجدوا له فقال لهم ما هذا قالوا له انت الله فقال لهم انا عبيد من عباد الله  
 قالوا بل انت هو الله فاستتابهم وعرضهم على السيف وابوان يتوبوا فامر  
 بجذال الخاديد في الارض واضرم فيها النار وعرضهم عليها وقال لهم  
 ان لم تتوبوا قد فتكم فيها قالوا الان تحققنا انك انت الله لان ما يعذب  
 بالنار الى الله فهذه قصة الزنادقة الذين حرقهم على رضى الله عنه  
 ذكرها العلماء في كتبهم فان رأيتكم من يقول لمخلوق هذا  
 هو الله فخرقوا له والا فاتقوا الله ولا تلبسوا الحق بالباطل ولا تقبوا  
 المسلمين على الكافرين بارائكم الفاسدة ومفاهمكم الواهية انتهى  
 رقلت قوله رحمه الله فخرقوه على سبيل التنزل والا فقد حققنا في مقتلنا  
 ان الاحراق بالنار لا يجوز لاحد سوى الله تعالى ولهذا رجع عنه على رضى الله  
 تعالى عنه لما بلغه قول عبد الله بن عباس رضى الله عنهما في هذه الباب  
 فالاستدلال بهذه القصة بعد ما ثبت الوجع عنها ليس من داب العلماء وقد علم ما نقلناه في  
 رد قوله هذا انه ليس من اهل الاجتهاد ولا يصلح لتجديد دين الله بآين العباد



اوس شخص کی تکفیر میں کہ جس میں علامتیں اسلام کی دیکھی جاتی ہیں پس وہ بھی مہار سے نزدیک کافر ہے  
ہم خدا سے بزرگ سے دعا کرتے ہیں کہ تم کو اندھیریوں سے اوجالے کے طرف نکال دے اور  
بھکوا اور تم کو راہ راست کی ہدایت فرمائے راہ اون لوگوں کا کہ جن پر اوس نے انعام فرمایا  
ہے۔ یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین انتہی۔ اور کہا اوس کے صفحہ (۱۱۲) میں پس اگر کہے تو  
کہ خود علیؑ نے فرقہ غالبہ کو قتل کیا بلکہ اون کو آگ میں جلا دیا اور وہ مجتہد تھے اور صحابہ  
نے مردوں سے جہاد کیا میں کہوں گا یہ سب حق ہے لیکن غالبہ پس وہ تو مشرک زندیق تھے  
انہوں نے مکر سے اسلام کو ظاہر کیا تھا یہاں تک کہ آخر کار کفر کو بالکل ظاہر کر دیا کہ جس میں سیکو  
شہہ ہنن رہا اور اس کا بیان یہ ہے کہ علیؑ نے سبکہ کندہ کے دروازے سے اونپر گزرتے  
تو اون لوگوں نے اونکو سجدہ کیا پس حضرت امیر نے اون سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے اونہوں  
نے کہا کہ تو خدا ہے پس آپ نے فرمایا کہ میں تو خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اونہوں  
نے کہا بلکہ تو ہی خدا ہے پس آپ نے اون سے توبہ طلب کی: ورتلو اور اون کو دکھائی اونہوں نے  
توبہ سے انکار کیا پس آپ نے خندق میں کہو دے کا حکم دیا اور اون میں آگ گرم کرائی اور اونکو اوپر  
لا کر بٹا کہ تم اگر توبہ نہ کرو گے تو میں تمکو ان خندق میں ڈال دوں گا اونہوں نے کہا کہ اب تو بھکوا ثابت ہو گیا کہ تو ہی  
خدا ہے! اسے کہ آگ سے خدا ہی عذاب دیتا ہے پس یہ قصہ ہے اون بیدینوں کا کہ جنکو حضرت علیؑ نے جلا یا تھا  
اسکو ذکر کیا ہے علماء نے اپنی کتابوں میں پس اگر تم دیکھو سیکو کہ مخلوق کے حق میں ایسا کہتا ہے تو اوسکو جلا دو ورنہ  
ڈرو خدا سے اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور مسلمانوں کو کافروں پر قیاس مت کرو اپنے فاسد آراء سے اور وہی  
خیالات سے انتہی میں کہتا ہوں کہ قول اوس کا پس تم اوس کو جلا دو بطور تنزیل کے ہے ورنہ ہم نے مقدمہ میں  
ثابت کر دیا ہے کہ آگ جلا نا بجز خدا کے کہو جائز نہیں ہے اور اسوجہ سے علیؑ نے اس سے رجوع کیا ہے جبکہ اونکو  
عبداللہ بن عباسؓ کا قول معلوم ہوا اس باب میں پس اس قصے سے دلیل لانا رجوع ثابت ہونیکے بعد علیؑ کی عادت سے  
خارج ہوا اور ہمارے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ مصنف اہل اجتہاد سے نہیں ہے اور نہ دین کی تجدید کی صلاحیت رکھتا



بل لا يخلو رايه عن الفساد بل يفضي في مواضع الى الزندقة والاسناد والله  
 الهادي السبيل الرشاد (قال) لا يستطيع احد من الانام ان يرى الله تعالى  
 في دار الدنيا الا في المنام او في القلب بحقيقة الايمان بالرب قال ذو الجلال والإمتع  
 ولما جاء موسى لميقاتنا وكلمه ربه قال رب اذن لي النظر اليك قال لن تراني الاية التي اقول  
 ومن الله التوفيق قد تصدك في هذه الباب بالآية ويقول الحسين بن علي رضي الله تعالى  
 عنهما في قنوت الوتر اللهم انك ترى ولا تراه وانت بالمنظر الاعلى الحديث ويقول الحسن  
 بن علي رضي الله تعالى عنهما رايت البارحة في منامي عجا رأيت الرب تعالى فوق عرش  
 الحديث موميا بفحوى هذين الاثرين الى كونه تعالى في الجهة الفائقة وهذا ايضا  
 باطل مخالف لما عليه المحققون كما قال الامام النودي في شرح مسلم اعلم ان مذهب اهل  
 السنة باجماعهم ان روية الله تعالى ممكنة غير مستحيلة عقلا وفطرا قوله لا يستطيع  
 احد من الانام ان يرى الله تعالى في دار الدنيا لان سلب الاستطاعة  
 يتبادر منه سلب الامكان وهو مخالف للاجماع والآية التي تمسك بها ايضا  
 يرشد الى الامكان لان موسى عليه السلام طلب الروية منه الى فلو كانت  
 مستحيلة لما طلب لان طلب المحال سفاهة واجاب تعالى عن سوائه عليه السلام  
 بانك لن تراني ولو كانت مستحيلة لاجاب ناك لن يستطيع ان تراني (ثم  
 قال الامام النودي بعد ذلك القول) واجمعوا ايضا على وقوعها في الآخرة  
 وان المؤمنين يرون الله تعالى دون الكافرين ثم مذهب اهل الحق ان  
 الروية قوة يجعلها الله تعالى في خلقه ولا يشترط فيها اتصال الاشعة  
 ولا مقابلة المرئي ولا غير ذلك لكن جرة العادة في رويته بعضنا بعضنا  
 بوجود ذلك على جهة الاتفاق لا على سبيل الاشتراط وقد قربنا المتكلمون



اس لئے کہ مصنف کی رائے فساد سے خالی نہیں ہے بلکہ بہت سے مقامات میں زندگی و الحاد کے طرف  
مغضی ہے اور خدا ہی رہنا ہے راہ حق کا (کہا مصنف نے) نہیں طاقت رکھتا ہے کوئی شخص مخلوق میں سے  
کہ دیکھے حقیقی کو دنیا میں بجز خواب کے یا دل میں ایمان پروردگار کی حقیقت سے فرمایا حقیقی نے اور جبکہ آیا موسیٰ ہوا  
وقت معینہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے کہا اے پروردگار مجھ کو نظر آ کہ میں دیکھوں مجھ کو فرمایا کہ تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکا  
آخر آیت تک انتہی میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کے طرف سے ہے کہ مصنف نے دستاویز بنایا ہے اس باب میں آیت  
مذکورہ کو اور قول حسین بن علیؑ کو کہ قنوت وتر میں وارد ہے (انچھا بیشک تو دیکھتا ہے اور نہیں دیکھا جاتا ہے اور تو نظر کا  
ملہد میں ہے آخر حدیث تک اور قول حسن بن علیؑ کو کہ دیکھا میں نے کل کی رات اپنے خواب میں امر عجیب کو دیکھا میں نے حقیقی کو  
اس کے عرش پر آخر حدیث تک ان دونوں اثر کے مضمون سے مصنف نے اشارہ کیا ہے حقیقی کے جہت فوق میں  
ہونے کے طرف اور یہ بھی باطل ہے مخالف ہے مذہب محققین کے چنانچہ امام نوویؒ نے مسلم کی شرح میں فرمایا ہے۔  
رجانا چاہئے کہ تمام اہلسنت کا مذہب بالاجل ہے یہ ہے کہ عقلاً حقیقی کو دیکھنا ممکن ہے کچھ (میں) اختلاف نہیں ہے) یہ اس سے  
بالکل ہو گیا مصنف کا یہ کہنا کہ نہیں دیکھ سکتا ہے کوئی شخص مخلوق سے حقیقی کو دنیا میں  
اس لئے کہ سلب استطاعت سے متبادر سلب امکان ہے اور وہ مخالفت اجل امت ہے اور جس  
آیت کو مصنف نے دستاویز بنایا ہے وہ بھی امکان رویت کے طرف رہنمائی کرتی ہے اس لئے  
کہ موسیٰ نے حقیقی سے دیکھنے کو طلب کیا پس اگر رویت الہی محال ہوتی تو موسیٰ طلب نہ کرتے  
اس لئے کہ محال کو طلب کرنا بے عقلی ہے اور اس کے سوال کا جواب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ہرگز نہ  
دیکھو گے اور اگر محال ہوتی تو یوں جواب دیتا کہ تم ہرگز نہ دیکھ سکو گے پھر امام نوویؒ نے قول مذکور کے بعد  
فرمایا اور نیز اہلسنت نے اجل کیا ہے رویت الہی کے واقع ہونے پر ادباً سپر کہ مومن خدا کو دیکھنے کا فرض دیکھو  
پھر اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ دیکھنا ایک قوت ہے کہ جبکہ حقیقی نے اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے اور اوس میں شام و نیا  
منا اور شے مرنی کا مقابلہ وغیرہ شرط نہیں ہے لیکن ہمارے آپس میں دیکھنے کے واسطے حادث جاری ہوگی  
ہے ان امور کے ہونے پر اتفاقی طور سے نہ کہ شرط ہونے کے طریق سے اور اس کو ہمارے ائمہ منکبین سے



ذلك بدلالة الجلية ولا يلزم من رويته الله تعالى اثبات جهة تعالى عن ذلك  
 بل يراه المومنون لا في جهة كما يعلمونه لا في جهة انتهى ملخصا وحكما قال  
 الامام الحافظ ابو زاعة العراقي في الغيث الهامع شرح جمع الجوامع رويته  
 المومنين لربهم في الدنيا والاخرة متفق عليها بين اهل السنة وقد تواترت  
 به الاحاديث عن النبي صلى الله عليه وسلم ودل عليها قوله تعالى وجوه  
 يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة وقوله تعالى كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون  
 فانه لما حجبهم في الغضب دل على انهم يرونه في الرضى وقوله تعالى للذين  
 احسنوا الحسنى وزيادة هي النظر الى وجه الله الكريم كما بين  
 في الصحيح وحديث صبيب رضى الله تعالى عنه والمخالف في ذلك المنتزعة  
 فانكر والروية لا اعتقاد لهم ان شرط المرئى ان يكون في جهة واتصال  
 الشعاع بالمرئى فالرب تعالى منزلة عن الجهات ومن ذهب المتكلمين من اهل السنة  
 انه عليه يخلفه الله تعالى في نفس الرائي مقدار الروية ولا يشترط في ذلك  
 الاتصال الاشعة بينهما وقد ثبت له رويته من غير شعاع في قوله عليه الصلوة والسلام  
 انى اراكم من وراء ظهري كما اراكم من امامي وقد وافق المعتزلة على انه تعالى  
 يرى عباده فهذا اراء ليس في جهة ووافق الجمهور على ان الرب تعالى  
 يرى نفسه فهذا امرئى ليس في جهة وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام  
 في نه فتاويه اما رويته الرب في الاخرة فانه يرى بالنور الذي يخلق الله تعالى  
 في الاعيان زائدا على نور الاعيان فان الروية تكشف ما لا تتكشف به العلم  
 ولو اراد الرب تعالى ان يخلق في القلب نور امثل نور الاعيان لما اعجزه ذلك  
 بل لو اراد ان يخلق نور الاعيان في الابدى والارجل لا يمكن ذلك انتهى



انہوں نے یہاں اس طرح حق تعالیٰ اور اس سے ہر کلام ہر نام سے اپنے قول میں سائل آہ سے پس حق تعالیٰ اور اس نے بات  
 کہتا ہے اور اس سے حق تعالیٰ سے بات کرتے ہیں گویا کہ ایک ہی مجلس میں ہیں اور حق تعالیٰ کا حال بلند تر ہے انتہی علامہ حلی نے  
 ابن تیمیہ کے رو میں کہا ہے کہ یہ اس کے بعد ہمارے شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل شمری کو ذکر کیا اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ جن  
 عرش مستوی ہوا اور ہم حق تعالیٰ کے سامنے بات کرنے میں پیش قدمی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مستوی ہوا بلکہ کثرت  
 کے اور اس قول کو جو ابن تیمیہ نے ہمارے شیخ سے نقل کیا ہے یہ تو بعینہ ہمارا دعویٰ اور ہمارا عقیدہ ہے لیکن ابن تیمیہ کی غرض اس کے  
 نقل کرنے سے میری نظر میں یہ ہے کہ وہ وہم دلانا چاہتا ہے اس امر کا کہ شیخ ہی جنت کے قائل ہیں پس اگر یہی غرض ہے تو بیشک  
 ابن تیمیہ نے سبالتو کیا ہے بہتان میں اور شیخ کا کلام تو اس بارہ میں یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خدا موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر پیدا کیا عرش  
 و کرسی کو اور نہیں محتاج ہوا مکان کا اور وہ مکان کو پیدا کرنے کے بعد ہی ویسا ہی ہے کہ جیسا مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا اور شیخ  
 اور ان کے اصحاب کا کلام البطلان جہت میں اس قدر ہے کہ جبکہ ضبط کرا دھوا ہے انتہی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ شیخ کر دی کا کلام حق  
 تھا ہوا ہے اور اس کا اپنے اس کلام کو شیخ شمری کے کلام کی منحصر قرار دینا جو کہ اہل سنت کا شیخ ہے عقائد میں ناشی ہے  
 سوء فہم و قات تدریس سے پس تو سمجھ لے اور غافلوں میں داخل مت ہو اور لیکن دلیل لانا مصنف کا کلام الہی سے جو تواتر میں ہے  
 کہ جن خدا ہوں اپنے بندوں کے اوپر اور میرا عرش میری مخلوق کے اوپر ہے اور میں اپنے عرش کے اوپر ہوں آخر تک پس ایسی ہی  
 اس کے فوقیت سے مراد اس قول میں اور اس کے نظائر میں وہ فوقیت ہے کہ جو نشان حق کے لائق ہے ذکر وہ جو ظاہر معنی کے  
 اعتبار سے ہے کیونکہ وہ اجسام کی صفات میں داخل ہے اور حق تعالیٰ صفات اجسام سے پاک ہے اور لیکن قول مصنف کا کہ  
 اسی شان کے قبیل سے ہے نعل اور صوف اور اسی شان کے وجہ سے عاقلین انہوں کو اجسام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے پھر  
 دلیل لانا مصنف کا ثابت ہے کہ وہ کی تفسیر سے باہر ہو کر حق تعالیٰ حضرت مسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹلا گیا اور حدیث صحیح  
 سے شب صحیح میں اور عطا کے لئے ہاتھ بڑھانے اور آتش جہنم میں قدم رکھنے اور اہل موقف کے لئے نعلین  
 کی صورتوں میں کہ بعض ان سے اجنبی ہو گئے کہ بعض پہچاننے جانتے تھے کہ وہ اور حنیت میں ویدار الہی ہو گئے جیسا  
 کہ صحیح اخبار میں وارد ہوا ہے پس غیر مقبول ہے اس لئے کہ یہ تمام صفات منکوحہ مشابہات ہیں اور ان کا چند بزرگ گنہگار ہو کر ان کے لئے  
 تاویلین میں کہ جن کو یقینی طور پر خدا ہی جانتا ہے اور ان کو ان کے ظاہری معانی پر چھوڑ کر ان کے لئے تاویل کی نفی لازم آتی ہے۔ اور



وهو مخالف للتنزيل ومن حكم على خلاف التنزيل فهو من الفساقين ومسلوك أهل  
الرسوخ في العلم الايمان بها كما وردت مع القطع مطرفة عن طواهرها وما هو المراد منها  
لا يعلمه الا الله واما أهل التزيع فيتعرفونها ابتغاء الفتنة وابتغياتها ولها وقد روي عنهم الحق  
سبحانه بقوله وما يعلم تاويله الا الله ويحصى فيها من مواضعها المتفرقة في الآيات والاحاديث  
في موضع واحد للايهام والابرام والتلبيس على الافهام كما قال الامام حجة الاسلام في الجملة  
العوام ان هذه الكلمات احوال الكلمات المذكورة في الصفات المتشابهة مجتمعة رسول الله  
صلی الله عليه وسلم دفعة واحدة وبما جمعها المشبهة وقد بينا ان لجمعها من التأثير  
في الايهام والتلبيس على الافهام وليس لاحادها المتفرقة وانما هي كلمات مجر بها رسول الله  
صلی الله عليه وسلم في جميع عمره في اوقات متباعدة واذا اقتصرت على ما في القرآن  
والاجزاء المتواترة رجعت الى كلمات يسيرة معدودة وان اضيفت اليها الاخبار  
الصحيحة فهي ايضا قليلة وانما كثرت بالروايت الشاذة الضعيفة التي لا يجوز  
التعويل عليها ثم ما تواتر منها ان صح نقلها عن العدو في احاد كلمات وما ذكر  
صلی الله عليه وسلم كلمة منها الا مع قرائن واشارات تنزل معها ايهام التشبيه  
وقد ادرها المحاضرون المشاهدون فاذا انقل الالفاظ السابقة بتقدير  
الله تعالى عن قبول هذه الطواهر ومن سبقت معرفة بانها كانت تلك  
المعرفة له خيرة راسخة في نفسه مقارنة لكل ما يسمع فيخفى منه الايهام  
انها لا تشا فيه انتم هكذا في التبيين وهذا الكلام للامام حجة الاسلام في  
غاية الاحكام ونهاية الاهتمام لتقريب المرام من تقرير عقائد الاسلام الى  
افهام الخواص والعوام حيث يتسونه للزكي الافهام والغبي الاحكام فلهذا فسر  
وبره وعليه اجوه وادخره ولما استدلى بالمصنف على دعاويه الباطلة في هذا الكتاب



اور میرا قرآن کے خلاف ہے اور جو شخص قرآن کے خلاف علم کو سے فاسق و فاجر ہے اور اسے زمین کا مسکند و متشہدات  
 پر ایمان لانا ہے جس طرح پرکھو اور وہاں ہے ساتھ یقین کے اس پر کہ وہ اپنے ظاہری معانی سے پیروی ہوئی ہیں اور جو کچھ ان کی  
 مراد ہے اس کو ظاہری جانتا ہے اور جو لوگ کہ جو وہ ہیں متشہدات کے وہ بے ہمتے ہیں فتنہ کی خواہش اور ان کی تاویل کے  
 تجسس کی واسطے حالانکہ ان پر حق سبحانہ نے اپنے اس قول سے کہ (ان کی تاویل ظاہری جانتا ہے) اعتراض کر دیا ہے اور متشہدات  
 کو ان کے مختلف مقامات کے جو کہ آیات و احادیث میں ہیں لیکر یہ لوگ ایک مقام میں جمع کر دیتے ہیں وہم میں ڈالنے اور اپنا مقصد  
 پختہ کرنے اور مخلوق کے افہام پر پردہ ڈالنے کے غرض سے جیسا کہ امام حجت الاسلام نے الجامع العوام میں فرمایا ہے کہ (یہ کلمات یعنی  
 جو کہ صفات متشہدات کے باب میں مذکور ہیں ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جمع نہیں کیا ہے اور شبہ و فرقہ لے انکو جمع  
 کر دیا ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان کے جمع کرنے میں ہم دلائے اور افہام کے اور پردہ ڈالنے کے حق میں اس قدر تاثیر ہے  
 کہ جو ان کے علاوہ ملحدہ ہونے میں نہیں ہے یہ تو چند کلمات ہیں کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں دور و دراز مدتوں میں جہاں  
 خدا بیان فرمایا ہے اور یک قرآن و احادیث متواترہ ہی کے متشہدات پر پس کیا جاسے تو یہ رجوع ہو جائیگی چند قبیلہ کلمات کی طرف  
 اور اگر احادیث صحیحہ کو ہی مالا جا سے تب ہی تو ہر سے سے کلمات ہونگے انکی کثرت ہوئی ہی شاید و ضعیف روایات سے کہ وہ جسے  
 کہ چہرہ اعتماد کرنا جائز ہے یہ جقدر متشہدات کہ متواترہ ہیں اگر انکا نقل کرنا ثقہ لوگوں سے ثابت ہے تو وہ گنتی کے کلمات ہیں  
 اور انہیں سے کسی کلمہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدون ایسے قرائن و اشارات کے نہیں ذکر فرمایا ہے کہ جسے تشبیہ کا وہم زائل ہو جائے  
 اور ان قرائن و اشارات کو حاضرین و مشاہدین نے معلوم کر لیا تھا پر حسب اللفاظ و ان قرائن سے ملحدہ ہو کر نقل کے لئے  
 تو ابہام تشبیہ کا پیدا ہو گیا اور بہت بڑا قرینہ ابہام تشبیہ کے قائل ہونے کا پہلی معرفت ہے خدا سے تعالیٰ کے مقدس  
 ہونے کے متشہدات کے ظاہری معانی سے اور جبکہ یہ معرفت پہلی حاصل ہو گئی تو ان کے لئے یہ معرفت ایک ذخیرہ و اسرار  
 ہو جائیگی کہ جو ہر ایک متشابہ کے علم سے مفارن ہوگی پس اس سے ابہام تشبیہ بالکل غایت نابو ہو جائیگا انتہی اس طرح مذکور  
 ہے یہ کلام تبیین اور امام حجت الاسلام کا یہ کلام نہایت پختگی اور کمال اتمام ترتیل ہے عقلاً اسلام کو ظہور و احسن کے ذہن نشین کرنے  
 کے باب میں اسلئے کہ اس سے تیز طبع کو سمجھانا اور غبی کو دکھانا آسان ہو جاتا ہے پس ظاہری کلمات سے اسکی خوبی اور پختگی اور  
 اس پر ہے اسکا اجر اور ثواب اور یک مصنف نے اپنے جھوٹے رد و عودن پر اس کتب کتاب میں۔



بما قبله به ابن تيمية والذهي وغيره من اتباع الحشوية في هذا الباب وقد اثاروا طبا  
 واختاروا الحجاب للعوام بوقوعه عليه ولا تراه فلا بد من ان نذكر كونهما بندين اما في التنبيه  
 من الاجوبة لا ينفك لادلة الحشوية قال المفق العلامة في صفحة ٢٥٢ من التنبيه وهذا هو  
 از ذكر اخبار المستدلين مع ما ذكره المحدثون في شرحها ونبدلنا استدل به ابن تيمية قال  
 في الاحاديث الصحاح والحسان ما لا يحصى مثل قصة معراج رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 الى ربه قال الحلبي في رده ثم استدل من السنة بحديث المعراج ولم يرد في حديث  
 المعراج ان الله فوق السماء وفوق العرش حقيقة ولا كلمة واحدة من ذلك وهو لم  
 يسر حديث المعراج ولا بين الدلالة منه حتى نجي عنه فان بين وجه الاستدلال  
 عرفناه كيف الجواب قلت روى البخاري في قصة ليلة اسرى به عن انس بن مالك  
 ودنا الجبار ربا العزت فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنى فاتحى الله الله  
 فيما اوحى خمسين صلوة على منك كل يوم وليلة ثم هبط حتى بلغ موسى فاحتبسه موسى  
 فقال يا محمد ماذا لك اليك ربه قال عهد الى خمسين صلوة كل يوم وليلة قال  
 ارا منك لا تستطيع ذلك فارجع فليخفف عنك ربك وعظم فالتفت النبي صلى الله  
 عليه وسلم الى جبرئيل كانه يستشير في ذلك فاشاد اليه جبرئيل اى نعم انشئت  
 فعلا به الى الجبار فقال وهو مكانه يارب خفف عنا الحديث قال ان الجوارح في  
 تفسيره وروى ابو سلمة عن ابن عباس ثم دنا قال دنار به فتدلى وهذا الاختيار  
 مقاتل قال دنا الرب من محمد صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به فكان منه  
 قاب قوسين او ادنى وقد كشفت هذه الوجه في المعنى وبينت انه ليس  
 كما يخطر بالبال من قرب الاجسام وقطع المسافة لان ذلك يختص بالاجسام والله  
 منزّه عن ذلك قال القسطلاني في المراهب اللذنية وقرئ بها من وتعالى



اور مشاہدات کو اونکی ظاہری معانی پر عمل کرنے میں تکفیر اور توبہ کرانے کے زیادہ لائق ہیں اور لوگوں کی نسبت کہ بہت  
 نے ملائکہ کی تاویل کی ہے برخلاف مقفی آیات و احادیث کے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو پاک جاننا اور صفات سے جو اس کے  
 لائق نہیں ہیں بہتر اور بڑھ کر ہے فرشتوں کو پاک جاننے سے اور صفات سے جو اس کے لائق نہیں ہیں اور ہم نہ انکو کافر کہتے  
 نہ انکو ملکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ سب گمراہی پر ہیں اور ہدایت علیحدہ ہیں انکو خدا بچائے گمراہی سے اور شفا بخشنے اس مہلک  
 عارضے سے اور تفریط اسوجہ سے کہ مصنف نے ذہرہ کا قسم ملائکہ کے ذکر میں داخل کر دیا اور یہ سنا کہ یہ حصہ ملائکہ پر عیبگنا ہے  
 اور اس کے امر کو ذلیل کرتا ہے اور محققین نے اس حصہ کو اسرائیلیات کی اباطیل سے شمار کیا ہے اور جاسننے دار نے علماء نے  
 اس کے مونیع ہوئی تصریح کی ہے اور ہم پہلے مصنف کی عبارت کو کہ جس میں اس حصہ کا ذکر ہے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد  
 حصہ کے منقح محققین کے اقوال کو ذکر کریں گے اور خدا ہی ہمارا توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسکی ہم عبادت کرتے ہیں  
 اور اوس سے مدد طلب کرتے ہیں کہا مصنف نے صفحہ ۸۱، ۸۲ میں (اور علی سے مروی ہے حق تعالیٰ کے قول (اور جو کہ پتار اگیا  
 بابل میں باروت و باروت دو فرشتوں کی تفسیر میں کہا اور انہوں نے کہ وہ دونوں درختوں میں آسمان کے فرشتوں میں سے روایت کیا اسکو  
 ابن ابی حاتم نے کہا سیوطی نے اتفاق میں کہ سینے جدا بیان کیا ہے ان دونوں کا قصا ایک جز میں اور غیر میں سجید مروی کہ سنائے علی سے  
 کہ وہ ایک گروہ سے بیان کرتے تھے کہ یہ زہرہ کہ جسکو ب زہرہ کہتے ہیں اور علمانا ہیہ کہتے ہیں دو فرشتوں کی یاں آئی کہ جو فیصلہ کیا کرتے تو لوگوں کے  
 معاملات کا پس اوپس سے ہر ایک نے عالم اپنے صاحب کو اس سے امادہ کیا اور ایک نے دوسرے کو کہا کہ اویہائی میری میں ایک بیانی ہر میں سے  
 اوسکو بیان کیا چاہتا ہوں اوسکو کہا کہ اویہائی بیان کر شاید میری میں ہی وہی بات کہ جو تیرے میں پس اسباب میں دون متفق ہو گئی ہیں اور  
 دونوں فرشتوں کا کہ تم دونوں کیا نہ بنا دو گی مجھکو جس چیز کو کہ تم آسمان کی طرف آمد و رفت رکھتے ہو اور انہوں نے کہا کہ خدا کو ہم غلام سے ہم اور تو اور چڑھتی ہیں پس رستہ  
 کہا کہ میں تمہاری مراد پوری نہ کروں گی یہاں تک کہ تم مجھکو ہم غلام سکھا دو پس ایک نے دوسرے کو کہا کہ تو اسکو ہم غلام سکھا داس نے کہا کہ میرا خدا کے سخت  
 عذاب سے ہمارا کیا حال ہو گا دوسرے نے کہا کہ ہم خدا کی وصیت رحمت سے امید مغفرت رکھتے ہیں پھر اس نے اپنے عورت کو ہم غلام سکھا دیا  
 پس وہ آسمان کے طرف اڑ گئی اور ایک فرشتہ آسمان میں اس کے چڑھنے سے گھبرا یا اور اپنا سر جھکا لیا پس ابھی تک  
 وہ بیٹھا نہ تھا کہ اوس عورت کو خدا نے مستارہ کی صورت میں مسخ کر دیا روایت کیا اس کو اسحق  
 و عبید بن حمید نے اور ابن ابی الدنیا نے عقوبات میں اور ابن حبریر نے اور ابوالشیخ نے



فی العظمیٰ والمحاکم وصحیہ ولا سحق بن مزودید عن علی قال قال رسول اللہ صلی  
 علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ ازمرة فانہا ہی التي فنت الملکین ماروت وماروت انتھی  
 بن الاثار کلہا منقول من تفسیر دار المنثور فی جلد الاول من صفحہ ۱۹۷ الی صفحہ ۱۹۸  
 بقول بنوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ قال المفسر الفاضل والمحقق الکامل ابو محمد  
 عبد الحق الدہلوی فی مقدمتہ تفسیرہ المحتانی فی صفحہ ۱۷ ما مضیہ بالہنایۃ وکذا  
 اب علم تفسیر ووجز سے مرکب ہوا ایک جز اصلی تو وہی تفسیر حقیقی دوسرا جز حل لغات  
 و بیان محاورات و رفع اشکالات وغیرہ علوم جز اول کو نقل کہتے ہیں یہ آثار  
 سلف و اقوال قدما کے طرف مستند ہے جس کی ساریین معرفت ناسخ و منسوخ  
 و اسباب نزول و مقاصد آیات و شرح مجمل قرانی ہے اس فن کے اللہ طبری  
 اور واقدی اور ثعالبی وغیرہ معتمد ہیں ان ابن جریر ابو جعفر طبری نے  
 کہ جکا انتقال میں سو دس ہجری میں ہوا ہے اپنی کتاب میں کہ جسکو تفسیر  
 ابن جریر کہتے ہیں ان منقولات کو جمع کر دیا ہے اور اسی طرح حافظ ابو بکر  
 عبد اللہ ابن ابی شیبہ وغیرہ محدثین نے اپنی کتابوں میں ان کو جمع کیا مگر  
 رطب و یابس صحیح و غلط ان میں سب کچھ ہے کیونکہ اکثر روایات امین  
 اہل کتاب سے منقول ہیں اسلئے کہ جو اہل کتاب اسلام میں داخل ہو اور وہوں  
 وہ صحیح و غلط باتیں کہ جو ادن کی کتابوں میں بھری پڑی تھیں نقل کیں  
 لوگوں نے ادن کو منبرک سمجھ کر روایت کیا پھر کسی نے اونکو رواج دینی کیلئے  
 جناب نبی صلعم کے طرف اور کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف اور کسی  
 نے احبار اور وہب بن منبہ کی طرف منسوب کر دیا جلال الدین سیوطی کی  
 تفسیر و منشور ہی اسی قسم کی ہے اور اس وقت مخالفین یہود و نصاریٰ و ہنود



عظمت میں اور عاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور حقائق میں مردود کی روایت علی سے ہے کہ کہا  
 ابوہون نے کہ سننا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اخذ کرے جہانہ زیر اس سلسلے کہ یہی ہے کہ جس نے ہوتا  
 وماروت دو فرشتوں کو فتہ میں ڈالا ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں حق تعالیٰ کی توفیق و مدد سے کہ  
 حضرت فاضل و محقق کامل ابو محمد عبد الحق دہلوی نے مقدمہ تفسیر حقانی کے صفحہ ۳۹۰ میں از وہاب  
 میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اب علم تفسیر دو چیز سے مرکب ہوا ایک جز اصلی تو وہی تفسیر حقیقی و دوسرا جز ملومات و بیان  
 محاورات و دفع استکالات و غیرہ علوم جز اول کو نقل کہتے ہیں یہ آثار سلف و اقوال قد  
 طرف مستند ہے جس کی ساقین معرفت نابغ و منسوخ و اسباب نزول و مقاصد آیات  
 و شرح محل قرانی ہے اس فن کے ائمہ طبری اور واقدی اور ثعالی وغیرہ مفسرین ہیں  
 ان ابن جریر ابو جعفر طبری نے کہ جبکہ انتقال میں سو دس ہجری میں ہوا ہے ایسی کتاب میں کہ  
 جس کو تفسیر ابن جریر کہتے ہیں ان منقولات کو جمع کر دیا ہے اور اس طرح حافظ ابو بکر  
 عبد اللہ ابن ابی شیبہ وغیرہ محدثین نے اپنی کتابوں میں ان کو جمع کیا مگر طب و یالس  
 صحیح و غلط ان میں سب کچھ ہے کیونکہ اکثر روایات ان میں اہل کتاب سے منقول ہے  
 اس لئے کہ جو اہل کتاب اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے وہ صحیح و غلط باتیں کہ جو  
 ان کی کتابوں میں بہری پڑی تھیں نقل کیں لوگوں نے ان کو متبرک سمجھ کر روایت کیا۔  
 پھر کسی نے ان کو رواج دینے کے لئے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف اور کسی نے حضرت  
 عبد اللہ بن عباس کے طرف اور کسی نے کعبہ احیار اور وہب بن منبہ کے طرف منسوب  
 کر دیا جلال الدین سیوطی کی تفسیر درغشور بھی اس قسم کی ہے اور اس وقت مخالفین ہوئے انصار



جو کچھ اعتراضات قرآن اور اسلام اور پیغمبر علیہ السلام پر کرتے ہیں اونکی  
بنیا و انہیں لغو روایات پر کہ جبکہ اسلام میں کچھ ہی اعتبار نہیں اور قصہ زینب  
اور تلک غزائیک العلی اور زمین و آسمان کی کائنات اور زمین کاسات طبعی ہونا  
اور ہر طبقے میں اسی قسم کی کائنات اور زمین کا بیل کے سینگ پر ہونا اور بیل کا  
مچھلی پر ہونا اور اوس کے ہلنے سے زلزلہ آنا اور باجوج و ما جوج کا ایک کان ایسا  
اور ایک کان ایسا ہونا اور زہرہ کا قصہ وغیر ذلک من الاسرائیلیات سادوح  
محدثون کی خوش اعتقادی ہے اور بس ان علوم خمسہ میں اس قسم کی وہ غلط  
اور لغویاتیں ان راویوں نے ملالی ہیں کہ جن سے اصل مدعا قرآن کو یہی الٹ پٹ  
کر دیا خدا محققین کو جزائے خیر عطا کرے انہوں نے کہرا کہوٹا پر کہا اور لغو اور بے اصل  
باتوں کو کتب تفاسیر سے خارج کیا اتنی بقدر الحاجة ومن شاء المزيد فذیرحیم الیہا  
وایضاً نقول ان هذه القصة ان ثبتت لثبتت باخبار الاحبا وحکمها  
قدس فی المقدمة بانہا لا یصلح للاستدلال بها فی باب العقائد لانہا  
لا تقید الا الظن والصالح لاثبات العقائد لیس الا ما یفید الیقین  
وهذا اما اتفق علیہ جمہور اہل السنة والشیعة وما یفید الیقین  
فہو ایضا المتواتر ثبت بہ العقائد اذ کان موافقا للعقل والنقل  
من الكتاب والسنة المتواترة وهذه القصة لیست كذلك  
لانہا تنبئ عن احتیاج الملائكة الی الزواج ومیلہم الی السقاح  
وخیانتہم فی امانتہ اللہ تعالیٰ وغیرہا من الشائع والقبائح الی  
یہین شان الملائكة ویناقض کلام اللہ تعالیٰ ویفعلون ما یورون  
اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا واللہ الموفق



اور ہر طبقے میں اسی قسم کی کائنات اور زمین کا بیل کے سنگ پر ہونا اور بیل کا مچھلی پر ہونا اور اوس کے  
 پلنے سے زلزلہ آنا اور یا جوج و ماجوج کا ایک کان ایسا اور ایک کان ایسا ہونا اور زہرہ کا قصہ وغیرہ  
 ذلت از قسم اسرارِ ملییات سادہ لوح محدثوں کی خوش اعتقادی ہے اور بس ان علومِ جمنہ میں اس  
 قسم کی وہ غلط اور لغو باتیں ان راویوں نے ملائی ہیں کہ جن سے اصل دعائے قرآن کو بھی اُلٹ پٹ کر دیا خدا  
 محضین کو جزائے غیر عطا کرے انہوں نے کہہ کر اکھوٹا پرکھا اور لغو و بے اصل باتوں کو کتبِ تفسیر سے خارج کیا  
 تمام ہوا بعدِ حاجت۔ اور جو زیادہ تحقیق چاہتا ہو تو چاہئے کہ مقدمہ مذکورہ کے طرف رجوع ہو اور سیریم  
 کہتے ہیں کہ یہ قصہ اگر ثابت ہو تو اخبارِ احاد سے ثابت ہو گا اور اون کا حکم مقدمہ میں گذر چکا ہے۔  
 باین طور کہ اون میں صلاحیت دلیل ہونے کی نہیں ہے عقاید کے لئے اس لئے کہ وہ مفید ظن ہیں اور اثبات  
 عقاید کے لئے وہ دلیل صلاحیت رکھتی ہے کہ جو مفید یقین ہو اور جمہورِ سنی و شیعہ کا اسی پر اتفاق ہے  
 اور جو دلیل کہ مفید یقین ہے اس سے ہی عقاید کا ثبوت جب ہوتا ہے کہ مطابق ہو عقل و کتاب و سنت  
 متواترہ کے اور یہ دلیل ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس سے ملانکہ کا محتاج ہونا زوجہ کے لئے اور اون کی  
 خواہش طرفِ زنا کے اور ادا ن کا خیانت کرنا حتمی کی امانت میں اور اس کے سوا دوسری برائیوں اور  
 قباحتوں کا ثبوت ہوتا ہے کہ جن سے شانِ ملائکہ کی امانت ہوتی ہے اور خدا کے اس کلامِ زاہد و  
 کرتے ہیں جو کچھ ادا ن کو حکم ہوتا ہے سے مخالفت لازم آتی ہے کہ خدا پناہ میں رکھے ہمارے  
 نفوس کی بدیوں سے اور ہمارے کاموں کی برائیوں سے اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔



ثم لما فرغ عن بيان الايمان بملائكة الرحمن شرع في بيان الايمان بكتب الرحمن و  
استدل عليه بعدة آيات واحاديث واثار لا يحلو اكثرها عن ضعف ولما كان  
البحث فيها والكلام عليها يجري الى الاطالة ويقتضى الطواله صفحنا  
عن النظر فيها ولخصنا مباحثها ما كان مخالفا لعقيدة اهل السنة  
والجماعة وموافقا لليهود والنصارى والشيعة واجبناعته بما هو حق عنه  
اهل السنة ارغاما لمن خالفهم مدعيان به منهم وناصر لمن ذهبهم ولو كان  
كما زعم لما حكم في هذا الكتاب خلاف ما هو الحق عندهم والصواب فنقول  
بتوفيق الله تعالى دعونه قال المصنف في هذا الباب في صفحة ٢٠ من هذا الكتاب  
وليعلم ان العبارات التي ينقلها رواة الاحاديث من التوراة والانجيل  
يوجد بعضها الى الآن في التوراة والزبور والانجيل وصحائف انبياء  
بنى اسرائيل ويوجد بعض الفاظها متفرقة في مواضع شتى وكثير منا  
لا يوجد الآن في هذه الكتاب الموحدة فيحتمل ان اليهود والنصارى  
اسقطوها على وفق عادتهم المعروفة التي اقرحها المفسرون من النصارى  
ويحتمل ان تكون تلك العبارات منقولة من كتب احاديث موسى  
على نبينا وعليه السلام واحاديث انبياء بني اسرائيل فان اهل الكتاب  
يطلقون لفظ التوراة على تلك الكتب ايضا انتهى بقدر الحاجة  
اقول هذا القول منه مخالف لما عليه جمهور الامة من اهل السنة والجماعة  
لانه يشترط ان يسائر الكتب السماوية التي نزلت قبل القران موجودة في هذا  
الزمان وايضا لما مفسرون واحاديث من نزلت عليها من الانبياء السابقين  
محدثون وهذا انما يتم اذا ثبت قواثر العقل وبقاء الاسناد فيهم كما هو ثابت فينا و







ليس الامر كذلك وتبيح ذلك مما مضى عليه صاحب قوت القلوب حيث  
 قال فيه في صفحة ١٣ وما فضل الله تعالى به هذه الامة على سائر الامة وحضايه  
 ثلاثة اشياء بتيقن الاسناد فيهم ياترث خلف ان سلف متقبلا الى نبينا صلى الله  
 عليه وسلم الى من خلا من علما منا وانما كانوا فيهم سيتسبون الصنف كلما  
 اختلقت صحيفة جدوت فكان ذلت اثر العلم فيهم والثانية حفظ كتاب  
 الله المنزل عن ظهر غيب وانما كانوا يقرأون كتبهم نظرا ولم يحفظ  
 جميع كتاب انزله الله تعالى قط غير كتابنا هذا الا ما الهمة الله تعالى  
 عزيزا من التوراة بعد ان كان يختصيا حرق جميعها عند احراق ببيت  
 المقدس ولذلك قال سبط من اليهود انه اين الله عز عن ذلك  
 علوا كبيرا لما خصه به وافردة من حفظ جميع التوراة والثالث كل مؤمن  
 من هذه الامة سيئل عن علم الايمان ويسمع قوله ويوحى من رايه وعلمه  
 مع حد اثته سنة ولم يكونوا فيما مضى يسمعون العلم الا من الاحيار  
 والفتيسن والرهبان لا غير من الناس انتهى فعلم ان الاسناد من خصائص  
 هذه الامة وكيف يصح الحكم بكون كتبهم السماوية وكتب احاديث النبوة  
 موجودة في هذه الزمان ان هذا لا زعم فاسد وراى كاسد نشأ من قلب  
 جاحل وحاسد ثم قال المصنف في صفحة ٢ من كتابه هذا ارفقة اخرى يدعون  
 ان التوراة والزبور والانجيل وغيرها فقدت من الدنيا وليس في هذا الكتب منها  
 حرف واحد فهم يشغون في رسائلهم تشنعا عظيما على آيات هذه الكتب  
 الموجودة لا يخفى في زعمهم من تصنيفات اليهود والبضارسة فتارة  
 يعمدون الى الآيات المتشابهات ويتبعون منها الفتنة ويقولون يلزم منه



ثابت ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے اس باری سے کہ جہر مصریح فرمائی ہے صاحب  
 قوت القلوب نے چنانچہ اس کے صفحہ ۱۴۷ میں کہا ہے (اور منجملہ اون امور کے کہ جنکی وجہ سے حق تعالیٰ نے  
 اس امت کو اور امتوں پر بزرگی بخشی ہے اور اسی امت کو اون کے ساتھ خصوصیت عطا کی ہے تین چیزیں ہیں  
 باقی رکھنا اسناد کا اس امت میں کہ نقل کرتا ہے خلف سلف سے تا بہ بنی معلوم اور ہمارے دیگر علماء تک اور اگلی  
 امتوں میں صحیفوں کو نگہ لیتے تھے جب ایک صحیفہ پرانا ہو جاتا پیر اس کی نقل لیکر لیا جاتا پس اونہیں ہی  
 علم کا نشان تھا دوسری فضیلت اس امت کی بر زبان کرتا ہے کتاب اللہ کا اور اگلی امتوں میں ناظرہ پڑھتے تھے  
 اپنے کتب سماویہ کو اور کہی اون میں کوئی کتاب سماوی بر زبان نہیں کی گئی بجز ہماری اس کتاب مجید کے  
 مگر جس قدر تورات کا الہام کیا تھا حق تعالیٰ نے عزیز علیہ السلام کو بعد اس کے کہ بختصر نے اس کے کل نسخوں کو  
 جلا دیا تھا بیت المقدس کے جلانیکے وقت میں پس اسوجہ سے یہود کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عزیز  
 خدا کا بیٹا ہے پاک ہے اس سے حق تعالیٰ بہت پاک ہونا اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے تمام تورات کو  
 یاد کرنیکے ساتھ اون کو خصوصیت بخشی اور متفرد کیا اور تیسرا امر یہ ہے کہ ہر مومن اس امت کا سوال کیا جاتا  
 ایمان کے علم سے اور اسکا قول سنا جاتا ہے اور اسکی رائے علم پر عمل کیا جاتا ہے اگرچہ وہ کمسن ہو اور بزرگ  
 علم کا مسئلہ اخبار خبیثین ڈرہبان ہی سے سنتے تھے نہ دوسرے لوگوں سے انتہی پس معلوم ہوا کہ اسناد  
 اس امت کے حضائض میں سے ہے پس جبکہ اگلی امتوں میں اسناد انتہی پیرا من کا حال کیونکر اس امت کے  
 حال پر قیاس کیا جائے اور کس طرح درست ہو حکم کرنا اون کی کتب سماویہ و کتب احادیث کے موجود ہونے کا  
 اس زمانہ میں یہ تو زعم فاسد و رائے کاسد ہے کہ منکر یا حاسد کے قلب سے پیدا ہوئی ہو پیر کا مصنف نے اپنی کتاب کے  
 صفحہ ۲۰۶ میں (اور دوسری جماعت دعویٰ کرتی ہے کہ تورات و زبور و انجیل وغیرہ دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں اور ان سے جو وہ کتابیں  
 اونکا اٹھنے ہی نہیں ہے پس یہ لوگ اپنی کتابوں میں بہت بڑی تشنیع کرتے ہیں ان کتب موجودہ کی آیتوں میں اس لئے کہ  
 اونکے زعم میں یہ کتابیں یہود و نصاریٰ کی تصانیف سے ہیں پس کہی تو قصہ کرتے ہیں آیات متشابہات کی طرف اور  
 اون سے فتنہ کو تلاش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایسا لازم آتا ہے ۔



كذا أو كذا أو لا يطلبون لها تأويلًا صحيحًا مع علمهم بأن المثال هذه المتشابهات  
 موجودة في القرآن العظيم تارة يعيدون إلى الآيات المحكمات ويجرفون عنايتها  
 إلى غير مقاصدها مع وضوح معانيها ثم يشنعون عليها تشنيعًا عظيمًا وتارة يدعون  
 التناقض في آيات ليس فيها منطنته للتناقض فهم يدعون التناقض جهلاً أو عناداً  
 وتارة يشنعون على أمثال ضربها الله تعالى لتفهيم عبادة وتقولون ألم يكن عند الله  
 مثال غير هذا وقد قال الله تعالى إن الله لا يستحي أن يضرب مثلاً ما عبوضة فمثلاً  
 فوقها ولا أشياء التي هي محرمة في شريعتنا إذا وجدوها غير محرمة في شريعة سابقة  
 يشنعون تشنيعاً عظيماً على هذه الكتب الإلهية مع علمهم بأن كثيراً من الأشياء التي  
 هي محرمة في شريعتنا لم تكن محرمة في الشرائع السابقة فهتؤلف يخالفون القواعد الشرعية  
 ويتكلمون في شأن الكتب المنزلة بكلمات تقتضون ما جلود المؤمنين فإن أحاداً واحداً  
 في تكفيرهم لا قرار لهم بأصل هذا الكتاب وزعمهم فقد أمنا فلا شك أنهم مبدعون  
 بدعة عظيمة قاربوا بها الكفر عاذنا الله من شرورهم انتهى بقدر الحاجة  
 أقول بتوفيق الله تعالى دعونه ما قال المصنف في هذا القول فهو حاكم منه قد  
 فرعه على ما قال في القول السابق من أن الكتب السماوية السابقة موجودة  
 في هذا الزمان وقد ابدع في هذا الحكم حيث قرنه بما هو ممنوع ومحرم جداً  
 عند أهل السنة ولم يقل به صريحاً ولم يفرضه مجرداً على محض انكار وجودها  
 الآن وهذا الطور من الحكم يجري على جل الأحكام الشرعية و  
 جملة الأمور الأصلية والفرعية مثلاً نقول الصلوة حرام في حال السكر  
 والزكاة حرام من مال الغير وتلاوة القرآن حرام في حال الجنابة  
 والسجدة حرام لغير الله تعالى وإيمان حرام بالطاعوت والزكاح



اور اوہی صحیح تاویل کو طلب نہیں کرتے باوجود اہلکے جاننے کے اس امر کو کہ اس قسم کی متشابہات قرآن مجید میں  
 ہی موجود ہیں اور کہیں قصہ کرنے آیات محکمات کی طرف اور اہلکے معانی میں بخلاف معقود تحریف کرتے ہیں یا انکے اہلکے متنا  
 کھ کھیلے ہیں پھر ان پر تشبیح عظیم کرتے ہیں اور کہیں تناقص کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان آیتوں میں کہ جن میں تناقص کا مظہر نہیں ہے  
 ہیں یہ لوگ نادانی و عناد و دعویٰ تناقص کرتے ہیں اور کہیں تشبیح کرتے ہیں اور ان مشنوں پر کہ جنکو حقیقی الٰہ نے اپنے بندوں کو  
 سمجھانے کے واسطے بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا انکے سوا خدا کے پاس کوئی مثل نہیں حالانکہ حقیقی الٰہ نے فرمایا ہے کہ بیشک  
 اللہ نہیں شرمانا ہے اس سے کہ مثل بیان کرے کوئی مثل ہو مگر ہونا اس سے اوپر کی چیز اور جو چیزیں کہ ہماری شریعت میں  
 حرام ہیں جب انکو یہ لوگ پہلے کسی شریعت میں حلال پاتے ہیں تو ان کتب الہیہ پر بڑی تشبیح کرتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم ہے  
 کہ بہت سی چیزیں ہماری شریعت میں حرام کی گئی ہیں پہلی شریعتوں میں حرام نہیں پس یہ لوگ قواعد شرعیہ کے خلاف  
 کرتے ہیں اور کتب منزلہ کی شان میں ایسے کلمات بولتے ہیں کہ جسکے سننے سے مومن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں  
 پس اگر انکی تکفیر میں کوئی احتیاط کرے بسبب انکے اقرار کرنے ان کتابوں کی اصل کا اور اعتقاد کرنے انکے اہلکے کم ہو جانے کا  
 پس اس میں تو شک نہیں ہے کہ یہ لوگ بدعتی ہیں بہت بڑی بدعت کے کہ جسکی وجہ سے قریب ہو گئے ہیں کفر کے بلکہ  
 خدا پناہ دے انکے شروں سے انتہی بقدر حاجت میں کہتا ہوں خدا کی توفیق اور مدد سے کہ مصطفیٰ نے اس فعل میں  
 جو کچھ کہا ہے یہ ایک فتویٰ ہے اس کا کہ جسکو نکالا ہے پہلے قول سے وہ یہ کہ کتب سابقہ اس زمانہ میں موجود ہیں  
 اور اس فتویٰ میں ایک نادر صنعت یہ بھی کی ہے کہ اسکو متصل کیا ہے ایسے افعال سے کہ جہاں سنت کے نزدیک قطعاً  
 منع اور حرام ہیں اور اس کو صاف طور پر اور جدا گانہ مبنی نہ کیا محض اتنی بات پر کہ ان لوگوں کو اس وقت کتب سابقہ  
 وجود کا انکار ہے اور اس طور کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے بڑے بڑے احکام شرعیہ پر اور تمام امور اصولیہ و فروعیہ پر  
 مثلاً ہم کہتے ہیں کہ نماز حرام ہے حالت سکر میں اور زکوٰۃ دینے حرام ہے مال غیر سے اور طاعت قرآن  
 حرام ہے جنابت کی حالت میں اور مسجد ہر گز حرام غیر اللہ کو اور ایمان لانا حرام ہے شیطان پر اور نکاح



حوافر عن منکوحۃ الغیر التي زوجها هی وغیر ذلک من الامثلة فنقول ان  
 هذا الحكم منه علم منکری وجود الکتب السابقة الآن انما هو راجع الى  
 جمهور اهل السنة ومحققی هذه الامة ویتفهم ذلک عما نضر علیہ المحقق المدقق  
 ابو محمد عبد الحق الدهلوی فی صفحہ من مقدمہ تفسیرہ المحتقان حلیث  
 قال بالهندیة وبعض نا انصاف عیائی جو کسی غرض دنیاوی سے کرشیں ہو گئے ہیں  
 قرآن مجید پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے باوجودیکہ ان کتابوں کی از حد  
 تصدیق کی پیران سچات کی باتوں کو اعنی الوسیت وغیرہ کو بڑے زور سے رد  
 کیا اس سے قرآن کا کتاب الہی ہونا معلوم نہیں ہوتا چنانچہ پادری صفدر علی  
 نے نیازنامہ میں اسی بات پر بڑا زور دیکر عیسائیوں میں سر و خروئی حاصل کی ہے  
 مگر یہ اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن شریف نے ان کتابوں کی کہ  
 جیتیں یہ ناپاک مضامین مذکور ہیں کس جگہ مع فرمائی ذرا بیان تو کیجئے کیا لوگوں کی  
 وہ مالیقات جو صد سال بعد موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ہوئی ہیں تو رات و انجیل  
 ہو سکتی ہیں حاشا و کلا اتہی و فی هذا الکلام نصیر بلیغ علی ان هذا الکتب  
 الموجودة التي فی ایدی الیہود و الانصار فی زماننا هذا الیست  
 هی التي صدقها القرآن العظیم بل هی حما الفتھا الیہود و الانصار بعد  
 قرون من زمن موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام فمنکر هذه الکتب الموجودہ  
 کیف یکون مستحقا للحکم علیہ بالکفر و البدعة العظیمة التي حکم  
 بها المصنف علیہ اعاذنا اللہ من احکام المناہین و هفوات اللہ علیہ  
 فشرح حق کلامہ المذکور انفا ذلک المحقق ہکذا امر ضروری یہ ہے  
 کہ تورات وہ کتاب ہے کہ جو خاص حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور زبور وہ



احرام ہے غیر کی منکوحہ سے کہ جس کا شوہر زندہ ہے اسکے سوا اور بہت سی مثالیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ  
 مصنف کا یہ فتویٰ منکرین وجوہ کتب سابقہ پر اس وقت میں درحقیقت راجع ہے جمہور اہل سنت کی طرف  
 اور محققین اس امت کی طرف اور یہ امر واضح ہوتا ہے اس کلام سے کہ جس کو بصراحت بیان کیا ہے  
 محقق مدقن ابو محمد عبدالحق دہلوی نے اپنی تفسیر حقانی کے مقدمہ کے صفحہ ۲۰۵ میں چنانچہ اردو زبان میں  
 کہا ہے (بعض نا انصاف عیسائی جو کسی غرض دنیاوی سے کرشنین ہو گئے ہیں قرآن مجید پر یہ اعتراض  
 کرتے ہیں کہ قرآن نے باوجودیکہ ان کتابوں کی از حد تصدیق کی پھر ان نجات کی باتوں کو معنی الوہیت  
 وغیرہا کو بڑے زور سے رد کیا اس سے قرآن کا کتاب الہی ہونا معلوم نہیں ہوتا چنانچہ پادری  
 صفدر علی نے نیا زمانہ میں اسی بات پر بڑا زور دیکر عیسائیوں میں سرخروئی حاصل کی ہے مگر یہ  
 اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن شریف نے ان کتابوں کی کہ جنہیں یہ ناپاک معنایں مل کر  
 ہیں کس جگہ مع فرمائی و زبایان تو کیجئے کیا لوگوں کی وہ تالیفات جو صد ہا سال بعد موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام  
 کے ہوئی ہیں تو رات و رات بچیل ہو سکتی ہیں حاشا دکلا انتہی اور اس کلام میں بہت بڑی تصریح ہے اس پر  
 یہ موجودہ کتابیں جو اس زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہیں وہ کتا بین نہیں ہیں کہ  
 جبکہ قرآن مجید نے تصدیق فرمائی ہے بلکہ یہ تو یہود و نصاریٰ کی تالیفات سے ہیں موسیٰ و عیسیٰ  
 علیہم السلام کے بہت برسوں بعد پس ان کتابوں کا منکر کیونکر مستحق ہو گا کا فر یا بدعتی کہے جانے کا  
 جیسا کہ مصنف نے فتویٰ دیا ہے بلکہ خدا پناہ میں رکھے مگر انہوں کے فتوؤں اور اہل بدعت کے  
 فضول باتوں سے پیراوسی محقق نے اپنے کلام مذکور کی تحقیق اس طرح بیان فرمائی (امرضروی  
 یہ ہے کہ تورات وہ کتاب ہے کہ جو خاص حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور زبور



کتاب بنے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی اور انجیل وہ کتاب ہے کہ جو  
عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور کچھ صحیفہ حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء پر نازل ہوئی  
اس امر منصوص میں سنی شیعہ کل فرقے اسلام کے سلف سے لیکر خلف تک  
میں پس یہ کتاب جو موسیٰ کے بعد میں تصنیف ہوئی اور کچھ مضامین تورات  
کے یادداشت کے طور پر اس میں درج کر کے تورات نام رکھا قطعی وہ تورات  
ہے کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے اسطرح وہ کتابیں کہ جو حضرت عیسیٰ کے بعد لوگوں نے  
پس کی ہیں اور ان میں حضرت عیسیٰ کے حالات و اقوال کو صحیح و غلط طور پر جس  
یہ کہ جس کو اب عیسائی انجیل متی و مرقس و لوقا و یوحنا کہتے ہیں وہ انجیل نہیں  
ہے قرآن میں ذکر ہے چنانچہ امام قرطبی نے اپنی کتاب اعلام میں اسکی تصریح فرمائی ہے  
م رازی وغیرہ جمیع علماء اسلام اسکے قائل ہیں بلکہ تمام امت محمدیہ میں یہ سلسلہ  
تسلیم ہے بخوف تطویل اقوال نقل کرنا مناسب نہیں جانتا پس اب جو اہل کتاب  
تورات و انجیل کو لئے پرتے ہیں اور اسکو اصل تورات و انجیل بتلا کر مسلمانوں کو  
لانے کے لئے مجبور کرتے ہیں محض فریب ہے اس سے ہر ایماندار کو بچنا فرض ہے  
وقال فی موضع اخر فی صفحہ ۱۸۸ منہار واضح ہو کہ یہ بات ہمارے اور  
ہر ایک کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ چاروں انجیلین نہ حضرت عیسیٰ کی تصنیف  
ہیں نہ کے بعد میں لکھی گئی ہیں پس ہمکو تو بحث کو اسی جگہ تمام کر دینا چاہئے تھا  
ہیں انجیل کے اہل اسلام قائل ہیں اور جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ انجیل ہے  
نہ عیسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ روح القدس نازل ہوئی ہے جس طرح کہ تورات و  
دیگر صحف انبیاء کا حال ہے مگر چونکہ عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ گو یہ مسیح کی  
ت نہیں مگر یہ بھی الہامی اور رسولوں کی تصنیف ہیں ہر چند اس بات کو بھی تم نے تجسّس کیا



وہ کتاب ہے کہ حضرت داؤد کو عطا ہوئی تھی اور انجیل وہ کتاب ہے کہ جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور کچھ صحیفے حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء پر نازل ہوئے تھے اس امر مقصود میں سنی شیعوں مل فرقی اسلام کے سلف سے لیکر خلف تک متفق ہیں پس یہ کتاب جو موسیٰ کے عہد میں تصنیف ہوئی اور کچھ مضامین تورات اصلی کے یادداشت کے طور پر اس میں درج کر کے تورات نام رکھا گیا قطعی وہ تورات نہیں کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے اسی طرح وہ کتابیں کہ جو حضرت عیسیٰ کے بعد لوگوں نے تصنیف کی ہیں اور ان میں حضرت عیسیٰ کے حالات و اقوال کو صحیح و غلط طور پر جمع کر دیا ہے کہ حکو اب عیسائی انجیل متی و مرش و لوقا و یوحنا کہتے ہیں وہ انجیل نہیں کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے چنانچہ امام قرطبی نے اپنی کتاب اعلام میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور امام رازی وغیرہ جمیع علمائے اسلام اس کے قائل ہیں بلکہ تمام امت محمدیہ میں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے بخلاف تطویل اقوال نقل کرنا مناسب نہیں جانتا پس اب جواہل کتاب اس تورات و انجیل کو لئے پھرتے ہیں اور اس کو اصل تورات و انجیل بتلا کر مسلمانوں کو ایسا بھانپانیکے لئے مجبور کرتے ہیں محض فریب ہے اس سے ہر ایماندار کو بچنا فرض ہے انہی اور دوسرے مقام میں اوہی مقدمہ تفسیر خانی کے صفحہ ۷۸ میں کہا ہے (واضح ہو کہ یہ بات ہمارے اور عیسائیوں کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ چاروں انجیلیں نہ حضرت عیسیٰ کی تصنیف ہیں نہ ان کے عہد میں لکھی گئی ہیں پس ہکو تو بحث کو اسی جگہ تمام کر دینا چاہئے تھا کیونکہ جس انجیل کے اہل اسلام قائل ہیں اور جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ انجیل ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ روح القدس نازل ہوئی ہے بطرح کہ تورات و زبور و دیگر صحف انبیاء کا حال ہے مگر چونکہ عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ گویہ مسیح کی انجیل نہیں مگر یہ ہی الہامی اور رسولوں کی تصنیف ہیں ہر چہ اس بات کو بھی تم نے تجسس کر کے ۔



دیکھا مگر بہت سے وجوہات سے غلط پایا اور عیسائیوں کے پاس سوائے خوش  
 اعتقادی کے اور کوئی دلیل نہ دیکھی تھی ان اس قدر ہم ہی مانتے ہیں کہ انہیں کبیب  
 مضامین الہامی ہی مآخوذ ہیں اور یہی متفق علیہ ہے کہ ان کے مضامین کے بعد ان  
 خواہ سہوا خواہ عمدًا بشمار جگہ غلطیاں اور کمی و زیادتیاں ہوئی ہیں کہ جنکا شمار بقول علما  
 اہل کتاب ہزار ہا تک پہنچتا ہے جنکی تفصیل اظہار الحق وغیرہ کتب میں ہے اور  
 جنکا اقرار پادری صاحب کو بھی ہے انتہائی و قال فی موضع آخر فی صفحہ ۱۶  
 منہار واضح ہو کہ قرآن مجید میں اکثر جگہ تورات و انجیل و زبور و صحف ابراہیم علیہ السلام  
 وغیرہم کا ذکر آیا ہے اور انکی مع اور تصدیق اور کتاب الہی ہونا بیان کیا ہے اور بعض  
 مضامین کا حوالہ انکی طرف دیا ہے اسلئے جمہور اہل اسلام کے نزدیک ان پر ایمان لانا  
 ضرور ہے کیونکہ جمیع انبیاء اور تمام کتب الہیہ کو بلا تفریق حق سمجھنا خاص اہل اسلام کا  
 ہی حصہ ہے اسلئے مجھ کو ضرور ہوا کہ ان کتابوں کا کس قدر مختصر حال بیان کروں تاکہ  
 ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ اسوقت جو کتابیں اس نام کی اہل کتاب کے پاس ہیں  
 وہ اصل نہیں ہیں اس زمانہ میں عیسائیوں کا بڑا زور ہے پادری گلی کو چوٹین لوگوں کو  
 بھکاتے پیرتے ہیں کہیں کالج مقرر کر کے لوگوں کو لالچ دیکر انجیل کی تعلیم دیتے اور کشمیں  
 بناتے ہیں بلکہ سفیا پر ونا سکھانیکے بہانہ سے شرفار اہل اسلام کے گہروں میں مستورات  
 کے بھکانیکے لئے جوان جوان شاطرمیموں کو بھیجتے ہیں اور وہ گہری نوجوانوں سے نہایت  
 خوش اخلاقی سے پیش آکر رجھاتیں اور دین سے برگشتہ کراتی ہیں اور کہتی ہیں اول  
 تمہارے قرآن میں ہی تورات و انجیل و زبور پر ایمان لانیکی تاکید ہے یہ کتابیں ہمارے  
 پاس ہیں ان پر ایمان لاؤ انہیں جو کچھ لکھا ہے اوسکو مانو مسیح خدا کا بیٹا اور دنیا کا  
 بھارہ ہے جب سادہ لوح اس دامن میں آئے تب اونکو اور کچھ سنایا کہ تمہارے



دیکھا مگر بہت سے درجات سے غلط پایا اور عیسائیوں کے پاس معافی خوش اعتقادی کے اور یہی  
 کوئی دلیل نہ دیکھی ہاں اس قدر ہم یہی مانتے ہیں کہ انہیں کچھ معنا میں الیامی ہی ماخوذ ہیں اور یہ ہی  
 مستحق علیہ ہے کہ انکے معنا میں کے بعد ان میں خواہ سہوا خواہ عمدہ اسے شمار جبکہ غلطیاں اور کھٹی و  
 زیادتیان ہوئی ہیں کہ جن کا شمار بقول علمائے اہل کتاب ہزار ہا تک پہنچتا ہے جبکہ تفصیل اظہار حق  
 وغیرہ کتب میں ہے اور جن کا اقرار پادری صاحب کو یہی ہے انتہی اور دوسرے مقام میں مقدمہ  
 مذکور کے صفحہ ۱۰ میں کہا ہے واضح ہو کہ قرآن مجید میں اکثر جبکہ تورات و انجیل و زبور و صحف  
 ابراہیم علیہ السلام وغیرہم کا ذکر آیا ہے اور ان کی مدح اور تصدیق اور کتاب الہی ہونا بیان کیا  
 ہے اور بعض معنا میں کا حوالہ ان کی طرف دیا ہے اس لئے جمہور اہل اسلام کے نزدیک انہیں  
 ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ جمیع انبیاء اور تمام کتب الہیہ کو بلا تفریق حق سمجھنا خاص اہل اسلام کا  
 ہی حصہ ہے اس لئے مجھ کو ضرور ہوا کہ ان کتابوں کا کس قدر مختصر حال بیان کروں تاکہ ہر شخص کو معلوم  
 ہو جائے کہ اس وقت جو کتابیں اس نام کی اہل کتاب کے پاس ہیں وہ اصل نہیں ہیں اس زمانہ  
 میں عیسائیوں کا بڑا زور ہے پادری گلی کو چلن میں لوگوں کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ میں کالج مقرر  
 کر کے لوگوں کو لالچ دیکر انجیل کی تعلیم دیتے اور کرشنین بناتے ہیں بلکہ سینا پر ونا سکھانے کے  
 بہانہ سے شرفاء اہل اسلام کے گھروں میں ستورات کے بہکانے کے لئے جولن جوان شاطہ  
 میمون کو بھیجتے ہیں اور وہ گھر کی لڑکیوں کو بے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آکر رجائیں اور  
 دین سے برگشتہ کراتی ہیں اور کہتی ہیں اول تمہارے قرآن میں ہی تورات و انجیل و  
 زبور پر ایمان لانے کی تاکید ہے یہ کتابیں ہمارے پاس ہیں ان پر ایمان لاؤ ان میں  
 کچھ لکھا ہے اوسکو انوسیع خدا کا بیٹا اور دنیا کا کفارہ ہے جب سادہ لوح اس نام میں آئے تب انکو اور کچھ بتایا کہ تمہارا



نبی کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا اگر ہوتا تو قرآن میں مندرج ہوتا جسکو تم نبی سمجھتے ہو  
 وہ نبی نہ تھے اوسنے قرآن میں بہت سی غلط باتیں لکھ دیں اور جب کسی نے  
 پوچھا اچھا میم صاحب ان باتوں کے غلط ہونے کی کیا دلیل تو انہوں نے کہا۔  
 جسکو تم چند روز ہوئے تو رات و انجیل مان چکے ہو یہ باتیں اوسکے پر خلاف ہیں  
 اسلئے غلط ہیں اول تو یہ فریب آمیز تقریر پرہیزگار صاحب کی نرم و جہین آواز اور پورے  
 ناز و انداز اور یہی غضب تزویر ہے اسلئے اس پر آشوب زمانہ میں ان کتابوں کی  
 تحقیقات کی سبکدوشی زیادہ ضرورت ہوئی (انتہی) بقدر الحاجة ومن شاء مزيد  
 التحقيق فليرجع الى تلك المقدمة فغلب من هذه التحقيقات ان المصنف  
 في هذه المسئلة ليس على منهاج الحق وخارج عن ما عليه سائر اهل القبلة  
 من اهل السنة والشيعة وغيرهما وحكمه هذا باطل كل البطلان لا ينبغي  
 ان يصغى اليه كل من كان من اهل الايمان لانه يؤمن بنبي الاسلام  
 ويقوى ما بناه اليهود والنصارى وسائر عبادة الطاغوت وهنارة الشيطان  
 لصرف المؤمنين عن دينهم واما انهم يصدقون النبي والقران معاذ الله  
 منه قال في آخر هذه الكتاب في صفحته فقد علم انه كرم الله وجهه  
 جمع القرآن قلونا على تنزيل الاول فالاول من سورة كما ذكر الباقلاني  
 على ما في تفسير القرطبي فابن كثير اشعرا باستثناء من بعضها لبعض ايضا  
 وترتيب نزول الذي في سورة خالف تنزيلا ترتيب النظم كما كان  
 تلقاه من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حيث كان له اعتناء بعلمه  
 من اول تعلمه ثم جمعه بعد وفاته صلى الله عليه وآله وسلم كما تقر في  
 العروة الاخرة خشية ان ينفلت فقصد به بحافظة عن التنازل والتعليل



بنی کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا اگر ہوتا تو قرآن میں مندرج ہوتا جسکو تم بنی سمجھتے یہود بنی مذہبے اور سنی  
قرآن میں بہت سی غلط باتیں لکھ دیں اور جب کسی نے پوچھا اچھا ہم صاحب ان باتوں کے غلط  
ہو نیکی کیا دلیل تو ادھون نے کہا جسکو تم حیدر وزہو سے تورات و انجیل مان چکے ہو یہ باتیں ادھون کے  
بر خلاف ہیں اسلئے غلط ہیں اول تو یہ فریب آمیز تقریر پر ہم صاحب کی نرم دہیں آواز اور پورے  
تازہ انداز اور بہی غضب تزدیر سے اسلئے اس پر آشوب زمانہ میں ان کتابوں کی تحقیقات کی ہرگز زیادہ  
ضرورت ہوئی انتہی تمام ہوا بقدر حاجت اور جسکو زیادہ تحقیق و کار ہو تو مقدمہ مذکورہ کی طرف رجوع ہو  
پس ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مصنف اس مسئلہ میں راہ حق پر نہیں ہے اور تمام اہل قبلہ سنی شیعہ وغیرہ  
مذہب سے خارج ہوا اور اسکا یہ فتویٰ سرتاپا باطل ہے نہیں لائق ہے کہ اسکے طرف کان لگائی کوئی ہی ہو مسلمان  
میں سے اسلئے کہ یہ فتویٰ سست کرتا ہے اسلام کی عمارت کو اور قوی کرتا ہے یہود و نصاریٰ اور دیگر مذہبوں کی عظمت  
و ہزات شیطان کی بنا کو جسکو ادھون نے قائم کیا ہے جو منین کو پیر و پیغمبر کے واسطے ازکروین سے  
اور اسکے صادق ماننے سے ہی اور قرآن کو خدا کی پناہ اس سے کہا مصنف نے اس کتاب کے آخر میں صفحہ ۲۹۲  
میں لیس بیسک معلوم ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ سپہ زمانہ میں قرآن کو مطابق نازل ہوا ہے اول میں  
سورہ نو تک جمع کیا تھا جیسا کہ اسکو ذکر کیا ہے باقلائی نے تفسیر قرطبی کے بیان پر بنا کر کہ ابن کثیر نے ظاہر کر کے  
بعض آیات کا استثناء دوسری بعض آیات کی وجہ سے اور ترتیب آیات کے نزول کی بعض سورہ میں کہ  
اسکے مخالف ہے ترتیب اس نظم کی بطور پر کہ حضرت امیر نے اسکو حاصل کیا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کہ اذکو قرآن کے سیکھتے ہی علم قرآن کے طرف خاص توجہ ہو گئی تھی پہرا و اسکو جمع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
وفات کے بعد بطور حیرانہ دورہ میں ثابت ہو چکا تھا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پس آپ کو جمع  
قرآن سے علم قرآن کی حفاظت اور تحدید۔



وارشدا الى معرفة الناسخ والمنسوخ وعلم اهل الرسوخ فكان كانه  
كتاب علوم القرآن يعلم منه علما جاهلا بيا وفيها علما بطنيا اعطاها الله  
من لدنه اياه فكان كانه العلم كله قال ابن حجر المكي في النسخ المكية  
واختل اي المرئى بعد موته صلى الله عليه وآله وسلم فكتب كتابا  
فيه العلوم الحجة حتى قال ابن سيرين لو اصبحت ذلك الكتاب لظفرت  
بالعلم كله انتهى الى ههنا كتابا به هذا ولذا قال بعدة كل الجزء الاول  
من كتاب الفقه الاكابر عن اهل البيت الاظهر ويتلوه الجزء الثاني  
من الايمان بانبياء الله ورسله تعالى انتهى اقول ومن الله التوفيق هذه  
الرواية مما شهد به الشيعة على ان امير المؤمنين سيدنا علي بن ابي طالب  
كسر الله تعالى وحجه قد جمع قرانا جامعاً لجملة ما ورد به التنزيل كما فلا  
لكل ما نزل به الترتيل لكن الصحابة قد تصحوه وما اعتنوا به حق الاعتناء  
لما رأوه فيه من اعلام قياضهم ونقا لصهم واخطا درجاتهم من  
درجات اهل البيت واثمتهم وغير ذلك من الاحكام والمعالم  
التي هم على خلافها فلهم اغاب عنهم وسار حتى اذا ظهر  
الامام الثاني عشر من غار سر من رأى يعمل بذلك القرآن الغائب  
ويحكم به بين الناس وياسر الناس بترسيخ العمل بالقران الموجودات  
الموجود محرف وناقص بخلاف الغائب فانه تام موافق للتنزيل الاول  
فالاول ومطابق للمعرفة الاخيرة ولهذا انتهى ابن سيرين بان لو اصاب  
ذلك الكتاب لظفر بالعلم كله فغلام من فخرى هذه التمني ان العلم كله  
فيه لا في الموجود والا فمنا معنى التمني ههنا وههنا البيان المراد عن الشبهة



مذہب تہی اور آپ نے معرفت نامہ و منہج و علم اہل رسوخ کے طرف رہبری فرمائی پس گویا کہ وہی قرآن علوم قرآنی  
کتاب تہی کہ جس سے علم کثیری اور فہم عمیق خفی کا علم حاصل ہوتا تھا کہ جن دونوں کو اپنے پاس سے محتالی نے  
اد کو عطا فرمایا تھا پس گویا سارا علم اسی قرآن میں جیسے ہو گیا تھا کہا دین جبر کی نے نسخہ مکہ میں اور تنہائی  
میں بیٹھے علی مرتضیٰ بعد وفات آنحضرت صلعم کے پس ایک ایسی کتاب کہی کہ جو تمام علوم کا مجموعہ تھی یہاں تک کہ  
ابن سیرین نے کہا ہے کہ اگر چھک وہ کتاب میرا آئی تو سارا علم مجھ کو حاصل ہو جاتا یہاں تک مصنف کی یہ کتاب  
ختم ہو گئی اور اسی وجہ سے اس عبارت کے بعد مصنف نے کہا ہے کہ د کامل ہو گیا پہلا حصہ کتاب فقہ اکبر  
عن اہلبیت اطہر کا اور اس سے متصل ہو گا دوسرا حصہ اس کتاب کا کہ جو شروع ہو گا انبیاء علی خدا  
اور اس کے رسولوں پر ا جان لانے کے بیان سے انتہی۔ میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کے  
طرف سے ہے کہ اس روایت سے شیعہ دلیل لائے ہیں اس پر حضرت امیر نے قرآن جمع  
کیا تھا کہ جو جامع نہ تمام آیات منزلہ کا ذمہ دار نہ تھا کل الفاظ قرآن کا لیکن صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا  
اور اسی کیفیت جیسا چاہئے توجہ نہ کی اس وجہ سے کہ انہوں نے اس میں اپنے قبائح و نقصانات اور اپنی  
پستی درجات اہلبیت اور اہل سنت کے درجات سے اور دیگر امور کا اظہار دیکھا اسی سبب سے وہ قرآن  
اون سے غایب دستور ہو گیا یہاں تک کہ جب تک کہ بارہویں امام موضع سر میں رائے کے غار سے ظاہر ہو گئے  
تو وہی قرآن غایب پر عمل کرینگے اور اس کے مطابق لوگوں میں احکام جاری کرینگے اور قرآن موجود پر عمل کرنے سے  
ا ذکر دیکھئے اس لئے کہ قرآن موجود و محفوظ و نافض ہے بخلاف قرآن غایب جسے کسی کی تہ کہ وہ کامل ہے  
اور منزلی اول پس اول کے موافق ہے اور اخیر و درجہ آخر کے موافق ہے۔ یہ وہی وجہ ہے  
ابن سیرین نے تناسک ہے کہ اگر وہ قرآن میرا آئی تو سارا علم مجھ کو حاصل ہو جاتا یہاں تک مصنف کی یہ کتاب  
معلوم ہو گیا کہ تمام علم اسی میں ہے نہ کہ قرآن موجود ہو اور اس تمام میں نہ تھا کہ کیا ممکن ہے  
ہو سکتے ہیں اور اسی بیان سے شیعہ نے اپنی سہ پر۔



بل تكتسب علم الهدى وما عندكم ليس بما يعتد به الهدى فالمصنف لما سلم هذه الرواية  
 واستشهد بها قوى موعوم الشيعة وثبت الزاعم على اهل السنة والجماعة والعدريانه رد ما زعم  
 الشيعة في صدر البحث بقوله وقد يتوهم انه قرآن له مجرد فيه ليس في غيره وليس كما يتوهم ولهذا  
 سماه بكتاب علوم القرآن لا بالقرآن لا يحدى لانه بنفسه صرح بان ذلك الكتاب كان قرآنا لا غير  
 حيث قال بعد ذلك فقد علم انه كمر الله وجهه جمع القرآن قد بما على تنزيله الاول فالاول الى  
 ان قال فكان كلمة كتاب علوم القرآن انتهى والعارف بلغات العرب يعلم ان معنى كان زيد اسد ليس  
 ان زيدا اسد في الحقيقة بل هو مشابه بالاسد في صفة الشجاعة فصار كانه اسد فكذلك ههنا لما قال  
 المصنف اول انه كمر الله وجهه جمع القرآن علم ان ما جمعه كمر الله وجهه قرآن في الحقيقة لا غير  
 لما قال بعد فكان كلمة كتاب علوم القرآن علم ان ذلك القرآن لكونه جامعاً لجملة العلوم مشابه لكتاب  
 علوم القرآن فصح ان يقال ان كتاب علوم القرآن استعارة لا حقيقة وبالمجمل فاول كلامه ههنا مناقض لآخره  
 كما لا يخفى فلهذا ما حققنا في رد كتابه ههنا اوله الى اخره انه ليس من اعوان اهل السنة ولا من عبي  
 علوم اهل البيت بل جار لافقة من عوانه منسرا في دعوى نصر اهل السنة واحياء علوم اهل بيت  
 النبوة نفي موضوعه يوافق اهل السنة ويخالف الشيعة وفي موضعها بعكس وفي موضعها يخالفها جميعاً  
 بل يخالف سائر اهل القبلة كما في مسألة اجمعها خالفها جميعاً وفي مسألة الكتب السماوية السابقة خالف  
 سائر اهل القبلة بل خالف اليهود والنصارى ايضا كما يستفاد مما حققناه فيما مر فلا ينبغي للعاقل  
 ان يتوجه الى من عوانه خالياً الذين عن ما هو حق عند اهل السنة والجماعة كترهم الله تعالى العقوبة  
 في هذه المسئلة بحيث ينكتف به الاختلاف في القرآن الموجود بين اهل السنة والشيعة مما اقوله  
 بنوفق الله تعالى دعونه قال خاتم المفسرين في التحفة في صفحة ٢٦٠ بايد وانست كذا قسم بل  
 ايشان چيارست كتاب خبر و اجماع عقل كتاب كه قرآن مجيد است بزعم ايشان قابل استدلال نيت يراك  
 اعتماد بر قرآنيت او حال نمشود و الا دقتيكه ماخوذ باشد بواسطه امام معصوم و قرآنك ماخوذ از آئمه راست



اذامہ لگایا گیا ہے کہ تم ہدایت پر نہیں ہو اور قرآن تمہاری پاس ہے اس قابل نہیں ہے کہ اس سے مخلوق راہ حق کو پاس پس مصنف نے  
 جبکہ اس روایت کو مان لیا اور اس سے دلیل لایا شیعہ کا اعتقاد قوی ہو گیا اور ان کا الزام اہلسنت پر ثابت ہو گیا اور غدر کرنا باہین ہو کر  
 مصنف نے اس بحث و شریعت میں شیعہ کو خیال کو روک دیا ہے اس قول سے کہ کہی حکم کیا جاتا ہے کہ وہ کتاب حضرت علی کا قرآن ہے کہ  
 اوسمین وہ احکام مندرج ہیں کہ اوس کے غیر میں نہیں ہیں اور ایسا نہیں ہے اور اس سوجہ سے مصنف نے اس کا نام کتاب علوم القرآن کہا ہے نہ کہ  
 قرآن غیر نافع ہو اسوجہ سے کہ خود مصنف نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ کتاب قرآن تہا نہ کہیہ اور چنانچہ اس کے بعد کہا ہے (پس معلوم ہو گیا کہ حضرت امیر نے  
 پہلے زمانہ میں قرآن جمع کیا تھا اور اسکی تنزیل اہل بیت کے مطابق کیا گیا تھا پس گویا کہ وہ قرآن کتاب علوم قرآن ہی نہیں اور لغات عرب  
 جو شخص اس پر ہوتا ہے معنی کاٹا زید اسکو یہ نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے بلکہ وہ شیر کے مشابہ ہے مصنف نے شجاعت میں اس کو پاکہ  
 شیر ہے اس طرح اس مقام میں جبکہ مصنف نے پہلے کہہ دیا ہے کہ حضرت امیر نے قرآن جمع کیا تھا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا  
 وہ قرآن تہا درحقیقت اس کے سوا اور کچھ نہ تھا پھر جب اس کے بعد کہا کہ ان کا نام کتاب علوم القرآن ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ قرآن ہے جو  
 جامع ہو کر علم کو مشابہ ہو گیا کتاب عدم القرآن ہے نصیح ہو گیا کہ اسکو مجازاً کتاب علوم القرآن کہا جائے نہ کہ حقیقتاً اور حاصل یہ ہے کہ مصنف کا  
 اول کلام اس مقام میں منقہ ہے پھر کلام کہ جس کا معنی نہیں ہے پس یہ بھی جو مصنف کی اس کتاب کا رد اور اطلال و تخریق کیا گیا ہے  
 اس سے معلوم ہو گیا کہ مصنف اہلسنت کے معاون ہیں نہ کہ قرآن و علوم اہلسنت کے زہرہ کہ شیعوں نے اس کو اپنے خیال کی تائید کا قیاس کیا ہے تاہم  
 اہلسنت کا حیار علوم اہلسنت نبوت کا دھوکہ دینا کسی مقام میں مصنف اہلسنت کا مصلحت ہے شیعہ کا مخالف ہونا اور کہ وہ تمام دین کو بے حق اور کفر  
 و دو کا بلکہ تمام اہل بیت کا مخالف ہو گیا کہ مسابقت میں دونوں کا مخالف ہو کر کتب سماویہ سابقہ کو سب بے ہودہ و اہل بیت کا بلکہ یو و  
 انصاری کو بھی مخالف ہو گیا کہ ہماری تحقیق سابق سے مستفاد ہونا پس عاقل کو باہین نہیں ہے کہ مصنف کے خیالات کیلئے نہ کہ یہ خالی انداز  
 ہو کر ان عقاید سے کہ جو حق ہیں نزدیک اہلسنت و اجماعت کے حتمی اور زیادہ زیادہ حق اس مسدود اس طرح ہے کہ جس سے  
 ظاہر ہو جائے جو اخذات کہ قرآن موجود کے متعلق اہل سنت اور شیعہ میں ہے پس وہ ہے کہ جس کو میں بیان کرتا ہوں  
 حتمی کی توفیق اور اسکی مدد سے غلام الغفرین مولانا شاہ عبدالعزیز نے تحفۃ الشریعہ کے صفحہ ۱۷ میں کہا ہے جاننا چاہو  
 کہ دلیل کے اقسام شیعہ کے نزدیک چار ہیں کتاب و خبر و اجماع و عقل کتاب کہ قرآن مجید ہے اور خبر خیال میں اسدالک  
 قابل نہیں ہے اس لئے کہ اس کے قرآن ہونی پر اعتماد چہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی امام معصوم کو زید سے لیا جاوے اور قرآن کہ اماموں سے لیا گیا ہے



در دست ایشان موجود نیست و این قرآن الهمه بزرگم ایشان معتبرند و قابل استدلال و تمسک شمرده  
 چنانچه از یکدیگر و غیره کتب معتبره ایشان منقول خواهد شد و این مطلب بچند وجه ثابت است اول آنکه جماعه کثیره از  
 امامیه از اسناد خود حمایت کرده اند که قرآن بمنزل التحریف کلمات از مواضع آن استقاط آیات بلکه سوره نیز  
 بوقوع آمده و ترتیب هم متغیر شده و حالا آنچه موجود است مصحف عثمان است که بهفت نسخه آنرا نوشته  
 باکلاف عالم شهرت و ادو کسی را که قرآن بمنزل اصل ترتیب و وضع میخواند ضرب و شلاق نموده  
 تا آنکه طوقا و کواهمها قاق برین مصحف جامع کردند پس این مصحف قابل تمسک و استدلال نباشد و نظم و انضام  
 او و عام و خاص او محل اعماد نباشد چه جائز است که این احکام که درین قرآن موجود اند عمده اینها یا اکثر اینها  
 منسوخ باشد بآیانه و موردی که استقاط کرده اند یا مخصوص باشد بآیات و سوره سقطه وجه دوم آنکه ناقلان این قرآن  
 بلا تشبیه مثل ناقلان تورات و انجیل اند که بعضی از ایشان اهل نفاق بودند مثل عطا و صحابه و کبر و ایشان و  
 بعضی از ایشان مدعیان طلبه وین فروش مثل عوام صحابه که بطمع مال و مناصب اتباع رؤسای خود کردند  
 از دین مرتد شدند مگر چاکر کس با تشش کس و صفت پیغمبر اجواب او ند و با خاندان دشمنی و هلاوت پیش گرفتند و  
 کتاب را تحریف و خطاب او را تغییر کردند مثلاً جایی من المرافق ال المرافق ساختند بجای الهمه سی ازکی  
 من آیتکم امته هی اری من امته نوشتند و علی بن القیاس الی آن قال پس چنانکه بر تورات و انجیل اعتماد  
 نتوان کرد و عقیده و عمل را از آن نتوان گرفت همچنین ازین قرآن موجود و تمسک نباید کرد و هم چنانکه احکام  
 آنها منسوخ شده اند بقرآن مجید همچنین ازین قرآن هم چیزی بسیار نسخ شده و ناسخ را از غیر الهمه کسی نمیداند  
 سوم آنکه ثبوت نزول قرآن در عجز او بلکه ثبوت پیغمبر نیز موقوف است بر ثبوت حدیث و نقلین  
 و چون ناقلین نبوت پیغمبر اینها عیاشی باشند که بسبب غرض فاسد خود نفس را آنکه حضور یکساعت نبوت و چهار  
 کس پیغمبر فرموده بود و خفا و کتمان نمودند و چنانکه عند حاجت اظهار ساختند تا آنکه حق خاندان نبوت  
 حاکم شد و این علیم و بین که هم جنب نبوت است یعنی امام است بر تمام نبوت بر نقل اینها چه اعتماد  
 شاید بنا بر غرض فاسدی از پیغمبر طایفه ای برستبایا شده که فلا فی نبی بود و مجزاً او و قرآن بر و نازل شده







نہ تہم بلکہ ان سے معارضہ اور عاجز شدن و در واقع هیچ نباشد انتہی اذ انتم ہذا اوضح منہ اختلاف النہای  
 فی القرآن الوجود فاعلم انہ قال مؤلف طعن النہای علی من حرم فی القرآن فی صفہ الہیۃ قال المجتہد  
 الفہم اور ابن عبد البر مال نے کتاب اثنیاب میں محمد ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے  
 ابو بکر سے بیعت کی تو حضرت امیر نے بیعت میں تاخیر کی اور اپنے گہر میں بیٹھ رہے ابو بکر نے کہا بیجا کہ کیوں  
 دیر کی تم میری بیعت میں ایسا کہتے کی تم میری امارت اور خلافت میری پس فرمایا حضرت کہ کہہ کر بیعت تو  
 نہیں کی مینے لیکن قسم کھائی ہے مینے کہچہ ڈر ہو گا اپنی رد اکو سو وقت غائے صبا کہ جمع نہ کروں قرآن کو کہا  
 بن سیرین کہ روایت ہو چکی مجھ کو کہ ان حضرت نے جمع کیا تو انکو موقوف ہو سکے کہ نازل ہوا تھا اور اگر تاہیہ آتا  
 وہ قرآن تو البتہ اس سے علم کثیر حاصل ہوتا اور اسکے قریب دوسری روایت عبد الرزاق کے اسناد سے  
 اسی کتاب میں مذکور ہے اقول بفضل العزیز العلام ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ  
 یہ خبر ضعیف ہے اس واسطیکہ کہ پسند حسن ثابت ہے کہ جناب امیر فرماتے تھے اعظم الناس فی المصاحف حرا  
 ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ لے کر ہوا اول من جمع کتاب اللہ اب اس خبر صحیح کو خبر ضعیف مجاہد بن سیرین کے  
 معارض نہیں کہہ سکتے معارضہ میں شرط ہے کہ متعارضان صنف و رتبت میں برابر ہوں پہر اسی کتاب مذکور ہیں کہ  
 بر تقدیر صحت مراد جمع سے حفظ برابر ہے یا جمع یا افرادہ لیکن جمع ابو بکر کا اجماعی ہے کہ احتمال زیادتی اور نقصان  
 مستدین کا نہیں کہتا اور اسی جہت سے جناب امیر حضرت ابو بکر کے جمع کو پسند کیا اور انکو کلمہ و عاسی خور سن کیا  
 قال المجتہد الفہم مقام اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قرآن کیا ہوا اور کہاں غائب ہوا اور کوئی اسکا حافظ اور اسکے  
 علم کثیر کا عالم ہو یا نہیں اگر ہر تو کہاں ہے اور میں ملک اور کس شہر میں ہے اور جیتے سوال نہ تھے سمجھے کہ تمہارے ہی  
 لئے جاؤ ہیں اور کا جواب تمہارے لئے ہے اقول بفضل العزیز العلام یہ سوال فرع حجت روایت ابن سیرین کا  
 حال انکے یہ روایت متحدہ ہیں ہماری تو اب اس سوال کی گنجائش نہ رہی بلکہ بابر رحمہما لان والاسفتی کا  
 سوال اور جواب یا گیا نہ وہ پوچھ گیا کہ یہ قرآن حاضر اس قرآن غائب کا عین ہے یا غیر اگر عین ہے تو فیہ ناقص ہو چکی یا  
 وجہ اور امام جعفر صادق نے لکھ کر اسکو زمین پر پینک مارا اور خدائی آسمان و اہلیت میں کہاں لازم آئی



اور شبائے مقابلہ و مناظرہ گوارہ و مرقع میں کچھ بی ہوشی انتہی جبکہ یہ متبید ہو چکی اور اس کشیدہ سنی اختلاف قرآن موجود میں ظاہر ہو گیا  
 ہیں ان کہ کہا طعن انسان علی من جمع فی القرآن کہ مصنف زاد سکر مفسر میں کیا مجتہد مقام نے (امام ابو عبد اللہ مالکی و کناہ معتزلیہ میں مجاہد ابن  
 سیرین روایت کی ہے کہ جب نوگوں ابو بکر و بیت کی تو حضرت امیر المؤمنین بن عباس کی اور ابوبکر بن عبید بن ابی بکر نے کہا یہی جاکہ کیوں ویر کی تھے  
 میری معیت میں آیا کہ اسے کی تھے میری امارت اور خلافت میری فرمایا حضرت نے کہ کراہت تو نہیں کہہ سکتے لیکن تم کہا لی میرے کہ نہ اللہ  
 اپنی روکو سو اذیت کا دے جسک کہ جمع نہ کریں قرآن کو کہا ابن سیرین کہ روایت پہنچی تھا کہ کہ اذیت نہ جمع کیا قرآن کو موافق ہو سکتے  
 نازل ہوتا اور اگر تبتہ اتادہ فرمادہ تو اللہ علیہ السلام علم کثیر عالی ہوتا اور اس کے قریب دوسری روایت عبدالرزاق کہ اس سے اسے دوسری  
 کتاب میں مذکور ہے میں کہتا ہوں عزیز علام کے فضل سے (ملاحظہ قاری اذیارات میں لکھا ہے کہ یہ خبر ضعیف ہے اس واسطے کہ سند حسن  
 ثابت ہے کہ جناب امیر فرماتے تھے اعظم الناس یلے والا قرآن جمع کرنا لوگوں میں ابو بکر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ نامی بکر  
 ہوا اول جمع کتاب اللہ اب اس خبر صحیح کو خبر ضعیف محمد بن سیرین کے معارض ہیں کہہ سکتے معارضہ میں شرط ہے  
 کہ متعارضان ضعیف اور قوت میں برابر ہوں پیرا دوسری کتاب مذکور میں ہے کہ یہ نقد صحیح مراد جمع سے حفظ براسہ ہے یا جمع  
 با افرادہ لیکن جمع ابو بکر کا اجماعی ہے کہ اجمال زیادتی اور نقصان معنی کا نہیں رکبتا اور اسی شبہ سے جناب میر نے حضرت ابو بکر کے  
 جمع کو پسند کیا اور انکو کلمہ و ماسو خورسند کیا) کہا مجتہد مقام نے (اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قرآن کہا ہوا اور کہاں فائز ہوا اور  
 کوئی اس کا حافظ اور اس کے علم کثیر کا عالم ہے یا نہیں اگر ہے تو کہاں ہے اور کس ملک اور کس شہر میں ہے اور جتنے  
 سوال کہ غنہ ہے کئے تھے ہی کئے جانے ہیں اور ان کا جواب قیہ لازم ہے) میں کہتا ہوں عزیز علام کے فضل سے  
 یہ سوال فرع ہے صحت روایت ابن سیرین کا مالا نکہ جب وہ روایت محدثش ٹھہری تو اب اس  
 سوال کی کنجائش نہ رہی بلکہ بنا جو رعم ملا زمانہ الاستغنی کا سوال اور طلبا یا گیا کہ وہ یوچے گا کہ یہ قرآن  
 حاضر اوس قرآن غائب کا عین ہے یا غیر اگر عین ہے تو پھر نافع ہونے کی کیا وجہ اور نام جعفر صادق نے  
 کیوں اس کو زین پر سپینک مارا اور حداد اس میں اور زہل بہت عین کہاں لا رہا آئی۔



اور اگر غیر ہے تو کیوں نواز و نمین پڑھتا ہو اور اس پر عمل کرتے ہو اور قرآن کو کیوں نہیں دیکھتے  
 اور احمد نے کیوں ان سے کوئی کتاب لکھا اور بے نشان رکھا قرآن پڑھنے پڑا نیکو آیت ہا یا رکھتا اور جیسا نیکو —  
 انہی بقدر الحاجة فہم من هذه التحقیقات ان المصنف لم یأت فی هذا الكتاب بما هو تحقیق  
 عند اهل السنة فی هذا الباب بل جمع اسق والباطل وایا المذهب العاقل شان مراد مذہب  
 اهل السنة و مرید تشید مانی اهل البدعة وان دعواه غیر مطابق لدلیلہ و کلامہ فخطا بالین  
 صحیحہ و علیہ ما بین النقول کما ہی رد اقر و انما اھب مثلہ فی قوافی فی مواضع فی غیرہ  
 قد تخی فی مواضع غیر الیہ و انہ اختار لنفسہ ما شولیس لہ بالین و لیس الی غیرہ  
 بالمجد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد ول الحمد  
 اکمل العالمین و العالمین و انفسہم اللہ اعلم اننا لندعو الخواننا من امة سید المرسلین  
 ان یختم لنا بالخی و العافیة و یرزقنا خیر الدنیا و الآخرۃ و یحفظنا عن الضلالۃ بالھدایۃ  
 و یصوننا عن الغوائیہ بالغایۃ الامام احمد التھالیز و ایضا من شہورہم اہل العلم  
 و اکف المسایین بشر الشیاطین فی کل وقت حین هذا الدنیا و الاخرۃ  
 فادفعہم شفاعۃ سید المرسلین و ادفعہم جنات النعیم مع من یحبونہم  
 من النبیین علیہم السلام و الشہداء علیہم السلام و الابرار و الصالحین  
 و اخر دعوانا ان احسنہم اللہ رب العالمین



اور اگر غیر ہے تو کیوں نمازوں میں پڑھتے ہو اور اس پر عمل کرتے ہو اور قرآن کو کیوں نہیں دھونڈتے اور ائمہ نے  
 کیوں اوسکو ظاہر کیا اور بے نشان رکھا قرآن پڑھنے پڑانیکو آیا نہایا رکھنے اور چھپانے کو تمام ہوا بقدر حاجت کے  
 پس ان تحقیق کے بیانات سے ظاہر ہو گیا کہ مصنف نے اس کتاب میں وہ باتیں نقل نہیں کی کہ جاہل سنت کے  
 نزدیک حق نہیں اس باب میں بلکہ حق و باطن کو جمع کر دیا اور بیکار مذہب کی تائید کی اور یہ کہ نشانہ اوسکا اہلسنت کا  
 مذہب ہے اور معقود اوسکا فتویٰ کرنا ہے اہل بدعت کے بناؤں کو اور یہ کہ اوسکا دعویٰ اوسکی دلیل سے  
 غیر مطابق ہے اور اوسکا کلام ملامت و ملامت سے نہ تو نقول کو بیان کیا جس طرح پر کہ وہ تھی  
 اور نہ مذہب کو اوں کی اصلی حالت پر بیان کیا بہت سے مقامات میں خلاف حق فتویٰ دیا ہے اور بہت سی  
 جگہ میں غیر راستی کی ثنائیات کی ہے اور اپنے واسطے وہ منصب اختیار کیا ہے کہ ختماء اہل نہیں ہے اور غیر کبار  
 عمدہ اور خراب باتوں کو منسوب کیا ہے اور اس پر اوسکا گمان ہے کہ میں مجدد ہوں بلکہ علمائے کاملین میں احسن اور علمائے  
 کاملین میں اکمل ہوں اور ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اپنے لئے اور اپنے محبوں کے لئے کہ ہمارا خاتمہ خیر و ثناء  
 کے ساتھ کرے اور دنیا و آخرت کی بہوئی سکوروزی کرے اور بکجا سبب رہنمائی کے گمراہی سے بچائے اور اہی  
 عنایت سے بچنے سے نگاہ رکھے ایچھا اگر ابون کو ہدایت کر اور ہم سب کو اوان کی شہادتوں سے بچا اور شیاطین  
 کی بدی کے سے ہر وقت اور ہر زمانہ میں مسلمانوں کی کفایت فرما یہ وہا دنیا میں ہے اور لیکن آخرت میں پس  
 مسلمانوں کو سید المرسلین کی شفاعت نصیب کر اور نعمتوں کے باغوں میں اوں کو داخل کر اونسکے ہمراہ کہ خلود و شہاد  
 رکھتے ہیں یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین اپنی رحمت سے اسے سب سے زیادہ رحم کرنے والے  
 اور بہا یا آخری دعویٰ یہ ہے کہ سب تعریفیں ثابت ہیں جہاں کے پروردگار کو۔ فقط۔







## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هذا غایت تهذيب البيان في تقریظ الكتابین للمولوی محمد مشاء والمولوی  
حسن زمان نمقر العارف المتقی والعالم المتبحر اللوذعی المولوی احمد بن محمد  
بن حسن بن ابراهيم القدیمی الحسینی التقی كان الله له الحمد لله الذي  
هدانا للاسلام والايمان ومن علينا بالاتباع لنبي الهادي الى الحق والبيان  
والصلوة على سيدنا محمد المبعوث الى الانس والجان وعلى الله واصحابه وتابعيه  
باحسان اما بعد فاني نظرت ما صنعه المولوی حسن الزمان فوجدته اصيله الله  
وعفى عنه قد طمح في التحليط بلا قائل ولا امعان ثم رايت الرد على مصنفه فما  
خلط وغلط للمولوی العالم الورع محمد مشاء بارك الله له في العلم والعمل وحفبه  
بالوار المعارف والغفران فالحق اقول والله المستعان ان الله المسمى باحسن  
الادوية هو الحق الذي عليه السلف والخلف وانحق احق ان يتبع وما توفيقني  
الا بالله عليه توكلت واليه انيب كتبه العبد الحقير القاصر عند ذوي البلاغة  
والمعرفة احمد بن محمد بن حسين بن ابراهيم القدیمی الحسینی اليمني رحمه الله

هذا ما قرطه رئيس المحدثين في هذا الزمان بحر العلوم مولانا المفتی محمد عباس عليان  
اقام على الرحمن سبحانه الرحمة والغفران ما حرره في احسن الذريعة  
المولوی محمد مشاء فاضل المحققين فانه تحقق البقين ولفضل من الله المعين  
ولتذكرة للتقین ولتحفة للمسلمين ولبشرى للمومنين ونحسة على المنكرين ولتقول  
عليه احدا لاخذه الله باليمين ولقطع منه الوتين فهو لقاصع لا فتراء المكذبين وبدا



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر نہایت جہذب بیان ہے مولوی محمد شاہ صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب کی دونوں کتابوں کی تقریظیں اسکو لکھا ہے عارف متقی و عالم بقہ لودھی مولوی احمد بن محمد بن حسین بن ابراہیم قدیمی جینی نے خدا اور کا حامی رہے۔

شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو اسلام و ایمان کا راستہ بتایا اور اپنے نبی کی پیروی سے ہر احسان فرمایا ایسے نبی کہ امر حق اور اس کے بیان کی طرف رہنما ہیں اور دوسرا سرور محمد پر جو جن وانس کے طرف بھیجے گئے ہیں اور انکی ال و اصحابہ را و انکی تابعین پر نیکی کر نیکی باب میں حمد و صلوة کر بعد پس میں مولوی حسن الزمان کی کتاب کو دیکھا تو ایسی کتاب پایا خدا او سکودست کرے اور اسکی لغزش سے دگر نہ فرما کہ دیکھو جو مجھے حق و باطل میں خلط و ملط کیا گیا ہی ہر میں اس کتاب کی آمیزش و افلاط کے رد کو دیکھا جس کے مولف عالم پر میر کار مولوی محمد شاہ ہیں خدا انکے علم و عمل میں برکت و اور ان کے انوار معارف اور مغفرت کے گہر کیوں میں سچ کہتا ہوں اور اللہ ہی مدد و مطلوب کے کہ بیشک یہ رد کہ جس کا نام احسن الذریعہ ہی حق ہے کہ جس پر پہلے اوپر پہلے علمائے تھے اور حق ہی اتباع کا زیادہ مستحق ہے اور میری توفیق خدا ہی سے ہے اوی پر میں ہر و سا کیا اور اوسی کے طے رجوع ہوتا ہوں۔

یہ تحقیق فط لکھی ہے اس زمانہ کے رئیس المجتہدین بحر العلوم مولانا مفتی محمد عباس علی خان نے اوپر رحمن اپنی رحمت و مغفرت کے ڈول بہائے۔

جو کہ احسن الذریعہ میں مولوی محمد شاہ فاضل محققین نے لکھا ہی پس وہ بیشک امر حق یعنی ہے اور خدا معین کا فضل اور اہل تقوے کیلئے تذکرہ اور مسلمانوں کیلئے تحفہ اور اہل ایمان کیلئے بشارت اور منکرین کیلئے حشر ہے اور اگر کوئی شخص اس پر زبان درازی کریگا البتہ خدا اس کے دہر ہاتھ کو بکڑنے لگا



المبتدعين ولنا في تعريف الغالين واتصال المبطلين وتاويل الجاهلين فهو نوري  
 مهدي

هذا ما قرئ في الفهم الثاق والفكر الصائب جامع المعقول والمنقول حاو  
 الفروع والاصول الذي يلوح في جهة سماء الصالحين المولوي كالمعنى المتكفر  
 محمد سعيد الدين الرامقوري عس فيضه المعنوي والصوري مدرسه المدرسه  
 النظاميه في السنين الماضية -

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله واهب العطايا - التي لا تحصى المطايا وغاها الخطايا بمكرات المناسك والنفوس  
 والصلوة والسلام على سيد البرايا محمد المصطفى صاحب البينات والهدايا  
 وعلى الروضه الذين هم سفن النجاة عن البلايا ونجوم الاهتداء في ظلمات  
 الرزايا - وبعد فقد طالت الفقه الاكبر عن اهل البيت الاطهر الذي صنف المولوي  
 حسن الزمان التركاني نسباً والحيد رابادي مسكناً من الاول الى الاخر بالنظر  
 والعمق والتدبر اللائق بالنظر ثم نظرت في رده احسن الذليقة للسد عن  
 الاقوال الشنيعة الذي الفرحامى السنه قاع البدعة ذو الطبع النقاد والفكر  
 الوقاد الذي تميز بالصدق والصلاح والفور على مدارج الرشد والفلاح  
 الشيخ الحاج الصوفي المولوي محمد مشاه القيصي القادري اوصله الله الى ما يتمناه  
 وعلى المراقب الطيفه فوجدت الردود مطروداً - والروعيه مقبولا محمداً  
 وقلت قد جاع الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً - فله ووالوا  
 حيث اتى في رده بما يطلب ويراد - من نظري هذين الكتابين بالتدبر والمعا



اور اسکی شہد گ کو کاٹ ڈالیں گے اس لئے کہ یہ کتاب جملہ نبیوں کی دروغ گوئی اور بدعتیہ کی بدعت کو اور کثیر نیوالی اور علو کر نیوالی درود بدل و بدل باطل کی ادعا اور جاہلوں کی دیکھ کو مٹا نیوالی پرین ایک نئے ہر کتاب کی بدعت کی بنیادی کرتا ہے فقط

یہ تقریظ لکھی ہے صاحب فہم ثاقب و فکر صائب جامع معقول و منقول حامی فروع و اصول کہ حبلی پیشانی میں نیکیوں کی علامت نمایاں ہے مولوی تیرا سے ابوالنظر محمد سعید الدین رامپوری نے اونکا باطنی مظاہری فیض عام ہو جو کہ گذشتہ برسوں میں مدرسہ نظامیہ کے مدرس رہے ہیں۔

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمع مہر خدا کو ثابت ہے کہ بخشنے والا ہے ایسے عطاؤں کا کہ جن کو بوجہ لیجانیوا اسے جانور نہ اونٹھا سکتے ہیں اور معاف کرنے والا ہے خطاؤں کا عبادات حج و قربانیوں کے کفاروں سے اور درود و سلام مخلوق کے سرور حضرت محمد مصطفیٰ پر کہ معجزوں اور ہدیوں والے ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر کہ بلاؤں سے بچنے کی گشتیان اور مصیبتوں کی تار یکون میں راہ پائیے ستاری میں اس کے بعد پس میں نے کتاب فقہ اکبر مولفہ مولوی حسن الزمان ترکمانی حیدر آبادی کو اول سے آخر تک نظر غائر و تدبر لایق سے دیکھا پہر میں نے اس کے رد و احسن الذریعہ مولفہ حامی سنت قانع بدعت صاحب طبع نقاد و فکر و قادی جو کہ صدق و صلاح و فوز مدارج رشد و فلاح میں ممتاز میں شیخ حاجی صوفی مولوی محمد شاہ قیصر القادری (اداکو خدا اونکی آرزو تک پہنچائے اور بلند مرتبہ پر عروج کرائے) کو دیکھا میں نے کتاب مردود کو مطرود اور اس کے رد کو مقبول و محمود پایا اور بساختہ میں نے کہا کہ امر حق آگیا اور امر باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہی تھا پس خدا ہی کیلئے ہے نیکی اور ذکر نیوالے کی اس لئے کہ اپنے زمین امر مطلوب و مراد کو درج کر دیا جو شخص ان دونوں کتابوں میں تدبر و اسعان سے نظر کرے گا اس پر ثابت ہو جائے گا کہ حسن الزمان



لمحقق عليه ان حسن الزمان قديم مان وزلت له قدمان وباء بالهوان والخذلان  
 كخذلان الوباء في الامراض الممثلة للانسان لا بل هو اشتد من الوباء بلاء واشنع منه  
 ابتلاء لان ضرر الوباء انما هو على الابدان والاشباح وضرر كتابه المردود  
 على العقائد والارواح والضرر الروحي والايمان في فوق الضرر الجسدي في  
 عقائد الفاسدة في هذا الكتاب المعسدة لبصائر القلوب والالباب انه  
 اثبت الجبهة لله تعالى وهو خالق الجهات ومدبر الكائنات واثبت له البيوتنة  
 عن الخلق والاستقرار على العرش مع ان العرش ايضا من الخلق فالبيوتنة عن  
 الخلق تستلزم البيوتنة عن العرش على ان البيوتنة والاتصال من صفات ليقص  
 والزوال والله تعالى مقدس عنهما — ومتصف بالكمال حتى قيوم لم يزل  
 ولا يزال واثبت ان الايمان عند الامام ابي حنيفة النعمان هو نفس المعرفة والقول وعند  
 غيره من الائمة المعرفة والقول والعمل وكلاهما باطلان لان المعرفة ليست من  
 الايمان عند احد من اهل النجاة والغفران سوى الطائفة المرجية التي من  
 اهل البدعة والطغيان كما هو مخرج في الملل والنحل وكتب العقايد بالتفصيل  
 والبرهان والذي هو المعتبر عند اهل الحق في الايمان التصديق بمحبي  
 الايقان كما لفظ به القرآن وشهد عليه ستة سيد الانس والجان واثبت  
 انحصار الائمة في العدد المعبر عنه الاثني عشرية بتجلاف اهل السنة والجماعة واثبت  
 خروج الازواج المطهرات من اهلييت صاحب المعجزات واثبت عدالة الضعفاء  
 الوضاعين من الرواة في مقابلة جروح اجلة المحدثين والثقات واثبت  
 ان الائمة من اهلييت النبوة والصحابة والتابعين والائمة المجتهدين وسائر



نے ورد ونگوئی کی ہے اور اوس کے دونوں قدم پہل گئے ہیں اور خواری رسوائی کے نونہے  
 مثل رسوائی ویا کے انسان کے مہلک امراض میں ہیں بلکہ وہ وباسے زیادہ سخت ہے بلا میں  
 اور اوس سے بدتر ہے ابتلا میں اس لئے کہ وبا کا ضرر تو بد نوا اور جسموں ہی پر ہے اور اسکی مروری و  
 ضرر حامد و ارجح پر ہے اور روحی و ایمانی ضرر بڑا ہے جسمانی ضرر سے اور منجملہ اوس کے عقائد فاسدہ  
 اس کتاب میں جو کہ دلوں اور عقول کی بنیائیں کو تباہ کرنے والے میں یہ عقیدے کا اوس نے ثابت  
 کیا ہے جہت کو حق تعالیٰ کیلئے حالانکہ وہ جہات کا خالق ہے اور سارے جہان کا مدبر ہے اور اس کا  
 مخلوق سے جدا ہونا اور عرش پر بیٹھا ثابت کیا ہے یا انکے عرش ہی ایک مخلوق ہے پس مخلوق سے  
 جدا ہونیکو عرش سے جدا ہونا لازم ہے اس کے علاوہ جدا ہونا اور ملنا نقصان و زوال کی صفات ہیں جو ہے  
 اور حق تعالیٰ ان دونوں امر سے پاک ہے اور کمال سے موصوفے زندہ قائم رکھنے والا ہے کہ نہ زایل  
 ہوا اور نہ زایل ہوگا اور ثابت کیا ہے کہ ایمان امام ابو حنیفہ نعمان کے نزدیک معرفت اور قول کا  
 مجموعہ ہے اور ان کے سوا دوسرے اماموں کے نزدیک معرفت و قول و عمل کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں  
 قول باطل ہیں اس لئے کہ معرفت بجات و غفران میں سے کسی کے نزدیک ایمان میں معتبر نہیں  
 ہے بجز طائفہ مجربہ کے جو کہ اہل بدعت و طغیان میں داخل ہے جیسا کہ مغل و نخل میں اور کتب عقاید  
 میں تفصیل و برہان کیساتھ مصرح ہے اور اہل حق کے نزدیک ایمان میں تصدیق بمعنی ایقان  
 معتبر ہے اور بس جیسا کہ اس پر قرآن ماطق ہے اور سیدنا انس و جن کی نسبت شاید ہے اور ثابت  
 کیا ہے ازواج مطہرات کا خارج ہونا صاحب معجزات کے اہل بیت اور ثابت کیا ہے اماموں کا منحصر ہونا  
 ایسی عدد میں کہ جو اثناعشر یہ کے نزدیک معتبر ہے بر خلاف اہل سنت کے اور ثابت کیا ہے  
 ثقہ ہونا ان ضعیف راویوں کا جو حدیثیں بنائی وائے ہیں احبہ محدثین کی جو حون کے  
 مقابلہ میں اور ثابت کیا ہے اہل بیت نبوی کے امام اور صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین



العلماء الراغبين من اهل المعرفة والمحدثين والفقهاء والمتكلمين على يد  
 الحق من الخلق وانه تعالى في اعلى عليين باعدا برأى من اسفل السافلين وفرع  
 عليه تكفير ارباب العينية من اولياء الامة والصالحين واثبت وجود الكتب  
 السماوية السابقة في هذا الزمان وبقائها الى الان وفرع عليه تكفير من انكر  
 من سائر اهل الايمان مع ان اهل الكتب وعلمائهم ايضا في هذه المسئلة من النكرين وبفقدانها من جهة  
 الوجود معتبرين واثبت ان الدباب العينية وسائر النورين <sup>تدبر</sup> بتعالى عن طواهر الصفات المرتدين <sup>تدبر</sup> يجب  
 احراقهم وضربهم وقتلهم وتشهيرهم ونفيهم عن بلاد المسلمين كما فعل بائعهم المرتدين السابقين بسيدنا على  
 امير المؤمنين امام الموحدين واثبت صحة القصة الموضوعة للزهري عند الحقيقين ودرجها في بحث الايمان على شكل  
 الزعم مع كونها مستوفى نصيا بهم وفعلهم خلا امر وجرهم وهم من المعصومين بالكتب  
 والسنة واجماع الامة بالصدق واليقين واثبت القرآن الثاني ماسوى هذا  
 القرآن العظيم والسبع المثاني وانه كان كثير المعاني جامعا للعلوم مطابقا للتزويل  
 الرباني فكان كانه كتاب علوم القرآن يعلم منه علما جازها وفها عما بطنيا ولهذا  
 قال ابن سيرين لو اصبحت ذلك لظفرت بالعالم كله وصرح بنفسه قبل هذا البحث  
 (هكذا القرآن المنزل المستطيرق الامام المهدي المنتظر اذا ولد وظهر كما قرأ به  
 المولى على واهل بيته لا غير بلخير وهذا الكلام يهدم اساس الشريعة والبعين  
 لعقيدة الرافضة والشيعة واثبت التلقيق بين مذهب المشبهة ومذهب  
 اهل التحقيق حيث قال قلت هذا كما لا يخفى على المتبصر المتدبر ناظر ظاهر فيما ذكرنا من  
 الجمع بين الامرين فافهم ولا تتوهم والله اعلم وبيانه ان مذهب المشبهة  
 حمل المتشابهات على ظواهرها ومذهب اهل التحقيق صرفها عن ظواهرها وحملها على



اور تمام علمائے راسخین صوفیہ و محدثین و فقہاء و متکلمین کے قابل میں کہ خدا مخلوق سے جدا ہے اور  
 سب بلند تر ہے مقام میں جو نیچے کے مقام سے منزلیوں دور ہے اور اس پر باب وحدت وجود  
 کو کافرتنا ہے کہ جو اس مسئلے کے اولیا و صالحین میں اور ثابت کیا ہے اس زمانہ میں کتب جامعہ یا بقہ کا  
 موجود ہونا اور انکا اب تک باقی رہنا اور اسپر کافر بتایا ہی تمام اہل قبلہ کو کہ جو ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں  
 حالانکہ اہل کتاب اور ان کے علماء ہی اس مسئلہ میں منکروں میں داخل ہیں اور صغیر وجود سے ان کے  
 کم ہونیکا اقرار کرتے ہیں اور ثابت کیا ہی کہ اہل وحدت وجود اور تمام حق تعالیٰ کو پاک جاننے والے صفات  
 متشابہات کے ظاہری معانی سے مرتد ہیں کہ جنکا جلانا اور مارنا و مار ڈالنا و تشہیر و جلا وطن کرنا واجب ہے جیسا کہ ان کے  
 پیشواؤں کو جو ان کے پہلے مرتد ہو گئے تھے سیدنا امیر المومنین و امام موحیدین علی نے جلا دیا تھا اور ثابت کیا ہے  
 زہرہ کے موضوع قصہ کا صحیح ہونا اور اسکو درج کر دیا ہے ایمان بلسکہ رحمٰن کی بحث میں حالانکہ یہ قصہ فرشتوں  
 نافرمان ہونا اور اپنی پروردگار کے حکم کے بخلاف کرنا لازم آتا ہے یا انکے ملائکہ کرام معصوم ہیں بحکم کتاب و سنت  
 و اجماع امت صدق و یقین کے ساتھ اور دوسرا قرآن ثابت کیا ہی علاوہ اس قرآن عظیم وسیع شافی کے اور یہ ثابت کیا ہے  
 کہ وہ قرآن کثیر المعانی تھا تمام علوم کا جامع اور متنوع بل ربانی کے مطابق تھا پس گویا کہ علوم قرآن کی کتاب تھی کہ  
 جس سے علم خیر قوی و فہم عام باطنی معلوم ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ابن سیرین نے کہا ہی کہ اگر میں اسکو پاتا البتہ ساء علم  
 پالیتا اور خود مصنف نے اس بحث میں پہلے اس طرح پر تصریح کی ہی پس قرآن او تار ہوئے لکھے ہوئے کو امام محمد غفرلہ  
 پرہیز گے جبکہ پیدا و ظاہر ہو گئے جس طرح کہ اسکی قرأت کی ہی مولیٰ غلی اور انکی اہل بیت نے دوسروں کے بدوں غریبی  
 اور یہ کلام گرا تا ہے شریعت کی بنیاد کو اور اہل تشیع کے عقیدہ کو مدد دیتا ہی اور یہ بہت شہید مذہب اہل حق میں توفیق بہت  
 کی ہی اس لئے کہ کہا ہی کہین کہتا ہوں کہ یہ جیسا کہ مخفی نہیں ہی قیصر متدبر پر ناظر و ظاہر ہے ہماری تحقیق کے باب میں جسکو ہم  
 ذکر کیا ہے یعنی جمع کرنا و دونوں اس میں پس تو مجھے اور وہم مت کر خدا واناتر ہی اور بیان توفیق کا یہ کہ ہمیشہ کا یہ  
 متشابہات کو حل کرنا ہی ان کے ظاہری معانی پر اور محققین کا مذہب انکی پیشوا ہی اور انکی ظاہری معانی سے اور انکو حل کرنا ہی ایسی معانی پر



ما يليق بجلال الله والمصنف حمدا على ظواهرها ونفى الكيفية مقلدا الشيخه ابن  
 تيمية فحصل التوفيق وان هو الا التليف هذا فالمولي الراد مولف احسن الادب عنه  
 وضع هذا الفساد واراح اهل المودة والسداد وطاح اهل الزندقة والاحاد  
 فاقام الحق الحقيق واقاد عين التحقيق اذ اقه الله حلالة الصديقين وقاض عليهم شيئا من التوفيق

هذا ما قرظه الفاضل اللبيب الطبيب الازهري الجبر اللوذعي والنجي المعنى  
 المولوي محمد منصور عم قيصنه الجلي والتحقه صدر المدرسين في المدرسة  
 الطبية من مدلهن حيدر اباد دكن صين عن شروها الزمن

الحمد لله رب العالمين والصلوة على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد  
 فاني رايت الكتاب الذي اخترع في هذا الزمان وسمى بالفقه كبر المنسوب  
 الى حسن الزمان الذي قد احدث في امور الدين وخطاء جمهور الامة والمسلمين  
 فوجدته مشحونا بالاقايل الباطلة والخيالات العاطلة التي يجب الاجتناب والاحتراز  
 عنها لجميع المسلمين فان فيه من الاحاديث الموضوعة ما لا يحصى ومن الاقوال  
 المزخرفة ما لا يحصى فاي اكرموا يا هافلما رايت ردة الذي صنعه الفاضل اليلعي  
 والجبر اللوذعي اعني المولوي محمد شاه سلم الله فرحت فرحا شديدا لما وجدت فيه  
 من التحقيقات ما يكفي ومن الحق الصريح ما يروى جزاء الله تعالى خيرا الجزاء عناد عن  
 جميع اهل السنة والجماعة وهو جدير بان يتلقى بالقبول العام والخاص

محمد منصور على عفي عنه

هذا ما قاله الاديب الفطن اللبيب الفاضل الماهر الحكيم الذكي المتوقد  
 الفهيم البارع المتبصر الفائق المتدبر الجبر اللوذعي البحر الامعي والمجد والكمال صاحب



کہ جلال الہی کے لائق ہیں اور مصنف نے مشابہت کو حل کیا ہے ظاہری معانی پر اور کیفیت کی نفی کی ہے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ  
 بنکر پس دونوں مذہبوں میں توفیق حاصل ہو گئی اور یہی توفیق ہے اسکو یاد دہا کر پس مولانا مولانا حسن علیہ السلام نے اسکو یاد دہا  
 اور اہل ہندو و سدا کو راحت پہنچائی اور اہل رفقہ و اتحاد کو ہلاکت میں ڈال دیا پس اہل حق ثابت کو قائم کر دیا اور اہل حق کو  
 فائدہ پہنچایا اور اس کو حق تعالیٰ ایمان کی حلاوت چکھا دے اور توفیق کی بارشیں اس پر برسا دے فقط

یہ تقریر خط وہ ہے کہ جس کو فاضل لبیب طبیب ارب جبر نودعی و جگر المعی مولوی محمد منصور علی صاحب عم فیضہ  
 الجلی و المحفی مدرسہ طبیہ حیدر آباد دکن کے صدر مدرس نے رقم فرمایا ہے۔

تمام تعریفیں ثابت ہیں خدا کو کہ پروردگار سارے جہان کا ہے اور دردنازل ہوا اس کے رسول محمد پر  
 اور انکی تمام آل و اصحاب پر اس کے بعد پس دیکھا میں نے اس کتاب کو جو بس نے مائین تراشی گئی ہے اور فقہ اکبر کے  
 نام سے حسن الزمان جہا کے طرف منسوب ہے کہ جنہوں نے دین کے امور میں احداث کیا ہے اور یہورائتہ و مسلمانوں کو خطا  
 بتایا پس میں نے اس کتاب کو اوج اہل بلاتون اور بیکار خیالات کے معرہ پایا کہ جسے سب مسلمانوں کو احتیاج ہے پھر کرنا  
 واجب ہے اس لئے کہ اس کتاب میں موضوع حدیثیں بے حد میں اور بنائی ہوئی باتیں اس قدر  
 ہیں کہ کسی عارف پر مخفی نہیں ہیں پھر جو تم اسے مسلمانوں اس کتاب سے اور اپنے سے اسکو دور رکھو پھر جبکہ  
 میں نے اسکو رو دیکھا کہ جس کو فاضل المعی و جبر نودعی اعنی مولوی محمد شاہ سلمہ اسد نے تصنیف فرمایا ہے  
 تو میں بہت ہی خوش ہوا اسوجہ سے کہ میں نے اس میں اس قدر تحقیقات پائی کہ اسباب میں کافی ہیں اور  
 حق صریح اس قدر پایا کہ طبیعت کی سیار کر دیا ہے حق تعالیٰ مدوح کو ہم تمام اہل سنت کے برف  
 جزا و خیر عطا فرما دے اور یہ کتاب اس لائق ہے کہ مقبول خاص و عام ہو۔

یہ تحریر و لفظ بطور تقریر جناب اویب ارب فطن لبیب فاضل مہر حکیم دکی موقد فہیم بارع متبصر  
 فایق مستدبر جبر نودعی جگر المعی و الحمد و الکمال صاحب سماعت و نوال مولوی ابوالجلال محمد اعظم صاحب  
 چریا کوئی دایم اجلالہ و عہد نوالہ نے قلم سندسہ مائی ہے۔



النباهات والنوال المولوي ابوالجلال محمد اعظم الجرياكوتي دامر جلاله وعسم  
نواله مقسرا على الكتاب ومعرضا عن سوء الخطاب

المجلد الاوليه واهله والصلوة على نبينا واهله اما بعد فان لختلاف العلماء رحمة ان  
كان هونا ثما عن النقة فمنهم من اختار السداد فقد ظفر وعرج ومن مال الى  
اللداد فقد عثر وعرج فكم من مسائل اثبتها الخيرة السابقون من الازكيا  
وخالفهم فيها المهرة اللاحقون من الازكيا وكذا لك هذا الكتاب وجوابه  
صرحت في مروج نظري ثمة ثم عوجده ته رائق حيث تنطست في التقيع وبدلت  
فيه الهمة وانا على ما عليه الاشاعة الكرام الذين جهدوا في احكام مباني  
الاسلام فجزى الله المولف خيرا الجزاء وصانه عن المكاراة والارزاء فقط الثامن  
من المحرم سنة ١٢٣٥ خادما العلماء - ابوالجلال محمد اعظم الجرياكوتي

هذا ما قرطه الخبر اللوذعي والجهيد الامعي الاديب النبیه والمحدث الفقيه المولوي  
محمد حبيب الرحمن عم فيضه المعنوي والصوري بنخل محدث الهند مولانا المولوي  
احمد علي السهارفوري حمد المن جعل العلم نور يهتدي به وابان بالعلماء الفرق بين  
المحكم منه والمتشابه والصلوة والسلام على من لا ينطق عن الهوى ان هو الا  
لوحى وعلى اله واصحابه بالدين هم مصابيح الهدى ومفاتيح خزائن الورع والتقوى  
رضوان الله عليهم اجمعين اما بعد فقد عثرت على تقاريط عديدة ذات ميان  
مشيدة ومعان سديدة على الكتاب الذي الفه المولوي محمد شاه القميضي القا  
في بعض الملاحظات على كتاب الفقه الاكبر الحديث وولاوه فيه من الاحاديث  
لكن لم يسع لي مع المشاغل المفوضة على ان اعكف الفكر عليه واجذب الراي



جمیع حدیث ثابتہ صاحب محمد کو کہ محمد کا اہل سہ اور درود اوس کے بنی اور اون کی ال  
 اس کے بعد پس معلوم ہو کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے اگر نضایت سے دور ہو بعض علماء وہ میں کہ جو  
 راستی کو اختیار کیا وہ تو کامیاب ہو گئے اور عروج کر گئے اور جس نے اونہیں جھکے کی طرف میلان  
 کیا پس ٹھہر کر کہانی اور رنگڑا ہو گیا بہت مکمل لیے ہن کہ جن کو بہترین سابقین علماء نے جو  
 نفوس قدسیہ رکھتے تھے بخوبی ثابت کر دیا پر پچھلے چالاک تیز طبع لوگوں نے اون میں  
 مخالفت شروع کر دی ایسا ہی حال ہے اس کتاب فقہ اکبر عن اہل بیت اطہر کا اور اوس کے  
 جواب کو جو میں نے مختلف مقامات سے دیکھا تو پسندیدہ جہان سے میں نے جہان بین کی اور اپنی  
 ہمت کو صرف کیا اور اشاعرہ کرام نے جو عقائد اسلام میں تحقیق فرمائی ہے یہی میرا مسلک ہے  
 پس مولف کو اس تحقیق کے صلہ میں حق تعالیٰ جزا خیر دے اور مکروبات زمانہ و مصائب  
 محفوظ رکھے آمین۔

یہ وہ تقریظ ہے کہ جس کو لکھا ہے جبریل ذی جبریل و جبریل ذی جبریل و محدث فقیر مولوی محمد حبیب الرحمن  
 نے اون کا فیض منوی و صوری عام ہو جو کہ محدث ہند مولانا مولوی احمد علی سہارنپوری کے فرزند ہیں  
 شکر کرتا ہوں اوس ذات پاک کا جس نے علم کو ایسی روشنی بنایا ہے کہ جس سے راہ حق دیکھا جاتا ہے  
 اور جسے علماء کے ذریعہ سے محکم و متشابہ میں فرق بتا دیا۔ اور درود و سلام ہو اوس پر کہ جو خواہش نفس کے  
 کلام نہیں کرتا ہے اوس کا کلام تو وحی ہے جو اوس کے طرف بھی گئی ہے اور اوس کی ال و اصحا  
 پر کہ ہدایت کے چراغ ہیں اور روح و تقویٰ کے خزانوں کی کنجیاں ہیں خدا کی خوشنودی اور مسپہ کہ اوس کے بعد  
 پس نیز چند تقریظیں دیکھی بلند الفاظ و درست معانی والے مولوی محمد شاہ قسیمی قادری کی کتاب پر جو فقہ اکبر  
 جدید کے بعض جدید مسائل و احادیث پر لکھی گئی ہے لیکن مجھ کو مشاغل سرکاری کی وجہ سے اس قدر  
 گنجائش نہ ملی کہ میں اس کتاب پر فکر کروں اور اوس کے طرف اپنی رائے و نظر درآؤں



لا بد من ان يقول ان موضوع كتب الفقه الاكبر اشرف موضوع وجامعه ومجموعه  
 لا يتبعها مع ومجموع قد جمع ما تفرق في كتب اهل السنة من علوم اهل البيت عليهم السلام  
 ولا سيما استطاع عليه من القيام غير انه ما فرق بين صحيح ومسطور وبين بياض النهار  
 وظلمة اللججور ولم يميز بين الساقط المتهم والاثبات الحافظ الذين بعد التهم وصدقهم  
 شهدت الامم وما احترز عن الاقوال المنزخرفة والاحاديث الموضوعة الموهجة لكن  
 لباذل جهده وان لخطاء ماجور ومعدن وهران كان نائبا عن التعبد بالكد والجور  
 ولعل الكتب الذي روي عليه تدارك تلك الهفوات الجليلة وعالج الحلة اذ ربه تلك  
 النقط العليقة ولم يرد بعد اصلاح ما او مانا اليه وتوطيد ما اسس ذلك القصر  
 المشيد عليه الكتب لا يوجد له نظير فجزى الله كلا المؤلفين ما يستحقه ويهدى  
 الصراط المستقيم صراط جمهور الائمة والمسلمين واخر دعوانا ان الحمد لله رب  
 العالمين

هذا ما قرظه المحبر العلامة والبحر الفهامة سباق الغايات في مضار المناظر  
 المولوى وكيل احمد السكندر فوري عم فيضه المعنى والصورى غمقه ارتجالا  
 فله در ما احسنه مقال احامدا ومصليا قد طالعت الكتب المستطاب الموسوم  
 باحسن الذريعة للسد عن الاقوال الشيعية من الفاضل الكامل مولانا محمد شاه  
 القيصى القادرى جزاه الله تعالى خيرا لجزاء الله در المصنف فانه قد راي  
 فرض الكفاية يدعى من راي الفقه الاكبر عن اهل البيت الاطهار انا و  
 عوام امور مخالفة لمسلكت اهل السنة والجماعة تقشعر منه جلود الذين يخشون

بريهم

غمقه وكيل احمد السكندر فوري  
 له



لکری استدر کتبہ ہون کہ اس پر مقتدا کبریا میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اپنے لئے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں  
 ہر ایک کی اصلاح و تہذیب کے لئے جو کچھ علم و اہل بیت علیہم السلام کی سنت کی کتاب ہے وہی کتاب ہے  
 جس کو وہ اپنے لئے لکھا ہے اور جس پر وہ سکالوس نے قائم کر دیا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امتحان کیا ہے  
 اور جس پر فرقہ بین کیا اور بندہ یہ یقین رکھے کہ کون باوی ساقط الاعتبار و معجزہ ہوا و کون  
 مستحق حناطہ بین کہ جنگی راست بانہی اور سچائی پر سب کو اسی دی ہے اور نہ اس نے بنائے ہوئے اقرار الیہ  
 کی بنا پر ہونی بناوٹ کی ہولی حدیثوں سے احتراز کیا ہے مگر جو شخص اپنی کوشش و کوشش کرتا ہے وہ اگرچہ غلط  
 کیسے ماجر و معذور ہے بشرطیکہ عدا چوٹ بولنے اور طوفان باندھنے سے گناہ نہ رہا ہو اور امید  
 ہے کہ جو کتاب اس کے رد میں لکھی گئی ہے اس کی بڑی بڑی پیروی ہو وہ باتوں کا تذکرہ ہو گیا ہے  
 اور اپنی حکمت سے اس کتاب کے نادرست لفظوں کا اس نے علاج کر دیا ہے اور قسیمہ لکھتا ہوں کہ یہ کتاب  
 ان امور کی اصلاح کے کہ جن کو اشارۃ ہم نے بیان کر دیا ہے اور ان احکام کے مضبوط کرنے کے بعد کہ  
 جن پر اس بلند عمارت کی بنیاد رکھی گئی ہے بے نظیر ہے پس دونوں مولفوں کو خدا ان کے عمل کی جزا دے  
 اور ہم کو سید راستہ پر کہ چہورائے مسلمانوں کا راستہ ہی حلال اور آواز ہادی خطا پر ہے گنہگار و تعمیری بن جائے  
 بین خدا کو کہ سارے جہان کا پروردگار ہے

اس تقریظ کو لکھا ہے جبر علامہ و بحر قہار میناظرون کے میدان میں بڑھ جانے والے مولوی وکیل احمد سکندر پوری  
 ان کا فیض باطنی و ظاہری عام ہو چکی کہ انہوں نے فی الفو اس کو لکھا ہے اور ان کو جزا سے خیر دے کیا اچھا لکھا ہے  
 حمد و صلوة کے بعد مینے کتاب پسندیدہ مسمیٰ بحسن الذریعہ للسد عن الاقوال الشنیعہ کو کہ جس کے مصنف فاضل  
 کامل مولانا محمد شاہ قمیعی القادری ہیں دیکھا مصنف کو جزا سے خیر عطا فرمائے اور انہوں نے فرماں کفایہ کو ادا  
 کر دیا جس نے فقہ اکبر عن اہل البیت الاطہر کو دیکھا یقین دیکھا اس امر کا کہ یہ کتاب برخلاف مسک اہل سنت  
 و الجماعت ایسے امور کو شامل ہے کہ جنگی وجہ سے خدا سے درنیوالوں کے بال بدن پر تھرا عاتے ہیں فقط











